TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY

الناظر

نمبر ۴۹ جلد ۹ — یکم جولائی سنہ ۱۹۱۳ء

نمـ ۵

۳۰ برس سے تمام ہندوستان مین لاکھون آدمیون کی آزمایش کی ہوی وہی مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوی

فصلی بخار و طحال کی دوا

آجکل سیکڑون اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے ان مین عموماً کونین رہتی ہے۔ اسلیے یہ دوائین بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہے لیکن آرام نہین کر سکتی۔ ایسے بخار کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز مین ایکدم آرام کرنے کا دعوی رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی کم رکھا ہے۔ اسمین تین خاص صفتین ہین (۱) یہ ملیریا کے کیڑون کو مار دیتی ہے۔ اسلیے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ اور اسکے خرابیون کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلا دیتی ہے۔ قیمت شیشی کلان ۱۴ر چودہ آنہ محصولڈاک ۶ر چھ آنہ شیشی خورد آٹھ آنہ ۸ر محصول ڈاک پانچ آنہ ۔ ۵ر دو شیشی ۶ر چھہ آنہ

داد کا مرہم ═══ داد کا مرہم

کھجلانے سے آرام کرنا بہتر ہے

اسکے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف نہین ہوتی۔ ایک مرتبہ لگانے سے کھجلی اچھی ہوجاتی ہے۔ دو تین مراتب کے استعمال سے ایکدم اچھا ہوجاتا ہے جب کسی دوا سے فائدہ نہین ہوتو اسکی بھی آزمائش کیجیے دیکھیے مہاراجہ کیا لکھتے ہین۔ مہاراجہ کمار سریان یکر وبشو سنگہ شنکر لورہ ضلع بھاگلپور سے لکھتے ہین کہ یہ دوسرا اتفاق ہے کہ آپ کے داد کے مرہم نے جادو کا اثر کیا جس سے مین ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی آپ کا تہ دل سے مشکور ہون۔ فی ڈبیہ ۴ر محصول ڈاک ۶ ڈبیہ تک ۵ر ۱۲۔ ڈبیہ ۶ر

نوٹ۔ ہر جگہ مین ایجنٹ یا مشہور دوافروش کے یہان ملتی ہے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

الناظر

نمبر ۴۹ جلد ۹ — یکم جولائی سنہ ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کون و فساد

چند سال گزرے اس عنوان پر ایک مضمون دکن ریویو میں شایع ہوا تھا جو جناب سید کرامت حسین صاحب بیرسٹر و سابق جج ہائی کورٹ الہ آباد نے تحریر فرمایا تھا۔ اس سے قبل یا بعد راقم السطور کی نظر سے اس نہایت مہتم بالشان مسئلہ پر کوئی مضمون نہین گزرا[1]۔ کون و فساد جدید سائنس کا نہایت ممتاز مسئلہ ہے بلکہ یون کہنا بے جا نہوگا کہ بیسوین صدی کے اہل فکر و ارباب تحقیق اپنی فکرون اور تحقیقات مین اس سے ہدایت پذیر ہوتے ہین کون و فساد کا مسئلہ سائنس اور فلسفہ کی بحثون کا مرجع بنا ہوا ہے۔ تمام مسائل بالآخر اسی کی طرف رجوع ہوتے ہین ہمارے تخیلات اسی کے تابع ہین۔ عالم و مافی العالم پر نگاہ ڈالتے وقت بھی یہی معرکۃ الآرا مسئلہ سامنے رکھا جاتا ہے۔ ناظرین الناظر کی دعوت ذوق کے لیے ہم اس مسئلہ کے حقیقی مفہوم پر بحث کرکے اُنھین اس سے روشناس کرائین گے۔

کون و فساد پُرانے عربی فلسفہ کی اصطلاح ہے جس کا انگریزی مرادف ایوولیوشن (Evolution) اور ڈِسولیوشن (Dissolution) ہے۔ چند سال سے اُردو ادبیات مین ایک نئی اصطلاح "ارتقا" مروج و مستعمل ہے جو انگریزی علمی اصطلاح "ایوولیوشن" کا مفہوم ادا کرنے کے لیے مقرر ہوئی ہے۔ کیا کون و فساد "ایوولیوشن" اور "ڈِسولیوشن" کے معانی و مفاہیم ادا کرنے پر قادر ہے؟ اس کا فیصلہ عربی دان ناظرین بطور خود کر سکتے ہین۔ لیکن "ایوولیوشن" کا اصل مطلب کیا ہے؟ اس سے کون کون مسائل اور کیسے کیسے فلسفی خیالات مراد لیے جاتے ہین اس سلسلہ مین ان پر بحث کرکے یہ سب واضح کر دیے جائینگے کوشش یہ ہوگی کہ حتی الوسع

---

[1] جون سنہ ۱۹۰۸ء کے الندوہ مین مولانا شبلی کا بھی ایک مضمون ارتقا پر شایع ہوا ہے اگرچہ مختصر ہے تاہم ڈارون کے نظریہ کی اُس مین نہایت صحیح اور آسان پیرایہ مین تشریح کی گئی ہے - ایڈیٹر

نہایت سلیس پیرایہ اور عام فہم اسلوب مین اس عظیم الشان مسئلہ کے جملہ پہلو ناظرین الناظر کے ذہن نشین کر دیے جائین

ارتقا یعنے ایوولیوشن کے متعلق بہت غلط فہمیان پھیلی ہوی ہین۔ اگر کسی سے پوچھیے "کیون صاحب! ارتقا سے کیا مراد ہے؟" تو جواب ملے گا "اس سے یہ مراد ہے کہ بندر سے انسان بن گیا ہے" یہ محض بطور نمونہ مشتے از خروارے ہے۔ جو لوگ یونیورسٹیون سے ڈگری حاصل کر کے نکلتے ہین یا کالجون مین تعلیم پا رہے ہین اُن مین اسّی لوّے فی صدی

عام لاعلمی

ارتقا کے مفہوم اصلی سے نابلد محض ہوتے ہین۔ راقم کو مسلسل چھ سال تک بی اے اور ایم اے کے طلبا کے درمیان رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ پانچ چھ برس کا ذکر ہے کہ زیر مطالعہ انگریزی تصانیف مین ایوولیوشن کا بار بار ذکر آتا تھا اور کئی احباب سے جو ایم اے پاس تھے اور جنمین سے بعض حضرات کالجون مین پروفیسر بھی تھے اسکے معنے اور اس اصطلاح کی تشریح پوچھی گئی تو بعض نے لاعلمی کا اعتراف کیا اور بعض نے انسان کے بندر سے پیدا ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ مایوس ہو کر ایک عالم انگریز سے گفتگو کی اور اس مسئلہ کی نسبت کچھ اطلاع بہم پہنچائی بعد ازان ہم نے اسکا باقاعدہ مطالعہ کیا اور اسکے تمام شعبون اور پہلوون سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کون و فساد کی بحث پر بیسیون کتابین لکھی گئی ہین اور ہر سال درجنون نئی کتابین یورپ اور امریکہ مین طبع ہوتی ہین۔ جن مشہور تصانیف سے ہمارے خیالات ماخوذ ہین انکے حوالے جابجا دیے گئے ہین۔ لیکن اگر کوئی صاحب اور کتابون کے دیکھنے کے خواہشمند ہونگے تو انھین ایسی کتابون کے نام بخوشی تمام بتا دیے جائین گے۔

مسئلہ ارتقا سائنس اور فلسفہ کے تمام مسائل مین نہایت ہی اہم اور وقیع سمجھا جاتا ہے۔ اگر اُسے ان تمام مسائل کا بابا آدم قرار دیا جاے تو نامناسب نہوگا۔ آجکل کی تمام تحقیقین اسی کے تابع ہین۔ تمام علوم کے اصول و مسائل اسی کی رہنمائی سے قائم ہوے ہین۔ عالم اور محقق جو علم کے مختلف شعبون کی تحقیقات و ترقی مین مصروف رہتے ہین

مسئلہ کون و فساد کی اہمیت

وہ ارتقا ہی سے ہدایت پذیر ہوتے ہین۔ ارتقا کا سکہ علمی دنیا مین اسی طرح رائج ہے جس طرح قیاصرہ کا سکہ وسیع سلطنت روما کے اندر جاری تھا۔ اس نے ساکنان اقلیم سائنس و باشندگان مملکت علم کے دل و دماغ پر تصرف حاصل کر لیا ہے۔ انسان کی عقلی۔ اخلاقی اور عملی زندگی کی تمام مصروفیتون پر اسی کا مُہر ہے اور وہ اسی سے تحریک و ہدایت حاصل کرتی ہین۔ اسکے متعلق دو تین عالمون کے خیالات کا نقل کرنا مناسب ہوگا۔ جوزف مکیب (Joseph McCabe) جرمنی کے ڈارون پروفیسر ارنسٹ ہیکل (Haeckel) کا شاگرد رشید ہے وہ اپنے استاد کی آخری تصنیف "لاسٹ ورڈس آن ایوولیوشن" (Last words on Evolution) کے مقدمہ مین لکھتا ہے:۔ "وہ ایک کم معروف عالم انتھروپالوجی (anthropology) کو چھوڑ کر اور نیز

ڈاکٹر الفریڈ رسل والس کے عجیب امتیازسے قطع نظر کر کے یہ امر وثوق کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے کہ سائنس والون نے ارتقا کے مسئلہ کو بسر و چشم قبول کر لیا ہے اور ہیکل نے جو شجرہ نسب بنی آدم کا مرتب کیا ہے اُس سے ادنی تغیر اتفاق ظاہر کیا ہے[1]۔" تین چار سال کا ذکر ہے کہ پروفیسر وارٹ نے کانگریس آف اپلائڈ کیمسٹری (کیمیاے حرفتی) مین جو شاید لندن مین منعقد ہوی تھی لکچر دیتے ہوے کہا تھا: "ارتقا اب علم طبعی (Natural Science) کا بڑا اصولی نظریہ نہین رہا بلکہ اب وہ تخیل اور غور و خوض کا نیا طریقہ قرار پا گیا ہے۔ وہ موجودات کے برق صفت انقلابات سے دائمی صداقت اخذ کرنے کا نیا طریقہ عمل سمجھا جاتا ہے[2]" مشہور رشینلسٹ حالم اڈورڈ کلاڈ کہتا ہے: "مسئلہ ارتقا نے ہمارے ہر قسم کے خیالات اور علمی تحقیقات پر بہت گہرا اور مستقل اثر ڈالا ہے اور اس طرح سے انسان کے جملہ تعلقات اور اعمال پر بھی تصرف حاصل کر لیا ہے[3]۔"

اس شاندار مسئلہ کے دو بڑے پہلو ہین۔ ایک تو ڈارونی پہلو جسے بیالوجیکل پہلو کہنا بجا ہوگا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ ہزارون لاکھون قسم کے پودے اور جان دار جو کائنات کے ہر حصہ مین لاکھون برسون سے آباد چلے آتے ہین انکی ابتدا کس طرح ہوی۔ کیا اُن کا مبدا ایک تخم اور جان دارون کا ایک جوڑا ہوا ہے یا جتنے

مسئلہ ارتقاء کے

قسم قسم کے پودے اور جان دار ہین۔ وہ مختلف طور پر خاص اجداد سے پیدا ہوے ہین۔ انسان کی ابتدا کا مسئلہ بھی اسی سے ملتا جلتا ہے۔ اور اسی کے تحت مین آتا ہے۔ یہ ارتقا کا محدود

دو پہلو

مطلب ہے اور ڈارون نے اسی کی نیو ڈالی تھی۔ اپنی غیر فانی کتاب "اوریجن آف اسپیشیز" (Origin of Species) مین انواع کی ابتدا سے اور "ڈیسنیٹ آف مین" (Descent of Man) مین انسان کے آغاز سے بحث کی ہے۔ اور برسون کی تحقیقات اور مشاہدہ کی بنا پر کلیے قائم کیے ہین۔ ڈارون سے تھوڑے دن پہلے فرانس کے نامی نیچورلسٹ (عالم حیوانات و نباتات) لامارک (Lamarck) نے جو [illegible] مین پیدا اور [illegible] مین فوت ہوا) ارتقا کا جہولانی پہلو قائم کیا تھا۔ اُس نے دو تین نہایت مشہور کتابین لکھکر نام پیدا کیا ہے مگر وقت اُسکا نظریہ ... بھی پھر سمجھا گیا تھا۔ ڈارون کے مسئلہ سے بہت کچھ مختلف خیال جرمنی کے مشہور نیچورلسٹ ویسمین (Weismann) نے ظاہر کیا ہے جو جرم پلازم (Germ-plasm) کے نام سے مشہور ہے اور تیسرا نظریہ ہالینڈ کے نامور پروفیسر ہیوگو ڈے فریز (de Vries) کا ہے جو

[1] صفحہ ۵۵ مطبوعہ واٹس کمپنی لندن سنہ ۱۹۱۱ء کا ایڈیشن [2] ... ان ریویو جلد ۱۱ صفحہ ۱۵ [3] مقدمہ پائینیرس ان ایوولیوشن (Pioneers in Evolution)

میوٹیشن (Mutation) کے نام سے رائج ہے۔ ان خیالات کا مفصل ذکر ہم اصل الانواع پر بحث کرتے وقت کرین گے اور "انسان کی ابتدا" کا تذکرہ ایک جداگانہ مضمون مین لکھا جائے گا۔ اوران مسائل کے متعلق تازہ ترین معلومات اور تحقیقات کی روشنی مین بحث کی جائے گی۔

ارتقا کا دوسرا پہلو وہ ہے جسمین عالم و ما فی العالم سے بحث ہے اور ساکنین خلا۔ کرۂ ارض۔ انواع حیوانی و نباتی انسان وغیرہ کی تدریجی ترقی اور عالم اسباب کے جملہ تغیرات و انقلابات شامل ہین۔

العالم متغیر

ہم سب جانتے ہین کہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ چند سال کے بعد عالم شباب مین قدم رکھتا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد بڑھاپا آتا ہے اور بالآخر ایک وقت تک اس دنیا مین رہکر اگلے جہان کو چلا جاتا ہے۔ جس وقت وہ پیدا ہوتا ہے اس وقت سے لے کر وفات کی گھڑی تک وہ تغیر کے چکر مین پھنسا رہتا ہے۔ ہر ساعت اسکے جسم مین انقلاب خیز قوتین کام کرتی رہتی ہین۔ کسان کھیت مین دو سیر گیہون بوتا ہے چند ماہ کے بعد وہان سے کئی سو گنا اناج اٹھا لاتا ہے۔ سرسون یا پوستہ کا ایک ننھا سا دانہ زمین مین

(کون وفساد کا سلسلہ)

بو یا جاتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس سے سیکڑون ہزارون دانے پیدا ہو جاتے ہین۔ آج اگر کوئی شخص ایک بکری پال رکھتا ہے تو چار ہی پانچ سال مین اسکے پاس دس پندرہ بکریان ہو جاتی ہین۔ انمین سے جو بوڑھی ہو جاتی ہین وہ مر جاتی ہین لیکن اپنی جگہ اپنی اولاد چھوڑ جاتی ہین۔ ہم دیکھتے ہین کہ بارش ہوتی ہے تو آبادی کے آس پاس گڑھون اور تالابون مین پانی بھر جاتا ہے۔ دو چار ہفتہ کے بعد وہ وہان سے معدوم ہو جاتا ہے۔ تالابون جھیلون۔ ندیون۔ نالون اور دریاؤن کا جو پانی سورج کی گرمی سے بھاپ بن کر اڑتا رہتا ہے وہ بادل اور برف کی صورت مین پھر زمین پر آ جاتا ہے۔ جو لوگ ندی نالون کے قریب رہتے ہین وہ جانتے ہین کہ جس نالہ کا پانی آج جہان بہتا ہے وہ چند سال پیشتر اس سے آگے کچھ فاصلہ پر بہتا تھا اور پندرہ بیس سال بعد کسی اور جگہ پر بہنے لگے۔ بہت سے گاؤن کھیت اور مکانات اور باغ سب نالہ کی جھپیٹ مین آ کر غائب ہو گئے ہین۔ الغرض تغیر و تبدل کا سلسلہ ہر طرف جاری ہے۔ لاکھون برس سے یون ہی چلا آ رہا ہے اور اسی طرح آیندہ ایک غیر معین زمانہ تک چلا جائے گا۔

یہ قانون تغیر اسی دنیا تک محدود نہین ہے۔ عالم کے ہر حصہ مین اسکا عمل جاری ہے۔ اجرام فلکی اسی کے پھندے مین پھنسے ہوئے چکی پیس رہے ہین۔ سورج اور اسکے متعلقات مع کرۂ ارض ایک نہایت دور افتادہ اور نامعلوم زمانہ مین درخشان دخان کی صورت خلا مین تھے۔ سحاب کے اندر عمل ارتقا جاری ہوا۔ اسمین حرکت

ہوئی جون جون گرمی خارج ہوتی گئی نورانی دھوان ٹھوس صورت اختیار کرتا گیا۔ آخرکار اس سے آفتاب اور ارکین نظام شمسی وجود مین آئے۔ مشتری کی موجودہ حالت اسکی ابتدائی دخانی صورت پر دال ہے بدھ بالکل ٹھوس ہوگیا ہے چاند کا ارتقا مکمل ہوچکا ہے۔ مریخ اپنے ارتقا کی آخری منزل مین ہے کرۂ ارض نے صرف آدھی منزل طے کی ہے۔ آفتاب ابھی ابتدائی مرحلون مین ہے۔ آسمان مین ابتک اُس درخشان مادہ کے نہایت خوفناک تودے جابجا موجود ہین جس سے اجرام فلکی بنتے ہین۔ اسے درخشان سحاب یا نیبولہ (nebula) کہتے ہین۔ فلکیون کی راے یہ ہے کہ آسمان مین یہ سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ ادھر افلاک وجود مین آتے ہین اودھر ایک دوسرے سے ٹکرا کر نابود ہوجاتے ہین۔ ہیکل اس سلسلہ کون وفساد کو تناہی مانتا ہے۔

قانون تغیر کی عمومیت

اب عالمون اور فلسفیون کی آرا کے اقتباس سے کون وفساد کا مفہوم واضح کیا جاتا ہے۔ پروفیسر ارنسٹ ہیکل کا رتبہ اقلیم سائنس مین نہایت وقیع وممتاز ہے۔ آپ جرمنی کے ڈاروِن کہلاتے ہین۔ ابتک زندہ ہین۔ ارتقا کے نہایت سرگرم حامی ہین بلکہ اسکی بنیاد پر آپنے ایک جداگانہ نظام فلسفہ قائم کیا ہے جو مانزم (Monism) یا وحدت الوجود کے نام سے معروف ہے۔ آپ نے اپریل ۱۹۰۵ء مین برلن کی اکیڈمی آف میوزک (مدرسۂ موسیقی) کی درخواست پر وہان دو تین لکچر سائنس پر دیے تھے اور انکے دوران مین اپنے نظریۂ ارتقا کی نسبت فرمایا تھا: "وسیع ترین معنی مین ارتقا سے میری مراد بالفاظ اسپی نوزا مادہ (Substance) یعنی مبداء عالم کے مسلسل تغیر وتبدل سے ہے بلکہ جوہر اصلی کا بنیادی تصور مین نے اسی فلاسفر ([illegible]) سے حاصل کیا ہے۔ مبداء عالم مین "مادہ اور قوت" (سائنس) یا "کائنات اور عقل" (یعنی خدا اور دنیا) اس طرح شامل ہین کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرنا محال ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ علم ارتقا اپنی وسعت مین مبداء عالم کی بیشمار صورتین اختیار کرنے کی تاریخ ہے جس سے قانون مادۂ عالم کی عام صحت کا اصول منتج ہوتا ہے۔ آخر الذکر مین استقرار مادہ اور تحویل قوت کا قانون بھی شامل ہے۔ عالم کے اندر عمل ارتقا سے چاہے یہ عناصر کیسی ہی شکلین اختیار کرین مگر جوہر ویسے کا ویسا[1] ہی رہتا ہے۔ ارتقا کا تصور اول تمام عالم پر عاید ہوتا ہے جب اُسکا ایک جوہر اصلی قرار دیا جاے۔ دوم ہمارے کرۂ ارض پر۔ سوم کرۂ ارض کی اشیاء ذی اعضا پر۔ چہارم انسان پر جو عمل ارتقا کا بہترین نتیجہ ہے۔ پنجم روح پر جو ایک غیر مادی وجود ہے) اس کا اطلاق

ارتقا کی نسبت عالمون کے خیالات

---

[1] اسکی تفصیل بحث "معمۂ عالم" (The Riddle of The Universe) کی بارھوین فصل مین موجود ہے۔

ہوتا ہے تاریخی ترتیب وسلسلہ مین جب ہم ارتقائی تحقیقات کرتے ہین تو کاسمالوجی (Cosmology یعنی علم موجودات عالم۔ جیالوجی (ارضیات) بیالوجی (علم الحیوۃ) انتھروپالوجی (علم انواع انسان) اور سائیکالوجی (علم النفس) کی بحثون[1] سے دوچار ہوتے ہین۔" ہیکل نے بہت اختصار سے بیان کردیا ہے کہ اُسکے نزدیک ارتقا کا کیا مفہوم ہے۔ "یہ ارتقا کی ایک وسیع ترین فلسفیانہ توضیح ہے کہ "زمین وآسمان کی ذی روح اور غیر ذی روح موجودات کے سیدار کے بتدریج مختلف شکلین اختیار کرنے کے عمل کا نام ارتقا ہے۔" اسی کتاب مین آگے چل کر ہیکل نے دنیاؤن کے رفتہ رفتہ عمل ارتقا سے وجود مین آنے اور پھر تصادم سے نابود ہوجانے کے سلسلہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ اسے ازل سے ابد تک جاری قرار دیتا ہے۔

بیسوین صدی کا "افلاطون" ہربرٹ اسپنسر عالمگیر عمل ارتقا یعنی کون وفساد کا قائل ہے۔ اُس نے اپنا یہ خیال ۱۸۵۲ء مین "نظریۂ ارتقا" (Development Hypothesis) کے زیر عنوان ایک مضمون مین ظاہر کیا تھا اور پھر ۱۸۵۷ء مین "پروگریس (Progress) کے عنوان سے دوسرا مضمون لکھکر اسکے عالمگیر عمل کو واضح کیا تھا اور موجودات ارض وسما پر اسے حاوی تسلیم کیا تھا۔ اس مسئلہ کو وسیع ترین

حکیم ہربرٹ اسپنسر کا خیال

صورت دینے کا سہرا اسپنسر ہی کے سر رہا۔ اُس نے تمدن۔ سوسائٹی۔ زبان۔ مذہب علوم۔ انسان۔ انواع حیوانی ونباتی۔ کرۂ ارض۔ افلاک وغیرہ سب چیزون کو ارتقا کا مطیع ومحکوم قرار دیا۔ اُسکی مشہور زمانہ تصانیف اسکی شاہد ہین۔ اپنے فلسفۂ ترکیبی کی جلد اول مین جو اصول اولیہ کے نام سے مشہور ہے چند فصلون مین "کون وفساد"۔ "ارتقاے سادہ ومرکب"۔ "قانون ارتقا" (اسکے لیے چار فصلین وقف کی ہین) اور "توجیہ ارتقا" پر بحث کی ہے۔ ارتقا کیا ہے؟ اسکی بابت وہ نہایت جامع الفاظ مین یہ کہتا ہے: "ارتقا (کون) اپنی نہایت وسیع صورت مین انضمام مادہ (Integration of matter) اور ساتھ ہی ساتھ خروج حرکت (Dissipation of motion) اور فساد حرکت کا جذب ہونا اور اُسکے ساتھ مادہ کے اجزا کا الگ الگ ہوکر ادھر اُدھر پھیلنا ہے۔ تغیرات جو ہر وقت ہوتے رہتے ہین اُن سے وہ منتشر اور غیر محسوس صورت سے مجتمع اور محسوس حالت مین تبدیل ہوتا ہے۔ پھر محسوسات اور ٹھوس اشیا غیر مرئی صورت اختیار کرلیتی ہین۔ یہ سلسلہ ہر وقت جاری رہتا اور مادہ وحرکت کی تقسیم وانتشار[2] کے عالمگیر قانون کے

[1] لاسٹ ورڈس آن ایولیوشن صفحہ ۱۹۰۶ء مطبوعہ رانش کمپنی لندن [2] فرسٹ پرنسپلز (First Principles) صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ لندن ۱۹۰۴ء۔

سبب سے قائم ہے۔ چیزین اسکے توسط سے بنتی بگڑتی اور بگڑتی بنتی ہین۔ یہ سلسلہ عالم کے ہر گوشہ مین رات
دن جاری رہتا ہے"۔ چند فصلین آگے جاکر اسپنسر نے ارتقا کی نہایت جامع تشریح یون کی ہے "ارتقا اجزا
مادہ کے اجتماع اور اسکے ساتھ حرکت کے انتشار کا عمل ہے جس سے مادہ نسبتۃً غیر معین اور منتشر حالت سے
نسبتۃً معین اور مجتمع صورت مین تبدیل ہوتا ہے۔ اور اس اثنا مین اُسکی اندرونی حرکت اُسکے مناسب تبدیلی
قبول کرتی ہے[1]" عمل کون و فساد اُس مادہ اور حرکت پر بھی حاوی مانا جاتا ہے جو عالم کے شروع مین تھا
اور جس سے موجودات نے موجودہ شکل اختیار کی ہے۔ عمل ارتقا سے اشیا، سادہ پیچیدہ صورتین حاصل کرتی ہین
کچھ عرصہ کے بعد فساد کے اثر سے پیچیدگی برباد ہوجاتی ہے اور موجودات اپنی ابتدائی سادہ شکل اختیار کرلیتی ہین

پروفیسر ہکسلے انگلستان کے نہایت جید عالم تھے۔ ارتقا کی بنیاد مستحکم کرنے کے لیے اپنی زندگی صرف کردی
اور لاادریت (Agnosticism) کے بانی تھے وہ ارتقا کی بابت کہتے ہین: "ارتقا ایک ہی قسم کا
طبعی عمل ہے جیسے تخم سے درخت یا انڈے سے بچہ رفتہ رفتہ بڑا ہوجاتا ہے۔ اس سے آفرینش لازم نہین آتی

پروفیسر ہکسلے کا خیال

یہ ایک قانون مقررہ کا نتیجہ ہے۔ اسکا ہر ایک مرحلہ اُن اسباب کا ثبوت ہے جو خاص قوا علل
سے عمل پذیر ہوتے ہین۔ اسلیے ارتقا اتفاق کا بھی مخالف ہے۔ اس امر کو ذہن نشین کرنا
چاہیے کہ ارتقا عمل عالم کی توجیہ نہین کرتا۔ بلکہ اسکے طریق عمل کی عام صورت ہے۔ اگر اس بات کا ثبوت ہم
پہنچ سکے کہ یہ عمل کسی فاعل کی حرکت سے ہوا ہے تو وہ اس کا اور اسکے نتایج کا بانی و محرک ہوگا[2] اسی کتاب مین
آگے جاکر کہتا ہے: "عالم نباتات اور اقلیم حیوانات مین عمل زندگی ارتقا کا پیکر پیش کرتا ہے یہین نہین۔ اگر دنیا کے
اور حصون پر نگاہ ڈالی جائے تو تغیر کا سلسلہ ہر جگہ نظر آتا ہے۔ اسے ہم اُس پانی مین دیکھتے ہین جو بہکر سمندر مین
جاتا ہے اور پھر بخارات بن کر چشمون اور سوتون مین نمودار ہوتا ہے۔ ہم اسے اجرام فلکی مین پاتے ہین جو بنتے اور بگڑتے
خلاے غیر محدود مین گردش کرتے اور پھر اپنے اصل مقام پر آجاتے ہین۔ ہم اسے انسان کی زندگی مین دیکھتے ہین
اور ملکون اور قومون۔ حکومتون اور حکمرانون کے عروج و اقبال کے سلسلہ مین بھی پاتے ہین جو ملکی تاریخ کا بحث ہین[3]"

پرنسپل ڈونیس ہرٹفرڈ اسکن کالج آکسفورڈ کی راے یہ ہے: "ارتقا کا یہ مفہوم ہے کہ تمام جاندار نباتات
معمولی ذی حیات صورتون سے پیدا ہوے ہین۔ ارتقا ہم کو یہ بتاتا ہے کہ جو کچھ نظر آتا ہے وہ کیونکر اس شکل مین

---

[1] فرسٹ پرنسپلس First Principles صفحہ ۳۲۸ مطبوعہ لندن ۱۸۸۸ء [2] ایوولیوشن اینڈ ایتھکس (ارتقا و اخلاقیات) صفحہ ۶ سلسلہ تصانیف جلد نہم [3] ایضاً صفحہ ۴۹۔

آیا ہے۔ اور یہ کہ ان مین تبدیلیان کس طرح پیدا ہوتی ہین ...... عالم کے اندر جو صورتین مادہ اور قوت کی ہین

پرنسپل ڈنیس برڈ ● انکی ہر صورت کی تاریخ یعنے مختلف شکلین اختیار کرنے کے عمل پر ارتقا حاوی ہے۔ عالم کے اندر جتنی تبدیلیان واقع ہوتی ہین وہ موجودات عالم کی ماہیت اور کیفیات (Mechanism ......) سے منتج ہوتی ہین کیفیات سے مراد وہ اشیا ہین جو مجھ سے خارج اور غیر ہین اور یہ کہ فطرت مین وہ تمام چیزین شامل ہین جن کی بدولت وہ ترکیب پذیر ہوئی ہے جبتک گردوپیش کے طبعی حالات متغیر نہین ہوتے کسی شے مین کوئی ظاہری تبدیلی پیدا نہین ہوسکتی۔[1]"

پروفیسر جے آرتھر ٹامسن ابرڈین یونیورسٹی کے نہایت مشہور معلم اور نامی سائنس دان ہین آپ مسئلہ ارتقا کی بابت لکھتے ہین :- "انقلاب انگیز قانون اور باقاعدہ تغیر ہر جگہ نظر آتا ہے۔ بیجان اور جاندار انسان اور اسکی تمدنی زیست اسکے تابع ہے اسے ہم ارتقا کے نام سے پکارتے ہین۔ یہ عمل عالم ہے۔ اس سے مختلف اشیاء

پروفیسر ٹامسن مختلف صورتین اختیار کرتی ہین۔ امانویل کانٹ سے لے کر سر نارمن لاکیر تک فلکیات مین سلیر سٹش سے لے کر اہل الکیمیا اور اُن سے آگے سر ولیم رامزے اور اُنکے ہم پیشہ محققون تک کیمسٹری اور طبعیات مین۔ لیونارڈو دا ونچی سے لے کر سر چارلس لائل اور ڈاروِن وغیرہ تک ارضیات مین ارتقا کی جو تحقیقات کی گئی ہے اُسکا علم ارتقائی عمل کے ادراک کے لیے بہت ضروری ہے۔[2]"

ارتقا کے متعلق تین قسم کے بڑے خیالات ہین۔ ایک تو لا ادری نظریہ جسکے بانی اور حامی ہکسلے اور اسپنسر ہین۔ دوسرا مادی جس کا قائل جرمنی کا مشہور ترین عالم ہیکل ہے۔ تیسرا دینی خیال ہے جسکے وکیل پروفیسر لے کونت (Le Conte) ہین۔ چونکہ سر ولیم ڈاسن بھی ایک پابند مذہب سائنس دان تھے اسلیے

پروفیسر لے کونت دونون ایک ہی زمرہ مین رکھے گئے۔ پروفیسر جوزف لے کونت امریکہ کی کیلی فورنیا

اور سر ولیم ڈاسن یونیورسٹی مین جیالوجی اور نیچرل ہسٹری کے معلم اور نہایت ممتاز سائنس دان تھے آپ نے ارتقا کی تشریح ایک جامع فقرہ مین یون کی ہے :- "ارتقا مسلسل تغیر ہے جو مقررہ قوانین اور اندرونی قوتون کے وسیلہ سے عمل مین آتا رہتا ہے[3] اشیا اسکے وسیلہ سے بہتر صورت اور ترکیب مین پیچیدگی حاصل کرتی ہین۔" سر ولیم ڈاسن کنیڈا مین مانٹریل یونیورسٹی کے پرنسپل ارضیات کے نامی ماہر اور ایک نہایت مشہور

---

[1] انٹری آوٹ لائن آف ایوولیوشن صفحہ ۱ [2] ایوولیوشن صفحہ ۱۱۳۰ (یہ کتاب چند ماہ ہوئے لندن مین طبع ہوئی تھی) [3] ارتقا اور اسکا تعلق مذہب سے Evolution and its relation to Religious Thought صفحہ ۔ مطبوعہ لندن ۱۸۸۸ء

سائینس دان تھے۔ سائنس کی کئی کتابون کے مصنف ہین۔ آپ نے ارتقا کی یہ تشریح فرمائی ہے: "ارتقا ایک اصطلاح ہے جو عالم اسباب کے تمام انقلابات کے لیے مستعمل ہوتی ہے چاہے وہ ایک دوسرے سے کیسے ہی مختلف ہون اسکے وسیلہ سے موجودات کی ابتدا کی توجیہہ کی جاتی ہے"[1]۔ یہان بھی یہی خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ اشیا ابتدا مین ایک مبدء عالم سے بتدریج عمل ارتقا سے وجود مین آئی ہین۔

دیگر علما کے خیالات

ارتقا کی بابت تمام عالمون کے خیالات اگر اقتباس کر کے درج ہون تو صفحے کے صفحے بھر جائین گے پس نظر اختصار یہان چند اور عالمون کے خیالات مجملاً لکھنے پر اکتفا کرتے ہین۔ ڈاکٹر ڈلسن لکھتے ہین: "ارتقا کا مسئلہ یہ ہے کہ اشیا کی جو حالت اس لمحہ مین دیکھی گئی ہے[2] وہ انکی ساعت ماقبل کی کیفیت سے منتج ہوتی ہے یہ مسلسل باقاعدہ انقلابات سے واقع ہوتی ہے"۔ فرانسیسی عالم تراگیٹر کہتا ہے: "ارتقا کا مطلب یہ ہے کہ موجودات عام سے خاص صورت اختیار کرتی ہین۔ اس سے آگے بڑھنا تو مفہوم ہوتا ہے مگر یہ لازم نہین آتا کہ اجسام خصوصی صعود اختیار کرین"۔ جرمنی عالم ڈی گند کہتا ہے: "ارتقا اس زمانہ کے تخیل کی غیر معین اور منتشر تحریک کا نام ہے"۔ دوسرون[3] کا یہ خیال ہے کہ یہ شکل صورت کا تغیر ہے بعض اسے تدریج نمو قرار دیتے ہین یعنی اشیا وجود مین آتی ہین۔ رفتہ رفتہ بڑھتی اور پختگی حاصل کرتی ہین۔ انکے اعضا اپنے مقررہ مقاصد پورا کرنے کو ظاہر ہو جاتے ہین"۔ وسیع ترین معنے مین ارتقا سے مراد[4] موجودات کا گزشتہ حالت کو رفتہ رفتہ خیرباد کہہ کے موجودہ صورت مین نمایان ہونا ہے۔ مثلاً آسمان مین ستارون اور سیارون کا سحاب سے ٹھوس صورت مین ظاہر ہونا اور بے جان اور جاندارون کے بنیادی عناصر کا طرح طرح کی تبدیلیان اختیار کر کے موجودہ حالت کو پہنچنا ارتقا ہے یا یون کہو کہ "موجودات عالم کی نمون" کے تدریج کھلتے رہنے کے عمل کا نام ارتقا ہے جیسے لمبے کاغذ کی تہین کپڑے کے تھان کی طرح آہستہ کھلتی ہین ایسے ہی موجودات رفتہ رفتہ ابتدائی سادہ حالت سے موجودہ پیچیدہ حالت کو پہنچی ہین"۔

کون و فساد کے مفہوم اور خود اسکے متعلق جو طرح طرح کے خیالات رائج ہین انکی جو تشریح انگلستان کے نامی گرامی عالم علم النفس پروفیسر جیمس سلی (Sully) نے کی ہے اس سے بہتر شاید کسی عالم کا خیال نہ ملے گا۔ یہ نہایت معقول ہے اور گویا کوزہ مین دریا بند کیا گیا ہے وہ لکھتے ہین وہ "دنیا کی ابتدا اور قاعدۂ فطرت کی بابت جتنے خیالات

---

[1] ارتقا کی بابت جدید خیالات صفحہ ۲۴-۲۵ مطبوعہ لندن۔ [2] پروفیسر ایچ لینگورن آرچرڈ نے ۱۱ فروری ۱۹۰۸ء کو ایک مضمون "فلسفہ اور ارتقا" کے عنوان سے وکٹوریا انسٹی ٹیوٹ لندن مین پڑھا تھا جس سے بعض خیالات منقول ہین۔ [3] ہندوستان ریویو جلد ۱۲ صفحہ ۸۸
[4] یہ اقتباس پروفیسر ممدوح کے اس مضمون سے لیا گیا ہے جو انھون نے انسائیکلوپیڈیا برٹیانکہ کے نوین ایڈیشن مین "ایوولیوشن" کے تحت مین اسکے فلسفیانہ پہلو پر لکھا تھا۔

رائج ہین ارتقا اُن پر حاوی ہے۔ انکے رو سے یہ مانا جاتا ہے کہ موجودہ جاندار اور دیگر اشیا چند سادہ ابتدائی وجودات سے پیدا ہوئی ہین اور ان خیالات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا اور مافیہا نے غیر معین غیر مقررہ حالت سے آہستہ آہستہ معین مقررہ صورت قبول کی ہے۔ اور یہ کہ شروع مین چند وجود تھے مگر انھون نے بدلتے بدلتے اب مختلف صورتین اختیار کرلی ہین اور انکے رو سے یہ بھی مانا جاتا ہے کہ اس عمل انقلاب و تغیر کا اصل محرک و بانی دنیا ہی مین تھا۔ اور [illegible] ارتقا کے متعلق جتنے خیالات ہین وہ طبعی دنیا کا رفتہ رفتہ ابتدائی سادہ صورت سے پیچیدہ صورت اختیار کرنا تسلیم کرتے ہین اور جاندارون کے نشو و نما کو موجودات غیر ذی روح پر مبنی و منحصر قرار دیتے ہین۔ اور انسان اور بنی نوع انسان کی عقلی زندگی کو مادی عمل سے متعلق ٹھہراتے ہین یعنی یہ کہ انسان کی عقل بھی نہایت ادنی حالت سے ترقی کرکے اس درجہ پر پہنچی ہے۔ اس تشریح مین منتشر اور تاریخی خیالات بھی شامل ہین جو کون و فساد کے نام سے مشہور ہین اور وہ خیالات بھی اسمین شامل ہین جو ہنوز اسکے تحت مین نہین آتے ہین

پروفیسر ہکسلی کی جامع تشریح

اب آخر مین پروفیسر پٹر چامرس مچل (سکرٹری زولاجیکل سوسائٹی لندن وغیرہ) کی رائے کا اقتباس دے کر مضمون کے اس حصہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ آپ کا قول مستند ہونے کے ساتھ تازہ ترین بھی ہے کیونکہ "انسائیکلو پیڈیا برٹانکہ کے گیارھوین اڈیشن سے لیا گیا ہے جو ۱۹۱۱ء مین طبع ہوا تھا۔ آپ لکھتے ہین: "ارتقا عالم کی تاریخ طبعی ہے جس مین ذی اعضا ہستیان بھی شامل ہین اور جس کو طبعی اصطلاح مین علم میکانکہ کہتے ہین۔ زمانہ حال کے مسئلہ کون و فساد سے یہ مفہوم ہے کہ عالم اور موجودات عالم ابتدائی مادہ اور اُسکے قوانین کے فطرتی عمل سے بتدریج ہستی کے اس مرحلہ پر پہنچے ہین۔ اس دنیا مین جو انواع و اقسام کے جاندار ہین وہ اُن فطرتی تبدیلیون سے وجود پذیر ہوئے ہین جس سے کرۂ ارض رفتہ رفتہ اپنے ارتقا اور انقلاب مین دوچار ہوچکا ہے۔ انسان کا نمو بھی اس قاعدہ کا تابع رہا ہے۔ اور وہ ذی اعضا ہستیون کے ارتقا کی نہایت پیچیدہ صورت ہے۔ زمانہ حال کا مسئلہ کون و فساد اُن خیالات کی توسیع و تکمیل ہے جن سے انسان کے فلسفیانہ غور و فکر کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ حال کا نظریہ اپنے معرہدائی سے اس اعتبار مین مختلف ہے کہ وہ نہایت معتبر تحقیقات اور صحیح مشاہدات سے منتج ہوا ہے۔ کیا عالم قدیم و لامحدود یا حادث و محدود ہین؟ کون و فساد اس سوال کا جواب نہین بہم پہنچاتا بلکہ یہ دنیا کی ابتدا اور اُسکے بتدریج موجودہ صورت اختیار کرنے کے اسباب کی توجیہ کرتا ہے۔ اسمین اجرام فلکی ستارے اور سیارے بھی شامل ہین۔ جو ہمارے مشاہدہ مین آتے ہین لیکن عالمون نے اس مسئلہ کے اختراع ترقی اور توسیع مین حصہ لیا ہے یہ بیان کرنا دشوار ہے مگر بعض اُن علمی اصولون کا

پروفیسر پٹر چامرس مچل

ذکر مناسب ہوگا جس سے اسے تقویت حاصل ہوئی ہے (۱) وہ اصول طبعی ہے جس سے تحویل توانائی Conservation of Energy کا کلیہ مستخرج ہوا ہے (۲) اس امر کے کیمیائی انکشاف سے کہ کرۂ ارض اور اجرام فلکی کے اجزائے ترکیبی ایک ہی قسم کے مادہ سے بنے ہین۔ (۳) اس امر کے ثبوت سے کہ اشیائے ذی اعضا وغیر ذی اعضا کے مابین بہت قریبی کیمیائی تعلق ہے (۴) نظام شمسی اور اجرام خلا کی اصلیت اور وجود پذیر ہونے کے خیالات کی ترقی سے بھی اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے (۵) ارضیات کے انکشافات سے جنکی بدولت زمین کی ابتدا بیشمار قرنون سے تسلیم کی گئی ہے۔ (۶) بیالوجی کی ترقی بھی ارتقا کی معاون ہوی ہے جس کے روسے ہمین یہ معلوم ہوا ہے کہ شروع مین جانداروں کے ڈھانچے بہت سیدھے سادے تھے مگر رفتہ رفتہ یہ پیچیدہ صورت اختیار کر لی ہے۔ (۷) انتھراپالوجی یعنی علم نوع انسانی کی تحقیقات سے جسمین علم النفس اور علم اللسان وغیرہ بھی شامل ہین اور (۸) سب کے اخیر مین یہ امر ہے کہ ہر مسئلہ اور علم کی تحقیقات تاریخی نقطۂ نظر سے کرنے سے کون وفساد کے نظریہ کو بے حد تقویت حاصل ہوی ہے "

اس ساری بحث کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ کون وفساد العالم متغیر کا مرادف ہے۔ زمین وآسمان کی جملہ تبدیلیون کے عمل طبعی کا نام ارتقا یا "کون وفساد" ہے۔

اسمین شک نہین ہے کہ اس مسئلہ نے حال ہی مین وسیع و مکمل صورت اختیار کی ہے۔ اسے اس مرحلہ پر پہنچانے کے لئے بہت سے مشاہدات۔ تجربات اور غور وفکر کی ضرورت لاحق ہوی جو بہت ہی آہستہ آہستہ حاصل ہوتا ہے۔ قدیم زمانہ کے فلاسفرون اور محققون کی مشہور تصانیف مین اس مسئلہ کا تفصیلی ذکر کہین نہین ملتا ہے۔ مگر اسمین شک نہین ہے کہ

مسئلہ کون و فساد ۔ عالمون اور فلاسفرون نے بنیادی مسائل پر بحث کی تھی۔ مثلاً عالم کس طرح معرض

کی ابتدا ۔ ہستی مین آیا۔ ذی اعضا وجود انسان۔ عقل و ہوش کس طرح وجود پذیر ہوے۔ عالم مین جو انواع واقسام کی جاندار و بے جان اشیا ہین وہ دراصل کیا ہین اور کس طرح نمودار ہوی ہین ان سوالات پر اسوقت بحث شروع ہوی تھی جب انسان شروع شروع غور وفکر کے قابل ہوا تھا جس طریقہ سے ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس سے بالواسطہ موجودات کے تدریج ارتقا کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ ارتقا کے حیاتی پہلو کے اختراع کا قصہ "اصل الانواع" مین بیان ہوگا۔ مگر یہان اسکے فلسفی[۱] پہلو پر مجمل بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے اسکی ابتدا کی تاریخ پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

---

[۱] اگر اسکی مفصل تاریخ دیکھنے کا شوق ہو تو "بادیان ارتقا" (Pioneers in Evolution) مصنفہ ایڈورڈ کلاڈ ملاحظہ ہو۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہندوستان کے فلسفیون کے وہ خیالات مجملاً بیان کیے جاتے ہین۔ جنکے رو سے ایک شے اصل اصول عالم سمجھی جاتی ہے۔ لالہ سورج نرائن صاحب مہر دہلوی نے مارچ ۱۹۱۰ء کے ادیب مین فلسفۂ سانکھ پر بحث کرتے ہوے مسئلۂ ارتقا کو ایک نامی ہندی حکیم سے منسوب کیا تھا۔ اور اسمین کوئی شک نہین ہے کہ ویدانت ارتقا کا زبردست حامی ہے۔ برہم ہی سب کچھ ہے۔ یہ ہزارہا صورتین برہم ہی کے وجود سے ہین

فلاسفۃ الہند

وہ ابتدا مین ایک تھا کائنات کے اندر ہر جگہ وہی ہے۔ اسی سے اور اسی مین سب چیزین ہین۔ سانکھ نے کون و فساد کی بابت نہایت معقول اور فلسفیانہ خیال ظاہر کیا تھا۔ اُس نے موجودات کی مختلف تبدیلیون کو لیا اور سلسلۂ اسباب و نتائج کا سراغ لگاتے لگاتے "پردھان کارن" یعنے علت العلل مبداء عالم ٹھہرایا۔ اُسکا خیال یہ ہے کہ شروع مین اصول اولیہ ایک تھا۔ اسمین عمل ارتقا شروع ہوا۔ اور مختلف وجود صورت پذیر ہوے۔ اُن سے اور اشیا پیدا ہوئین اور بالآخر یہ صورت ہوی۔ ہر جگہ اسی کی صورتین ہویدا ہین۔ سب چیزین اسی سے ہست ہوی ہین۔ موجودات کا مبدا "مول پرکرتی" قرار پائی ہے جسے وہ برہمانڈ کی علت مادی قرار دیتا ہے۔ یہی وہ شے ہے جس سے موجودات عالم پیدا ہوتی ہین۔ سوید[۱] کے بعض مقامات مین بھی ارتقا کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ شروع مین ایک وجود تھا اُس سے وراج پیدا ہوا اور وراج سے پرش پیدا ہوا۔ دیوتاؤن نے اُسے پروان چڑھایا اور اُس سے ہوا کے پرندے اور دیگر جاندار وجود مین آئے۔

یونانی فلسفہ

یونانی فلسفیون مین سب سے پہلے آیونیا کے فلسفی تھے جنکا تخیل کائنات کے تغیرات کی توجیہ کی طرف مائل ہوا تھا۔ اور انمین سب سے پہلا طالیس ملطی تھا جو مسیح سے چھ سو سال قبل گزرا ہے۔ اُس نے اور نیز اُسکے شاگردون نے ایک مبداء عالم تسلیم کیا اور اُسے جاندار قرار دیا جو موجودات کی علت آخری اور سہارا بنتا ہے۔ اسمین داخلی قوت حیات ہے جس سے وہ انواع و اقسام کی صورتین قبول کرتا ہے۔ اس فرقہ کا نامی حکیم انکسی ماندر تھا جس کا خیال زمانہ حال کے حامیان ارتقا سے بہت مشابہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شروع مین ایک جوہر تھا جس کی کوئی صورت نہ تھی مگر موجودات عالم اسکے تبدریج مختلف صورتین اختیار کرنے سے وجود مین آئی ہین۔ وہ اسے قدیم ٹھہراتا ہے اور اسکے اندر گرمی و سردی وغیرہ کا اجتماع ضمناً تسلیم کرتا ہے جو عمل ارتقا سے خارج ہوتی ہین اور نئے وجود ہستی مین لاتی ہین۔ زمانہ حال کے فلکیون کی طرح اجرام فلکی کی ابتدا منتشر مادہ سے اور جاندارون کی آغاز بیجان اشیا سے منسوب کیا گیا ہے۔ انکسی منس اس فرقہ کا ایک دوسرا فلسفی تھا جو انکسی ماندر ہی کا

---

[۱] ہندو دھرم ... صفحہ ۲۶ ... بنگال ہندو کی تصنیف ہے۔ [۲] ایضاً صفحہ ۱۲۔

پیرو تھا۔ گمراس۔ نے ارتقا کا محرک ابتدائی ایک روحانی عنصر قرار دیا ہے۔ ہرقلیطس یک اورنام آور فلسفی تھا جو "العالم متغیر" کا قائل تھا۔ وہ کہتا ہے کہ موجودات عالم ہمیشہ صورتین بدلتی رہتی ہین۔ اسکا سلسلہ ہمیشہ جاری ہے یہ چکر کی صورت مین قائم رہتا ہے۔ چیزین بنتی ہین اور گڑتی ہین بگڑتی ہین اور بنتی ہین یہ دور ہمیشہ جاری ہے۔ اسکے فلسفہ کا بنیادی اصول "تغیر" تھا۔ امپیدقلس (Empedocles) نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ موجودات کسی ابتدائی مادہ کے انقلابات سے نہین بلکہ چند مستقل عناصر کے مختلف قسم کے ارتباط و ترکیب سے واقع ہوتی ہین۔ قوت کشش اور قوت دفع سے اجسام بنتے اور بگڑتے ہین۔ اس کا یہ خیال زمانۂ حال کے اس خیال سے مشابہ ہے کہ یہ عمل کمینکہ آپ سے آپ ہوتا رہتا ہے۔ انکساغورس کا خیال اس عالم سے مختلف ہے۔ اُسکے نزدیک موجودات اجتماع عناصر سے نہین بلکہ مادہ کی خاص ابتدائی صورتون کے بدلتے رہنے سے پیدا ہوتی ہین اور اسے تحریک دینے والی عقل قائم بالذات ہے۔ لوسپس اور دمقراطس مادیین مین ہین۔ انکا خیال یہ ہے کہ عناصر کے اجتماع سے اجسام ترکیب پاتے ہین اور اُسکے انتشار سے وہ بگڑ جاتے ہین۔ اصول حیاتی مین آتشی مادہ کے حلول سے عقل پیدا ہوتی ہے۔ افلاطون ارتقا کا قائل نہ تھا۔ ارسطو کا خیال دقیق سا ہے اسلیے اُس سے بھی قطع نظر کرتے ہین۔ بعدازان جو فلسفی یونان و سکندریہ مین ہوے اُنکے اور قرون وسطیٰ کے علما کے خیالات پر بحث کرنا فضول ہے۔ ان مین سے بعض کون و فساد کے حامی اور بعض مخالف تھے۔

اجرام فلکی کے ارتقا کا خیال پہلے پہل جرمنی کے سب سے بڑے فلسفی امانویل کانٹ نے ظاہر کیا تھا جسے فرنچ محقق لاپ لس نے ترقی دی۔ اور اب مسئلہ سحاب (Nebular Hypothesis) کے نام سے مشہور ہے۔ وہ عالم کی ابتدا کو طبعی قوتون اور قوانین کے عمل سے منسوب کرتا ہے۔ کون و فساد کا سلسلہ عالم جرمن عالم و فلسفی بالامین ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ منتشر مادہ معین صورت اختیار کرتا ہے اور پھر اپنی اصلی حالت پر چلا جاتا ہے۔ شیلنگ اور اُسکے شاگرد بھی موجودات کو ارتقا کا نتیجہ سمجھتے ہین۔ کائنات کے اندر آپ سے آپ صورتین بنتی اور بگڑتی رہتی ہین۔ بلکہ اس تغیر کے عمل کا نام ہی کائنات ہے۔ ہیگل بھی شیلنگ کا ہم خیال ہے مگر اُس کا نظریہ اس امر مین اس سے مختلف ہے کہ واجب الوجود کے اندر ترقی کی قوت ہے جس سے مختلف صورتین پیدا ہوتی ہین۔ یہ عمل کائنات نفس مطلق اور تاریخ مین آپ سے آپ ہوتا رہتا ہے۔ ہیگل کے نزدیک فطرت نظام المدارج ہے جہان ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری قسم کی زندگی پیدا ہوتی ہے۔

مگر کون و فساد کے فلسفہ کو سائنسی اصول پر قائم کرنے کا سہرا ہربرٹ سپنسر کے سر رہا۔ اُس نے عالم گیر

تغیرات کے تصور کو خاص اور وسیع صورت دی ہے۔ سادہ اجسام کا پیچیدہ صورتین اختیار کرنا ارتقا ہے اور اس عمل کا قانون مادہ، قوت اور حرکت کے ابتدائی قوانین مین مضمر ہے۔ اور ان مین سب سے اہم قانون تحویل قوت قرار دیا گیا ہے۔ اس نے اسے عالم کے تمام علمون پر حاوی قرار دیا ہے۔ اجرام فلکی۔ انواع حیوانی و نباتی انسان اسکی مجلسی۔ دینی۔ اخلاقی اور عقلی حالتون کو بھی اسی عمل عالمگیر کے تابع کیا ہے مسئلہ کون و فساد کو اتنی وسعت اور کسی عالم یا فلسفی نے کبھی نہین دی۔

ہربرٹ اسپنسر

جے۔ آر۔ رلے

افسانۂ غم

نگاہ ناز کی مشہور عالم ہے جفا کاری
دل حسرت زدہ تا چند امید وفاداری

امید وعدۂ فردا پہ کب تک دل کو سمجھائین
کہ گزری شوق نظارہ مین یون ہی زندگی ساری

نہایت بیوفا ہو اور پھر سست جوانی بھی
تمھین کیا غم کسی کے دل پہ کیا حالت ہوئی طاری

نہ رحم آیا تمھین کو ہائے بیمار محبت پر
سر بالین سحر کی شمع نے بھی گریہ و زاری

مسیحائی کا دعوی اُس پہ یہ غفلت معاذ اللہ
بتاؤ کس نے سکھلایا تمھین یہ طرز دلداری

کہو اب کون ہو بیمار غم کا دیکھنے والا
تمھاری نرگس بیمار کو ہے عذر بیماری

سر بالین عاشق کون ہے جز بیکسی ہمدم
مریض ہجر کی ہوتی ہے کیا یون ہی خبرداری

مدد اے جلوۂ صبح قیامت مشکل آسان کر
کہ بیماری کی راتین ہین کسی بیمار پر بھاری

دوائین بے اثر ثابت مسیحا سخت بے پروا
الٰہی سہل کر دینا مرے مرنے کی دشواری

سمجھتا تھا مین پہلے عاشقی کو مشغلہ دل کا
مگر پیدا ہوئی آخر کو آسانی مین دشواری

نہ تھا آگاہ حسن و عشق کی نیرنگ سازی سے
کہ ہوگا دل شکن اُس شوخ کا انداز دلداری

دل مجروح کشتہ ہے انھین کا زخم خوردہ تھا
فلک سیکھا ہے جن سے فتنہ پردازی ستمگاری

تغافل کی کوئی حد ہے اثر لیتے نہین سُن کر
وہ افسانہ کہ ہر فقرہ ہے جس کا نشتر کاری

سید محمد جعفر قدسی جائسی

علم زمین

اور

انسانی دنیا

جسقدر علوم اور فنون اس وقت انسانی جماعتون مین پاے جاتے ہین وہ کسی نہ کسی وقت پہلے بھی ایک دوسری صورت مین موجود تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس وقت علم اور فن کے پیرایہ مین اُنکی کوئی تاویل نہین کرتا تھا اگرچہ لوگ ایسے علوم اور فنون کے مواد سے کام لیتے تھے مگر اُس مواد کی تعبیر علمی رنگ مین نہین کی جاتی تھی۔

لوگ ہر ایک مواد کا استعمال محض ضرورت کے خیال سے کرتے تھے اور اُسی حدتک استعمال کرنے کے خوگر تھے یہانتک کہ انکے اسباب زندگی کے واسطے ضرورت ہوتی تھی اقلیدس کی بعض شکلین اُس وقت بھی زمانہ مین موجود تھین جب اقلیدس نہین تھی ہیئت کا اُس وقت بھی وجود تھا جب علم ہیئت کی بنیاد نہین پڑی تھی سیارے اور ستارے اُس وقت بھی تابان اور درخشان تھے جب اُنکی حقیقتون سے علمی رنگ مین کوئی واقف نہ تھا اون اور روئی اُس وقت بھی اون اور روئی ہی تھی جب مختلف قسم کے کپڑے اُن سے نہین بنائے جاتے تھے۔ کاغذ بنانے کا مادہ اُس وقت بھی موجود تھا جب مختلف رنگون اور اقسام کا کاغذ دنیا کی منڈیون مین نہین ملتا تھا یا بہت کم ملتا تھا۔

جون جون دنیا ترقی کرتی گئی مختلف موادمین بھی رفتہ رفتہ ترقی ہوتی گئی اور لوگ زندگی کی ضروریات سے فارغ ہوکر علمی رنگ مین اُنکو دیکھنے لگے۔ علم زمین جسے انگریزی زبان مین جیولوجی کہتے ہین اُس وقت بھی تھا جب زمین صرف زمین ہی کے نام اور خصائص سے مخصوص تھی۔ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی قدرت نے اُسکے واسطے بساط ارض بچھا رکھی تھی۔ اُسکا پہلا قدم زمین ہی پر پڑا اور زمین ہی پر اُسکی نظر پڑی آسمان اُسکی نگاہون اور ہاتھ سے بہت دور تھا اور زمین اُسکے قدمون کے نیچے تھی۔ جو کچھ اُسے کرنا پڑتا تھا زمین ہی اُسکا سہارا تھی ایک مدت کے بعد علمی رنگ مین عالمون نے زمین کی بابت جو کچھ ظاہر کیا وہ سب کچھ شروع ہی سے ایک حدتک موجود تھا جبتک انسان زندگی کی موٹی موٹی ضروریات سے فارغ نہین ہوا تب تک اُسے یہ پتہ نہین لگا کہ زمین کی تہ مین کیا موجود ہے اور اُس مین کیسی کیسی قوتین قدرت نے ودیعت کر رکھی ہین جب انسان کی توجہ فلاحت اور زراعت کی طرف مبذول ہوئی تو وہ زمین کی قوت نشو ونما سے واقف ہوا اور رفتہ

رفتہ وہ سب باتین اُسکے علم مین آئین جن کی وجہ سے اس نے اُنھین حیرت کی نگاہون سے دیکھا گو زمین کی زرعتی
اغراض کے تابع رہنون تک قدر نہ ہوی مگر کچھ عرصے کے بعد انسان کو معلوم ہوگیا کہ زمین اور اُسکی اندرونی قوتین
انسانی زندگی اور انسانی تمدن کے واسطے ایک قدرتی فیض ہین اور اُسکے بغیر اُس کا گزارا ہی نہین اس وقت دنیا
کے بعض اقطاع مین زمین کی جو کچھ قدر و منزلت ہو رہی ہے وہ اس بات کا ایک بیّن ثبوت ہے کہ اسکی ضرورت کہانتک ہے
یہ شق چھوڑکر جب عالمون نے زمین کے مختلف طبقات پر نظر کی تو اونھین اور ہی عجائبات معلوم ہوسے
رفتہ رفتہ اُنکی مساعی اور دماغ سوزیون کے اعتبار سے علم زمین موجود یہ ہوا جسکی بدولت وہ باتین اور وہ رموز کھلے
کہ خود انسان قدرت کی برکات سے بہرہ ور ہوکر حیران رہ گیا اور اُسے یقین کرنا پڑا کہ اُسکے پاؤن کے نیچے جو طبقات
خاک ہین وہ سونے سے بھی زیادہ قیمتی [illegible] سونا انھین مین سے پیدا ہوتا ہے اور ریڈیم جیسی قیمتی شے بھی اسی کی
پیداوار ہے۔

علم زمین وہ علم ہے جس سے طبقات زمین کے اسرار اور عجائبات اور اُسکے مختلف عناصر اور اجزا کی حقیقت
اور مختلف قسم کے تغیرات ارضی کا حال معلوم ہوتا ہے اور انسان یہ معلوم کرسکتا ہے کہ اُن طبقات مین قدرت نے
کیسے کیسے ذخائر اور مواد ودیعت کر رکھے ہین۔ اور اُنھین آپس مین بلحاظ تقدم و تاخر کیا نسبت ہے گویہ وہ علم ہے
جس سے جبالی۔ معدنیات اور سنگ لاخ اراضیات کا حال اور کیفیت قریباً ایک صحیح پیمانہ پر معلوم ہوسکتی ہے
اور انسان علمی رنگ مین یہ جان سکتا ہے کہ خدا نے انسان کے واسطے مٹی مین کیا کچھ ودیعت کر رکھا ہے اور
انسان کسقدر اُس مواد سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

زمین کی پیدائش کے باب مین مدتون سے چھان بین ہوتی رہی ہے سب سے اول یہ اقوال بعض
ماہرین فن، کلدانیون یمصریون اور عبرانیون نے اس علم مین معلومات جدیدہ کی راہین نکالی ہین۔ اسکے بعد یونانیون
مین اس پر ایک حد تک بحثین ہوتی رہین اور اُسکے بعد روما والون نے اس طرف توجہ کی پھر بھی یہ تمام
بحثین بہت کچھ محدود رہین اور علمی رنگ مین طبقات زمین کا پورا پورا انکشاف نہوسکا شروع شروع مین علم
زمین کا ذخیرہ اور معلومات ایک حد تک قیاسی ہی تھے یا ایسے فاصلہ تک اُنکی وسعت تھی کہ اُس سے اُسے
ایک مکمل علم کا لقب نہین دیا جاسکتا تھا اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ اُس زمانہ مین اکثر کوششون کا حصہ محض
ضروریات زندگی ہی سے وابستہ تھا۔ رفتہ رفتہ مشاہدہ کا اصول کام مین لایا جانے لگا اور خاص خاص طبائع
نے مشاہدہ کے زور سے یہ منزل طے کرنے کا عزم بالجزم کرلیا۔ اس عزم بالجزم مین بھی ایک حد تک ہی اصول

زیر بحث رہے جو شروع شروع میں لوگوں نے وضع کیے تھے جب ان قواعد اور تجربات کی مرکزی جہت سے لوگ ایک دور فاصلہ پر نکل گئے تو یہ علم اپنے اصلی ارتقا میں قوتوں کے طفیل رفتہ رفتہ نشوونما پا گیا۔ جو اصول اور جو مسلمات قابل یقین کرنے کے تھے وہ مان لیے گئے اور جو اصول قابل ماننے کے نہ تھے وہ رفتہ رفتہ ترک کر دیے گئے سب سے بڑے سوال جو آج تک زیر بحث چلے جاتے ہیں یہ تھے کہ

"زمین وجود پذیر کس طرح ہوئی۔ اور کرۂ زمین کی ماہیت اور کیفیت آفرینش کیا ہے"

یہ وہ سوالات تھے جو شروع ہی سے پیدا ہوتے رہے مگر اخیر تک انسان کی مدرکہ قوتیں اور مشاہداتی نگاہیں انکا کوئی جواب نہ دے سکیں گو بہت کچھ جواب دیے گئے مگر اب تک کوئی ایسا جواب نہ نکلا جو علمی پہلو سے مسکت ہو اور جس کے سننے سے انسان ٹھہر جاوے۔

ایک مٹھی بھر مٹی لے کر دیکھو اور غور کرو کہ اس میں کسقدر مواد ہیں اور انکی ترکیب کیا کچھ عجائبات رکھتی ہے اور اسکی نہ در نہ اور فرش خاکی کہاں تک چلا جاتا ہے غور اور مشاہدہ کے بعد بہت سے امور تمھارے دل و دماغ اور ذہن میں آئیں گے لیکن تم خود بھی قیاس اور خیال کر سکتے ہو کہ ان سے علمی رنگ میں تمھیں کسقدر سوالات کا جواب ملتا ہے۔

اخیر جواب یہ ہوگا کہ زمین کا ایسا کلی علم حاصل نہیں ہو سکتا جسکو اُسکے ایک ایک جزو کے ساتھ علمی رنگ میں منطبق کر سکیں تھک کر بڑے بڑے ماہران علم زمین نے یہی مان لیا ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا کہ امور واقعی کے مشاہدہ اور دریافت میں کوشش کی جاوے اور انکا ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے ایک تیسری بات کا پتہ لگایا جاوے اور اُس تیسری بات سے صحت و احتیاط کے ساتھ یقینی نتائج کا استخراج کیا جاوے یہ امور اسوقت دریافت ہو سکتے ہیں جب اس علم کا حاصل کرنے والا مستعدی سے مختلف اقطاع زمین کی سیر و مشاہدہ کرے اور چشم غور سے یہ دیکھے کہ قدرت نے ہر ایک قطعہ میں کیا کچھ رکھا ہے اور ایک کو دوسرے سے کیا کچھ نسبت ہے۔ نہ صرف زمین کے اوپر کے حصے ہی دیکھے اور مشاہدہ کرے بلکہ زمین کے اندرونی حصوں اور تہوں تک بھی پہنچے۔ قرآن مجید میں آیا ہے قل سیروا فی الارض۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ زمین کی اندرونی کیفیات اور طبقات کا مشاہدہ اور سیر کی جاوے۔ یورپ کے لوگوں نے اس مشاہدہ اور اس سیر کے واسطے جو کچھ سامان اور جانفروشی کی ہے وہ بے حد شکر گزاری کے قابل ہے اور اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ انسانی مشاہدات کی طنابیں کہاں تک جا سکتی ہیں اور خداے کریم فعال نے اپنی مخلوقات میں کیا کچھ قوتیں پیدا کر رکھی ہیں۔

اس علم زمین کی دو قسمیں ہین -

(الف) مباحث نظریہ -　　　　(ب) مباحث عملیہ -

مباحث نظریہ مین سات اصول ایسے ہین جنھین لوگ شروع ہی سے مختلف رنگون مین مانتے چلے آے ہین

(۱) کرۂ زمین نہ کہین سے گول ہے اور نہ کہین سے چپٹا - اور مختلف طبقون کے اجسام سے مرکب ہے -

(۲) کرۂ زمین کے طبقات جون جون مرکز کے قریب ہوتے جاتے ہین اون کی کثافت بڑھتی جاتی ہے -

(۳) یہ تمام طبقات مرکز زمین کے گرد تقریباً ایک ہی قسم کے انتظام سے ساتھ مرتب ہین -

(۴) زمین کی وہ سطح جس کا ایک حصہ معین پانی سے تقریباً ڈھکا ہوا ہے اسکی شکل اُس شکل سے فرق رکھتی ہے جس کو کرۂ ارض سیال ہونے کی صورت مین قبول کرتا -

(۵) دریا کا عمق بہ نسبت اُس فاصلہ کے جو قطبین کے مابین واقع ہے بہت ہی تھوڑا ہے -

(۶) زمین کی ناہمواری اور وہ اسباب جن سے زمین مین مغاک اور گڑھے پڑجاتے ہین یا نشیب و فراز ہین یہ سب اوپر اوپر کے تغیرات ہین ان سے زمین کی کرویت مین کوئی فرق نہین آتا -

(۷) تمام کرہ ابتدا مین سیال ناری تھا -

ان ساتون امور کی تاریخ پر اگر غور کیا جاے تو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ سب باتین اُس زمانہ مین بھی لوگون کے خیالات اور دماغ مین کسی حد تک سمائی ہوئی تھین جس زمانہ کو زمانہ وحشت کہا جاتا ہے مختلف لوگون کے دماغون مین اس قسم کے خیالات متموج تھے جو اس وقت علمی جامہ پہن چکے ہین صرف فرق یہ تھا کہ وحشت اور ضروریات ابتدائی کے زمانہ مین اُن پر یقین نہین کیا جاتا تھا یا اسکی ضرورت کا احساس نہین تھا اور علمی زمانہ مین اس کا احساس علمی رنگ مین ہونے لگا ہے -

گو اب مشاہدہ کے ذریعہ سے ان امور پر بہت کچھ روشنی پڑچکی ہے اور وہ دھندلا پن جو شروع زمانہ مین سد وضاحت تھا بہت کچھ اُٹھ گیا ہے پھر بھی چند مشکلات ابتک سد راہ ہین زمین کی بابت بحث کرنے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ سب سے اول علم ہیئت کے بڑے بڑے اصولی امور کی وضاحت کی جاے اور اُن بھی اول یہ دیکھا جاے کہ زمین کی عمر کس قدر ہے -

بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ زمین ابدی اور انادی ہے کیونکہ دنیا ابدی اور انادی ہے یعنے ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ ہی رہے گی جو کچھ اس زمانہ مین ہوتا آیا ہے وہی اب بھی پیدا ہوتا ہے اور آیندہ بھی

لگاتار پیدا ہوتا رہیگا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ دنیا ابدی اور ازلی نہین ہے اس واسطے زمین بھی ابدی اور ازلی نہین ہے۔
انسان کا یہ کہنا کہ زمین اسی طرح سے ابدی اور ازلی ہے صرف دو شہادتین رکھتا ہے۔

(الف) یہ کہ اسکو ایسی روایات ملی ہین۔ (ب) دوسرے یہ کہ اُس نے خود ایسا ہی مشاہدہ کیا ہے۔

پہلی شہادت کے واسطے ہمین یہ دیکھنا ہے کہ انسان کے ہاتھ مین ایسی شہادت کب عرصہ سے آئی ہے تو بعض ادیان اور بعض مذاہب مین دنیا کی عمر بہت کچھ طویل بتائی گئی ہے مگر یہ ماننا پڑے گا کہ خود انسان کی پیدایش کی تاریخ بمقابلہ دنیا کی تاریخ کے بہت کم عمر رکھتی ہے دنیا کی پیدایش یا دنیا کی تاریخ ایک اور بحث ہے اور انسان کی بحث ایک اور بحث انسان دنیا کا ایک جزو ہے اور دنیا اُسکا ایک وسیع ظرف جب یہ کہا جاتا ہے کہ انسان کی عمر اسقدر ہے تو اُسکا منشا یہ نہین ہوتا کہ دنیا کی عمر اسقدر ہے انسان کی عمر دنیا کی عمر سے بہت کم ثابت ہوتی ہے پس اس پر یہ کہنا کہ زمین ہمیشہ سے اسی طرح چلی آئی ہے صحیح نہین جب یہ نہیں تو خود انسان کا اپنا مشاہدہ بھی کوئی وقیع شہادت نہین ہوسکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا کہ ہم نے ایسا ہی دیکھا اور ایسا ہی سُنا ہے اور اس صورت مین یہ کہا جائے گا کہ ایسا دیکھنا یا ایسا سُننا صرف انسانی نسل ہی سے وابستہ ہے نہ کہ اُس زمانہ سے بھی جب انسان ہی نہین تھا۔ مثلاً جب صرف پانی ہی ہوگا تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہین کہ اُس وقت بھی زمین ایسی ہی تھی۔

جب ہم زمین کے کُرہ کے پرت پر نظر کرتے ہین تو وہ چند طبقہ ہائے تہ بتہ سے بنی ہوئی پائی جاتی ہے زمین کے طبقات ایک دوسرے کے بعد اس طرح آتے جاتے ہین کہ اُن سے یہ پتہ لگتا ہے کہ پہلے اُسکی کچھ اور حالت تھی اور رفتہ رفتہ کچھ اور ہوتی گئی اُسکے بعض طبقات مین انواع و اقسام کی سیپین ہڈیان اور لکڑیان پائی جاتی ہین، جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی مخلوقات بھی تھی جس کی زندگی کا اکثر حصہ یا اکثر... کی زندگی پانی پر بسر ہوئی ہے۔ اور جس کا کثرت سے اُس طبقہ مین پایا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ طبقہ پانی سے بنے تھے اور ایک کے پیچھے دوسرا رہا تھا یعنی اوپر کا ہر ایک پرت اپنے نیچے کی پرت سے نیا اور نوزاد ہے اور نیچے کا ہر ایک پرت اپنے اوپر کے پرت کی نسبت پرانا اور سال خوردہ ہے اور یہ بھی تھوڑے غور کے بعد معلوم ہوسکتا ہے کہ جو مواد اور جو عناصر اوپر کے پرت مین پائے جاتے ہین وہ نیچے کے پرت مین نہین ہین اور نیز ان مین جو شروع کے ہین وہ چیزین اور وہ مواد پایا جاتا ہے جو صاف

طور پر ظاہر کرتا ہے کہ انسان کی نسل بہت مدت بعد پیدا ہوئی ہے اور اُسکا ظہور کرۂ زمین پر جس وقت ہوا تھا اوس سے بہت پہلے انواع و اقسام کے دیگر حیوانات یا نباتات اپنا وقت گزار چکے تھے اور اُنکی ذریات کا اب پتہ بھی نہین ملتا یا کبھی کبھی زمین کے نیچے کی تہون مین اُنکی ہڈیان اور گلے سڑے ڈھانچے ملتے ہین جون جون زمین کے پرتون کا جائزہ لیا جاتا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہت سی خلقتین اپنا زمانہ گزار کر نابود ہو چکی ہین اور انکی جگہ پر دوسرے [illegible] قسم کی مخلوق نے قبضہ کر لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی شے ابدی و ازلی نہین ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو دو باتین ہوتین۔

(الف) زمین تہ بر تہ نہ ہوتی۔ (ب) ایک ہی قسم کی مخلوقات کا پتہ ملتا۔

اگر انسان بھی شروع ہی مین ہوتا تو چاہیے تھا کہ سیپیون اور دیگر مخلوقات نابود شدہ کے ساتھ اسکی ہڈیان اور ڈھانچے بھی ملتے حالانکہ اسکا کوئی نشان نہین ملتا جس سے ثابت ہے کہ کوئی مخلوق ازلی اور ابدی نہین ہے اور انسان بہت مدت بعد طبقۂ دنیا پر وجود پذیر ہوا ہے۔

دنیا اگرچہ ازلی اور ابدی نہین ہے پھر بھی جب مختلف طبقات ارضی کا حساب لگایا جاتا ہے تو پایا جاتا ہے کہ کل دنیا کی عمر چھ سات ہزار سال جو بیان کی جاتی ہے وہ بھی صحیح نہین کیونکہ جب ہم اُن تہ کا حساب لگاتے ہین جس مین زمین کے بڑے بڑے طبقے بنے ہین اور اُن مین جن حیوانات و جن نباتات کے آثار اور مواد پائے جاتے ہین اور جو آگے پیچھے پیدا ہو کر بہت دنا نابود ہوتے رہے ہین اور پھر اسکے ساتھ ہم انسانی دور بھی شامل کرین تو ہمین لامحالہ یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ دنیا کو لاکھون برس گزرے ہین لیکن ہماری انسانی دنیا کو لاکھون نہین بلکہ ہزارون سال گزرے ہین کیونکہ طبقات ارضی کی چھان بین سے علمی رنگ مین ثابت ہے کہ انسانی دنیا نے جس طبقہ زمین پر جگہ لی ہے وہ بہت ہی پیچھے کا ہے اس امر یا اس استدلال کی صحت کے واسطے انسانی دنیا کی ترقیات اور نشو و نما پر اگر غور کیا جائے تو اور بھی معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ اسوقت ہماری انسانی دنیا مین جسقدر ترقیات اور عروج پایا جاتا ہے ہمین تاریخ پتہ دیتی ہے کہ اُس کا زمانہ ۳ ہزار سال سے زائد کا نہین ہے۔ ۳ ہزار سال سے اوپر ایسی ترقیات اور علمی عروج کا کوئی پتہ نہین تھا اور بالخصوص پیوستہ [illegible] یعنی انسان نے جو کچھ دنیا کے مختلف حصون پر کر کے دکھایا ہے اُس سے تو اور بھی وضاحت سے پتہ لگتا ہے کہ کوئی نتیجہ دو ہزار سال ہی سے پیدا ہو شروع ہوئی ہے ہزار سال پیچھے [illegible] دیکھو موجودہ ترقیات کا نام و نشان بھی نہین پایا جاتا اُس سے ہم

قیاس کرسکتے ہین کہ ہماری انسانی دنیا یا انسانی طبقہ کی عمر بھی اگر لاکھون سال یا ازلی اور ابدی ہوتی تو ہماری ترقیات اور نشو ونما کوئی اور ہی صورت اور نقشہ رکھتا یورپ والون نے جن ترقیات کی دو چار سو سال سے بنیاد ڈالی ہے اسکا پتہ چار پانچ سو سال سے زیادہ نہین ملتا۔ چار پانچ سو سال کیا دو سو سے بھی اوپر نہین جاتا جب دو صد سال مین اسقدر ترقیات ہوچکی ہین تو کیا لاکھون سال مین کچھ بھی نہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ لاکھون سال کی ترقیات اور عروج کا سواد اور تاریخ ہمارے ہاتھ مین نہین ہے تو اس پر کوئی دلیل قائم نہین ہوسکتی کیونکہ ہم جب ایک ہزار سال اوپر اوپر جاتے ہین تو ہم دیکھتے ہین کہ انسانی ترقیات کی وہ صورت اور وہ چمک دمک اور وہ صفائی اور وہ خوبی نہین تھی جو زمانہ موجودہ پیش کررہا ہے۔ ہندوستان مصر اور یونان کی پرانی عمارتون کے نقشے اور پرانی سنگ تراشیان بتارہی ہین کہ اُن مین باوجود بڑے پایہ کے ہونے کے بھی وہ خوبیان اور وہ عمدگیان اور نفاستین نہین تھین جو اب پائی جاتی ہین ان مادیات سے الگ ہوکر جب ہم انسانی دنیا کی دماغی اور علمی ترقیات کا جائزہ لیتے ہین تو اُس صورت مین بھی کہنا پڑتا ہے کہ انسانی دنیا نے کوئی پانچ سات ہزار ہی سال سے پیدا ہوکر یہ ترقیات کی ہین سائنس اور فلسفہ یا دیگر علوم اور فنون نے جو کچھ اب پاؤن پھیلائے اور نشو ونما پایا ہے یہ پہلے کہان تھا گو سلف یونان مصر اور ہندوستان مین بڑے بڑے باعلم لوگ اور فلاسفر یا مہندس گزرچکے ہین اور وہی اکثر انسانی اور دنیوی علوم وفنون کی بنیاد ہین۔ لیکن جو کچھ نفع اور تشعیب بعد مین ہوتی ہے وہ پیچھے آنے والی نسلون کا حصہ ہے اگر انسانی دنیا واقعی لاکھون اور کروڑون سال سے ہوتی تو کچھ اور ہی نقشہ ہوتا۔

قیاس کرو جب دو چار سو سال میں انسان کی کوششین مریخ تک پہنچ گئی ہین ریل تار ٹیلیفون گراموفون اور قسم قسم کی کلین اور چیزین وجود پذیر ہوگئی ہین اور دن بہ دن ترقی یاب ہین تو کیا لاکھون سال مین انسان نے کچھ بھی نہ کیا یا یہ کہ وہ انسانی دنیا عقل وفکر اور جدت طرازی سے بالکل ہی نابلد تھی اسی صدی مین علم زبان پر انسانی کوششون نے جو روشنی ڈالی ہے۔ اور جو جو تعلقات اور نسبتین مختلف زبانون مین پیدا کرکے دکھلائی ہین اگر لاکھون سال سے انسان اس دنیا مین ہوتے تو اب تک علم زبان کچھ اور ہی حالت رکھتا اور شاید کل انسانی دنیا کی ایک ہی زبان ہوجاتی خیال کرو جب سو دو سو سال مین انسانی دنیا نے مختلف طریقون اور مختلف راہون سے آپس مین بہت کچھ وسائل آمد ورفت اور تجارت کے پیدا کرلیے ہین تو کیا لاکھون اور کروڑون سال مین اسکا عشر عشیر بھی نہ ہوتا

کیونکہ یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اُسکے دماغ مین عقل وفہم اور اُسکے ضمیر کے ساتھ مختلف
قوتین کام کر رہی ہین جب سو دو سو سال یا پانچ سات ہزار سال مین اُن دماغون اور اُن قوتون نے اسقدر
کام کر کے دکھایا ہے تو کیا کوئی وجہ ہے کہ لاکھون اور کروڑون سال مین ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو جاتا جبسے
یہ پُرانی دنیا ہے تب ہی سے ستارے اور سیارے بھی ہین جو آسمان پر نقش کنان ہین کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہمارا علم ہیئت
چار ہزار سال سے اوپر بھی پایا جاتا ہے جتنے ہیئت دان ہوے پچھلے زمانون ہی مین ہوے گو شروع شروع
مین انسان ستارے اور سیارے ہماری طرح دیکھتے ہون گے مگر علمی رنگ مین بعد کے انسانون ہی نے
ستارون اور سیارون پر نظر ڈالی اور اُنھین کی کوششون سے علمی صورتین درخشان اور ظہور پذیر ہوئین
انسان شروع ہی سے توہمات کا عادی ہو رہا ہے اور توہمات کے بعد شروع ہی سے مذاہب کا خیال بھی
اُسکے دل ودماغ مین ایک بڑی حد تک تموج رہا ہے۔ دنیا مین اب تک گنتی کے دو ہی مذہب مین جو ہم شروع ہی
سے سنتے آے ہین یا یہ کہ ایک ہی مذہب کی چند مختلف شاخین ہین اگر لاکھون اور کروڑون سال سے
انسانی دنیا ہوتی تو اور صدہا مذاہب کی ہستی بھی اسوقت زیر بحث ہوتی ایسا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے
کہ یہ موجودہ مذاہب صرف پانچ سات ہزار سال کا اندوختہ ذخیرہ ہین۔

ایسی لباس اور عام تمدن مین اب تک بعض نسلین بعض نسلون سے بہت پیچھے ہین حتی کہ ترقی یافتہ نسلین
چند نسلون کو اپنے خیال مین وحشی اور غیر مہذب سمجھتی ہین اور اگر دیکھا جاے تو اُنکی وحشت مین شک
بھی کوئی نہین اگرچہ اُن مین بعض باتین اچھی بھی ہین مگر مجموعی اُن کا تمدن اُن کا طرز ماند وبود اسقدر
پیچھے رہا ہوا ہے کہ ترقی یافتہ تمدن سے وہ کسی صورت مین لگا نہین کھا سکتا۔ دنیا مین دو سو سال ہی سے
فیشن اور جدت طرازی کی اسقدر ترقی ہے کہ اُس سے یہ قیاس کرنا پڑتا ہے کہ اگر لاکھون اور کروڑون
سال سے انسان کو یہ خبط ہوتا تو آج تک ترقی کے مدارج کا خاتمہ ہو چکا ہوتا اور انسانی دنیا کسی ایک کنارہ
پر ٹھہر جاتی حالانکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ابھی انسانی دنیا اس دوڑ مین بھر پور زور لگا رہی ہے اور ابھی
کنارہ بہت دور ہے یہ دلیل اس بات کی ہے کہ انسانی دنیا نے اس دوڑ مین تھوڑے ہی دنون سے حصہ لیا
اس واسطے کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ سے دنیا مین دیدہ ذیر ہوئی ہے بعض دفعہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ممکن
کہ اس انسانی دنیا سے پہلے کوئی اور انسانی دنیا بھی کسی زمانہ مین گزر چکی ہو ممکن ہے کہ ایسا ہو مگر ہماری
بحث اب تو صرف اسی انسانی دنیا سے وابستہ ہے اس واسطے ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ یہ انسانی دنیا صرف

سات آٹھ ہزار سال ہی سے وجود پذیر ہوئی ہے ان جس دنیا مین یہ ذریات وجود پذیر ہوے ہین وہ دنیا لاکھون سال سے موجود ہوگی لیکن اُس مین بھی ہم علم زمین کے روسے کوئی ازلیت اور ابدیت نہین پاتے کیونکہ جب اُسکے مختلف ذرات ازلیت اور ابدیت سے معرا ہین تو یہ کہا جاسکا کہ وہ خود بھی ازلی اور ابدی نہین ہے

علم زمین ایک ایسا علم ہے جس سے ہم پر بہت کچھ عجائبات کھل سکتے ہین اور ہم اسمین ترقی کرنے کے بعد نہ صرف اپنی ہی ہستی سے مزید واقفیت پیدا کرسکتے ہین بلکہ دوسرے عناصر سلطنت کی ماہیت بھی بہت کچھ معلوم کرسکتے ہین چونکہ ایشیائی تحقیقین ابتک اس بارے مین مکمل نہین ہین اس واسطے یوروپین تحقیقون کا نچوڑ اُردو مین رفتہ رفتہ لانا زبان اُردو کے واسطے ایک بیش بہا ترقی ہے شاید کہ رفتہ رفتہ اس ملک مین بھی بعض لوگ علم زمین کے نکات خود دریافت کرنے کی کوشش مین لگ جائین اور جس طرح کاشتکاری سے زمین اپنے بے بہا جنسی خزانے دے رہی ہے اسی طرح دوسرے علمی اور مادی خزائن بھی حاصل اور جمع کرنے کی نوبت آجائے۔

سلطان احمد

یہ ضعف تھا ترے کوچے مین مین سنبھل نہ سکا	اُٹھا تو اُٹھ نہ سکا اور چلا نہ تو چل نہ سکا
یہ زور ضعف نقاہت کا تھا شب فرقت	کہ ناتوان ترا کروٹین بدل نہ سکا
دم نظارہ جانان جو مجکو غش آیا	سنبھالتا رہا دل کو مگر سنبھل نہ سکا
فراق یار کو ٹالا بہت مگر ہمدم	عجب یہ کوہ گران تھا کہ سر سے ٹل نہ سکا
بہار آتے ہی باد خزان نے لوٹ لیا	شجر وہ ہون کہ ہرا ہو کے پھول پھل نہ سکا
چھپا لیا رخ روشن کو زلف شبگون نے	چراغ حسن بھی کالے کے آگے جل نہ سکا
کسی کی تیغ نگہ نے جو کردیا چورنگ	ادائے ناز کا کشتہ تھا مین سنبھل نہ سکا
خدا بچائے حسینون کی زلف پُرخم سے	پھنسا جو کاکل پیچان مین دل نکل نہ سکا
زمین چُھپ گئی تابان کی یہ روشنی پھیلی	کہ مہروماہ فلک کا چراغ جل نہ سکا
خیال یار نے بے خود بنادیا ایسا	اجل کے سامنے مین کروٹین بدل نہ سکا
وہ تیرہ بخت ازل ہون کہ اوجؔ بعد فنا	چراغ بھی مری خاک لحد پہ جل نہ سکا

اوج گیاوی

ہماری حالت

آہ بگڑی ہے کچھ اس طرح ہماری حالت ۔۔۔ روز گھر بیٹھے کیا کرتے ہیں سب کی غیبت

نہ ادب ہم کو بزرگوں کا نہ خوردوں کا خیال ۔۔۔ بات کرنے کا سلیقہ ہے نہ علم صحبت

خوف کچھ دل میں خدا کا ہے نہ رسوائی کا ۔۔۔ کوئی سمجھائے تو ہم کرتے ہیں اُس سے حجت

حکم جو حق نے دیا ہے وہ ہمیں یاد نہیں ۔۔۔ صاف قرآن میں ہے دیکھیے تو یہ آیت

گوشت بھائی کا وہ کھاتا ہے نہیں شرم آتی ۔۔۔ جو زمانہ میں کیا کرتا ہے سب کی غیبت

لحم مردہ کا گوارا کیا کھانا ہم نے ۔۔۔ باز غیبت سے نہ آئیں یہ ہماری غیرت

کردیا خوردوں کو ہر بات میں ہم نے گستاخ ۔۔۔ ہم بڑھاتے گئے ہر کام میں اُن کی ہمت

جو وہ کہتے رہے سنتے رہے تردید نہ کی ۔۔۔ پھر برائی سے ہو کس طرح اب اُنکو نفرت

لطف یہ ہے کہ برا آپ زمانہ کو کہیں ۔۔۔ شرم آئے نہ خدا سے نہ کسی سے غیرت

آپ سمجھیں نہ زمانے میں جو اس کو مذموم ۔۔۔ نیند سے آپ کی کیا اوروں کو ہوگی عبرت

نہ تو وہ ولولے باقی ہیں نہ کچھ قدر کمال ۔۔۔ علم کا قحط ہے جاتی رہی ساری دولت

اپنے اجداد کے حالات پہ آتی ہے ہنسی ۔۔۔ اپنے کرتوت پہ آتی نہیں ہم کو غیرت

جانیں دے دے کے بزرگوں نے کیا تھا پیدا ۔۔۔ آہ کس طرح سے ہم نے کیا اُسکو غارت

عمر بھر میں نہ ہوئی ہم سے کوئی کام کی بات ۔۔۔ ہم سے جو ہوسکے کبھی کی نہ کسی کی خدمت

ذوق پیدا ہوا دل میں تو بری باتوں کا ۔۔۔ اچھے کاموں سے ہمیشہ رہی ہم کو نفرت

آگیا ضعف میں کس طرح کا ہم پر ادبار ۔۔۔ کرنے دیتی نہیں کچھ ہم کو ہماری غفلت

عیب جن باتوں کو کہتے تھے ہمارے اجداد ۔۔۔ تھربے ہوگئی اُن باتوں سے ہم کو الفت

کوئی تبلائے کہ ہم خاک کریں اپنی مدد ۔۔۔ ذوق کچھ علم کا باقی ہے نہ عالی ہمت

نیک و بد کچھ نہیں اب تو ہمیں آتا ہے نظر ۔۔۔ کیوں نہ ہو خلق کو افعال سے اپنے نفرت

ہم کبھی خلق میں تھے خلق جہاں کی تقدیر ۔۔۔ قابل دید تھی دنیا میں ہماری صورت

ہم میں اوصاف بزرگوں کے ہوئے تھے سب جمع ۔۔۔ ہم زمانے میں کیا کرتے تھے سب کی خدمت

کیا ستم ہے کہ سمجھتے ہیں ہنر عیب کو اب ۔۔۔ دیکھیں کیا اور دکھاتی ہے ہماری شامت

فکر موقوف کرو پھر کبھی کہنا ناصر ۔۔۔ دیکھو زیبا نہیں ہر کام میں ایسی عجلت

قبطیات مصر اور اسلامی حکومتین

باشندگان مصر مین قدامت سے جو اہمیت قبطیون کو حاصل ہے وہ کسی دوسری قوم کو نہین، اسوقت بھی مصر کا سواد اعظم قبط ہی ہین - وہان اگر تم علم و دولت، اقبال و عزت، تہذیب و مدنیت کی جستجو کروگے تو اُسکا سراغ بھی اسی بیدار بخت قوم مین پاؤگے - تاریخ مصر مین اگرچہ وہ ایک فرسودہ قوم ہے - مگر فرسودہ بخت نہین جس طرح تاریخ مصر کے ہر باب کا آج تک وہی عنوان رہتے آئے آج بھی آسمان مصر کے وہی آفتاب ہین -

فتح اسلامی کے بعد قبطیون کے حالات اور مسلمانون سے اُنکے علائق سیاسی کے چند صفحے اسوقت ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہین - دلچسپ ثابت ہوے تو اور بھی تفنن طبع کے لیے پیشکش کیے جائین گے -

مصر مین اسلامی حکومت سے قبطیون کے سیاسی تعلقات اختلاف حکومت کے ساتھ ساتھ مختلف پہلو بدلتے رہے ہین - جن کا احصا اس مختصر مضمون مین اگرچہ ناممکن ہے تاہم بحالت مجموعی جہان جہان سے تاریخ تعلقات و حالات مین نمایان اختلاف بتاتی ہے وہان سے ہم کڑیون کو جدا کرکے ایک ایک دور قائم کرتے جائین گے

مصر مین اہل قبط اور حکومت اسلامی — مثلاً فتح مصر اسلامی سے آخر زمانۂ خلافت راشدہ تک حالات مین یکسانی رہی ہے اسلیے اسے ایک دور، بعد ازان بنی امیہ و بنی العباس کے عہد سے بنی طولون کے آغاز عہد تک مظالم کی ایک حالت قائم رہی اسلیے اُسے دوسرا دور، پھر عہد بنی طولون خلافت بنی فاطمہ و بنی الایوب مین چونکہ ایک حالت سے مراعات اور آسانیان اُنھین حاصل رہین مسرت و شادمانی کے اسباب اُنکے لیے مہیا رہے اسلیے اسے تیسرا دور، سلاطین ممالیک - دولت عثمانیہ اور محمد علی پاشا کا عہد چوتھا دور، اور محمد علی سے اُسکے خاندان کے آخر عہد تک پانچوان دور،

اس دور کا آغاز مصر کے مشہور فاتح عمرو بن العاص کے ہاتھ سے اسلامیون کے تسلط مصر سے ہوتا ہے اس سے قبل - اس افریقہ کے چمن زار بہشت پر رومیون کا قبضہ تھا،

اہل قبط اصل مین مصری نژاد قوم ہین، جنکے ملک کو رومیون نے بزور شمشیر قبل میلاد مسیح فتح کیا تھا، اور

دور اول عہد خلافت راشدہ — بعد القبض اہل ملک کے لیے یکسان تا اختتام حکومت اذیت رسان و تشدد کنان

اہل قبط سن ابتدا ۲۱ھ تا غایت ۴۱ھ — رہے مگر صدر اسلام مین رومیون کا ستارۂ اقبال افق مصر پہ مائل حضیض ہوتا ہوا

نظر آیا، حکومت نے کروٹ بدلی اور بزور بازو رومیون کے یہ جنتی مقبوضات عربون کو پہنچے۔ اُنھون نے اہل ملک کے حقوق پہچانے۔ اُنکی چارہ گری و دادرسی کی۔ اُنھین کامل آزادی بخشی، اور ملک کے ساتھ ساتھ اُنکے دلون کو فتح کرنے مین خلفاے راشدین کی اُس حکمت عملی سے کام لیا، جو سیاست و اخلاق کی مسلّمہ شاہراہ تھی، اور جس پر چل کر وہ تھوڑے زمانہ مین ایک عالم کو مسخر کرکے فاتح عالم کہلاے تھے۔

فتح مصر کے بعد ہی جو بلیغ حکمتِ عملی حضرت عمرو بن العاص سے ظہور مین آئی وہ یہ تھی کہ اُنھون نے مصریون کے پیشوا (بطریق) نبیامین کو طلب کیا۔ جو مصر سے حسب فرمان ہرقل اعظم خارج کیا گیا تھا، وہ آیا تو اُسکی پوری توقیر و عزت کی گئی۔ اور وہ اپنے منصب قبطیہ پر فائز کیا گیا۔ اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ مجلس شورٰی مین اُسکو شریک کرکے رکنیت کا اعزاز بھی اُسے بخشا۔ بطریق کی اس عزت افزائی سے تمام اہالی مصر نے ایک گہرا اثر مسلمانون کی ممنونیت کا دلون مین محسوس کیا، اور مسلمانون کو اپنے حق مین برکت آسمانی سمجھنے لگے۔

نظامِ سلطنت کے باب مین ملک کے ارباب تدبیر اور سیاسی دماغ والون کو مشورہ کا آزادانہ حق دیا گیا نظم و نسق جدید مین ملک کی تقسیم چند صوبون پر کی گئی۔ اور ہر صوبہ پر ایک قبطی گورنر مقرر کیا گیا جنھین فصل خصومات و سیاسی معاملات مین بلحاظ حالات مختص الامر والمقام اقتدارات وسیع عطا کیے گئے۔

ابواب آمدنی پر ہلکے ہلکے خراج کی تشخیص کی گئی جسکا متولی بھی ایک قبطی ہی بنایا گیا جو بہ اوقات معینہ بلا کسی نزاع و فساد کے اقساط کی رقم وصول کرلیتا تھا، حسابی محکمہ قائم ہوا، اور ایک قبطی محاسب اُسپر مقرر ہوا۔ ان تمام محکمہ جات کی زبان بھی قبطی ہی رکھی گئی۔

مختصر یہ کہ قبطیون کے ساتھ عربون کے یہ وہ مراعات تھے کہ رومانی حکومت کے زمانہ مین جسکے کبھی اُنھون نے خواب بھی نہ دیکھے تھے یہی وہ نکتہ تھا، جس نے اُنھین عربون کا گرویدۂ احسان اور اُنکے استحکام اثر کا دل سے خواہان بنا دیا تھا، جس کا ثبوت اُسوقت ملا جب مسلمانون پر رومیون نے اسکندریہ کی واپسی پر زور دیا تو اہل مصر نے اس خوف سے کہ مبادا مصر پھر اُنھین کے اثر حکومت مین نہ جا رہے اور ملک کو پھر اُسی بدبختی کا سامنا نہو عربون کے معاون بن کر رومیون کی مزاحمت کی۔

فتح مصر سے آخر عہد خلافت راشدہ تک امن و آزادی کے یہی اسباب اہل مصر کے لیے مہیا رہے۔ خلافت

دولت بنی امیہ و بنی العباس اور اہل قبط مین ابتداے سے نہایت تشتّت

راشدہ کا زمانہ منقضی ہوا۔ اور بنی امیہ کی حکومت کا دور شروع ہوا، ارکان حکومت کے ساتھ ساتھ طرز حکومت کا پلٹنا بھی لوازم انقلاب سے تھا،

وہ حکومت جو کہ جس مین شاہ و گدا کے حقوق یکسان سمجھے جاتے تھے اور جس کا مقصد صرف اہل دنیا کو امن و آزادی کی شاہراہ بتانا اور انصاف کا قانون سکھانا تھا طلب جاہ اور خواہش دولت سے ممزوج مقاصد کی حکومت کا آغاز ہوا جس نے آسان اور سیدھے انتظامات مین صدہا تغیرات اور ہزار ہا رکاوٹین پیدا کر دکھائین رعایا کے حقوق آسایش تلف اور ہلکے خراج مین بیش قرار اضافے کرلے۔ جن عمّال نے ابواب آمدنی مین اس طریقہ پر اضافے کر دکھاے اونھین اپنی کارگزاریون کی داد ملی۔

عہد معاویہؓ سے ان امور پر توجہ شروع ہوی۔ چنانچہ سب سے پہلے جب معاویہؓ نے عمرو بن العاص کے غلام وردان کو ذریعۂ فرمان حکم دیا کہ مصر مین ہر ہر فرد پر بقدر ایک قیراط کے جزیہ کی رقم بڑھادی جاے۔ عمرو بن العاص زندہ تھے۔ وردان نے آقا کے معاہدات کا ادب ملحوظ رکھتے ہوے صاف جواب لکھ بھیجا کہ زیادتی کی کیا صورت ہوسکتی ہے جبکہ ہمارے اُنکے درمیانی معاہدات اور عہد نامون مین عدم اضافہ کی شرط موجود ہے بہرحال ان رعایات کا پاس و لحاظ عمرو بن العاص کی حیات تک رہا۔ بعد اُنکی وفات کے چونکہ کوئی روک اموییین کے لیے باقی نہ رہی اسلیے اُنھون نے من مانے اضافون کا قرارداد (ٹھہراؤ) جزیہ و خراج کے ابواب پر کردیا

عبدالعزیز بن مروان برادر خلیفہ عبدالملک نے اپنی تولیت مصر کے زمانہ مین ان معاملات پر بیحد تشدد کیا اضافون کے علاوہ جو اشخاص مثل کہنہ (جمع کاہن) وغیرہ کے جزیہ سے مستثنےٰ تھے اُن پر بھی جزیہ باندھا اسکے بعد عبداللہ ابن الحجاب نے جو خلیفہ ہشام ابن عبدالملک کی طرف سے ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک متولی مصر رہا۔ اس سے بھی زیادہ سختی روا رکھی، ہر ایک قبطی پر بلا رعایت بمقابلہ ایک دینار کے ایک قیراط کا اضافہ کردیا۔ چونکہ آبادی مصر کا بیشتر حصہ قبطیون ہی کا تھا اسلیے اسکی تاب نہ لاکر وہ سب کے سب چیخ اُٹھے بدامنی اور مقابلہ و مجادلہ تک نوبت پہنچی۔ بہت لوگ قتل و غارت ہوے۔

اسامہ ابن زید متولی خراج کے زمانے مین بھی ایک بار اسی طرح نقض امن کی نوبت آئی۔ اس زمانے مین لوگ رہبانیت کی طرف زیادہ مائل ہورہے تھے۔ اُس نے اسمین دست اندازی کرکے اسکی روک کرنی چاہی کیونکہ اس سے جزیہ کی آمدنی کو ایک خطیر نقصان کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا اُس نے دیرا اور کلیساؤن اور اُسمین راہبون کے شمار کو محدود کرنے کا حکم دیا اور ہر ایک راہب کے گلے مین ایک ایک تختی لوہے کی ڈلوادی اور اُنھین اُسکا نام اور کلیسا کا نام اور تاریخ آغاز رہبانیت درج تھی اور حکم دے دیا کہ جو شخص اسکے خلاف پایا جاے فوراً اُسکے ہاتھ قلم کردیے جائین خراج ادا کرنے پر محکمہ متولی خراج سے ہر شخص کو اُسکی رسید دیجاتی تھی

اُسکی حفاظت بھی ضروری تھی جسکے پاس رسید نہ ہوتی اُس سے دس دینار جرمانہ وصول کرکے دوسری رسید دیجاتی

ان مظالم کے بانی اکثر عمال خود ہی ہوا کرتے تھے پیشگاہ خلافت تک اسکی بھنک بھی نہ پہنچتی تھی چنانچہ ہشام ابن عبدالملک کو جب ان مظالم کی اطلاع ہوی۔ تو اُسنے عامل مصر کے نام نہایت سختی سے فرمان بھیجا کہ مصریون کے ساتھ سابقہ رعایات ملحوظ رکھی جائین۔ اور اہل ان سے جو معاہدات ہوے تھے وہ حکم مناسب کے لیے فوراً بھیجدیے جائین۔ اس حکم سے انکو کچھ طمانیت و آزادی کے لیل و نہار دیکھنے نصیب ہوے۔ لیکن چند روز بعد جفا پیشہ عمالنے امن و انصاف کی راہ مین روڑے اٹکاکر ظلم اور بدعات کی راہین پھر صاف کردین۔ اور فرمان خلافت کو بالاے طاق رکھدیا۔ اس مرتبہ ان جفا جوئیون اور ستم رانیون مین سب سے دراز دست حنظلہ بن صفوان تھا جسکی سخت گیری اور ظلم نوازی کا یہ عالم تھا کہ ہر نصرانی کے گلے مین اُس نے ایک ایک تختی ڈلوادی تھی جس پر شیر کی شبیہ کندہ تھی، اور حکم عام دیدیا تھا کہ جس نصرانی کے گلے مین یہ تختی نہ ہو۔ فوراً اُسکے ہاتھ قطع کردیے جائین۔ جزیہ اور خراج کی مقدار مین بھی بے دریغ اضافہ کردیا تھا۔ تحصیل وصول کے اوقات پر انواع اقسام کی قہرناک سزائین علی الاطلاق دی جاتی تھین جسکی کہین داد فریاد نہ تھی۔

طرفہ یہ کہ ان تمام بے اعتدالیون کا شکار صرف غیر مسلم ہی بنتے تھے۔ مسلمون سے زکوٰۃ یا خراج کے وصول تحصیل مین اسکے عُشر عشیر اعتنا کو بھی کام مین نہ لاتے تھے۔ حالانکہ مذہباً دونون کو ایک قسم کی اہمیت حاصل ہے۔

بہرحال عمال کی ان بدسلوکیون سے تنگ ہونے پر مظلوم قبطیون کے لیے جلا وطن ہونے یا اسلام قبول کرنے کے سوا دوسری راہ نہ تھی۔

طوق جلاوطنی زیب گلو کرنے سے پہلے چونکہ پشتہا پشت کے علائق عالم اسباب کو خیرباد کہنا ہوتا ہے اس لیے عالم انسانی کے بہت کم افراد اپنے مفر کی دوسری صورت رکھتے ہوے اس راہ پر آتے ہین۔ اسی وجہ سے قبطیات مصر بھی اس پر آشوب زمانہ مین جلاوطنی پر تبدیل مذہب کو ترجیح دیتے ہوے جوق درجوق مذہب اسلام مین داخل ہونے لگے اور اتنے قبطی مسلمان ہوگئے کہ جزیہ کی ایک بڑی مقدار گھٹ گئی۔ عمال نے اس نکتہ کو سمجھکر نو مسلمون سے استثنا کا حکم قطعاً اُٹھالیا، اور اب اسکے بعد انکے لیے کوئی راہ فرار نہ تھی۔

ادھر مصر مین یہ شور و غوغا برپا تھا اُدھر تخت گاہ خلافت کے طاق و ایوان قال اللہ وقال الرسول کی پرشوکت صداؤن سے گونج رہے تھے۔ اورنگ نشین عمر بن عبدالعزیز سا جلیل القدر مدبر تعلیمات نبوی کا

متتبع کامل، اور عمر بن خطاب رض کا مثل تھا،

یہ صدائین، اسکے گوش سماعت تک پہنچین جس پہ برہم ہو کے عامل مصر کے نام حکم لکھا،

"اما بعد فقد بلغنی کتابک وقد ولیتک حیثم وانا اعرف ضعفک وقد امرت رسولی یضربک علی راسک عشرین سوطاً فضع الجزیۃ عمن اسلم قبح اللہ رایک فان اللہ بعث محمداً صلعم هادیاً ولم یبعثہ جابیاً الخ"

(ترجمہ) تمھاری عرضداشت پہنچی تمھارے عامل حرب اسے جانے کی عرض و غایت انتظام تھی۔ مگر تمھاری بدنظمیان ملتفت الزام ہو رہین، اسلیے قاصد کو حکم ہے کہ تم پر بیس ضرب تازیانہ کی سزا کی فوری تعمیل کرے۔ آیندہ سے جزیہ کی رقم اسلام لانے والون سے قطعاً ساقط کی گئی جناب رسول اللہ صلعم کی بعثت بغرض ہدایت تھی نہ برآئے سختی، وغیرہ۔

اس عہد مین خلیفۂ وقت کے حزم کامل اور گوش برآواز رہنے سے امن رہا۔ مگر اس عہد معدلت کا زمانۂ قلیل مدت سہ سالہ پلک مارتے گزر گیا۔ اور وہی پہلی سی بداعتدالیان پھر ہونے لگین، عہد بنی امیہ مین وصول خراج کی سختیان اور مار دھاڑ ایک طرف رہی، مصریون کی اس بڑی خصوصیت کو فنا کرکے اُنکی قومیت کو سخت ناقابل تلافی نقصان پہنچایا گیا کہ دفتر کی زبان جو اسوقت تک قبطی تھی بجاے اسکے عربی کر دی گئی۔ دفاتر مین بجاے قبطیون کے عربون کو جگہین دی جانے لگین، سر دفتری (ہیڈ کلرکی) پر اہل حمص مین سے ایک شخص مقرر کیا گیا دستاویزین اور عرائض جو عربی کے سوا دوسری زبان مین ہون ناقابل قبول قرار دی گئین۔ ان تبدیلیون کا عملدرآمد عبد الملک ابن مروان (۶۵ھ الی ۸۶ھ) کے عہد سے کچھ کچھ آغاز ہو کر تدریجاً جاری و شایع ہو گیا۔

اس تبدیلی سے خود بخود قبطیون کو عربی سیکھنے کی ترغیب ہوی تمدن و معاشرت کے دوسرے مظاہر مین بھی عربی جلوے نمایان ہونے لگے۔ بہرحال عربیت کی شان کو رسوخ اور قبول عام اور قبطیت کا اثرات کو زوال ہوتے ہوتے آج اُسی مصر کی یہ حالت ہو گئی کہ کلیسا مین چند مذہبی رسوم اور عبادات کی ادائی کے وقت کے سوا قبطی زبان کی گویا اُنھین قسم ہو گئی اور زمانہ کی نیرنگی نے اس طور سے قبطی زبان اور تمدن کو مردہ تمدن و زبان کے شمار مین رکھ کے از یاد رفتہ بنا دیا۔ ؎

دیروز حزین از ئے وصلش دل و جان سوخت — امروز ز محرومی دیدار خرابم

سلہ سن ابتدائے ۶۵ھ لغایت ۸۶ھ۔ سلہ یہ واقعہ ہے مگر اس سے اہل عرب مورد الزام نہین قرار پاتے۔ اسلیے کہ ہر فاتح قوم اپنی قومیت زبان حتی کہ مذہب کے رسوخ کی ممالک مفتوحہ مین طبعاً خواہان و کوشان ہوتی ہے۔ اس زمانہ مین از شرق تا غرب اسکی صدہا نظیرین پیش نظر پاؤ گے ۱۲

مختصر یہ کہ بنی امیہ کے عہد مین عموماً اہل مصر خصوصاً قبطیون کو آزاد اور مطمئن زندگی بہت کم نصیب ہوی۔ اکثر ہدف مظالم بنے رہے اگر کبھی ایک قسم کی آفات سے عہدہ برآ ہوے بھی تو دوسری بلیات گلوگیر تھین۔

زمانہ مین عروج وزوال دونون دوش بدوش ہین۔ یہی قانون قدرت زبردست سی زبردست سلطنت کے مہرے ہٹاکر دوسری قوم کے مہرون کو جماتا ہے۔ بادۂ حکومت کی سرمستیان جن دماغون مین صدہا برس سے جاگزین ہین۔ زوال آتے ہی اُنھین مست خواب سحر بنا کے سلا دیتا ہے۔ اسی نیرنگ قدرت نے بنی امیہ کے آفتاب حکومت کو گہن مین چھپا کر بنی العباس کے ستارۂ اقبال کو اوج فلک پر نمایان کیا۔ یہ انقلاب مصر مین اہل قبط کے لیے بھی مثل اور رعایا کے گونہ بہتر ہوا۔ مگر تختگاہ خلافت سے اُنکی دوری اس دور مین بھی رنگ لاے بغیر نہ رہی اُنکی قسمتین علے الاطلاق نہ سہی اقتدارات حاصلہ تک ہر عمّال کے ہاتھ مین رہین۔ جو نرم آیا اُس نے نرمی کی اور جو گرم آیا، اُس نے بیداد کی۔ البتہ خلیفہ مامون الرشید عباسی کے عہد مین نسبتہً اس لحاظ سے امن رہا کہ خلیفہ نے خود بنفس نفیس مصر کا دورہ کیا اور اس علو ہمتی کے ساتھ کہ دادخواہون کی درخواستین دست بدست لین بالمواجہ ہر ایک کی فریادین سُنین، اور اُنکے دلون کے زخم چارہ فرمائی کے مرہم کافوری سے مندمل کیے۔ خلیفہ فلک وقار کی تشریف بری پر بھی اُسکے اعتماد معدلت کی وجہ سے قبطیون کو جو شکایت کبھی پیدا ہوی۔ اُنھون نے پیشگاہ خلافت تک اُسے جا پہنچایا جس کی داد لے ہی کر آئے۔

یہ دور بھی گزر گیا سرد و گرم ہوائین پھر شروع ہوئین۔ خلیفہ معتز بن متوکل کا عہد تھا اور ابن المدبر عامل مصر۔ ابن المدبر کی سخت گیری کی یہانتک نوبت پہنچی، کہ اُس نے قسیس اور رُہبان پر بھی جزیہ قائم کیا اور جزیہ کی وصولی بطریق کے سر ڈالی، کہ وہ فرداً فرداً وصول کرکے داخل کیا کرے۔ اسکے علاوہ اور بھی تشددات کیے۔ اس کا پانی جب سر سے اونچا ہوگیا۔ تو دو شخص قوم کے نمایندے بن کر دربار خلافت مین پہنچے اور اپنی تباہی کا افسانہ بادشاہ کو سُنایا، خلیفہ معتز نے اُنکی رفق و مدارات سے عزت افزائی فرمائی۔ اور ابن المدبر کے نام انسداد مظالم کی نسبت سخت احکام بھیجے۔ جنکی تعمیل کے بغیر ابن المدبر کو چارہ نہ تھا لیکن خلیفہ معتز کا عہد معدلت بھی جلد گزر گیا۔ اور پھر وہی روز بد قبطیین کو پیش آیا۔ ؎

پائی نہ تیغ ظلم سے ہم نے کہین پناہ
پہنچے حرم مین تو ہوے قربانیون مین ہم

"عالی" (ندوی)

سارا جہان ہمارا

میدان کربلا مین تھا امتحان ہمارا
مردانگی مین کوئی ثانی کہان ہمارا

خشکی مین بھی چلائے ہم نے جہاز اپنے
پہلو مین تھا ہمارے بحرِ روان ہمارا

فارس کی آگ مین ہو باغِ خلیل پیدا
اللہ رے ابرِ تیغِ معجز نشان ہمارا

دل مین مسیحیون کے ڈالی تھی جان ہم نے
خضرِ زلالِ حیوان تھا کاروان ہمارا

ابرِ حسام سے ہم تھے برق ریز پیہم
نیسانِ خامہ بھی تھا گوہر فشان ہمارا

ساری زمین مغرب مشرق بنی ہوئی ہے
ہر ذرہ سے ہے اب تک سورج عیان ہمارا

فاتح نپولین سا کرتا تھا رشک ہم پر
گبن سا بھی مورخ ہے مدح خوان ہمارا

پھٹتا تھا تیرا سینہ دل مین تھا تیرے لرزہ
جب اے زمین جبل تھا آتش فشان ہمارا

جاگے دلون کے مردے سنکر ہمارے نعرے
صورِ نشور تھا یا شورِ اذان ہمارا

قرآن کا ایک شوشہ اب تک نہ مٹنے پایا
ہم کیا مٹین گے ہے وہ تعویذِ جان ہمارا

صدق و صفا بیان مین سوز و اثر فغان مین
اے شمع کوئی کیونکر ہو ہم زبان ہمارا

اس پر بھی ہم ہین راضی اے مادہ پرستو!
سارا جہان تمھارا اور جان جان ہمارا

سلطان ہند کا ہے دار الخلافت اجمیر
پھر کیون نہ ہم کہین گے ہندوستان ہمارا

بغداد کی خلافت جاتی رہی تو کیا غم
دربار کر رہا ہے محبوبِ جان ہمارا

ہم ایسے صلح جو تھے در گزرے اپنے حق سے
خُلقِ حسن تھا حُسنِ امن و امان ہمارا

پشت فرس [illegible] بیٹھے تھے
تھا نفسِ مطمئنہ روحِ [illegible]ون ہمارا

چھوڑا نہ ساتھ اپنے آقا کا غار مین بھی
عتیق سے کوئی پوچھے صدقِ نہان ہمارا

مستون نے اُسکے سارے عالم کو کر دیا پست
تھا آفتاب تابان ساقیِ جان ہمارا

تلوار پر تھا قبضہ حق پر تھا دل کا تکیہ
شاطر فقط جہان کیا تھا لا مکان ہمارا

عبد الرحمن شاطر مدراسی

سنہ ۱۹۱۲ء مین محمود نے کیا کہا تھا؟

(سلسلہ کے لیے نمبر ۴ بابت مئی سنہ ۱۹۱۳ء ملاحظہ ہو)

باب تیسرا

"نصیبن - آج کیا دن ہے؟"

"بی بی - آج منگل ہے"

"لوگ کہتے ہین کہ منگل کا دن بڑا منحوس ہوتا ہے"

"بی بی - سُنتے تو ہین کہ منگل کے دن ستر بلائین آسمان سے نازل ہوتی ہین"

زبیدہ - (سہم کر) "ستر بلائین! خدا نہ کرے کہ کوئی میرے پیچھے پڑے - (دل مین) پڑے گی ضرور - آثار ایسے ہی نظر آتے ہین - کیونکہ آج اُنکی پارٹی کا دن ہے اور میرا وعدہ......"

نصیبن - (بڑی محبت سے سر پر ہاتھ پھیر کر) "بیٹی بُرا نہ ماننا - مین نے تم کو گود مین کھلایا ہے تمھارے دل مین کوئی بات ضرور ہے جو تم مجھ سے چھپاتی ہو - کیا نواب دولھا نے کوئی بات کہی ہے جو آج کئی دن سے ایسی چپ چپ ہو - اور کھانا بھی پیٹ بھر کر نہین کھایا جاتا - کبھی مین اپنے دل مین سوچتی ہون کہ ہائے اللہ میری بچی کو کیا ہو گیا جو اس طرح سوکھی چلی جاتی ہے - بیگم صاحب کو مین یہ حال لکھکر ضرور خبر کرون گی"

زبیدہ - (جلدی سے) "نہین نہین - ایسا ہرگز نہ کرنا - مین بہت اچھی ہون - لیکن..... لیکن سچ بتاؤ کل تم سے چھدو باہر کھڑا ہوا کیا کہہ رہا تھا؟"

نصیبن - (بہت سنجیدہ صورت بنا کر) "کچھ نہین بی بی - وہ یون ہی خرافات بکتا ہے - اور ملو کوچبان بھی سب سے کہتا پھرتا تھا (کان کے قریب آہستہ سے) کہ دشمن دور پار - نواب دولھا ایک دن بیگم صاحبہ کو سر بازار مُنھ کھلائے نکلے تھے - مین نے کہا اوچ اُنکے دشمن - اور کہنے والے کے مُنھ مین سانپ بچھو کاٹین"

زبیدہ - (مسکرا کر اور ماما کے بازو ہلا کر) "ہان سچ تو ہے نصیبن - مین ایک دن سر بازار کھلے مُنھ نکلی تھی"

ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے نصیبن کے گولی مار دی "اوئی میا" کہکر اُسکی آنکھون کے ڈھیلے باہر نکل آئے اور زور سے اپنا سینہ کوٹ لیا...... جب ہی کل مجھ سے ڈپٹی صاحب کی بی بی بلا کر

پوچھتی تھین کہ کہو یہ کیا ماجرا ہے۔ شہر کا بچہ بچہ تمھارے گھر کی ڈھنڈوری پیٹ رہا ہی کہ میان اپنی بی بی کو تخنیون کی طرح باہر لیے پھرتے ہین۔" بی بی! تم خود پڑھی لکھی ہو۔ سمجھ سکتی ہو۔ تمھارے گھرانے کا تو یہ حال ہے کہ سیدانیان اُنکے دامنون پر نماز پڑھتی ہین۔ بیگم صاحبہ کو پوچھو تو اُنکی لونڈی باندی کی آنکھ اگر کسی نامحرم سے چار ہو جاے تو اُسکے دیدے نکلوائے بغیر نہ چھوڑین۔ یا غضب خدا کا یہ اندھیر کہ آج کو اُنکی عزت دو کوڑی کی ہو گئی (گال پر ہاتھ مار کر) توبہ توبہ مین اپنی زبان سے کوئی بدکلمہ میان کے حق مین نہین نکالتی مگر یہ شریفون کا کام نہین ہے۔ بلایت (ولایت) سے یہی سیکھ کر آئے ہین (طیش مین آکر) جاکے اپنی بہنون اور سگے سوتون پر پہلے آزمائش کرین پھر آکر باتین بنائین (زبیدہ کو گلے لپٹا کر پیار کرتی ہی) جب ہی تو مین کہتی تھی کہ میری بچی کا منھ کیون ایسا اوتر گیا ہے۔ ارے گھلا گھلا کر مار ڈالے گا۔ مین ابھی جاکر چھوٹے میان سے یہ سب قصہ کہتی ہون۔" نصیبن اُٹھنے والی تھی کہ زبیدہ نے ہاتھ پکڑ کے بٹھا لیا اور منت سے کہنے لگی۔ "نہین نہین خدا کے لیے تم بھائی جان سے کہین نہ کہنا۔ وہ کل رات ہی کو آے ہین۔ بڑے برانگیختہ ہونگے۔ اور اچھی انا تم جاکر باورچی سے کہو کہ ٹھیک آٹھ بجے دعوت کا کھانا تیار ہو جاے۔"

اتنے مین ایک تیز اور حاکمانہ آواز کمرہ کے اندر سے آئی۔ "بیگم ادھر آؤ۔ چاے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

زبیدہ نے چونک کر اپنے پائنچے سمیٹے اور دوپٹہ کو سنبھالتی ہوی جلدی سے کھانے کے کمرے کی طرف چلی گئی یہان ایک چھوٹی سی میز پر صاف چادر بچھی ہوی تھی اور چاے کا چاندی کا سامان رکھا ہوا تھا۔ ایک آرام کرسی پر محمود بیٹھا ہوا اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا۔ بی بی کو آتے دیکھکر اُٹھ کھڑا ہوا اور کرسی سامنے کر دی۔ زبیدہ نے سلیقہ کے ساتھ کیک ٹوسٹ اور چاے کی پیالی بھر کر سامنے کر دی۔ تھوڑی دیر بعد محمود نے اُسکی طرف نظر اُٹھا کے دیکھا اور ملامتانہ لہجہ مین کہنے لگا۔ "بیگم تم ماما سے اتنی دیر تک کھڑی ہوی کیا باتین کر رہی تھین۔"

زبیدہ۔ (نظر نیچی کر کے ڈرتے ہوے) "کچھ نہین۔ مین اُسکو دعوت کا انتظام بتا رہی تھی۔"

محمود۔ "خیر اگر یہ تھا تو مجھے شکایت نہین۔ مگر یاد رکھو کہ نوکرون چاکرون سے بے تکلف نہ باتین کرنا تہذیب کے خلاف ہے۔ کیونکہ اُنکی صحبت کا اثر خیالات پر خراب پڑتا ہے۔ مین نے اسی لحاظ سے تمھاری کسی ماں بہن یا ممانی وغیرہ کو پاس نہین رکھا کہ اُنکے دقیانوسی خیالات کا اثر مین تمھارے دل سے قطعاً مٹا دینا چاہتا ہون (گفتگو کا رخ بدل کر) ہان یہ تو بتاؤ یہ تمھارے بھائی صاحب آج صبح یہان کیسے آموجود ہوے۔ مجھکو اطلاع دیے بغیر اور بلا سبب اُنکا یہان آنا کیا معنے رکھتا ہے۔ کیا تم نے اُنکو کچھ لکھا تھا؟"

زبیدہ۔ "مین سچ کہتی ہون کہ مین نے اُنکو ایک حرف نہین لکھا۔ بلکہ آج ہفتہ دو ہفتہ سے دلّی میرا کوئی خط نہین گیا۔ شاید اسی وجہ سے امان جانی نے پریشان ہوکر بھیا کو یہان بھیجدیا ہوگا"

محمود۔ (تذبذب کے لہجہ مین) "اور یہ بھی تمھین معلوم ہے کہ یہ حضرت اس وقت کہان تشریف لیگئے"

زبیدہ۔ "جی ہان۔ مجھ سے کہتے تھے کہ ڈپٹی صاحب سے ملاقات ہے۔ اُنکا آدمی بلانے آیا تھا۔ شاید وہین گئے ہونگے"

محمود۔ (غصہ سے کھڑا ہوگیا) "ڈپٹی واجد حسین نہایت بدسلیقہ آدمیون مین ہین۔ مجھے معلوم ہے کہ انکے دل مین میرے متعلق کیا خیالات ہین۔ تمھارے بھائی کو ہرگز اُنکے یہان نہ جانا چاہیے تھا۔ مگر خیر کچھ پروا نہین۔ مین اپنے افعال کا ذمہ دار ہون نہ کہ دوسرے اگر ایک نہین ہزار ڈپٹی، مولانا اور مرزا وغیرہ میرے سد راہ ہون تو کیا کرسکتے ہین۔ (مسکرا کر) زبیدہ تم سے مین نے اُس دن کا واقعہ تو بیان ہی کیا تھا۔ ایک لمبا سا خریطہ لکھکر میرے پاس آیا اور پھر مولوی صاحب اور اُنکے ساتھی کیسے بے سروپا بھاگ کرگئے۔ افسوس کہ تم موجود نہ تھین ورنہ بڑا تماشا دیکھتین"

زبیدہ۔ "مگر یہ لوگ ہمارے خاندان سے تعلقات رکھتے ہین۔ اُنکو ناحق آپ نے دشمن بنایا۔ کہین ابا جان سے شکایت نہ کرین"

محمود۔ (جوش کے ساتھ) "مجھے انکی دشمنی کی کچھ پروا نہین۔ جتنا جی مین آے تالیان بجائین۔ میری نظر مین یہ اُنکی تنگ خیالی اور کم ظرفی ہے۔ یاد رکھو جس اصلاح کے لیے ہم دونون نے کمرہمت چست کی ہے اسکے مخالف اگر پرانی تعلیم کے لوگ ہون تو کچھ ہرج نہین۔ ہمارے مخاطب وہ نوجوان اور سمجھدار لوگ ہین جنھون نے جدید تعلیم و تربیت پائی ہے اور انھین کو مین اپنے دائرہ مین شامل کرنے کی کوشش کررہا ہون۔ نہ کہ ان بوسیدہ دماغ اور متعصب لوگون کو جن سے آجکل مجھے سابقہ پڑا ہے ...... ہان۔ مین تم سے اس وقت نہایت سنجیدگی کے ساتھ کچھ کہنا چاہتا ہون۔ غور سے سنو۔ اور میری ہدایات پر آنکھ بند کرکے عمل کرو۔ آج کی رات بہت بڑی آزمایش کی ہے۔ میرے دو پُرانے اور رفیق دوست یہان آئین گے۔ مسعود اور محفوظ۔ میرے پُرانے ساتھی ہین۔ علیگڈھ مین ساتھ پڑھتے تھے اور ولایت مین بھی ہم تینون ایک ساتھ شیر و شکر ہوکر مدت تک رہے ہین۔ مجھ سے اور مسعود سے وہان ایک دن ہندوستان کے پردہ کے متعلق بہت بڑی بحث ہوی تھی۔ اُنکا یہ قول تھا کہ ہم مین سے کوئی اپنے اصولون پر پرانے خاندانی اثرات اور رسوم کی وجہ سے عمل نہین کرسکتا۔ مین نے کہا تھا کہ مین اسکو کرکے دکھاؤن گا۔ اس پر اُنھون نے کہا کہ یہ ناممکن ہے۔ میرے اصرار پر اُنھون نے ہاتھ پر

ہاتھ مار کر کہا کہ واللہ اگر تم نے یہ کر دکھایا اور اپنی شادی ہونے پر بی بی کو اس قابل بنا دیا کہ وہ غیر مردون کی صحبت مین با تکلف بات چیت کر سکین اور دلچسپی بھی ظاہر کرین اور اپنے کو بے وقوف بھی نہ بنائین تو دوسرے ہی دن مین اپنی بی بی، دو بہنون، ممانی اور خالہ جان کا پردہ توڑ کر باہر نکالون گا خواہ میرا خاندان کتنا ہی بدنام کیون نہ ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ بی بی ممالک متحدہ کی ہو اور سال بھر سے زیادہ شادی کو نہ گزرا ہو۔ مین نے اس شرط کو فوراً قبول کر لیا اور آج ......"

اس پر زبیدہ بے ساختہ ہنس کر بولی "اور فرض کرو کہ تم ہار گئے؟"

محمود۔ "مین ہرگز نہین ہارون گا۔ یہ محال ہے۔ دس مہینہ سے مین تم کو ماں باپ سے علٰحدہ کر کے گیا یون ہی دن رات لکچر دیتا رہتا ہون مجھے تم پر پورا بھروسا ہے۔"

زبیدہ۔ (چلبلے پن سے) "مگر آخر پھر بھی۔ مین سُننا چاہتی ہون کہ اگر تم ہار گئے تو کیا ہوگا؟"

محمود۔ (ہنس کر) "مسعود نہایت شریر اور ظریف آدمی ہین۔ اُنھون نے ایک بیہودہ جرمانہ میرے لیے مقرر کیا ہے۔"

زبیدہ۔ (متعجب ہو کر) "وہ کیا ہے آخر؟ مجھے ضرور بتائیے۔"

محمود۔ (اپنی گھڑی جیب سے نکال کر) "اس سونے کی گھڑی کو دیکھتی ہو۔ اسمین جواہرات جڑے ہین اور نہایت بیش قیمت ہے۔ یہ میرے والد مرحوم کی نشانی ہے اس لیے مین اسکو جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہون۔ مسعود کو حق حاصل ہوگا کہ یہ گھڑی مجھ سے لے کر اسے فروخت کر ڈالے اور جو قیمت ملے اُس کے نصف روپیہ سے ایک پمفلٹ شایع کر کے عوام کے سامنے میرا کچا چٹھا کھولے اور نصف سے ایک ایسا کلب قائم کرے جس کا منشا یہ ہو کہ اُن لوگون کو راہ راست پر لایا جاے جو پردہ توڑنے کے حامی ہین۔"

زبیدہ بیساختہ اس پر ہنس پڑی اور شرارت کی نظرون سے اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ محمود نے اپنی چاے کا ایک گھونٹ پی کر سلسلۂ تقریر کو پھر اس طرح شروع کیا "خیر یہ تو مذاق تھا مسعود کا لڑکپن تھا مگر واقعی امر یہ ہے کہ مجھے بہت خوشی ہوگی اگر آج تم نے کوئی بات بے قاعدہ نہ کی اور مین اپنی شرط جیت گیا کیونکہ اس صورت مین مسعود کو مین مجبور کرون گا کہ وہ اپنے خاندان سے پردہ اُٹھا دے اور اُسکی مدد سے مجھے اس اصلاح کے کام مین بڑی مدد ملے گی۔ ہم دونون ہندوستان مین تہلکہ ڈال دین گے۔"

زبیدہ۔ (بھولے پن سے) "مگر گھر مین تو کوئی بُرا نہ کہے گا؟ مین سچ کہتی ہون کہ غیر مرد کے سامنے مجھے

جاتے بڑا ڈر لگتا ہے۔ ابھی اُس دن کی بات تازہ ہے کچھ بھول تو گئی نہیں۔ مجھے راتوں کو ڈراونی صورتیں نظر آتی ہین۔ اُف۔ اچھا آج نہین کسی اور دن اپنے دوستون کی دعوت کرنا"

محمود۔ (خشمگین ہوکر) "پھر تم نے اپنی واہیات ضد لگا لی۔ مین دعوت کو کیسے ٹال سکتا ہون۔ دو دن سے زیادہ یہ لوگ رہین گے نہین کیونکہ شکار کھیلنے آئے ہین اور خیمون مین رہتے ہین۔ ہان اسپر مجھے یاد آیا کہ کل ہم ایک عمدہ سی "پکنگ پارٹی" کرین گے۔ مسعود نے مجھے اور تم کو دونون مدعو کیا ہے اور تازہ تازہ ہرن کے گوشت کے کباب کھانے کا وعدہ کیا ہے"

زبیدہ۔ (بے ساختہ اور ایک نازکی ادا سے) "اوئی۔ مین تو وہان نہ جاؤن گی۔ شیر بھیڑیون کے جنگل مین اگر اُن کو دعوت کرنا ہے تو ہمارے گھر پر کھانا بھیجدین"

محمود۔ (پیار کے لہجہ مین اُسکے سر پر ہاتھ رکھکر اور پیشانی کا بوسہ لے کر) "بیگم تم مین ابھی تک بڑا لڑکپن ہے۔ مین اپنے دفتر جاتا ہون۔ چند خطوط لکھتا ہون۔ مگر دیکھو پیاری تم آج میری بات رکھنا۔ دل کو مضبوط کر لینا ڈرنا نہین۔ جیسی تم انسان ہو ویسے ہی وہ لوگ ہین۔ آنکھ نیچی کرکے باتین نہ کرنا۔ بلند لہجہ سے بات کا جواب دینا۔ میری پیاری۔ مجھے تم سے اگر اس قدر محبت نہ ہوتی (بوسہ لے کر) تو مین تم کو اپنا ہم خیال بنانے کی ہرگز کوشش نہ کرتا۔ اور نہ یہ چاہتا کہ آزادی۔ اچھی تربیت اور عمدہ عادات اور معاشرت کے اعلےٰ طریقے تم کو حاصل ہوجائین۔ مجھے تم پر پورا بھروسا ہے اور وہ دن میری آنکھون کے سامنے ہے جبکہ ہندوستان کی تمام عورتین میری پیاری بی بی پر فخر کرین گی اور تمھاری عمدہ معاشرت اور "پبلک اسپرٹ" کی ہر طرف سے تعریف و توصیف ہوگی اور تمھارا شوہر ان باتون پر خوشی سے پھولا نہ سمائے گا"

افسوس ہے کہ ہمارا پُرجوش ریفارمر اپنی اس تقریر کا اثر دیکھے بغیر دوسرے کمرے مین چلا گیا۔ ورنہ اُس حسین زیرک اور ذکی الحس لڑکی کے چہرہ پر اُن چند لحظون مین جو تغیرات ہوئے تھے اُن سے اُسکو بڑا سبق حاصل ہوتا۔ اور اتنے بڑے انقلاب کو وہ ایسے کمزور ہاتھون کے سپرد کرتے ہوئے پس و پیش کرتا تھوڑی دیر کے لیے اُسکی شرمگین آنکھین نیچے بچھے ہوئے قالین کے پھول بوٹون کو دیکھتی رہین۔ چائے کا چمچہ ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا اور کرسی کی جھالر سے اُسکی نازک انگلیان دیر تک بے پروائی کے انداز سے کھیلتی رہین۔ پھر اُس نے نظر اُٹھا کر اُس طرف دیکھا جہان محمود چلا گیا تھا تو اُسکے چہرہ پر جوش محبت و وفاداری کی ایسی سرخی اور تمتماہٹ پیدا ہوگئی کہ گویا پاک سے پاک روحانی جذبات نے اُسکو اپنی روشنی سے

یکایک منور کردیا۔ لیکن آنکھین تبا رہی تھین۔ ابروؤن کے بل اور چتونون کے انداز پتہ دے رہے تھے کہ اُسکے دل مین مختلف اور متضاد جذبات باہم ایک بڑی جنگ کر رہے ہین اور شاید۔ ایک لحظہ کے لیے۔ ایک ذرا سے لحظہ کے لیے۔ جوش الفت نے طبیعت ثانیہ پر فتح پاکر اسکے کمزور دل کو اس بات کے تسلیم کرنے پر آمادہ کرلیا کہ جو کچھ اُس کا شوہر کہہ گیا ہے وہ سب ٹھیک اور درست ہے اور وہ خود بڑی ناسمجھ اور ضدی ہے اور اُس نے تہیہ کرلیا کہ اب اپنے پُرانے خیالات اور توہمات کو بالاے طاق رکھکر وہ ایک نیا جسم اختیار کرے گی۔ مگر پیارے ناظرین ٹھہرو۔ دیکھو ایک تیز رو اور تند رفتار موج اُسکے بعد ہی آئی ہے اور سیلاب کی طرح ان سب خیالات کو بہاے جاتی ہے۔ زبیدہ کو اپنی ماں کی غمگین صورت یاد آگئی۔ باپ کا پُرخشم چہرہ سامنے نظر آنے لگا اور بہن بھائیون کی پیچ دلفریب سے بھری ہوی نگاہین اُسکی طرف گھورنے لگین۔ سولہ سترہ برس کی تعلیم و تربیت نے جن خیالات کو طبیعت ثانیہ بنا دیا تھا وہ سب کے سب یکایک اُبھر آئے اور طوفان بپا کرنے لگے۔ کم عمری کی ناسمجھی نے خوف سے دل کو بھر دیا۔ اور عزت و ناموس کی تصویر خیالی خواہ وہ فطری ہو یا مصنوعی مگر جو بدو شعور سے ہمیشہ اُسکے سامنے رہی اور اُسکی سب باتیون پر تسلط کیے ہوے تھی اس وقت بُری طرح زبیدہ کو نفرین و ملامت کر رہی تھی۔ ان خیالات کے مجموعی اثر نے اُسکے چہرہ کی سرخی کو زردی سے بدل دیا۔ آنکھین مایوسانہ انداز سے سامنے کی طرف تکنے لگین۔ نوک مژہ پر موتی کی طرح ڈبڈباے ہوے آنسو جھلک دکھانے لگے۔ اور اُس نے بگڑی ہوی طبیعت کو سنبھالنے کے لیے کئی مرتبہ اپنے گرم رخسارون اور خشک ہونٹون پر بےچینی کے ساتھ ہاتھ پھیرا۔ پھر دل کو تھام کر وہ کرسی سے ٹیک لگا کے ہانپنے لگی اور ایک آہ جگرسوز بھر کر بھرائی ہوی آواز اور دردناک لہجہ مین یہ الفاظ اُسکی زبان سے ادا ہوے "یا اللہ! مین کیا کرون کہ میان مجھ سے ناراض نہ ہون!" مگر اس سے اضطراب مین کوئی کمی اور دل کو ذرا بھی تسلی نہ ہوی اور وہ جلدی سے اُٹھکر کھڑی ہوگئی اور بے سوچے سمجھے محمود کے کمرہ کی طرف بڑھی کہ اتنے مین سامنے کا دروازہ کھلا اور اُسکا بھائی احمد مرزا اندر داخل ہوا۔ زبیدہ سہم گئی اور بے ساختہ پکار اُٹھی "ہین۔ بھیا تم کہان۔ مین سچ کہتی ہون کہ تم نے تو مجھے ڈرا دیا۔ مین بھی کوئی آتا ہے۔"

احمد مرزا۔ (ہنس کر) خوب۔ یہ بھی ایک ہی ہوی۔ مین بھی کوئی ہوّا ہون (قریب آکر اور اُسکے چہرہ کو غور سے دیکھکر) یہ تمھارے چہرہ پر آنسو کیسے؟ بھائی جان نے کچھ کہا ہے۔ خدا کی قسم مین ابھی جاکر اُنکی خبر لیتا ہون۔

زبیدہ (جلدی سے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑکر) نہین نہین۔ انھون نے کچھ نہین کہا۔ تمھین قسم ہے بھیا ابھی وہان

نہ جانا"

احمد مرزا۔"آخر کیون۔(ہاتھ چھڑا کر۔سنجیدہ اور غضب آلود نگاہون سے محمود کے کمرہ کی طرف دیکھکر)
مجھے اُن سے تخلیہ مین کچھ باتین کرنا ہین اور بہت ضروری باتین ہین۔مین نے ابھی ڈپٹی صاحب کی زبانی ......" اسپر زبیدہ نے بیتاب ہوکر اس کی اچکن کا دامن پکڑ لیا اور جلدی جلدی ٹوٹے ہوے لفظون مین کہنے لگی۔"نہین۔نہین۔بھیّا یہ سب جھوٹ ہے۔مین قسم کھا کر کہتی ہون (ایک ناقابل بیان ہراس اسکے دل پر چھاجاتا ہے) ٹھہرو ٹھہرو کہان جاتے ہو (وحشت سے) مین سچ کہتی ہون۔میرا قصور....نہین نہین اچھا تمھاری گھڑی مین کیا بجا ہے؟" اس بے ساختہ سوال پر احمد مرزا کسی قدر مسکرا دیا بہن کی طرف حیرت سے دیکھکر اُس نے گھڑی جیب سے نکالی اور کہا چھ بجنے مین دس منٹ ہین"

زبیدہ۔"تو دو گھنٹے اور رہ گئے"

احمد مرزا۔"کس بات کے؟"

زبیدہ۔"دعوت کے"

احمد مرزا۔"دعوت کیسی؟"

زبیدہ۔(التجا کرکے)"میرے بھیا۔تم میرا ہی خون پیو جو اس دعوت مین آج شریک ہو۔خدا کے لیے کہین چلے جاؤ۔مولوی صاحب نے تم کو بلا بھیجا تھا۔وہین اس وقت چلے جاؤ۔میرے اچھے بھیا۔اس طرح مجھے گھور کر نہ دیکھو۔خفا نہو"

احمد مرزا۔(چین بجبین ہوکر)"آخر کیون۔مین تو یہین رہون گا۔یہ تم مجھسے پہیلیان کیون کھواتی ہو۔کیا مین جانتا نہین۔ذرا مین جاکر ان حضرت کے منھ سے بھی تو اقرار کرا لون۔پھر تم سے بھی مجھے دو ایک باتین کرنا ہین"

یہ آخری جملہ کچھ ایسے لہجہ سے کہا گیا تھا کہ زبیدہ نے سمجھا اُسکی چوری پکڑی گئی اور بھائی کو تمام واقعات معلوم ہوگئے۔اور جب احمد مرزا غصہ سے دامن چھڑا کر مسٹر محمود کے کمرہ کی طرف بڑھا تو وہ بیچاری ہانپتی کانپتی ایک کوچ پر اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گئی اور بے اختیار ہو کر کہہ اُٹھی"الٰہی! میری مدد کیجیو اے مولا مشکل کشا۔اے پنجتن پاک۔آج میری آبرو تمھارے ہاتھ ہے"

"ناظر"

نوائے ذہین

بیم جفائے دہر سے جاکر کہان رہے
ہین آفتین جہان کی انسان جہان رہے

شمشیر ہو نیام مین جبتک ۔ امان رہے
قابو مین چاہیے کہ ہمیشہ زبان رہے

جب نحن اقرب اس نے کہا مل گیا پتہ
کیون دل کے ہوتے اُسکا مکان لامکان رہے

دل اور عرش دونون اُسی کے مکان ہین
مرضی ہے اُسکی چاہے یہان یا وہان رہے

بیکس نواز تیرے سوا اور کون ہے
اللہ بس ہے توہی اگر مہربان رہے

راضی رہے جو تیری رضا پر وہ قلب دے
خواہش نہ سود کی ہو نہ رنج زیان رہے

توفیق وہ عطا ہو کہ کوئی نہ کام ہو
ہر وقت تیرا نام ہی ورد زبان رہے

دورنگیِ جہان مین رہا ایک سا نہ حال
غمگین رہے کبھی تو کبھی شادمان رہے

غمخوار یہ قدیم ہے کیونکر نکال دین
دل مین خوشی جو آئے تو ماتم کہان رہے

افسردگی سے کس کو یہان سیر کی ہوس
گلزار مین بہار رہے یا خزان رہے

کھولی زبان تو خون ہی مینا کا بہ گیا
اچھے رہے جو بزم مین نیبہ دہان رہے

افسوس ہے کہ جاکے نہ آئے کبھی شباب
کچھ دن بہار باغ مین کچھ دن خزان رہے

اسکندر اب نہ جم ہے نہ آئینہ ہے نہ جام
نامی رہے جہان مین نہ اُنکے نشان رہے

پھر میزبان کی نظرون مین رُسکا نہین وقار
خاطر پہ بار ہوکے اگر میہمان رہے

زخم سنان سے زخم لسان ہی بڑھا ہوا
قابو مین وقت غیظ بشر کی زبان رہے

منزل پہ ساتھ والے تو کب کے پہنچ چکے
ہم ایسے سوگئے کہ پسِ کاروان رہے

اب گوش دل سے کون سُنے ذکر رفتگان
"دنیا مین اگلے لوگ ذہین اب کہان رہے"

سید غلام مصطفیٰ ذہین

شاعری اور تقلید

اردو شاعری فارسی کے قدم بقدم چلنے والی اور اُسکا مدار تقلید پر ہے - وہی عاشق وہی معشوق وہی گل و بلبل وہی شمع و پروانہ وہی ساقی وہی پیمانہ - بحور و اوزان بھی وہی - اصناف سخن بھی وہی -
سعدی - حافظ - خسرو - جامی کی طرح اُردو مین بھی میر - درد - مومن - غالب دلّی کا نام روشن کرنیوالے اور آتش لکھنو کے چراغ ہین - متاخرین مین امیر و داغ پر دور ختم ہوگیا آجکل کی اکثر غزلسرائی ان دونون کے دائرۂ تقلید سے باہر نہین ہے -

زمانے کی رفتار - مغربی تعلیم کے اثر نئی روشنی کے دور مین قومی اخلاقی نیچرل شاعری جدت و تقلید دونون پہلو لیئے ہوے ہے تقلید کا مادہ انسان کی فطرت مین داخل ہے جیسی تعلیم جیسی صحبت کا اثر اُسکے دل و دماغ پر پڑتا ہے شاعری بھی ویسا ہی قالب بدلتی رہتی ہے - ہر زمانے کی تقلید سے اُسکی نت نئی شان جلوہ گر ہوتی رہتی ہے -

دلّی کا رنگ عموماً اور میر و غالب کا انداز خصوصاً فطری جذبات کی تاثیر سے خالی نہ تھا اسلیے ان دونون کی تقلید روز افزون ترقی پر ہے - شعر کی تعریف یہ ہے کہ سُننے والے کے دل پر مستقل اثر چھوڑ جاے - ایسے اشعار اُسی دل سے نکل سکتے ہین جو میر کے سینے مین تھا' یا اُسی دماغ سے پیدا ہو سکتے ہین جو غالب کے سر مین تھا - اسکا یہ مطلب نہین کہ سب کچھ انھین دونون کے لیے پہلے بھی تھا اور قیامت تک رہے گا جسکے دل و دماغ مین کم و بیش ایسا مادہ موجود ہے اور جس کو فطرت نے اس قابل پیدا کیا ہے وہ کچھ نہ کچھ موثر و دلکش جذبات کے حصے لے سکتا ہے -
میر و غالب کے خصوصیات کلام سے اتنا پتا چل سکتا ہے کہ انکی تقلید مین پوری کامیابی مشکل سے ہوسکتی ہے - الفاظ - ترکیبین مجازی قالب مین آجائین مگر پیکر الفاظ مین معنی کی روح پھونک دینے والی شاعری اصلی و حقیقی شان کم جلوہ گر ہوتی ہے کیسی تصویر مین سارے خط و خال بلا فرق سر مو کھنچ آئین مگر ایک شاعر کہہ گیا ہے -

گر مصور صورت آن جان جان خواہد کشید ۔ حیرتے دارم کہ نازش را چسان خواہد کشید

اثر مین ڈوبے ہوے جذبات' تاثیر سے بھرے ہوے خیالات' جو کسی شاعر کے فطری مایۂ خمیر ہوتے ہین صرف مشق یا زور طبع سے نہین حاصل ہوتے - یہ دولت کسبی نہین وہبی ہوتی ہے -

ایں سعادت بزورِ بازو نیست | تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حسنِ سخن کے لیے ممتاز شعرا کے قدم بقدم چلنا اچھا ہے، صرف تقلید کے نکات سمجھنے والا اور مذاق سلیم رکھنے والا مقلد چاہیے۔ کوئی باکمال زمانے کے اثر یا کسی اور سبب سے سخیف یا مبتذل شعر کہہ جائے تو اُسکی تقلید مستقل نا دیا ہے کلبِ انسانی کا خاصہ ہے جس قسم کے اثر سے متاثر ہوتا ہے وہی اثر دوسروں پر اپنے کلام سے پہنچانے میں کامیاب ہوتا ہے جس طرح اگلوں کے جذبات سے متاثر ہو کر میر و غیرہ کے موثر کلام نے قبولیت پائی ہے اب بھی دل و دماغ رکھنے والے اُس سلسلے کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

یہ بحث کہ بمثل اساتذہ سخن کے مقبول و دلکش کلام میں خصوصیات ممتاز ہیں ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی کے مطابق محض خامہ فرسائی سے سمجھنا مشکل ہے اجمال کو تفصیل کی ضرورت ہوتی ہے اسلیے مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہوں۔

میر

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے | عمر یونہی تمام ہوتی ہے

صبح گزری شام ہونے آئی میر | تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

سادگی کے سوا اس قسم کے اشعار میں کچھ نہیں معلوم ہوتا مگر سہل ممتنع ہونے اور ضرب المثل بن جانے کی خصوصیت کیا کم ہے

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا | لہو آتا ہے جب نہیں آتا

گریۂ اشک و خون کے مضامین بہت شعرا لکھ گئے ہیں اور لکھتے جاتے ہیں۔ مگر یہ مضمون کہ اشک کب آتا ہے اور لہو کب آتا ہے اس صفائی و بے تکلفی کے ساتھ شاید ہی کسی سے ادا ہوا ہو۔

پاسِ ناموسِ عشق تھا ورنہ | کتنے آنسو پلک تک آئے تھے

ضبطِ گریہ کا کتنا اچھا سبب پاسِ ناموسِ عشق ہے پھر تصویر کیسی پاکیزہ دکھائی گئی ہے آنسو پلکوں تک آنے سے پھر بھی باز نہ آئے۔ کتنے کے لفظ نے بھی خاص بلاغت پیدا کی ہے۔ یہ انداز انھیں کا حصہ ہے۔

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ہمدم | تو کب تک مرے منھ کو دھوتا رہے گا

اکثر کے ساتھ کب تک قابلِ غور ہے پھر غمخواری کی تکلیف کا خیال اپنے رونے دھونے سے زیادہ ہے کیا کہنا!

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں | جسے ابر ہر سال رونا رہے گا

ایسی بیکسی و حسرت کا رونا جس پر ابر کو بھی روئے بغیر چین نہ آئے اور پھر ہر سال نے استمراری قید لگا دی ہے۔

ہنستا ہی مین پھرون جو مرا کچھ ہو اختیار ۔ پر کیا کرون مین دیدۂ بے اختیار کو

بے اختیاری کا رونا کس پہلو سے کیسے لطیف کنائے کے ساتھ نبدھا ہے جس کی تعریف نہین ہوسکتی۔

دل اسقدر شکستہ ہوا تھا کہ رات میر ۔ آئی جو بات لب پہ وہ فریاد ہوگئی

شکستگی دل کا اثر اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو بات لب پر آئی فریاد ہوگئی، بیساختگی دیکھیے۔

اُسکے ایفاے عہد تک نہ جیے ۔ عمر نے ہم سے بیوفائی کی

معشوق نے ایفاے عہد مین اتنی دیر کی جس کی شکایت نہین اپنی ہی عمر کی بیوفائی کا افسوس ہے۔ ان خیالات کا کیا کہنا!

بیہوشی سی آتی ہے تجھے اُسکی گلی مین ۔ گر ہو سکے اے میر تو اُس راہ نہ جا تو

اور خوبیون سے قطع نظر کہ ہوسکے قابل غور ہے بے اختیاری کا پہلو بیان بھی فہمائش مین مدنظر ہے، سبحان اللہ!

پہلی سی بے خودی کچھ آج نہین ۔ ایک مدت سے وہ مزاج نہین

اس وہ کی تعریف نہین ہوسکتی ذرا سا اشارا کہان سے کہان پہنچتا ہے؟

گیا شاید اُس شمع رو کا خیال ۔ کہ اب میر کے مُنھ پہ کچھ نور ہے

محاورے کی رعایت معنوی کا خیال رکھا گیا ہے شمع رو کی رعایت لفظی صرف لفظون مین دکھائی گئی ہے۔
مُنھ پہ نور یعنے رونق و آب و تاب اُسی وقت تک رہتی ہے جبتک کسی شمع رو کی یاد مین کوئی گھُل نہ گیا ہو۔

اب تو جاتا ہی ہے کعبے سے تو بتخانے کو ۔ جلد پھر آئیو اے میر خدا کو سونپا

سبحان اللہ کعبے سے بتخانے کو جاتے وقت دعا بھی کیا خوب دی گئی ہے اُس پر جلد پھر آئیو کا لطف علاوہ ہے۔

ہماری زبان سے ہے صیاد خوش ۔ ہمین اب امید رہائی نہین

سب شعرا لکھتے ہین کہ صیاد ظالم خفا ہو گیا اب قفس سے رہائی مشکل ہے خفگی مین دوہری قیدین لگائیگا مگر یہان یہ خصوصیت جدت کے ساتھ قابل غور ہے کہ ایسے طائر خوشنوا کو صیاد کیونکر نبد قفس سے رہا کر سکتا ہے جس سے دلبستگی ہوگئی ہو اور جس کی پیاری بولیون سے اُسکا دل بہلتا ہو۔

ہم ہین مجروح ماجرا یہ ہے ۔ وہ نمک چھڑکے ہے مزا یہ ہے ۔ آگ تھے ابتداے عشق مین ہم ۔ اب ہوے خاک انتہا یہ ہے
نمک بر جراحت کے معنوی مضمون نے چھوٹے چھوٹے مصرعون مین نبدش کی خوبی و طرز بیان کی خوش اسلوبی سے مزا دیا ہے ابتدا و انتہا عشق کی کچھ اس طرح تبدیل کی گئی ہے کہ آگ اور خاک کے دو عنصر پیدا ہو گئے ہین سبحان اللہ

اس شعر کا کیا جواب ہو سکتا ہے جس پر بیساختہ یہ مصرع یاد آتا ہے ؎ شعر کیا شاعری کا جوہر ہے۔

شکر اُسکی جفا کا ہو نہ سکا　　اپنے دل سے ہمین گلا ہے یہ

گلہ بھی ہو تو ایسا ہو کہ جس سے بڑھکے شکریہ بھی نہین ہو سکتا جو مضمون ہے اپنی نوعیت مین امتیازی شان رکھتا ہے

کس کو مرے حال سے تھی آگہی　　نالۂ شب سب کو خبر کر گیا

اخفاے راز کے ساتھ عشق کا اظہار نالۂ شب سے کیا گیا ہے جس کے لطف کو عاشق مزاج ہی سمجھ سکتا ہے

ذرا ذرا سے مصرعون مین کیا کیا جذبات قلبیہ کی تصویرین کھنچ جاتی ہین۔

دین عمر خضر موسم پیری مین تو نہ لے　　مرنا ہی اس سے خوب ہے عہد شباب مین

بات صرف اتنی ہے کہ بڑھاپے کی زندگی سے جوانی کی موت اچھی مگر کتنی بلیغ کر کے شعر کے پیرایے مین لائی گئی ہے۔

میر صاحب کو دیکھیے جو بنے　　اب بہت گھر سے کم نکلتے ہین

ضعف پیری شکستہ حالی وغیرہ خدا جانے کتنے آخر عمر کے حسرتناک منظر در پردہ ایک مقطعے مین دکھائے گئے ہین

اس بہت اور کم کو دیکھیے پھر زبان کا خاص انداز "دیکھیے جو بنے" کچھ اور ہی حسرت انگیز ہے۔

میر صاحب زمانہ نازک ہے　　دونون ہاتھون سے تھامیے دستار

اُس زمانہ سے بڑھ کے نازک اور کون سا زمانہ ہو سکتا ہے جب سر کی پگڑی سنبھالنے آدمی کو نہ بنے "دونون ہاتھون سے تھامیے دستار" خاص انداز ہے جس پر بیساختگی بیساختہ قربان ہوا چاہتی ہے۔

زیست اک ماندگی کا وقفہ ہے　　یعنے آگے چلین گے دم لے کر

زندگی کی مدت اس سے بہتر شاید ہی کسی نے تبائی ہو۔ ماندگی کا وقفہ کہنے کے بعد آگے چلنے کا لطف کچھ نہ پوچھیے اور پھر "دم لے کر" مین جو خوبی ہے اپنا جواب نہین رکھتی۔ یہی شعر ہے جو لاجواب شاعری کے ثبوت کو تنہا کافی ہے۔

کل پاؤن ایک کاسہ سر پر جو پڑ گیا　　یک سر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھکے چل راہ بے خبر　　مین بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

قطعہ کاہے کو عبرت کا کارنامہ ہے جسم فانی کی فنا کا حسرت خیز سبق ہے، بے خبر کہکے ہشیار کرنا گویا غافلون کے لیے تنبیہ کا تازیانہ ہے، پُر غرور کی صفت مغرور کو ٹھوکر سے جگانے کے لیے پوری سرزنش ہے۔ سننے والا سوا اسکے کہ اُف اُف کہکر قالب خاکی کی بے ثباتی پر افسوس کرنے لگے اور کیا راہ دے سکتا ہے۔

چلا نہ پھر اُسی کوچے کو چپکے چپکے میر　　ابھی مین اُسکی گلی سے پکار لایا ہون

بار بار معشوق کی گلی میں جانا پھر چپکے چپکے جانے پر بھی تقاضائے صبر کا روکنا اور پھر نہ ماننا کتنے خیالات دو مصرعوں میں ادا کیے گئے ہیں اشتیاق کوئے جانان کی اس سے بہتر تصویر کیا کھینچ سکتی ہے۔ ایک شعر جذبات عشق کا دفتر ہے پکار لانے کے بعد چپکے چپکے جانے کو غور کیجیے۔ زبان کی صفائی انداز بیان کی برجستگی کو دیکھیے خدا جانے کیا کیا کہہ جاتے تھے کہنے والا ہی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شعر کس طرح کہے جاتے ہیں۔

میر کے ہمعصر مرزا سودا قصیدہ گوئی میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے اور زمانے کی بد مذاقی نے ہجو گوئی کا تمغا بھی گلے لگا دیا تھا غزل سرائی میں اپنے ممتاز ہمعصر سے جداگانہ انداز رکھتے تھے یہاں وضاحت کے ساتھ دونوں کے فرق مراتب کا اظہار نہیں ہو سکتا اسلیے حضرت استاذی امیر مینائی کے مقطع پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔

سودا و میر دونوں تھے کامل مگر امیر　　　ہے فرق واہ واہ میں اور آہ آہ میں

میر کے تتبع یا تقلید کا فخر کتنے شعرا کو حاصل ہوا اسکی تفصیل بھی طوالت کی محتاج ہے حسن اعتقاد تو سبھی رکھتے تھے۔

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ　　　آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

متاخرین میں قبلہ امیر مینائی کو بھی میر کے اتباع کا امتیاز حاصل ہوا ہے چند اشعار جو محفوظ حافظہ میں لکھے جاتے ہیں اس وقت کوئی دیوان موجود نہیں ان اشعار پر کسی قسم کی رائے دینے کی جرأت نہیں کرتا اس لیے کہ شاگردی کی نسبت طرفداری کا داغ لگانے سے ڈراتی ہے۔

(امیر مینائی)

پوچھی امیر سے کل میں نے جو دل کی حالت　　　سینے پہ ہاتھ رکھ کر بے اختیار رویا

عادت تو امیر ہی ہے فریاد و فغاں کی　　　پر شیوۂ تسلیم و رضا اور ہی کچھ ہے

کہتے ہو کہ [illegible] نہیں ہیں عاشق　　　صورت تو امیر اپنی دیکھو

[illegible]　　　چپ [illegible] غریب ہے [illegible]

اوروں پہ [illegible] کب تک　　　تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

[illegible]　　　کیا ناز و غضب [illegible] رہے ہیں

کیوں کر [illegible] تکلیف　　　آنسو مرے منہ کو دھو رہے ہیں

زانو پہ امیر سر کو رکھے　　　پہروں گزری کہ رو رہے ہیں

وہ نیرنگ پرداز ہے عمر انسان | دکھاتی ہے یہ تین شکلین بدل کر

جہان ست مجھے لائی تھی میری عمر | وہین سبز دکھلا کے پہنچا گئی

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر | آئے تھے دنیا مین اس دن کے لیے

پڑا ہے دست اجل لاکھ بار مجھ پہ مگر | نکل گیا ہون تڑپ کر وہ بیقرار ہون مین

فرقت مین کیون نہ تھا کسی کروٹ مجھے قرار | کیا دونون پہلوؤن مین دل ناصبور تھا

وصال مین بھی تو مٹتا نہین ہے شوق وصال | بغل مین تو ہے مگر پھر ہے جستجو تیری

مشرب عشق مین کیسی ہین یہ الٹی باتین | دل کے جانے کو کہا کرتے ہین آنا دل کا

گذر حرم مین نہین ہے تو دیر کو چلیے | امیر کام کہین بند ہے خدائی کا

امیر جاتے ہو بت خانے کی زیارت کو | پڑے گا راہ مین کعبہ سلام کر لینا

رات دن زیر زمین لوگ چلے جاتے ہین | نہین معلوم تہ خاک تماشا کیا ہے

اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین اسکا غم ہے | اے عزیزو ملک الموت نے گھر دیکھ لیا

آئے تھے دنیا مین رہنے کو امیر | سیر کر لی اور اپنے گھر چلے

(باقی آئندہ)

شفق عماد پوری

اے دوست تا بنالم از کلفت جدائی | جانم رسید بر لب وقت است باز آئی

دل دادہ بہ غیرے - با غیر آشنائی | خون کردہ دل ما تو خوب دلربائی

افسانہ دل ما از دیگران بگوئی | با غیر ہمنشینی - با غیر ہم نوائی

اے شوخ عشق حشمت دانی ہمین چہ اگر | دل درد آشنا شد جان نذر کج ادائی

مدہوش جام عشقم از خود خبر ندارم | برپا جہان تو کردی خورش خود نما خدائی

دل نقد خوب بودہ کردم نثار رویت | لیکن ز تو نہ دیدم جز جور بے وفائی

حال دلم کہ خون شد از دیگران چہ گویم | بر من بسبب من ز صد تیر کج ادائی

از گردنم جدا کن این حلقہ غلامی | حریت جفا کش ! کے آئی تو کجائی

اے رحمت دو عالم بر من بکن نگاہے | مقبول دو جہانی محبوب کبریائی

اے عندلیب از گل حالم چرا نہ گوئی | من بینوا اسیرم تو مرغ خوش نوائی

بہار جوش (تنقید)

عالی جناب راجہ مہیشور پرشاد جوش رئیس اعظم مظفرپور کا دیوان بہار جوش حضرت حفیظ جونپوری کی سعی سے حکیم برہم صاحب کے مطبع مین چھپ کر شایع ہوگیا ہے۔ اور بغرض ریویو ہمارے دفتر مین بھی آیا ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ ہے۔

ایک مستند شاعر کی نگرانی مین جو کلام طبع ہو اُسے عمدہ اور صحیح ہونا چاہیے لیکن افسوس ہے کہ یہ قیاس دیوان بہار جوش پر صادق نہین آتا۔ کلام مین جا بجا فن اور زبان کی غلطیان موجود ہین۔ ہمارا خیال ہے کہ اب اُردو مین صحیح تالیفات و تصنیفات بکثرت شایع ہونے کی ضرورت ہے نہ ایسی تصنیفین جن سے غلط اُردو پھیلے اور عام طبایع پر بُرا اثر پڑے۔

دیوان اس حمدیہ شعر سے شروع ہوتا ہے ؎ منور تیرے جلوے سے ہر اک کو اے صنم پایا + خلاصہ یہ تجھی کو رونق دیر و حرم پایا +
یہ مطلع ضرور قابل تعریف ہے مگر اب اسی غزل کا دوسرا شعر ملاحظہ ہو ؎ نہین دیر و حرم کی جستجو سے کیا غرض ہم تو + وہان سجدہ کیا جس جا ترا نقش قدم پایا +
مصرعہ اولی مین "ہم نے تو" کی جگہ پر صرف "ہم تو" کسی طرح صحیح نہین۔ یہان حرف فاعل یعنی "نے" کا لانا ضروری ہے۔ ؎

حسینون کا اک مشغلہ کھیل ہے یہ ۔۔۔ اسے آزمانا اُسے آزمانا

مشغلہ یا کھیل دونون مین سے ایک لفظ حشو اور برائے بیت ہے۔ ایک دوسری غزل کا مطلع ملاحظہ فرمائیے ؎

جوش پر ہے کیا شباب آیا ہوا ۔۔۔ ہائے رے سینہ یہ گدرایا ہوا

حضرت جوش کو شاید یہ خبر نہین کہ زمانے کا مذاق بدلتا رہتا ہے۔ اس مہذب دور مین کہ نئی روشنی نے دنیا کو جگمگا دیا ہے ایسے گندہ مذاق کی داد نہین مل سکتی۔ ہمارے خیال مین یہ شعر اور اس قسم کے تمام شعر بالکل نکال ڈالنے کے قابل تھے۔

اور ملاحظہ فرمائیے ؎ "کھا کے تیر ناز محفل سے اُٹھا تو یہ کہا + دیکھیے دل مین چھپا کر میرا ارمان لے چلا"
شعر سے یہ بات ظاہر نہین ہوتی کہ تیر ناز کھا کر محفل سے کون اُٹھا اور کس نے کہا کہ دیکھیے دل مین ... الخ

اس زمین مین یہ شعر قابل تعریف ہے ؎

رہ گئے داغون کو دل کے دیکھکر حسرت سے ہم ۔۔۔ باغ کے پھولون سے جب وہ بھر کے دامان لے چلا

اور سُنیے ؎ تڑپنے مین کیا تیلیون کا لحاظ ۔۔۔ قفس بھی نشیمن ہے صیاد کا

شعر کا مطلب یہ ہوا کہ نشیمن مین تیلیون کا لحاظ چاہیے نہ قفس مین حالانکہ یہ بالکل خلاف واقع اور غلط ہے نشیمن مین تیلیان ہوتی ہی نہین۔ اور فرماتے ہین ؎ ہم جو کچھ اور تپے کی کہہ دین + عرق آجائے گا شرمائیے گا "
"کہہ دین" کی جگہ مصرعہ اولی مین "کہہ دین گے" چاہیے اسلیے کہ ردیف مین "گا" موجود ہے۔ اب اس غزل کا مقطع دیکھیے ؎

جوش سے چشم وفا کی امید ۔۔۔ دیکھیے دیکھیے پچھتائیے گا

"چشم وفا کی امید" چہ معنی دارد! چشم کے معنے خود ہی اُمید کے ہین۔ لہذا لفظ امید حشو اور مصرعہ مہمل ہے صرف "چشم وفا" یا

امید وفا چاہیے۔ ایک بڑا عیب یہ ہے کہ شاعر عاشق ہو کر خود اپنے کو بیوفا ظاہر کرتا ہے حالانکہ بیوفائی معشوق کی صفت ہونی چاہیے۔ ؎ تم نے کی دو بات جس سے ہو گیا دیوانہ وہ + تم نے تاکا جسکو وہ بندہ تمھارا ہو گیا +

"تم نے کی دو بات" بالکل غلط اور خلاف محاورہ ہے۔ جب مفعول مؤنث اور ایک سے زیادہ ہو تو فعل اور مفعول دونوں کا جمع لانا لازمی ہے لہذا "تم نے کین دو باتین" چاہیے ؎

جب سُنا ہم نے کسی سے دل گیا — آنکھ بھر آئی کلیجا ہل گیا

جمع کی جگہ واحد کا استعمال ٹھیک نہین۔ آنکھین بھر آئین کہنا چاہیے۔ یہ ممکن نہین کہ صرف ایک ہی آنکھ بھر آئے ؎

آہ سے پھوٹے جگر کے آبلے — ٹھیس کھا کر زخم دل کا چھل گیا

آبلے کو زخم کہنا اور پھوٹنے کو چھلنا کسی طرح صحیح نہین ہے ؎

تم لاکھ قسم کھاؤ پہ باور نہین آتا — وعدہ کبھی ایسون سے وفا ہو نہین سکتا

لیکن کے معنے مین "پر" کی جگہ "پہ" عرصہ سے متروک ہو چکا ہے۔ اب اسے صحیح و فصیح نہین کہہ سکتے ؎

پریشان روح کرتی ہین صدائین شور ماتم کی — قیامت ڈھا رہی ہے ہر ادا اُس زلف پرخم کی

اول تو پہلے مصرعہ کو دوسرے سے کوئی لگاؤ ہی نہین۔ زلف پرخم کی اداؤن سے شور ماتم کی صدائین پیدا ہونا اور پھر روح کو پریشان کرنا نئی بات ہے جو دیوان جوش کے سوا دوسری جگہ نہین مل سکتی۔ دوسرے یہ کہ "روح کو پریشان کرتی ہین" کی جگہ پر "روح پریشان کرتی ہین" کسی صورت سے جائز نہین ہو سکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ "پریشان روح" ترکیب مقلوب کے ساتھ فاعل صفتی ہے "آوارہ مزاج" کی طرح تب بھی مصرعہ فصاحت سے دور ہے۔ اور سنیے ؎

جو دیکھا پی کے تو کیفیتِ مے اور ہی کچھ ہے — غلط یہ لوگ کہتے ہین دوا ہے دافع غم کی

"دافع غم" کی دوا ہونا یہ عجیب بے معنی بات ہے۔ کیا دافع غم بھی کسی بیماری کا نام ہے۔ حرف اضافت "کی" جو اس زمین مین ردیف واقع ہوا ہے موجود ہے تو پھر دافع کی اضافت غم کی جانب کیسی؟ اور اگر بلا اضافت پڑھا جائے تو مصرعہ موزون نہین ہوتا۔ اور بحالت موجودہ سرے سے مصرعہ ہی مہمل ہے۔

ناظرین پر واضح رہے کہ ہم اپنی کم فرصتی کی وجہ سے پورا دیوان مطالعہ نہ کر سکے۔ صرف دو چار غزلین ردیف الف مین اور دو چار ردیف یا ہی مین دیکھ سکے لہذا المصداق "قیاس کن زگلستان من بہار مرا" انھین چند غزلون سے سارے دیوان کی نوعیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ناحق شناسی ہوگی اگر اس موقع پر یہ بھی نہ کہدیا جائے کہ بہار جوش مین صرف عیوب ہی نہین بلکہ بیشتر اشعار دلچسپ اور قابل داد بھی موجود ہین۔ تمثیلاً یہ چند شعر ملاحظہ ہون ؎

ہم اسیرون کو بہار باغ سے مطلب ہی کیا — کیون قفس صیاد اب سوے گلستان لے چلا

کہین بھی تم رہو لیکن مری نظرون مین پھرتے ہو — یہ چشم شوق وہ ہے جس سے پردا ہو نہین سکتا

تسکین سے جگر کی تڑپ اور بڑھ گئی
سچ ہے کوئی علاج نہیں اضطراب کا

قفس میں تڑپتے کٹی فصل گل
اب آگئے کہوں تجھ سے صیاد کیا

وارات دشمن سے فرصت کہاں
کروگے ہمیں بھول کر یاد کیا

کیا غضب ہے پوچھنا یہ اُس تغافل کیش کا
ہائے یہ کیا حال دو دن میں تمہارا ہوگیا

حال دل اُن کو فسانہ ہوگیا
نیند آنے کا بہانہ ہوگیا

دل ہلا نالوں سے میرے اُس ستم ایجاد کیا
بھر گیا تاثیر سے دامن مری فریاد کا

جہاں اُنکے پاؤں کی آہٹ ملی
خوشی سے کلیجا اوچھلنے لگا

مختصر یہ کہ کلام جوش باوجود دلچسپ و مزہ دار ہونے کے مزید اصلاح کا محتاج ہے۔ امید ہے کہ حضرت مصنف ہماری اس جائز نکتہ چینی سے کوئی بُرا اثر نہ لیں گے۔

قیمت کتاب پر درج نہیں۔ حضرت مصنف ممدوح یا جناب حفیظ جونپوری سے مل سکتی ہے۔

محمد حسین محوی

غزلیات

روح تڑپے گی وہ یہ کہکے جو گریاں ہونگے
مرنے والے ترے دل میں بہت ارماں ہونگے

مٹکے ہم عشق میں تقدیر پہ نازاں ہونگے
خاک یوں ہونگے کہ خاکِ درِ جاناں ہونگے

سب تو بیچین ہیں محفل میں تری شوخی سے
جو تڑپتے نہیں دو چار وہ بے جان ہونگے

ہوکے آزاد بھی آزاد نہ ہوں گے صیاد
قید سے چھوٹکے ہم بندۂ احسان ہونگے

حال بربادیِ اغیار کا میں کیوں کہتا
کیا خبر تھی مجھے آتا وہ پریشان ہونگے

خونِ دل غم سے بچا کچھ تو دکھا دے گا بہار
غنچۂ گل کی طرح سرخ وہ پیکان ہونگے

شمع پروانے کو روتی ہے تو وہ کہتے ہیں
کوئی مرجائے مگر ہم تو نہ گریان ہونگے

پی کے میخانے سے نکلے ہیں نہ چھیڑو رندو!
منھ چھپائے ہیں کوئی مرد مسلمان ہونگے

وہ جو روٹھے ہیں شب وصل تو آہیں کرلوں
اور بگڑیں گے اگر بال پریشان ہونگے

اشک خوں ہو کے جنوں خوب دکھائیگا بہار
سرخ مثل رگِ گل تارِ گریبان ہونگے

ہم کو آشفتگیِ دل کا علاج آتا ہے
جان دیدینگے زیادہ جو پریشان ہونگے

اے جنوں زخم مزا دینگے جو روئیں گے ہم
فیضِ ریگِ بیابان نمک افشان ہونگے

سیر دیکھین گے، رے دل کے جلانے والے — پھول اُنکو شررِ نالۂ سوزان ہو نگے
قطرۂ خونِ عناد ل کبھی چھپنے کے نہین — رنگ ہین بنکے رخِ گُل سے نمایان ہونگے
عوضِ نامۂ اعمال جنون حشر کے دن — تنکے کچھ ہاتھ مین کچھ تارِ رگ جان ہونگے
کیا قیامت ہے وہ کہتے ہین مرے دفن کے بعد — ہم نئی قبر پہ شوخی سے خرامان ہونگے

باغ جنت مین فضا لطف سخن آ ئے گا
ساتھ ہم حضرت مومن کے غزلخوان ہو نگے
شیخ محمد عالیجاہ فضا لکھنوی

بت ناآشنا تجھ سے محبت کرکے پچتا ئے — عبادت کی بہت لیکن عبادت کرکے پچتائے
نہ اُنکے کام کا دل ہے نہ وہ ہین دل کے مطلب کے — یہ غارت ہو کے پچتایا وہ غارت کرکے پچتائے
سوا مُنھ چوم لینے کے نہین کچھ بھی جواب اسکا — وہ ہنس کر پوچھتے ہین کیون محبت کرکے پچتائے
بلا سے جان ہوی بیداد تیرے وصل کی حسرت — اسی حسرت نے مارا ہم یہ حسرت کرکے پچتائے
ستم یاد آئے اپنے رو دیے دل بھی تڑپ اُٹھا — مزار کشتگان کی وہ زیارت کرکے پچتائے
وہ فرماتے ہین شاکیِ ستم ہو با وفا ہوکر — دل بے صبر ہم اُن سے شکایت کرکے پچتائے
تبسم لب پہ ہے وہ شرم سے گردن جھکائے ہین — ہم اُنکے سامنے اظہار حسرت کرکے پچتائے
بُرا تھا یا بھلا تھا جی تو فرقت مین بہلتا تھا — دل مضطر کو ہم پہلو سے رخصت کرکے پچتائے

ستم کرنے کی عادت ہے جفاؤن کا وہ خوگر ہے
جگر ایسا نہو تجھپر عنایت کرکے پچتا ئے
محمد افتخار علی جگر صدیقی

ہمدم گلے پہ خنجر قاتل کو دیکھنا — پھر میرے جان نثاری کے حاصل کو دیکھنا
مجنون جمالِ دوست کو بس دل مین دیکھنا — ہرگز نظر اُٹھا کے نہ محمل کو دیکھنا
بسمل بنی ہوی ہین تمنائین سیکڑون — مقتل کا دیکھنا ہے مرے دل کو دیکھنا
جانا جو اُس گلی مین کبھی اے صبا ذرا — ذرّون مین میرے خاک شدہ دل کو دیکھنا
سُنتے ہین بن گئے ہین تماشائی آئینے — اک دن ہمین بھی ہے تری محفل کو دیکھنا
کعبہ مین بھی یہ کافرِ الفت ہے نالہ کش — ناقوس بن گیا ہے مرے دل کو دیکھنا
کچھ غم نہین اگر متلاطم ہے بحرِ عشق — مشرب مین میرے کفر ہے ساحل کو دیکھنا
لپٹا لیا ہے غنچہ کو سینہ سے باغ مین — خود رفتگیِ عاشق بے دل کو دیکھنا
آخر محیط عشق کا کچھ ادر چھور ہے — اے ناخدا ذرا تو ہی ساحل کو دیکھنا

صوبہ بہار کی ایک بستی سے ایک ادبی رسالہ لسان العصر کے نام سے شایع ہونا شروع ہوا ہے۔ جسکے ایڈیٹر سید وصی بلگرامی ہین۔ ہمارا جی نہین چاہتا کہ اس رسالہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرین نہ اسلیے کہ حقیقت و واقعیت کے بیان سے ہم جھجکتے ہین بلکہ اس خیال سے کہ جس سرزمین مین یہ درخت لگایا گیا ہے اُسکو رفتار ترقی کے لحاظ سے اپنے ہم پایہ صوبون کے مقابلہ مین وہ منزلت حاصل نہین جو اُسکی حیثیت و مرتبہ کے مناسب حال ہو اور اسلیے جو کوشش اور جدوجہد وہان کے باشندے کرتے ہین اُن مین اُنکی حوصلہ افزائی اور اعانت کرنا ہم اپنا فرض جانتے ہین۔ ایسی صورت مین اندیشہ ہے کہ ہماری صاف بیانی سے صاحب رسالہ بددل اور پست ہمت نہون۔ تاہم چونکہ غلط راہ چلنے مین اکثر و بیشتر نقصان ہی کا خطرہ ہے اور نفع و فلاح شاذ و نادر ہی ممکن ہے اسلیے ہم یہ مشورہ دینے کی جرات کرینگے کہ مسٹر وصی لسان العصر نکالنے کے بجاے اگر پہلے کچھ روز کسی اخبار یا رسالے کے دفتر مین کام کر لیتے تو اُنکو اس قسم کے کام کا کافی تجربہ ہو جاتا۔

اگر رسالہ کے یہی معنی ہین کہ چند مضامین و غزلیات کو بغیر کسی ترتیب و نظم کے ایک مجموعہ کی صورت مین چھاپ دیا جائے اور اگر ایڈیٹر بننے کے لیے صرف اسی قدر اہلیت درکار ہے کہ انسان کسی مضمون پر چند سطرین لکھ سکے یا چند ابیات موزون کر سکے تو بلاشبہ لسان العصر ایک رسالہ اور مسٹر وصی اُسکے ایڈیٹر کہے جانے کے مستحق ہین۔ لیکن ہم سمجھتے ہین اور تمام ارباب ذوق سلیم جانتے ہین کہ رسالہ کی تدوین و تیاری مین ایڈیٹر کی ذمہ داریان اس سے بہت زیادہ اور بہت بلند ہین۔

لسان العصر کے سرورق مین سب سے ممتاز موقع پر "ادب اُردو کا ایک بہترین رسالہ" لکھا ہوا ہے لیکن پہلے ہی صفحہ مین "حسن اُردو کا حجاب اُٹھانے" کے لیے جب نگاہ بڑھتی ہے تو ملہم غیبی "یہ گرانمایہ نعمت کرامت" کرتا ہے۔

ہان اے قلم رواں ہو کہ تو برق طور ہے — ہے طبع وجد مین مجھے لکھنا ضرور ہے
جدول ہے کہکشان کا بین السطور ہے — قط زن ہے استخوان کا کہ اعضاے حور ہے

شہرہ تمام خلق مین اپنے سخن کا ہے
کاغذ کا یہ ورق ہے کہ تختہ چمن کا ہے

اور بے اختیار یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ جناب بلگرامی ترا شعر گفتن چہ ضرور؟

افسوس ہے کہ ہمارے ملک مین اسقدر بدمذاقی پھیلی ہوی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نافہمی و کم بینی سے ذرا سی دوڑ دھوپ اور محنت کے بعد چند اوراق کا ایک مجموعہ پریشان شائع کرکے بزعم خود ایڈیٹر بن کر بیٹھ جاتا ہے تو لوگ بدمذاق اور بے تمیز لوگ تعریفون کے وہ پل باندھتے ہین کہ اُسکے رہے سہے ہوش بھی گم ہو جاتے ہین اور پھر وہ ایک لمحہ کے لیے بھی یہ ماننے کے لیے تیار نہین ہوتا کہ جو راہ اُس نے اختیار کی ہے وہ غلط اور سراپا غلط ہے۔

ہم مسٹر وصی بلگرامی سے اس تلخ گفتاری کے لیے معذرت خواہ ہین اور امید کرتے ہین کہ وہ اپنے اوپر حسن زبان کی خدمت کرنے کا اُنھین شوق ہے اُسپر اور نیز ساری قوم پر رحم فرماکر اس کام سے دست بردار ہو جائینگے اور اگر روپیہ کا کوئی دوسرا مصرف نہین ہے تو پھر کوئی تنخواہ دار ایڈیٹر نوکر رکھکر اُس سے کام لین یا کسی غریب اُستاد کی خدمت مین زانوے شاگردی تہ کرین اور اس روپیہ کو اُسکی خدمت مین بطور نذر پیش کر دین۔

کتاب مفت نذر ہے

ہر انسان اپنی زندگی کو تندرستی اور آرام کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے اگر تندرستی حاصل نہین تو ایسی زندگی کو بے سود جان کر اس سے مرجانا بہتر سمجھتا ہے پس اگر تندرستی کے کامل بھیدون سے آپ واقف وہمیشہ تندرست طاقتور نوجوان بنے رہنا چاہتے ہون تو ہماری کتاب

کام شاستر

ہم سے بلاقیمت مفت منگوا کر مطالعہ کیجیے۔ جو انگریزی۔ اردو۔ گجراتی۔ برہمی۔ کنریز۔ تامل۔ مرہٹی۔ تیلگو۔ بنگالی مختلف زبانون مین چھپی ہوی موجود ہے اسکا محصول بھی ہم ہی ادا کرینگے پتہ ذیل مین درج ہے۔

غیبی امداد آتنگ نگرہ گولیان

مریض آیندہ دیدہ و دانستہ موت کے منھ مین جانے کا ارادہ ہرگز نہ کرے اسکے مقصد مین کامیابی بخشنے والی ہماری آتنگ نگرہ گولیان غیبی امداد اسکے حق مین ہین یہ گولیان ہر قسم کی کمزوری اور مادۂ تولید کی خرابیون کو دور کر کے انکی زندگی کو آرام سے گزارنے والی ہین ایک مرتبہ امتحاناً منگوا کر استعمال کرنے سے خود بخود اسکی صداقت کا تجربہ ہو سکتا ہے نباتاتی اجزا سے مرکب ہین فوراً اثر دکھلاتی ہین قیمت ۳۲ گولیون کی ڈبیہ ایک روپیہ عہ۔

خارجی علاج طلاء واجی کرن

جملہ نقصانات ظاہری جو بے اعتدالیون سے پیدا ہو جاتے ہین انکو دور کرنے مین اس طلاء سے بڑھکر دوسری دوا آپ کو ملنا مشکل ہے فی شیشی نصف تولہ پانچ روپیہ دصہ کمیشن ہر فی شیشی پر ایک روپیہ عہ دیا جائے گا۔

۲۳ تصاویر رنگین بزرگان اہل ہنود کا البم

اسکے درشن سے آپ بیحد خوش ہونگے بلکہ آپ کے دوست احباب بھی اسکے دیکھنے کی آپ سے تمنا کرتے رہنگے قیمۃ محصول معاف۔ وی پی خرچ ایک آنہ زائد۔

وید شاستری منی شنکر گووندجی جام نگر کاٹھیاوار

مولانا ابو الکلام ایڈیٹر الہلال کلکتہ:

کی لکھی ہوئی اُردو زبان مین سرمد شہید کی پہلی سوانح عمری جسکی نسبت سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب کی رائے ہے کہ باعتبار ظاہر اس سے اعلی اور شاندار الفاظ آجکل کوئی نہین جمع کر سکتا اور باعتبار معانی یہ سرمد کی زندگی و موت کی بحث ہی نہین معلوم ہوتی بلکہ مقامات درویشی پر ایک مستانہ اور البیلا خطبہ نظر آتا ہے۔ قیمت ۳ر

آنیوالے انقلاب

کے جاننے کا شوق ہو تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ منگا کر دیکھیے جو ملا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے نہایت فصیح اور سلیس اُردو مین کیا ہے۔ پانچہزار برس پہلے آمین بحساب جفر و نجوم آج تک کی بابت جسقدر پیشین گوئیان لکھی گئی تھیں مثلاً بعثت آنحضرت صلعم۔ معرکہ کربلا۔ خاندان تیموریہ کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ وہ سب ہو بہو پوری اُتریں۔ قیمت ۳ر

فیضان سنوسی

از سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب جسمین حضرت الشیخ کے وظائف و اعمال شاہ نعمت اللہ ولی کے مکمل قصیدے روسی اور چینی مسلمانون کے انقلابی حالات۔ مولانا شاہ محمد حسن صاحب امروہی کی مدتون پہلے دی ہوئی عجیب و غریب خبرین حیدرآباد کے ایک پوشیدہ نسخے کے حصے درج ہین قیمت ۶ر

اسلام کی برکتین

مصنفہ مولوی ظفر علی خان صاحب بی۔اے ایڈیٹر زمیندار۔ جوش و خروش کا سیلاب۔ دل کی آگ کے شعلے۔ آپ نہ منگائین تو عمر بھر افسوس کرین قیمت ۳ر

شکوہ و فریاد

اللہ اور اللہ کے رسول سے راز و نیاز کی باتین (۱) ڈاکٹر اقبال اور (۲) مولانا سیماب اکبرآبادی کا پُرجذب کلام قیمت ۳ر

بزم فرید

شیخ المشائخ بابا فرید الدین گنجشکر کے ملفوظات مرتبہ سلطان الاولیا خواجہ محبوب الٰہی رح کا ترجمہ از ملا محمد الواحدی صاحب۔ دل اور آنکھون پر رکھنے کے لائق چیز۔ قیمت ۹ر

درد دل

سیدی سرفراز حسین صاحب عزمی (سیاح جاپان) کا وہ رسالہ جس کا شہرہ انگریزی ترجمون کے ذریعہ یورپ و امریکہ تک پہنچ چکا ہے۔ قیمت ۲ر

مشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس دہلی

تسخیر فرانس

پرولوگ (تمہید)

(کورس[1] آتا ہے)

کاش میرے شعلہ پیکر شاہین تخیل کے شہپر پرواز مین اتنی قوتِ رسا ہوتی، کہ آسمان جدت و معانی سے مضامین تازہ و تر کے روشن اور تابندہ تارے توڑ لاتا! اے کاش کوئی رفیع الشان سلطنت ہماری تماشاگاہ کا کام دیتی، جسمین شہزادگانِ والا دودمان تو ایکٹر، اور تاجورانِ جلیل القدر اس بلند و دل نشین سین کے اسپیکٹیٹر ہوتے! پھر دیکھتے کہ ہمارا ہنرمند ہیری اُس شیر بیشۂ شجاعت ہنری انگلستان و فاتحِ فرانس کا اس خوبی سے پارٹ ادا کرتا، کہ بعینہ بہرام فلک کی صورت آنکھون مین پھرنے لگتی! افلاس اور قتل و غارت کے تیز و تند تازی زنجیرِ اطاعت مین بندھے ساتھ ساتھ ہوتے، کہ اشارہ پاتے ہی دشمن پر ٹوٹ پڑین۔ مگر اے ناظرین با تمکین، ہمارے پرخطا اور کندہ نارسا ذہن کوتاہ کو معاف فرمائیے گا، جس نے آپ صاحبون کے سامنے اس محدود و مختصر سے ناکافی مقام مین اسقدر مہتم بالشان مہم کا مرقع کھینچنے کی جسارت کی۔ کیا اقلیم فرانس کے وہ فراخ و وسیع میدان اس ہال مین، اس دڑبے مین سما سکتے ہین؟ اور کیا اس ادنیٰ گنبد چوبی مین اُن بہادرانِ آہن پوش کی معرکہ آرائی کا مہیب منظر دکھایا جا سکتا ہے، جنھون نے ایجن کورٹ کے میدان جنگ مین اپنے

[1] ملکۂ ایلیزبتھ کے زمانہ مین معمول تھا کہ تماشا شروع ہونے سے پہلے اسٹیج پر ایک شخص آتا تھا اور ناظرین کو تماشے کے مطالب سے اجمالاً آگاہ کر دیا کرتا تھا، اُسے کورس کہتے تھے۔

شیرانہ حملوں سے افواجِ فرانس ہی کو منتشر و پراگندہ نہیں کیا، بلکہ افواجِ ہوا کو بھی تہ و بالا کر کے چھوڑا۔ معززناظرین دیکھو، ایک حقیر اور لاشئے صفر کسی عدد پر زیادہ ہوجانے سے اُسکی قدر و قیمت کس قدر بڑھا دیتا ہے۔ اسی طرح ہم ہیچمدان بھی اپنے معمولی بیان سے آپ صاحبون کی قوت متخیلہ کو متحرک کر کے آپ کے دلون مین اُس سرمایۂ نازش و افتخار مہم کی یاد تازہ کرنے مین مدد دینگے۔ تھوڑی سی دیر کے لیے فرض کر لیجیے کہ اس تنگ چاردیواری مین دو عظیم الشان سلطنتین یعنی قلمروِ فرانس اور کشورِ انگلستان واقع ہین جنکے مقابل کے سواحل کو، جو بہت بلند اور قریب قریب بالکل متصل ہین، ایک تنگ اور مخدوش آبنا سے جدا کرتا ہے۔ ہماری کوتاہیون اور فرو گذاشتون کی اپنے نکتہ رس اور دوربین خیالات سے اس طرح تلافی کیجیے کہ سٹیج کا ایک ایکٹر آپ کی نظر مین گویا ہزار نبرد آزماؤن کا ایک دستہ ہے، جو عرصۂ کارزار مین ہمت و جوانمردی کے جوہر دکھا رہا ہے۔ اور نیز جب ہم گھوڑون کا ذکر کرین، تو سمجھ لو کہ وہ سچ مچ ہماری آنکھون کے سامنے موجود ہین، اور اُنھون نے[1] اپنی خارا شکن ٹاپون سے سرزمینِ فرانس کو نرم اور گداختہ کر کے اُس پر گویا فتح و فیروزی کی مُہرین لگا دی ہین۔ اپنی آنکھون پر تصور کی عینک لگا کر دیکھیے کہ ہماری اسٹیج کے بادشاہ کبھی تو ملبوسِ شاہی در بر، تاجِ زرین بر سر، عجب تزک و احتشام سے دارالسلطنت مین سریر آرائے اورنگ فرمان روائی ہین، اور کبھی خود زرہ بکتر پہنے، چار آئینہ لگائے، ہتھیار سجے، اونچی بنے دیو ہیکل گھوڑون پر سوار، تیغ بکف، لشکر و سپاہ، بہیر و بنگاہ سمیت ایک مقام سے دوسرے مقام کو نقل و حرکت کر رہے ہین۔ اسی طرح وقت کے بحرِ بے پایان کو بھی کشتیِ وہم و فکر کی مدد سے باتون باتون مین عبور کر جائیے اور فرض کر لیجیے کہ کئی سال کے واقعات گویا چند گھڑیون مین ہمارے دیکھتے دیکھتے واقع ہو رہے ہین۔ آپ کی اجازت سے یہ ناچیز گروہ سوانح ہنری خامس شروع کرتا ہے اور آپ حضرات سے توجہ و تعمق اور حسن سماعت و منصفانہ داد کا امیدوار ہے۔

[جاتا ہے]

---

[1] جب ہم آپ بڑی خاک سے پیدا ہوا پانی، دیوانیس، یہ مضمون شکسپیر نے بالفاظ ذیل ادا کیا ہے:-

Think, when we talk of horses, that you see them
Printing their proud hoofs i' the receiving earth;

ظاہر ہے کہ اگر ان سطور کا ترجمہ صرف لفظ بلفظ کر دیا جاتا تو مضمون سقدر ضعیف ہوتا جس قدر کہ گھوڑون کے نقشہائے سُم کو "فتح و فیروزی کی مہران" سے تشبیہ دینے سے ہو گیا ہے۔ ترجمہ کو پُر لطف بنانے اور ساتھ ہی اصل سے زیادہ نہ بڑھنے دینے کی جو کاوش کی گئی ہے اسکا اندازہ وہی اصحاب کر سکتے ہین جنکے پیشِ نظر [illegible] ہوں۔ اس قسم کے تصرفات اور کہین کہین تو متن تو اکثر اوقات جائز رکھا ہے تاکہ ترجمہ بامحاورہ اردو کے معیارِ خوبی سے نہ گرنے پائے۔

ایکٹ پہلا، سین پہلا،

محل سرائے شاہی — ایوان بارگاہ کا پیش دالان

[آرچ بشپ آف کنٹربری اور بشپ آف ایلائی داخل ہوتے ہین]

آرچ بشپ "جناب من، آپ نے سنا، اُسی بل[1] پر پھر زور ڈالا جا رہا ہے، جو شاہ مرحوم کے عہد حکومت کے گیارھوین برس پیش ہوا تھا، اور اگر زمانہ کے نازک و ناملائم واقعات اُسے معرض التوا مین نہ ڈال دیتے، تو اُسکا ہمارے خلاف منظور ہو جانا بعید نہ تھا۔"

بشپ "قبلہ و کعبہ اسکے تدارک کی بھی کوئی صورت ہے کہ نہین؟"

آرچ بشپ "یہی امر تو غور طلب ہے۔ اگر اسکی منظوری صادر ہو گی، تو بس ہمین اپنے نصف مقبوضات سے ہاتھ دھونا پڑیگا کیونکہ ہم سے پھر وہ سب اراضی چھین لی جائے گی، جو دیندار لوگون نے کلیسا کے نام وقف کی ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ پندرہ نوابون، ڈیڑھ ہزار غازیون، چھ ہزار دوسو مجاہدون کے جو مصارف بادشاہ سلامت مناسب سمجھین گے وہ سب ہمین سے دلائین گے۔ بیمار، مسکین اور اپاہج لوگون کی امداد کے لیے سو خیرات خانوں کی جملہ ضروریات اور سازوسامان مہیا کرنا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ اسی پر اکتفا نہین، بلکہ خزانۂ شاہی مین بھی پندرہ ہزار روپیہ سالانہ داخل کرنا ہوگا!"

بشپ "اللہ غنی! یہ بل تو کلیسا کے ساغر مال و زر کو بالکل چڑھا جانا چاہتا ہے!"

آرچ بشپ "جی ہان، بلکہ ساغر سمیت!"

بشپ "آخر اس کی روک تھام کیونکر ہوگی؟"

آرچ بشپ "اس بات سے کچھ امید بندھتی ہے کہ بادشاہ سلامت کے مزاج مین لطف و احسان بہت ہے"

بشپ "اور بالخصوص مقدس کلیسا کے تو دل سے حامی و بہی خواہ ہین"

آرچ بشپ "حالانکہ عالم شباب مین اُنکے حالات اور انداز و حرکات دیکھکر تو اسکی کچھ بھی توقع نہ تھی۔ باپ کے طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کرکے ابھی دیر نہ گزری تھی، کہ جوش آوارگی اُنکی طبیعت مین خود بخود نہ صرف دب ہی گیا

---

[1] ایک سیاسی مسئلہ پارلیمنٹ مین منظور ہونے اور قانون بننے سے پہلے بل کہلاتا ہے۔

بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ فنا بھی ہوگیا۔ اور فی الفور فرشتۂ بصیرت بھی نازل ہوا۔ اور سینے . . سے خباثت بشریت کی آلائش و آلودگی کو دھو دھلا کر اُسے مثل جنت الفردوس کے پاک وصاف کر دیا۔ تاکہ اُسپر انوار روحانی و تجلیات فیوض ربانی پرتو فگن ہو سکیں۔ ایک بے پروا اور بے علم شہزادہ کا . . . . یک بیک ایسا عالم باعمل بن جانا میرے سننے مین تو کبھی آیا! اور نہ کسی کے دریاے طبیعت مین دفعتہً اصلاح وخیر کی ایسی پر جوش طغیانی پائی گئی جس کی سر بلند اور پر زور لہرون کے تھپیڑون نے خطا و عصیان کو خس وخاشاک کی طرح کنارہ پر پھینکدیا۔ اور پندار و خشونت کا خیرہ سر اور شوریدہ پشت بھوت بھی جس طرح آناً فاناً اس بادشاہ کے سر سے اُتر بھاگا ہے نہ دیکھا نہ سُنا"

بشپ " یہ تغیر مزاج کا ہے کو ہے ہم لوگون کی خوبی قسمت ہے ۵

ہمایون نزلے کان خانہ را ماہے چنین باشد ۔ مبارک کشورے کان عرصہ را شاہے چنین باشد

آرچ بشپ " اگر تم اُسے الہیات مین استدلال کرتے ہوے سن لو تو عش عش کرنے لگو۔ اور بے اختیار تمھارا دل پکار اُٹھے کہ ہمارے بادشاہ کے لیے بجاے تخت کے ممبر زیادہ موزون ہوتا۔ امور مملکت مین بحث کرتے ہوے سنو تو کہو کہ سیاست مدن کا یہ ہمیشہ غور وفکر سے مطالعہ کرتا رہا ہے اور جب وہ فنونِ حرب بیان کرنے لگے تو لڑائی کا پُر ہیبت شور و ہنگامہ گویا جنگی باجے کی دل بڑھانے والی آواز سے مل کر تمھارے کانون مین گونج اُٹھے۔ اور اگر اُسکے سامنے کوئی سیاسی مسئلہ پیش کیا جاے، خواہ وہ کیسا ہی دقیق اور پیچیدہ کیون نہ ہو، وہ تمھارے اس عقدۂ لاینحل کو بھی اس آسانی سے کھول دیگا، جیسے اپنی تلوار کے دوپٹے کو اور جب وہ باتین کرتا ہے، تو اُسکے شیرین اور شہد بھرے دلاویز کلمات کو سننے کے لیے آزاد طبع شوخ رفتار رقاصۂ صبا بھی ٹھہر جاتی ہے اور آس پاس کے سُننے والے بھی دم بخود اور ہمہ تن گوش ہو کر اُسکی طرف متوجہ ہو جاتے ہین الغرض اُسکا طرز عمل اور عنوان زندگی کچھ ایسا معقول اور پاکیزہ ہے کہ اُس سے شائستہ زندگی کے اصول اخذ کیے جا سکتے ہین۔ اور یہی بات تعجب اور حیرت مین ڈالنے والی ہے، کہ بادشاہ سلامت کے مزاج مین دفعتہً یہ انقلاب عظیم کیسے واقع ہوا۔ حالانکہ کچھ زیادہ عرصہ نہین گزرا،

---

۵ میر انیس جناب علی اکبر کے حُسن صوت کو یون نظم فرماتے ہین ۵ . . صوتِ حَسَن سے اکبر مہرو نے دی اذان . . . . . .

جب تھے طیور جھومتے تھے وجد مین شجر ۔ تسبیح خوان تھے برگ و گل و غنچہ و ثمر

محو ثنا کلوخ و نباتات دشت و در ۔ پانی سے مُنھ نکالے تھے دریا کے جانور

اعجاز تھا کہ دلبر شبیر کی صدا

ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

کہ وہ دن بھر بیہودہ ولایعنی مشاغل مین مصروف رہا کرتا تھا، اُسکے ہم جلیس جاہل محض اور نالائق و کم ظرف تھے۔ اُسکے
اوقات اکثر مستانہ ہنگامون، عیاشانہ ضیافتون اور طفلانہ کھیل تماشون مین بسر ہوا کرتے تھے کسی نے اُسے نہین دیکھا
کہ آوارہ گردی اور اوباشون کی صحبت سے مُنہ موڑ کر کبھی تو تعلیم و تادیب یا غور و تامل کی طرف ملتفت ہوتا"

بشپ "جس طرح ولایتی شہتوت کا پودا خاردار بیل کے سایہ مین پھولتا پھلتا ہے اور اُسکا لذیذ و خوشگوار ثمر اُس
نکمی اور کم قدر جھاڑی کے قرب مین سرسبز ہوتا اور پکتا ہے، اُسی طرح ہمارے شہزادۂ والا تبار نے بھی اپنی غیور طبیعت
کے جوہر کو آوارگی کی نقاب مین چھپائے رکھا، جو اس طرح چپ چاپ نشوونما پاتا رہا، جیسا کہ موسم گرما کا سبزہ
رات کی تاریکی مین بڑھتا ہے۔"

آرچ بشپ "بے شک یہی بات ہے، صدور معجزات تو اب موقوف ہو گیا، اسلیے ہمین لازم ہے کہ واقعات کی
تفتیش و تحقیق کرین اور بعدہ نفس الامر پر یقین لے آئین۔"

بشپ "لیکن قبلہ و کعبہ اس بل کے زور کو کیونکر توڑا جائے جسے مبعوثین (Commons) نے اس شد و مد سے
پیش کیا ہے۔ بادشاہ سلامت تو اسکی منظوری پر آمادہ نہین پائے جاتے؟"

آرچ بشپ "وہ تو کچھ بے پروا سے دکھائی دیتے ہین۔ بلکہ محرکان بل کی تائید کرنے کے بجائے اُنکو ہماری رعایت
زیادہ تر ملحوظ خاطر ہے، کیونکہ مین نے اُنکو فرانس کے بعض خاص امور کی طرف توجہ دلائی تھی اور سردست کلیسا کی
جانب سے ایسی بیش قرار رقم دینے کا تہیہ ظاہر کیا ہے، جو اب تک اہل کلیسا نے کسی سابق بادشاہ کو نہین گزرانی"

بشپ "تو حضور نے اس پیش کش کو کس نظر سے دیکھا؟"

آرچ بشپ "جہان پناہ نے بہت کچھ پسندیدگی ظاہر فرمائی۔ اور اگر وقت کافی ہوتا، تو مَین صاف و صریح اسناد کے
مطالب کو بھی بخوشی خاطر سماعت فرماتے، جن کی رو سے سلطنت فرانس کی نہ صرف بعض ریاستین بلکہ تاج و تخت
بھی حضور انور کو اُنکے جد بزرگوار ایڈورڈ سوم کے سلسلہ مین پہنچتا ہے۔"

بشپ "تو پھر اسکے گوش گزار کرنے مین کیا بات مانع آئی؟"

آرچ بشپ "سبب یہ ہوا کہ عین اُسی وقت سفیر فرانس نے باریابی چاہی۔ خیر اسکا وقت اب آپہنچا۔ چار بج چکے؟"

بشپ "جی ہان"

آرچ بشپ "آئیے اب اندر چل کر سفیر کا پیام سنین۔ مگر مَین تو قبل اسکے کہ اُس فرانسیسی کی زبان سے ایک
لفظ بھی نکلے، اُسکی سفارت کے مطلب کو ابھی بتا سکتا ہون"

بشپ "مین بھی قبلہ وکعبہ کے ساتھ رہونگا۔ مین اسکے سننے کا بہت مشتاق ہون"

[جاتے ہین]

دوسرا سین

لندن بارگاہ شاہی

[کنگ ہینری، ڈیوک آف گلاسٹر، ڈیوک آف بیڈفورڈ، ڈیوک آف اگیزیٹر، ارل آف وارک
ارل آف وسیٹ مارلینڈ اور خدام دولت]

کنگ ہینری "ہمارے فضیلت مآب آرچ بشپ آف کینٹربری تشریف لائے؟"

اگیزیٹر "حضور! ابھی نہین"

کنگ ہینری "عمو جان، تو ذرا انکو بلوا بھیجیے"

ویسٹ مارلینڈ "جہان پناہ، سفیر فرانس بھی باریابی کا امیدوار ہے، اجازت ہو"

کنگ ہینری "برادر عزیز، قدرے توقف کیجیے، مین چاہتا ہون، پہلے اُن امور سے فارغ ہولون جنکا فرانس سے تعلق ہے اور جنکا خیال ایک عرصہ سے ہمارا دامن گیر ہے" [آرچ بشپ آف کینٹربری اور بشپ آف ایلائی داخل ہوتے ہین]

آرچ بشپ "وہ مالک الملک اور اُسکے ملائکہ مقربین اس مبارک و متبرک اورنگ شاہی کو اپنے حفظ وحمایت مین رکھین اور زمانۂ دراز تک اسے حضور اقدس کے جلوس میمنت مانوس سے زینت ملتی رہے"

کنگ ہینری "انشاء اللہ، ہمارے تقدس مآب پادری صاحب، از روے انصاف وایمان ارشاد فرمائیے کہ قانون سلیقیہ جو فرانس مین پایا جاتا ہے، ہمارے دعاوی مین مانع تو نہ آے گا، لیکن ہمارے معزز وفا شعار پادری صاحب، ایسا نہ ہو کہ جناب اپنے بیان مین تصنع، تصرف یا مبالغہ کو کام فرمائین۔ اور اپنی باتمیز و ذی شعور روح کو دیدہ ودانستہ ایسے پادر ہوا اور بے سروپا حقوق کی سنگین ذمہ داری سے گرانبار کرین جو صدق وراستی کے خالص رنگ مین رنگے ہوے نہ ہون، کیونکہ جناب جس امر کا ہمین جوش یا مشورہ دلائینگے اُسکی تعمیل مین وہ عالم الغیوب ہی بہتر جانتا ہے، کہ کتنے متنفس جو اس وقت زخت ہستی پہنے ہوے ہین خاک و خون مین آغشتہ وغلطان ہونگے۔ پس خود ہماری جان کو معرض خطر مین ڈالنے اور ہماری خواب ناز مین غافل سوتی ہوئی شمشیر خون آشام کو ہشیار کرنے مین ذرا حزم واحتیاط کو کام فرمائیے گا۔ یہ کبھی نہین ہوا کہ دو ایسی زبردست سلطنتین برسرپیکار ہون

اور ہزار ہا بندگان خدا کے سر تن سے جدا نہ ہون۔ اُن بے گناہون کے خون کا ایک ایک قطرہ بجاے خود درد و
الم کی تصویر ہوگا، اور اُس شخص کے دامن اعمال پر ظاہر ہو کر فریاد و زاری کرے گا جسکی غلط کاریوں نے اُن تلوارون
کو سان پر چڑھایا، جنھون نے اس چند روزہ باغ حیات کے سینکڑون پھلے پھولے شجر بیدریغ کاٹ پھینکے۔ پس
پادری صاحب آگاہ ہو جائیے کہ جو کچھ جناب کی زبان راست بیان سے نکلے گا، اُسے ہم گوش حق نیوش سے سنین گے
اور دل مین جگہ دے کر اس بات پر یقین لے آئین گے کہ وہ جناب کے ضمیر منیر سے ایسا خالص اور بے لوث ہو کر نکلا ہے
جیسا کہ اصطباغ سے معصیت کی آلودگی و رغبت دھل جاتی ہے"

آرچ بشپ وولے شاہ ذیجاہ، اور اے امراے نامدار جنکی معزز خدمات اور ہیبت قرار جانین اس اورنگ گردون حشم
سے وابستہ ہین، میری طرف متوجہ ہون۔ حضور انور کے دعاوی فرانس مین کوئی رکاوٹ حائل نہین، مگر وہی جسکو
اہل فرانس شاہ فیری منڈ سے منسوب کرتے ہین "کہ کوئی عورت ارض سلیقیہ مین وراثت کی حقدار نہین" اور غلطفہمی
سے کہتے ہین کہ ارض مذکور مقبوضات فرانس سے ہے، اور یہ کہ اس قانون کا نافذ کرنے والا اور طبقہ اناث کو توریث سے
محروم کرنے والا، فیری منڈ تھا۔ لیکن خود اُن ہی کے اہل قلم صاف صاف لکھتے ہین کہ ارض سلیقیہ دریاے ایلب
اور سالا کے مابین جرمنی مین واقع ہے، جہانکہ چارلس اعظم نے سیکسن قوم کو مغلوب کر کے کچھ فرانسیسیون کو وہان
آباد کر دیا تھا، اور اُنھون نے جرمن عورتون کو اُنکی بعض بد اطواریون کی وجہ سے حقیر جان کر یہ قانون جاری کیا
کہ ارض سلیقیہ مین کسی عورت کو حق وراثت نہین پہنچے گا۔ حالانکہ یہ سرزمین، جیسا کہ مین ابھی بیان کر چکا ہون
دریاے سالا اور ایلب کے درمیان جرمنی مین واقع ہے، اور آجکل مائیزن کے نام سے موسوم ہے اور لطف یہ کہ
ارض مذکور ۴۲۶ء مین شاہ فیری منڈ جسے وہ زبردستی اس قانون کا واضع سمجھتے ہین کی وفات کے تین سو
اُکاسی برس کے بعد فرانسیسیون کے قبضے مین آئی، اور چارلس اعظم نے سیکسن لوگون کو مغلوب کر کے فرانس کے
نو آبادون کو دریاے سالا کے اُس پار ۸۰۵ء مین بسایا تھا۔ ماسوا اسکے اُنکے مورخ کہتے ہین کہ کنگ پے پن
جس نے چلڈرک کو معزول کیا تھا، بسلسلۂ بلیتھ رلڈ دختر کلوتھیر، اپنا حق وراثت جتا کر فرانس کے تخت و
تاج کا دعویدار ہوا۔ اسی طرح ہیو کیپٹ نے بھی چارلس اعظم کے صحیح النسب وارث، چارلس ڈیوک آف لارین کا
تخت غصب کر کے، کسی قدر راستی و صداقت سے اپنا حق قائم کرنے کے لیے اپنے سلسلۂ نسب کو لیڈی لنگیر سے
جا ملایا، جو بیٹی تھی چارلمین کی اور وہ بیٹا تھا شاہنشاہ لوی کا اور وہ بیٹا تھا چارلس اعظم کا۔ علی ہذا القیاس
کنگ لوی کے دل کو بھی، جو غاصب کیپٹ کا اکلوتا وارث تھا، تاج فرانس کو زیب سر کر کے اُسوقت تک

قرار نہ آیا جبتک یہ اطمینان نہ ہوگیا کہ اُسکی دادی ملکہ ازابلہ، لیڈی ارنگیسر مذکورۂ بالا چارلس ڈیوک آف لارین کی بیٹی کی اولاد سے تھی .... پس یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہوا ہے کہ کنگ پے پن کا جو ہیو کپیٹ کا حق وراثت، اور کنگ لوئی کا اطمینان قلبی سب کے سب مورثان اناث کی طرف منتہی ہوتے ہین باین ہمہ وہ لوگ جہان پناہ کے استحقاق کی مخالفت مین جو حضور کو بسلسلۂ نسائیہ پہنچتا ہے اُس قانون کی ضرور آڑ لین گے۔"

کنگ ہینری "تو کیا ہم استحقاق کامل اور نیت خالص کے ساتھ فرانس کا دعویٰ کرسکتے ہین؟"

آرچ بشپ "اے محتاط و مآل اندیش بادشاہ اسکا بارگناہ میرے سر پر۔ کتاب مقدس مین لکھا ہے کہ جب کوئی اولاد ذکور چھوڑے بغیر مرجاے، تو اُسکی میراث بیٹی کو پہنچے گی، اے صاحب اقبال بادشاہ، مصول حق کے لیے اُٹھ کھڑا ہو، خون افشان نشان جنگ کو بلند کر، اور اپنے نامی گرامی بزرگون کا نام لے۔ اے پُرہیبت بادشاہ اپنے جد عالی قدر کے مرقد پر جسکے سلسلہ مین تجھے مملکت فرانس پہنچتی ہے، جا اور اُسکی روح پُرفتوح سے اعانت طلب کر، ہان اپنے عم بزرگوار ایڈورڈ بلیک پرنس کے مقبرہ پر بھی جا، جس نے فرانس کی ساری سپاہ کو زک دے کر صفحہ کارزار پر شمشیر آبدار کے خامۂ خون چکان سے قتل و خونریزی کا دردناک اور پُرالم مرقع کھینچ دیا اور انکا اُسکا جلالت مآب باپ ایک بلند و مرتفع مقام پر کھڑا ہوا اپنے شیر دل فرزند کو امرای فرانس کا نقش ہستی مٹاتے ہوے دیکھکر مسکرا رہا تھا، مرحبا اور صد آفرین ہے اُن انگلینڈ کے مایۂ ناز بہادرون پر جنھون نے محض نصف فوج سے تو فرانس کے سر پُرغرور کو پاؤن تلے کچل ڈالا، اور نصف تلوار نیام مین کیے الگ تھلگ کھڑی ہوئی فرانسیسیون کی نامردی پر خندہ زن ہوتی رہی!"

بشپ "اُن حوصلہ مند شناوران بحر شجاعت کی جوش بڑھانے والی یاد کو تازہ کر اور اپنے شہزور بازوؤن سے اُنکے کارہاے نمایان مین از سرنو جان ڈال دے۔ تو اُنھین کا لخت جگر ہے۔ یہ تخت جس پر تو جلوہ افروز ہے، اُنکے پاؤن کو بھی بوسہ دے چکا ہے۔ تیری رگون مین بھی وہی خون اور وہی جرأت و شہامت دوڑ رہی ہے جس نے اُنکو چاردانگ عالم مین مشہور اور سرخرو کیا تھا۔ اور اے ہمارے اولوالعزم و عالی ہمم ولی نعمت، ماشاءاللہ تو تو اُن سے بھی بدرجہا زیادہ دلیر اور جوان مرد ہے، اور نام خدا شباب کے ولولہ خیز عالم مین ہے۔ جرأت و جانبازی کے جوہر دکھلانے کا بھلا اس سے بہتر اور کون سا زمانہ ہوسکتا ہے؟ ؎

تیغ مبارزان نہ کند در دیار خصم　　چندان اثر کہ ہمت کشور کشاے تو

ایگزیٹر "جہان پناہ!! کل تاجداران عالم کی آنکھیں اسی طرف لگی ہوئی ہین کہ اس خانوادہ کے شہرۂ آفاق
شاہان ماضیہ کی طرح حضور بھی شہرت و ناموری کا علم بلند کرینگے"

ویسٹ مارلینڈ "انھیں معلوم ہے کہ حق جہان پناہ کی طرف ہے۔ علاوہ اسکے قوت و وسائل بھی موجود ہین اسکے
اس مین شبہ ہی کیا ہے؟ ابتک تخت انگلستان پر کبھی ایسا بادشاہ نہین بیٹھا جسکے امرا ایسے دولت مند اور
رعایا ایسی وفا شعار و عقیدت مند ہو۔ انکے شہباز دل تو آشیانہ جسم کو چھوڑ کر اشتیاق صید مین ابھی سے فرانس کے
دشت و جبل مین منڈلاتے پھرتے ہین"

آرچ بشپ "کیا اچھا ہوتا، اگر اسی طرح انکے پیکر جسم بھی وہان پہنچ گئے ہوتے اور بزور شمشیر تیرے حقوق کو
حاصل کرتے۔ ہم اہل کلیسا بھی بطور نصرت کے ایک ایسی کثیر رقم دینے پر آمادہ ہین جس کی نظیر عہد ماضیہ مین نہین مل سکتی"

کنگ ہینری "ہمین نہ صرف فرانس پر حملہ آور ہونے کی تیاری کرنی چاہیے، بلکہ اہل اسکاٹلینڈ سے اپنے ملک کی
حفاظت کا بھی بندوبست کرلینا چاہیے، ورنہ ہماری غیبت مین وہ اپنی پوری قوت سے ضرور ہمارے ملک پر
چڑھ دوڑین گے"

آرچ بشپ "اے چو وہم از افتتاح آزمایش دوربین ✦ وے چو عقل از ابتداے آفرینش کاردان
اے سکندر صولت بادشاہ، ان اٹھائی گیرون کے دفعیہ کے لیے ہمارے سرحدی قبائل سد سکندری سے بھی زیادہ
مضبوط ہین"

کنگ ہینری "ہمین ان بھگوڑے لٹیرون ہی کا خیال نہین بلکہ اسکاٹلینڈ کی تمام فوجی قوت کا اندیشہ ہے
یہ ہمارے حق مین ہمیشہ مار آستین رہا ہے۔ تاریخ اٹھاکر دیکھو تو کبھی ایسا نہین ہوا کہ ہمارے جد امجد نے
فرانس پر فوج کشی کی ہو اور اہل اسکاٹلینڈ ہمارے بے حفاظت ملک پر بلاے بے درمان کی طرح نہ ٹوٹ پڑے
ہون۔ جس طرح سمندر کی غضبناک لہرین اپنی مجموعی قوت وحشیانہ تندی اور طغیانی و سرکشی حملون سے
شگافتہ و کمزور ساحل پر ٹکرا ٹکرا کر اسکے پرخچے اڑا دیتی ہین اسی طرح ہمارے اس پیش قدم پڑوسی نے بے بنا
شہرون اور بے مزاحمت قلعون کا محاصرہ کرکے ہمارے پیارے ملک کو ہلا دیا ہے"

آرچ بشپ "اور انگلستان کو اسکاٹلینڈ سے کبھی اتنا نقصان نہین پہنچا جتنا کہ اسے خوف رہا ہے۔ بطور مثال
کے عرض کرتا ہون جبکہ اسکے جنگجو سپوت سب کے سب فرانس مین حق جوانمردی ادا کر رہے تھے، اور جبکہ امراے
نامدار کے داغ مفارقت نے اسے مضطرب و بے چین کر رکھا تھا، ایسی حالت مین بھی اسکے کنار عاطفت مین

پلنے والے شیرون نے اسے صرف بچایا ہی نہین بلکہ اُسکی فوجون کو بکریون کے گلہ کی طرح منتشر و پراگندہ کردیا اور اُسکے بادشاہ کو گرفتار و پابجولان کرکے فرانس مین کشور کشا کنگ ایڈورڈ کے پاس باغل و زنجیر بھیجا دیا جس سے اطراف و اکناف عالم مین اُسکی شہرت کا غلغلہ گونج اُٹھا تاریخ کے صفحے اُسکے کارنامون سے ایسے ہی مالامال ہین جیسا کہ سمندر کا دامن اپنے بے انتہا خزانون اور غرق شدہ زر و جواہر سے پُر ہے۔

ویسٹ مارلینڈ — "لیکن ایک مقولہ ہے بہت قدیم اور صحیح اگر تم فرانس کو تسخیر کرنا چاہتے ہو تو ابتدا اسکاٹلینڈ سے کرو اسلیے کہ جب کبھی شہباز انگلستان جستجوے صید مین نکلتا ہے تو اسکاٹلینڈ کا موذی نیولا چپ چاپ اُسکے آشیانے مین آگھستا ہے اور اُسکے بیش قرار انڈون مین سے کچھ کھاتا ہے اور کچھ تلف کرتا ہے موش کی طرح جو بلی کی غیبت مین پہلے پہل تو خوب اُچھلتا کودتا ہے اور پھر اتنا کھاتا نہین جتنا کہ نقصان کرتا ہے"

ایکزیٹر — تو اس سے آپ کی یہ مراد ہوئی کہ بلی گھر سے باہر ہی نہ نکلے۔ مگر اسکی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ چیز بست کی حفاظت کے لیے ہمارے پاس قفل اور بند موجود ہون اور اُن ناچیز اُچکون کے پکڑنے کو پھندے بھی تیار ہون۔ ممکن ہے کہ ایک ہی وقت مسلح و پر زور بازو تسخیر ممالک مین اپنی قوت دکھا رہا ہو اور مدبر و صائب رائے دماغ خود اپنی حفاظت مین مصروف رہے پس اسکاٹلینڈ نے حمایت فرانس مین اُسکی شہ پاکر ذرا سر اُٹھایا اور اقبال شاد سے منہ کی کھائی بادشاد کی طرف دیکھکر ؎

که رہاند خصم را از قہر تو امداد نفسم — شمع آتش کی تواند بر زبان از زبان

جس طرح آواز کے مختلف شعبے مثلاً زیر و بم اُتار چڑھاؤ خاص اصول کے تابع ہوکر خوش آیند و دلپذیر نغمہ پیدا کرسکتے ہین اُسی طرح گورنمنٹ کے مختلف ڈپارٹمنٹ کی ایک انتظام و قاعدہ کی موافقت سے عمدہ اور خوشگوار نتائج مستنبط ہوتے ہین ؎

نوائے مطرب بشنو کہ صوت راحت افزایش — بہ زیر و بم چو ناہید آورد در چرخ کیوان را

آرچ بشپ — "سچ ہے یہی سبب ہے کہ قدرت نے نوع بشر کے مختلف النوع فرائض قرار دیے ہین تاکہ سب اپنے اپنے مفوضہ کاروبار مین مشغول رہین اور اطاعت و خدمتگزاری کو قبلۂ مقصود اور اصل مراد سمجھین۔ شہد کی مکھیون کا طرز عمل بھی ایسا ہی ہے جو باوجود ناچیز مخلوق ہونے کے اپنے فطرتی الہام کے ذریعہ سے انسانی سلطنت کو نظم و نسق کا سلیقہ بتاتی ہے ؎

دمی نے اُسکو سکھائے ہین حکومت کے اصول — ہو رہی ہے نحل سے بھی قدرت حق آشکار

اُسکے چھتے مین بادشاہ بھی ہوتا ہے اور دوسرے عہدہ دار بھی ہین جن مین بعض تو بطور مفتی و قاضی کے مقامی انتظام و سیاست
مین منہمک رہتے ہین، بعض بطور تاجرون کے باہر بیوپار کرتے پھرتے ہین، بعض بحیثیت سپاہی کے منیش ہاے
قدرتی سے نفع ہو کر موسم گل مین پھولے پھلے باغات پر دھاوا کرتے ہین، اور کامیابی کا پھریرا بجاتے ہوے مال
غنیمت کو بیت المال سلطانی مین لاکر جمع کر دیتے ہین، جہان کہ سلطان یعسوب امور شاہی مین بھی مصروف رہتا ہے
اور یہ بھی دیکھتا رہتا ہے کہ کہین تو ہشاش بشاش معمار ہنسی خوشی چھتہ کی سنہری جالیان بنا رہے ہین، کہین سنجیدہ
وامن پسند رعایا شہد بنا رہی ہے، کہین غریب جفاکش مزدور بھاری بھاری بوجھ اُٹھاے جوق جوق تنگ راہ قلعہ
مین داخل ہو رہے ہین اور کہین متین با رعب مجسٹریٹ عتاب آمیز شان سے مجہول و نمیا زدکش نکھٹو کھیون کو سخت گیر
عُمّال کے حوالے کر رہا ہے - یہ ہے باہمی موافقت کی برکت ؎

از اتفاق مگس شہد نی شود پیدا | خدا چہ لذت شیرین در اتفاق نہاد

اسی طرح ممکن ہے کہ اکثر امور مختلف عنوان سے کیے جائین، مگر مقصد و نتیجہ انکا صرف ایک ہو - دیکھو بہت سے
تیر گو مختلف اطراف و جوانب سے چھوڑے جائین، مگر پڑتے ہین ایک ہی نشانہ پر، بہت سے مختلف راستے ایک ہی
شہر مین پہنچتے ہین، بہت سے شیرین اور مصفا و تازہ دریا ایک ہی کھاری سمندر مین جا گرتے ہین، دھوپ
گھڑی کے خطوط سب کے سب ایک ہی مرکز پر ملتے ہین - علی ہذا القیاس مشترک غایت و غرض کے مختلف نوع
کام ایک ہی وقت عمل مین لاے جا سکتے ہین اور بغیر ناکامی کے بوجہ احسن انجام کو پہنچتے ہین ؎

چاہیے ایک سب کا ہو مقصود | گو ہون سب کے جدا جدا اغراض

پس ؎ خسروا باج بخش تخت نشان | بر سر تاج و تخت گنج فشان
در جہان گیری و جہانبانی | ہمہ وقت و سکندر ثانی

فرانس پر فوج کشی کرنے کے لیے کمر باندھ سپاہ انگلستان کے چار حصے کر، ایک حصہ اپنے ساتھ لیجا جس سے
تو فرانس کو بیخ و بن سے ہلا سکتا ہے اور اگر بقیہ تین حصون سے ہم اُن بدکار اسکاٹلینڈ کو اپنے دروازون سے
نہ دھتکار سکین، تو ہماری سزا یہی ہے کہ ہم ستاے جائین اور ہماری قوم سے شجاعت و تدبر کا تمغہ چھین لیا جاے"

کنگ ہینری " ڈافن کے ایلچیون کو بلواؤ" [چند چوبدار جاتے ہین]

"اب ہمارا ارادہ پختہ ہو گیا - اے حامیان سلطنت تم ہمارے قوت بازو ہو، خدا اپنے بزرگ و توانا کی تائید و توفیق
اور تمہاری رفاقت و سعی سے فرانس ہمارا ہے - یا تو اب ہم نے اُسے اپنا حلقہ بگوش بنا لیا، یا اُسکی اینٹ سے اینٹ

یا کر چھوڑی یا تو رفیع الشان کشور فرانس کے تخت پر متمکن ہو کر اسکی شاہانہ ریاستون پر بھی جنمین سے ہر ایک بجاے خود ایک اقلیم ہے ہمارا حکم جاری ہوگا؛ یا ہماری لاشین کمین ایسی جگہ پیوند خاک ہو جائینگی جس پر نہ کوئی مزار ہوگا نہ کسی قسم کی یادگار اور یا تو تاریخ ہمارے کارنامون کی تعریف و توصیف مین رطب اللسان ہوگی یا ہماری تربتین نقش دیوار کی طرح بالکل ساکت و صامت ہونگی۔ انکے سرہانے نہ کوئی لوح نصب کی جاے گی اور نہ کوئی تعویذ رکھا جائیگا ؎

سبزے کی سبز چادر مرقد پہ اک چڑھی ہو ۔ پھولون کے بدلے جس پر حسرت برس رہی ہو

سنگ لحد سے تصویر اک یاس کی کھڑی ہو ۔ جاے چراغ جس پر تاریکی چھا رہی ہو

سر پیٹتی ہو حسرت اور نوحہ خوان ہو ارمان

ماتم کرے تمنا ہو شوق مرثیہ خوان

سنسان مقبرہ ہو ہر سو ہو ہو کا عالم ۔ اور لہلہا رہا ہو سبزے کا ایک پرچم

ہر پھول داغ غم ہو ہر نخل نخل ماتم ۔ آنسو بہا رہی ہو تربت پہ پیری شبنم

تنہائی ہو محافظ خاکی مکان کی میرے

اور بیکسی ہو دربان اُس آستان کی میرے

[سفیر فرانس حاضر ہوتے ہیں]

ہم اپنے برادر عزیز ڈافن ولیعہد فرانس کا منشا و مرضی سُننے کو تیار ہین مین نے سُنا ہے کہ تم خاص ڈافن کی طرف سے پیام و تحائف لے کر آئے ہو، بادشاہ کی طرف سے نہین؟

سفیر اول۔ حضور کی اجازت ہے کہ ہم اپنی مشن آزادانہ اور بعینہ بیان کرین یا محض اُسکا مفہوم اور لب لباب گوش گزار کیا جائے۔

کنگ۔ مین کوئی جابر و ظالم نہین بلکہ ایک مسیحی بادشاہ ہون نفس ہمارا ایسا ہی مطیع و منقاد ہے جیسے کہ ہمارے ذلیل و ناچار قیدی۔ پس ڈافن کے پیام کو بے کم و کاست بلا دھڑک صاف صاف بیان کرو ؎

من آن کس نیستم کز غرور و حشم ۔ ز بیچارگان روے درہم کشم

سفیر اول۔ اچھا تو مختصر عرض کرتا ہون۔ کچھ زیادہ عرصہ نہین گزرا کہ حضور نے چند سفیرون کو بھیجکر اپنے پردادا کنگ ایڈورڈ سوم کے سلسلہ مین فرانس کی بعض ریاستون کا دعوی کیا تھا جس کے جواب مین ہمارے آقاے ولی نعمت شہزادہ ولی عہد بہادر فرماتے ہین کہ تم جیسلا نگیلا لہو و لعب رقص و سرود کا متوالا اور فرانس کی ریاستون کا دعوی۔ آپ کے سامان شان تو یہ سوغات ہے، اسے لیجیے اور پھر کبھی اُن ریاستون کا نام بانکر

نہ لائے، یہ ہے ہمارے شہزادے کا پیام"

کنگ ہینری "عم نامدار! کیا سوغات ہے؟"

ایگزیٹر "حضور! ٹینس بال!"

کنگ ہینری "ہم بہت خوش ہین کہ ڈافن ہم پر اسقدر مہربان ہین۔ اُنکی سوغات اور تمھاری زحمت کا شکریہ جب ہم اپنے ٹینس بیٹ سے ان گیندون کی دھجیان اُڑا چکین گے، تو فرانس کے میدان جنگ مین اُسکے والد بزرگوار کے تاج شاہی کو بھی اپنے چوگان ہمت سے اچھال کر بفضلہ اُسے زک دین گے۔ اُس سے کہنا تو نے ایسے مشاق کھلاڑی کو چیلنج دیا ہے، جو فرانس کے کسی پائے کو بے لئیے نہ چھوڑے گا۔ یہان کچھ کچی گولیان نہیں کھیلے ع ہمین میدان ہمین چوگان ہمین گوئے" شاید وہ ہماری گزشتہ آزادانہ روش پر بھولا ہے اور یہ خیال نہین کیا کہ ہم نے اُس سے کیا کیا سبق حاصل کیے۔ بات یہ ہے انگلینڈ کے ناچیز جزیرہ کی ہم نے کبھی کچھ حقیقت ہی نہین سمجھی، اسلیے اکثر آزادیون اور بے فکریون مین مبتلا ہوے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شے کو اچھا نہین سمجھتا تو اُس سے ہمیشہ غافل و بے پروا رہتا ہے۔ ڈافن سے کہو کہ مین شان و شکوہ اسوقت اختیار کرون گا، اپنے تئین بادشاہ اُسوقت سمجھون گا اور میری عظمت و اقتدار کا پھریرا اُسوقت لہرائے گا جبکہ مین تخت فرانس پر جلوہ گر ہون گا۔ اسی لیے تو مین نے ظاہری کروفر کو ترک کر رکھا ہے، اور کشورکشائی و ملک گیری کے دنون کی تیاری کے لیے ایک معمولی شخص کی طرح محنت و مشقت جھیلی ہے۔ ہان ہمارے سپہر جلالت و اقبال کا نیر تابان وہان اس آب و تاب سے چمکے گا، کہ تمامی فرانس کی آنکھین خیرہ ہو جائین گی، اور ڈافن کو تو اتنی بھی تاب نہ ہوگی، کہ اُسکی طرف آنکھ پھیر کر بھی دیکھ سکے ہمارے زندہ دل اور خوش مذاق شہزادہ سے جا کر کہنا کہ تیرے تمسخر نے ان گیندون کو توپ کے گولون مین بدل دیا ہے جنگی تباہی اور غارت گری کا گناہ اور عذاب تیری روح پر ہوگا کیونکہ تیرا تمسخر ہزارہا عورتون کو اُنکے سرتاج شوہرون سے جدا کر دے گا، ہزارہا بھری گودیان خالی ہو جائین گی، بستیان ویران اور قلعے مسمار ہو جائین گے۔ ہان! تیرے اس تمسخر کے طفیل آنے والی نسلین ہمیشہ تیرا نام حقارت سے لیا کرین گی اور تجھپر لعنت اور پھٹکار کیا کرین گی۔ لیکن یہ سب خداے قدیر کے قبضۂ اختیار مین ہے، مین اُسی کی طرف رجوع کرتا ہون۔ ڈافن سے کہو، ہشیار ہو جائے مین اُسی قادر مطلق کا نام لے کر تیری اس گستاخی کی سزا دینے اور بزور بازو اپنا حق حاصل کرنے کو فوج کشی کرتا ہون۔ تم لوگ صحیح و سالم واپس ہو جاؤ، اور ڈافن کو جتلا دو کہ تیری دل لگی پر اتنے لوگ ہنسنے نہ ہونگے، جتنے کہ روئین گے، اُسوقت تیری ساری شیخی کرکری ہو جائے گی اور تو

دست تاسف مل کر کہے گا ع لے روشنی طبع تو برمن بلا شدی.... اچھا خدا حافظ" [سفیر جاتے ہین]

ایگزیٹر "یہ پیام تو عجب لطف آمیز پیام ہے!"

کنگ ہینری "دیکھنا انشاءاللہ وہ کسقدر نادم اور منفعل ہوتا ہے - لے افسران فوج دیکھو ایک قیمتی لمحہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دو - ایسا نہ ہو کوچ مین تاخیر ہو جاے - اب یا تو مجھے تسخیر فرانس کا خیال ہے یا خدا ے بزرگ و برتر کا جسے مین اپنے تمام ارادون سے مقدم سمجھتا ہون - ضروری فوج فی الفور تیار ہو جاے - تمام امور پر غور کرلیا جاے تاکہ روانگی معقول طریقہ پر اور مناسب وقت پر عمل مین آسکے - خدا ے قوی و توانا کی مدد سے ہم اس ڈافن کو خود اسی کے ملک مین نیچا دکھائین گے - ہان ہر شخص جنگ کے لیے تیار ہو جاے"

ایکٹ دوسرا

پرولوگ تمہید [کورس آتا ہے]

ایلو! تمام نوجوانان انگلستان کے سینون مین اشتیاق جنگ کی آگ نے بھڑک کر انکی رگ و پے مین جوش اور چستی و چالاکی کی برقی قوت دوڑا دی ہے تعیش و تکاہل اور آرام طلبی و جامہ زیبی ملبوسات حریری کے ساتھ تہ کرکے الماری مین رکھدی گئین اسلحہ فروشون کی بن آئی ہے سب کے دلون مین حصول عزت و ناموری کی امنگین موجزن ہین - سرفروشان باوقار شجاعت بادپایان جنگی کی خریداری مین املاک و زمینین فروخت کر رہے ہین تاکہ مسیحی تاجدارون کے سرتاج خضر طریقت ہینری کے قدم بقدم پیروی کرکے تن دہی اور جان فروشی کی پوری پوری داد دین تمام امید فرانسہ کی فضاے دلکشا مین اور نگ وعدہ فرمائی پر جلوہ افروز ہے دست رعنا مین ہینری اور اسکے جانباز سپاہیون کے انعام کے لیے ایک جڑاؤ شمشیر لیے ہوے ہے جو تمام کمال قبضے سے لے کر پیپلہ تک مکمل بجواہر افسران خسروانہ مزین تاجہاے شاہانہ اور زیب کلاہاے امیرانہ سے جگمگا رہی ہے - فرانسیسی اس زبردست جنگی تیاری کی صحیح اور بروقت خبر پا کر سہمے جاتے ہین اور اس فکر مین ہین کہ کسی نہ کسی طرح اہل انگلینڈ کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دین -

لے مادر انگلستان! بقول ع ہرچہ بقامت کہتر بقیمت بہتر تو اپنی عظمت و بزرگی کی آپ ہی مجسم مثال ہے اگر تیرے فرزند سب کے سب سپوت اور رشید ہوتے تو تجھ سے ایسا کیا کچھ ظہور مین نہ آتا؟ جس سے تیری عزت و کامرانی اور بھی زیادہ ہو جاتی! لیکن ذرا اپنا نقص بھی تو دیکھ! بادشاہ فرانس نے تیرے بعض ایسے کم ظرف

بیرٹ کے ہلکے، ناخلف کپوت ڈھونڈھ نکالے اجنکو اُس نے سیم وزر کا لالچ دے کر اپنی بدغاری و باہ بازی مین اپنا
ہم آہنگ بنالیا۔ وہ نااہل کون ہین؟ ایک تو رچرڈ ارل آف کیمبرج، دوسرے ہینری لارڈ سکروپ آف ہیشم،
تیسرے سر ٹامس گرے نائٹ آف نارتھمبرلینڈ۔ یہ تینون کور باطن سکہ فرانس کی تحریص مین آکر جس سے
اُنکے قلب اور نیّت کا کھوٹ ثابت ہوتا ہے، اُس سلطنت کی خوفناک سازش مین شریک ہوگئے تا کہ اگر انکی کشتی
وطغیان اور مکر و فریب چل جائے، تو بقصد فرانس جہاز مین سوار ہونے اور ساؤتھمپٹن مین داخل ہونے سے پہلے
حضرتِ اقدس واعلےٰ کے دشمنون کا کام تمام کردین۔

ناظرین، عنان تحمل تھامے رہین ہم زمین کی طنابین کھینچ کر مسافت کی صعوبت کم کیے دیتے ہین اور دور
دراز طول طویل واقعات کا سین کہا دکھائین گے۔ گویا دریا کو کوزہ مین بھر دین گے۔

رشوت دیدی گئی باغی راضی ہوگئے۔ بادشاہ سلامت لندن سے روانہ ہو چکے۔ اب ساؤتھمپٹن کی طرف
سین منتقل ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو وہان بیٹھا ہوا فرض کر لیجیے۔ وہان سے آپ کو صحیح و سالم فرانس لے جائینگے
اور پھر تنگ آبنائے پر کچھ ایسا پڑھکر پھونکدینگے کہ آپ صاحبون کو بآرام عبور کرکے واپس لے آئین۔ انشاءاللہ
کسی کو قے ہوگی نہ متلی۔

[کورس جاتا ہے]

سین پہلا

لندن، ایک گلی

کارپورل نم اور لفٹننٹ بارڈولف باتین کرتے ہوئے آتے ہین

بارڈولف "آہا! کارپورل نم۔ خوب ملاقات ہوئی اس وقت"

نم "گڈ مارننگ، لفٹننٹ بارڈولف"

بارڈولف "تم یہ تو بتاؤ، ابھی تم مین اور پسٹل مین دوستی ہے؟"

نم "مجھ سے پوچھتے ہو، تو مجھے اسکی کچھ بھی پروا نہین۔ مین بڑے بول نہین بولا کرتا۔ موقع پر دیکھ لینا
مین اُسکی کیا آو بھگت کرتا ہون۔ خیر دیکھ لیا جائے گا۔ لڑائی کا جوش مجھ مین ہو نہ ہو، لیکن ایک دفعہ آنکھین
بند کرکے تلوار کھینچ ہی لون گا۔ پرانی دھرانی ہونے سے کیا ہوتا ہے، اسکے مُنھ کو تو لہو لگا ہوا ہے، اور جو کاٹ
کسی اور کی تلوار مین ہوگا، وہی اسمین بھی ہے۔ خیر سمجھ لون گا"

بارڈلف "میں تم دونوں میں دوستی کرانے کے واسطے ایک جلسہ دیتا ہوں۔ ہم تینوں بھائی بن کر فرانس چلیں گے۔ سمجھے کارپول، وقت پر نہ اینٹھ جانا"

نم "ایمان کی قسم! میں اکیلا ہی بھلا یقین جانو، جب مجھے اُس سے دوستی کیے بغیر ہی نہ بن پڑے گا، تو جیسی مصلحت سمجھوں گا کروں گا اس بارے میں میرا یہی فیصلہ ہے اور اسی پر میں چلوں گا بھی، سُنا تم نے"

بارڈلف "کارپورل کیا یہ بات سچ ہے؟ کہ نیلی کوئکلی نے پسٹل سے شادی کر لی ہے، اس میں شک نہیں، اُس نے تم سے بیوفائی کی، کیونکہ وہ پہلے سے تمھاری منسوبہ تھی"

نم "مجھ سے کیا کہتے ہو جی، جو ہونا تھا ہوا جب آدمی سویا ہوا ہوتا ہے، تو اُسے سر پیر کی خبر نہیں ہوتی، کوئی گلے پر خنجر ہی کیوں نہ پھیر دے! ہوتے والی بات بھلا کب رک سکتی ہے؟ تحمل کی چھری کند ہوئی تو کیا؟ وہ ایک دن اپنا کام کر کے رہے گی نتیجہ اسکا جو کچھ ہوگا دیکھ لینا۔ زیادہ زبان کیوں کھلواتے ہو؟" [پسٹل اور کوئکلی آتے ہیں]

بارڈلف "یہ تو پسٹل اور اُسکی جورو دونوں چلے آرہے ہیں، دیکھو نم، بپھرنا و پھرنا مت۔ کہو میاں بھٹیارے صاحب خیریت ہے؟"

پسٹل "پاجی، پلا کہیں کا! ہمیں بھٹیارا کہکے پکارتا ہے۔ اسی سر کی قسم اس لفظ سے مجھے کو سخت نفرت ہے، اب میری نیلی بھی مسافروں سے سروکار نہ رکھے گی"

بھٹیاری "ہاں ہاں، تمھاری جان کی قسم کبھی نہیں [نم تلوار کھینچتا ہے]... ارے لوگو، اللہ کی دہائی، دوڑو ارے دوڑو! تلوار کھنچ گئی! دن دہاڑے قتل ہوا چاہتا ہے [پسٹل بھی تلوار کھینچ لیتا ہے]

بارڈلف "ہاں، ہاں، کیا کرتے ہو۔ لڑائی جھگڑا کچھ نہ ہونے پائے، نہیں تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں"

نم "ہشت!"

پسٹل "پلید کتے! ہشت! مردود، نامعقول نجس ہشت!"

بھٹیاری "اچھے کارپول۔ للہ آپ ہی تامل کیجیے۔ بس اب اس موئی تلوار کو میان میں بھی رکھو کہیں"

پسٹل "پرے ہٹ، تیرا علاحدہ ہی رہنا بہتر ہے"

نم "علاحدہ! دوزخی، ملعون، دوزخی، علاحدہ تیرے منھ میں تیرے حلق میں، تیرے ناپاک جبڑوں میں، تیرے پیٹ میں، خبیث کہیں کے! قسم خدا کی علاحدہ تیرے گلے منھ میں! علیحدہ کو تیری انتڑیوں میں نہ گھسیڑ دیا ہو تو سہی! دیکھ پستول کا گھوڑا چڑھا ہوا ہے۔ ابھی داغ نہ دیا تو نام بدل دینا"

مولانا آزاد دہلوی مرحوم کی تصنیفات

دربار اکبری -

سخندان فارس - شعرائے فارسی کا جامع و مفصل تذکرہ عہ

آب حیات مستند شعرائے اردو کا تذکرہ تعریف سے بالاتر - عہ

دیوان ذوق - مرتبہ آزاد مع مقدمہ و سوانح عمری ذوق عہ

نظم آزاد کل نظموں کا مجموعہ ۸ر

نیرنگ خیال - استعارہ کے لطیف مضامین ... ۷ر

قند فارسی - ایران کی مروجہ حال زبان ... ۸ر

نصیحت کا کرن پھول ۴ر

مکتوبات آزاد ... ۶ر

بیاض عشاق - [illegible] آخری شاہان [illegible] دیوان - ۱۴ر

[illegible] شاعر نسیم دہلوی کا پورا دیوان ۱۲

حکیم محمد علی کی لاجواب تصانیف

عبرت جہان [illegible] یا لطیف [illegible] ناول مکمل تین حصے ہے

[illegible] عورتوں کی تعلیم [illegible]

نتائج تعلیم - دو حصے عہ

جعفر و عباسہ - ہارون رشید زنانہ کا قصہ پردہ نہ کرنے کے برے نتائج ... عہ

نیل کا سانپ - ملکہ حسن قلوپطرہ کی پر درد داستان کلیجہ تھام لوگے جب سنو گے ... عہ

حسن سرور - میلے ٹھیلے جانے کے نقصانات لطیف طرز ادا کے ساتھ مکمل تین حصے .. ہے

گورا شاہ حسین عقد بیوگان کی ضرورت ہزنیل ناول [illegible] عہ

مسیحائے عالم ... ۸ر

اہرام مصر ... ۲ر

دیول دیوی اسلام کے ایک جاہل فاتح علاؤ الدین سکندر ثانی کا طرز حکومت حسن انتظام وغیرہ ۱۲ر

آثار الصنادید - سرسید مرحوم کی نہایت مشہور اور بیش بہا تصنیف مع نقشہ جات عمارت دہلی عہ

ترجمہ تاریخ فرشتہ نہایت مستند و مفصل و معتبر تاریخ - ے

قیصر التواریخ یعنی سلاطین اودھ کی مبسوط و مکمل تاریخ .. عہ

ترجمہ تاریخ مصر یعنی مصری طرز تمدن ہو بہو قابل دید [illegible]

اردو ترجمہ حیاۃ الحیوان [illegible] انسانوں اور دنیا کے تمام دیگر مخلوقات کے تاریخی حالات دو جلد فی جلد عہ

ترجمہ منتخب التواریخ - ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور تصنیف کا اردو ترجمہ ... عہ

دبستان مذاہب - دنیا کے مختلف مذاہب زبان فارسی ... عہ

سوانح عمری اورنگزیب مصنفہ محمد لطیف صاحب بی اے - ۱۲ر

سوانح عمری اکبر - اکبر کے غیر متعصبانہ اور عادلانہ طرز حکومت کا بیان ۲ر

شاہجہان نامہ - شاہجہان بادشاہ کے دور حکومت کے مفصل کوائف ہے

مطلع العجائب ترجمہ نواب محسن الملک مرحوم باتصویر - عہ

فسانہ برطانیہ - انگلستان کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی حالت قیمت ... ۱۱ر

مصائب غدر - حالات غدر ... عہ

مفصل ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی

معلم السیاست - انگلستان کے مشہور فلسفی مصنف مل کی کتاب متعلق سیاست [illegible] دستوری حکومت اور امور سیاسی پر علاوہ ازیں مفصل بحث کی گئی ہے - عہ

اعمال [illegible] یعنی [illegible] تمدنی حالات اور معاشرتی کیفیات اور سیاسی تغیرات کا صحیح نقشہ ہے

طلسم فرہنگ - انگریزوں کے عجیب شعبدوں کا بیان ۱۲ر

عقل و شعور - لڑکوں لڑکیوں مردوں عورتوں کی تعلیم کے لیے دلچسپ افسانہ کے پیرایہ میں نصائح حکیمانہ و فلسفیانہ بغیر ختم کیے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا عہ

اردوئے معلی یعنی حضرت غالب کے رقعات نثر طرز تحریر کے بے مثل نمونے ... عہ

عود ہندی بشرح [illegible] ۸ر

لسٹر رائٹر معروف بہ [illegible] انگریزی طرز پر اردو میں قواعد خطوط نویسی ۸ر

دبدبہ امیری یعنی سوانح عمری امیر عبدالرحمن خان امیر کابل عہ

آئین اکبری - علامہ ابوالفضل کی ضخیم تصنیف جس میں اکبر کی ذاتی خوبیاں اور [illegible] کے حالات و سوانح عمری درج ہیں فارسی [illegible] عہ

خطوط منشی امیر احمد جس میں حضرت امیر کی سوانح اور ان کے کلام پر ریویو اور موازنہ امیر و داغ بھی شامل ہے عہ

[illegible] یعنی معرفۃ العروض عہ

الناظر

نمبر ۵ جلد ۹ — یکم اگست سنہ ۱۹۱۳ء

الناظر

نمبر ۵۰ جلد ۹ — یکم اگست ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ اندلس کا ایک باب

۱۳۲ھ مین جب خاندان بنو اُمیہ کے آخری خلیفہ مروان ثانی نے مصر مین جہان وہ پناہ گزین تھا انتقال کیا تو بنی عباس جو غاصب تخت و تاج تھے ہاتھ دھو کر اُسکے اہل خاندان کے پیچھے پڑ گئے اور اُنکے نیست و نابود کرنے پر آمادہ ہو گئے خلیفہ ہشام کے پوتے کے ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالے گئے اور گدھے پر سوار کر کے سارے شام مین شہر شہر اور گاؤن گاؤن اُسے پھرایا۔ ساتھ ساتھ اُسکے نقیب تھا جو بلند آواز سے کہتا جاتا تھا کہ "یہ ابان ابن معاویہ ہے۔ یہ وہی شخص ہے جو بنی امیہ مین سب سے کامل اور لائق مانا جاتا تھا" آخر یہان تک ستایا کہ اسی طرح اُسکا دم نکل گیا۔ ہشام کی بیٹی شاہزادی عبدہ نے جب اپنے خزانون کا پتہ دینے سے انکار کیا تو فوراً اُسکا کام تمام کر دیا گیا۔

لیکن یہ ایذا رسانی اور ظلم و ستم الیاسات۔ یہ تھا کہ اُسکی شدت کی وجہ سے امین کامیابی نہوی۔ بہت سے اموی مین بھاگ گئے اور بدوؤن مین مل جل کر چھپ گئے۔ جب اُنھون نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ تو اس قتل و غارت کے کام کو جاری رکھنے کے لیے اُنھون نے دغا و فریب سے کام لیا اور اپنے خلیفہ ابوالعباس کی طرف سے ایک اعلان شایع کرایا جسمین اپنی بے اعتدالی کا اعتراف کیا اور تمام زندہ اموین کو امن دینے کا

عدہ کیا۔ ستر سے زیادہ اس جھانسے مین آگئے اور لکڑیون سے پیٹ پیٹ کر انکو ہلاک کیا۔ دو بھائی یحیی اور
عبدالرحمن جو خلیفہ ہشام کے پوتے تھے اس خوفناک قتل و خونریزی سے بچکر نکل گئے تھے۔ جب خلیفہ عباس کا
اعلان شایع ہوا تو یحیی نے اپنے بھائی سے کہا "ابھی ہمین انتظار کرنا چاہیے۔ اگر کوئی اندیشہ کی بات نہوی تو ہم
ہر وقت عباسی فوج مین جو ہمارے قریب جوار مین ہے شریک ہو سکتے ہین۔ لیکن اسوقت مجھے انکی اس جان بخشی اور
امن دہی پر اعتبار نہین ہے۔ مین ایک ایسے شخص کو لشکر مین بھیجتا ہون جو ہمین اطلاع دے سکے گا کہ ہمارے بھائی
بندون سے کیسا سلوک ہو۔"

قتل و خونریزی کے بعد وہ شخص جسے یحیی نے لشکر مین بھیجا تھا فوراً یہ وحشتناک خبر لے کر آیا۔ لیکن
سپاہی اس شخص کے پیچھے پیچھے تھے جنھین حکم تھا کہ وہ یحیی اور عبدالرحمن کو قتل کر ڈالین۔ یہ خبر سن کر یحیی کے
ہوش و حواس جاتے رہے اور ابھی اسکے اوسان بجا نہونے پائے تھے کہ وہان سے بھاگ نکلنے کی کوشش کرے
اتنے مین سپاہیون نے اسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ عبدالرحمن اسوقت شکار کو گیا ہوا تھا۔ وہ اس وجہ سے بچ نکلا
اسکے وفادار ملازمون نے اسے بھائی کی دردناک موت کی خبر دی۔ وہ رات کے اندھیرے مین اپنے مکان کو واپس آیا
اور اپنی دونون بہنون کو اطلاع دی کہ مین اپنے اس مکان مین پناہ گزین ہوتا ہون جو اس گاؤن مین ہے
جو دریاے فرات سے قریب ہے اور انکو تاکید کی کہ میرے بھائی اور بیٹے کو لے کر تم بھی بہت جلد وہین آ جاؤ۔

یہ نوجوان شاہزادہ بغیر کسی حادثہ اور تکلیف کے اس گاؤن مین پہنچ گیا جس کا پتہ اس نے اپنی بہنون
کو دیا تھا اور تھوڑے ہی دنون کے بعد اسکے خاندان کے لوگ بھی اسکے پاس پہنچ گئے۔ اسکا ارادہ وہان مدت تک
ٹھہرنے کا نہ تھا کیونکہ اس نے افریقہ جانے کی ٹھان لی تھی لیکن چونکہ اسے یقین تھا کہ اسکے دشمن آسانی سے
اسکی جاے پناہ کو نہین معلوم کر سکتے لہذا وہ کسی عمدہ موقع کا منتظر رہا تا کہ وہ یہ طویل سفر بغیر کسی خوف و خطر کے
طے کر سکے۔ ایک روز عبدالرحمن کی آنکھین آئی ہوئی تھین اور وہ ایک اندھیرے کمرے مین سو رہا تھا کہ اتنے مین
اسکا بیٹا سلیمان جو صرف چار برس کا تھا اور دروازہ کے باہر کھیل رہا تھا کمرے مین ہانپتا کانپتا اور خوف زدہ دوڑتا
ہوا آیا اور باپ کی چھاتی پر گر پڑا۔ باپ نے کہا "بیٹا! مجھے نہ ستاؤ۔ تم جانتے ہو مین بیمار ہون۔ مگر یہ تمہارا حال
کیا ہے؟ تم اتنے سہمے کیون جاتے ہو" بچے نے پھر اپنا سر باپ کی بغل مین چھپا لیا اور رونے اور سسکیان لینے لگا
شاہزادہ نے کہا "یہ معاملہ کیا ہے" دروازہ کھولا تو دیکھا کہ دور سے سیاہ جھنڈے نظر آ رہے ہین.... بچے نے یہی
جھنڈے دیکھے تھے۔ اسے وہ دن یاد تھا جبکہ انکے پہلے گھر مین یہی جھنڈے آئے تھے اور اسکے چچا کا خون بہا

گیا تھا۔۔۔۔ بہت ہی کم وقت تھا اُس نے بمشکل کچھ دینار اپنی جیب مین ڈالے اور اپنی دونون بہنون کو خدا حافظ کہا اور کہا کہ "مین اب جا رہا ہون۔ مہربانی کر کے میرے آزاد کردہ غلام بدر کو میرے پاس بھیج دینا۔ وہ مجھے فلان مقام پر ڈھونڈھ لے گا۔ اُس سے کہنا کہ وہ میری ضرورت کی چیزون کو ساتھ لیتا آے۔ اگر خدا کی یہی مرضی ہوی کہ مین اس بلا سے نجات پاؤن تو پھر تیرے کام آیئن گی۔" ادھر جب عباسی سوارون نے گاؤن کا محاصرہ کرنے کے بعد اس گھر کی تلاشی لینی شروع کی جو خاندان امیّہ کی جاے پناہ تھا اور جہان اُنھون نے صرف دو عورتون اور ایک بچے کو پایا۔ ادھر عبدالرحمن اپنے بھائی سمیت جسکی عمر اٹھارہ سال کی تھی گاؤن سے کچھ فاصلے پر جا کر چھپا۔ اور یہ اُسکے لیے کچھ مشکل نہ تھا کیونکہ وہ تمام مقام ایک گھنا جنگل تھا۔ جب بدر وہان پہنچا تو وہ دونون بھائی پھر چل کھڑے ہوے اور ساحل فرات پر پہنچے یہان ایک شخص ملا جسے شاہزادہ پہلے سے جانتا تھا اُس سے درخواست کی کہ وہ جا کر چند گھوڑے اور رسد خرید کر کے لا دے۔ یہ شخص بدر کو ساتھ لے کر روانہ ہوا اور اس کام کے انجام دینے کا وعدہ کیا۔

بدقسمتی سے یہ ساری گفتگو ایک غلام نے سُن لی۔ یہ نمک حرام بوفا انعام کے لالچ مین سیدھا عباسی کپتان کے پاس دوڑا گیا اور سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔ یکایک یہ دونون بیکس مفرور گھوڑون کی ٹاپون کی آہٹ سے چونک اُٹھے بمشکل سے انھین اتنا وقت ملا کہ وہ پاس کے ایک باغ مین جا چھپے لیکن سوارون کی نظر سے نہ بچ سکے جنھون نے فوراً باغ کا محاصرہ کر لیا۔ بس ایک دو منٹ ہی کی کسر تھی کہ یہ دونون بھائی آب شمشیر سے ہمیشہ کے لیے سیراب کر دیے جایئن۔ بچاؤ کی صرف ایک ہی تدبیر تھی اور وہ یہ کہ دریاے فرات مین کود جایئن اور تیر کر پار نکل جانے کی کوشش کرین۔ دریا کا پاٹ بہت چوڑا تھا تدبیر بہت خطرناک تھی لیکن مایوسی کے عالم مین وہ مطلق نہ جھجکے اور خدا کا نام لے کر بے تحاشا دریا مین کود پڑے۔ سوارون نے جب دیکھا کہ ہاتھ مین آیا ہوا شکار نکلا جاتا ہے تو اُنھون نے آواز دی کہ "لوٹ آؤ۔ لوٹ آؤ۔ ہم تمھین کچھ نہ کہین گے" عبدالرحمن ان وعدون کا مطلب خوب سمجھتا تھا۔ اُس نے اور تیز تیرنا شروع کیا۔ جب وہ منجدھار مین پہنچا تو ایک لمحہ کے لیے ٹھہر گیا اور اپنے بھائی کو بلانے لگا کہ جلدی چلو لیکن افسوس کہ وہ نوجوان عبدالرحمن جیسا تیراک نہ تھا۔ کچھ تو ڈوب جانے کے خوف سے اور کچھ سپاہیون کے وعدہ پر یقین کر کے وہ کنارہ کی طرف لوٹ گیا۔ عبدالرحمن بہتیرا چلایا کیا کہ "میرے عزیز بھائی واپس آ جا۔ اور ان سپاہیون کے وعدہ پر نہ جا" مگر اُس کا چلانا بیکار تھا۔ سپاہی آپس مین کہنے لگے "ایک ہاتھ سے نکل گیا" اُن مین سے جو زیادہ منچلا تھا کپڑے اُتار

فرات مین اکودنے کو تیار ہو گیا مگر دریا کا پاٹ دیکھکر ہمت نہ پڑی - اسلیے عبدالرحمٰن تعاقب سے بچکر صحیح وسلامت
دوسرے کنارہ پر جا پہنچا - لیکن جب اُس نے یہ دیکھا کہ سنگدل وحشی سپاہی اُسکے چھوٹے بھائی کا سر کاٹ رہے ہین
تو وہ دل پکڑ کے رہ گیا -

جب وہ افریقیہ پہنچا تو اُسکا وفادار غلام بدر اور اُسکی بہن ام الاصبغ کا آزاد کردہ بندہ سالم اُس سے آملا
اور اُسکے واسطے درہم و دینار اور قیمتی جواہرات ساتھ لایا - اسکے بعد وہ اُن دونون کو ساتھ لے کر افریقیہ روانہ ہوا جہان
عباسیون کی حکومت ابھی تک تسلیم نہین کی گئی تھی - اور جہان اس سے پیشتر کئی اموی پناہ گزین تھے - وہ وہان
بغیر کسی حادثہ اور ناگوار واقعہ کے پہنچ گیا - وہان پہنچکر اگر وہ چاہتا تو عافیت اور راحت سے بسر کر سکتا تھا لیکن
وہ اس طبیعت کا شخص نہ تھا جو معمولی اور گمنام زندگی بسر کرتا - اس عمر ہی مین جو بیس سال سے زیادہ نہ تھی اُسے
ہمیشہ جاہ و ثروت کے خواب نظر آتے تھے - ایک تو وہ ویسے ہی مضبوط - قوی اور بہادر تھا - دوسرے تعلیم بھی
بہت اچھی پائی تھی - اسپر اُسکی لیاقت معمول سے کہین زیادہ تھی - لہذا اُسکا دل گواہی دیتا تھا کہ وہ بہت
بڑا آدمی ہونے والا ہے - طبیعت مین بیباکی اور بڑے سے بڑے کام مین ہاتھ ڈال دینے کی جو نیب تو تھی ہی اس
خیال نے اُسے اور اکسایا اور اُبھارا - اور بچپن کی یاد کو جس کے بعد سے وہ غریبانہ زندگی بسر کر رہا اور مارا مارا
پھر رہا تھا تازہ کر دیا - اہل عرب اس بات کے معتقد تھے کہ ہر شخص کی قسمت اُسکی پیشانی پر لکھی ہے - عبدالرحمٰن
بھی اور لوگون کی طرح اسکا قائل تھا اور زیادہ تر اسلیے کہ اُسکے دادا مسلمہ نے جو بہت بڑا قیافہ شناس سمجھا
جاتا تھا اُسکے متعلق کچھ ایسی ہی پیشین گوئی کی تھی جیسے آج کل اُسے خواب نظر آرہے تھے - اُس کی عمر کوئی دس
برس کی ہوگی جب اُسکے باپ معاویہ کا انتقال ہوگیا - لوگ ایک روز اُسے اور اُسکے بھائیون کو الرصافہ لے گئے
یہ علاقہ قنسرین کا ایک شاندار گاؤن تھا اور خلیفہ ہشام وہان اکثر جا کر رہا کرتا تھا - ابھی یہ بچے محل کے دروازے
ہی پر تھے کہ اتنے مین مسلمہ وہان پہنچا اور اُس نے اپنا گھوڑا ٹھہرا کر پوچھا کہ یہ بچے کون ہین ؟ گورنر والی نے
جواب دیا کہ "یہ معاویہ کے بیٹے ہین" مسلمہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "غریب بچے" اور اُسکی آنکھون مین آنسو
ڈبڈبا آئے - اور وہ اُن سب بچون سے ملا - مگر عبدالرحمٰن سے ملکر وہ بہت خوش ہوا اُسے اپنے زین کے آگے
بٹھا لیا اور خوب پیار کیا - اسی اثنا مین خلیفہ ہشام محل سے برآمد ہوا اور اپنے بھائی سے پوچھا کہ "یہ کس کا
بچہ ہے" مسلمہ نے جواب دیا کہ "یہ معاویہ کا بیٹا ہے" اور پھر بھائی کے کان مین جھک کر کہا "عنقریب ایک
بہت بڑا واقعہ ہونے والا ہے - یہ بچہ جو تم دیکھتے ہو ایک ایسا بڑا آدمی ہوگا جس کا تمھین انتظار رہے" ہشام نے

پوچھا "کیا تمھیں پورا یقین ہے؟" مسلمہ نے جواب دیا "مین نے اسکے چہرہ اور گردن کی علامتین خوب دیکھ لی ہین۔"
عبدالرحمن کو یاد تھا کہ اس وقت سے اُسکے دادا نے خاص طور پر عنایت کرنی شروع کی اور اکثر اُسے تحفے تحائف بھیجا
کرتا تھا جسمین دوسرے بھائیون کا کوئی حصہ نہوتا۔ اور ہر مہینے اُسے اپنے محل مین بلا بھیجتا۔
اُن پر اسرار الفاظ کا کیا مطلب تھا جو مسلمہ کی زبان سے نکلے تھے؟ یہ ٹھیک ٹھیک عبدالرحمن کو بھی معلوم نہ تھا
لیکن جس وقت مسلمہ نے یہ الفاظ کہے تھے تو اس وقت اس قسم کی اور بھی کئی پیشین گوئیان ہوئی تھین۔ بنو امیہ کی
قوت مین بہت کچھ انحطاط پیدا ہوگیا تھا اور تو ہم پرست بادشاہ (جیسا کہ عام طور پر اہل مشرق ہوتے ہین) قیافہ
شناسون۔ منجمون اور کاہنون، غرض اُن تمام لوگون سے جو کسی نہ کسی طرح اسرار غیب کے بتانے کا دعوی کرتے تھے
بڑے اصرار سے ان امور کے متعلق سوال کرتے تھے۔ یہ ہوشیار علم غیب کے مدعی نہ تو چاہتے تھے کہ انکی امیدون پر پانی
پھر جاے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ انھین ایسی امیدین دلائین جنھین بعد کے واقعات غلط ثابت کرین لہذا اُنھون نے
اُسکے ذہن مین یہ بات پیدا کی کہ بنو امیہ کی حکومت کو زوال تو ہوگا لیکن اس نامور خاندان کا ایک پودا دوسری جگہ
جا کر جڑ پکڑے گا۔ مسلمہ کے دل مین بھی یہی خیال جما ہوا تھا۔
اس بنا پر عبدالرحمن کو یقین تھا کہ کسی روز وہ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوگا۔ لیکن کہان اور کس ملک مین؟
مشرق ہاتھ سے جا چکا تھا۔ لہذا وہان کوئی امید باقی نہین رہی تھی۔ اب صرف اسپین اور افریقہ باقی تھے۔ اور ان
دونون مقامات مین فہری خاندان اپنے قدم جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔
افریقہ مین یا یون کہنا چاہیے کہ اُس حصۂ ملک مین جو ابتک عربون کے زیر فرمان تھا کیونکہ مغربی حصہ تو
پہلے ہی خودسر ہو چکا تھا ایک شخص فرمانروائی کر رہا تھا جس سے ہم اسپین مین مل چکے ہین۔ جہان اس نے امیر
بننے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ناکامیاب رہا۔ یہ شخص قبیلہ فہری کا عبدالرحمن بن حبیب فہری تھا جو اسپین کے
گورنر (والی) یوسف کا رشتہ دار تھا۔ چونکہ ابن حبیب نے عباسیون کی حکومت کو تسلیم نہین کیا تھا لہذا وہ چاہتا تھا
کہ اپنی اولاد کے لیے افریقہ بطور ایک آزاد سلطنت کے چھوڑ جاے۔ اور اُس نے اپنی نسل کی آیندہ حالت کے
متعلق بہت بےچینی کے ساتھ مشورہ کرنا شروع کیا۔ ابھی عبدالرحمن کو اُسکے دربار مین داخل ہوے تھوڑے ہی دن ہوے
تھے کہ ایک یہودی نے جو مسلمہ کے دربار مین رہ چکا تھا اور جسے مسلمہ نے علم غیب سکھایا تھا ایک پیشین گوئی کی کہ شاہی
نسل کا ایک شخص جس کا نام عبدالرحمن ہوگا اور جسکی ہر کنپٹی پر بالون کی ایک ایک لٹ ہوگی وہ ایک ایسے خاندان
کا بانی ہوگا جو افریقہ پر حکمران ہوگا۔ اسکے جواب مین ابن حبیب نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو افریقہ کا فرمانروا تو مین ہی ہون

اور میرا نام بھی عبدالرحمن ہے۔ اب صرف مجھے کنپٹی پر بالون کی ایک ایک لٹ اور بڑھا لینی چاہیے تو یہ پیشین گوئی بالکل مجھپر صادق آجائے گی۔ یہودی نے کہا "نہین۔ تم وہ شخص نہین ہو۔ کیونکہ تم شاہی خاندان سے نہین ہو اور اس پیشین گوئی کی سب شرائط تم مین نہین پائی جاتین"

بات معقول تھی ابن حبیب نے اُس وقت تو عبدالرحمن کی زندگی پر ہاتھ نہ ڈالا۔ مگر نہ صرف اُسکی طرف سے بلکہ اُن تمام امویین کی طرف سے جو اُسکے ملک مین پناہ گزین ہوے تھے بدگمان ہوگیا اور یہ سمجھنے لگا کہ ان مین وہ لوگ بھی ہین جو کسی روز اُسکی تباہی کا باعث ہونگے اور اسلیے وہ اُنکی حرکات و سکنات پر بڑے غور اور بے صبری کے ساتھ نظر رکھنے لگا۔ ان شہزادون مین خلیفہ ولید ثانی کے دو بیٹے بھی تھے یعنے لوی اور عاص جو اپنے باپ سے کچھ کم نہ تھے، ولید ہمیشہ عیش و عشرت مین بسر کرتا اور اپنے آشنا اُن کو مسجد مین امامت کے لیے بھیجتا اور تیر کمان کی مشق کرتے وقت قرآن کو آماجگاہ بناتا تھا اور کہتا تھا کہ اے قرآن تو خدا کے پاس میری شکایت کرنا۔ اُسکے بیٹے بھی اس دیار غربت مین چین کرتے تھے۔ ایک شب کو جبکہ دور شراب چل رہا تھا اور آپس مین گپ شپ ہو رہی تھی اُنمین سے ایک بول اُٹھا "کیا حماقت ہے کیا ابن حبیب یہ سمجھتا ہے کہ اس ملک کا امیر ہمیشہ وہی رہے گا اور ہم جو خلیفہ کے فرزند ہین اُسے یون ہی امن و بے فکری سے حکومت کرنے دینگے" ابن حبیب نے جو کواڑون کے پیچھے کھڑا یہ باتین سُن رہا تھا اُسی وقت سے یہ ٹھان لی کہ ان خوفناک مہمانون کا چپ چاپ کام تمام کر دینا چاہیے۔ اور اب وہ ایک مناسب موقع کی تاک مین رہا کہ یا تو اُنکی موت کو کسی اتفاقی حادثہ سے منسوب کرے یا ذاتی انتقام سے اسلیے اُس نے اپنے ملنے جُلنے کے طریقہ مین کسی قسم کی تبدیلی نہ کی اور وہ جب اُس سے ملاقات کے لیے آئے تو اُن سے اُسی اخلاق و مہربانی سے پیش آیا جیسے وہ پہلے ملتا تھا۔ لیکن جو اُسکے رازدار تھے اُن سے اُس نے نہین چھپایا کہ وہ ولید کے بیٹون کی تاک مین ہے کیونکہ وہ اُنکی زبان سے ایسے الفاظ سُن چکا ہے جو خلاف مصلحت اور دانشمندی تھے۔ ان رازدارون مین بنوامیہ کا ایک خفیہ طرفدار بھی تھا جس نے ان دونون شاہزادون کو مشورہ دیا کہ والی کے غضب سے بچنے کے لیے تم یہان سے بھاگ جاؤ۔ انھون نے فوراً اُسپر عمل کیا لیکن جب ابن حبیب کو اُنکے اس طرح سے بھاگ جانے کی خبر ملی تو چونکہ اُسے وجہ تو معلوم تھی نہین یہ اندیشہ ہوا کہ کہین ایسا نہو کہ وہ بربری یا عرب قبائل کو میرے خلاف بھڑکائین اسلیے اُس نے اُنکے پیچھے سوار دوڑائے۔ سوار اُنھین پکڑ کر واپس لائے۔ اب اُسے حیلہ ہاتھ آگیا۔ ایک تو اُنکی وہ گفتگو دوسرے اس طرح سے بھاگ جانا اُنکے مجرمانہ خیالات کا کافی ثبوت تھا۔ لہذا وہ قتل کر دیے گئے۔

اسکے بعد سے اُس نے بنو اُمیہ کی غارت گری پر کر باندھ لی جسکی خبر اُنکے طرف داروں نے اُنھیں پہنچادی اور اُنھوں نے وہان سے بھاگنا اور خود مختار بربری قبایل مین پناہ ڈھونڈھنی شروع کی۔

عبدالرحمن تمام شمالی افریقہ مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک قبیلے قبیلے اور قریے قریے پھرا۔ کچھ دنون تو وہ برقہ مین چھپا رہا اور اُسکے بعد بنی رستم شاہان تہیرت کے دربار مین پناہ لی بعد ازان زناتہ کے بربری قبیلہ سے پناہ کی التجا کی۔ اسی طرح پانچ سال گزر گئے۔ اور اس طویل عرصہ مین کوئی بات ایسی نہین معلوم ہوئی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ وہ اسپین مین اپنی قسمت آزمائی کرنا چاہتا تھا۔ مگر ہان یہ جاہ طلب شخص جسکے پاس نہ روپیہ پیسہ تھا نہ دوست آشنا افریقہ کی حکومت کی تمنا رکھتا تھا۔ رات دن سازش کرنے اور ہر طرح اور ہر طریقہ سے اپنے دوستون اور طرفدارون کی جماعت قائم کرنے مین مصروف تھا لیکن جب زناتہ والون نے اسکا پیچھا کیا تو وہ بربری قبیلۂ Nafza کے ہان پہنچا جسکے قبضہ مین شمالی حصہ تھا اور جو Ceuta کے پڑوس مین آباد تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ افریقہ مین دال گلتی نظر نہین آتی تو اُس نے سمندر کے اُس پار نظر دوڑائی۔ اسپین کے متعلق کچھ کچھ معلومات اُسنے اپنے ایک آزاد کردہ غلام سالم سے پہلے ہی حاصل کین کیونکہ وہ موسیٰ بن نصیر یا اُسکے بعد کے زمانہ مین اسپین مین تھا اور وہ وہان کے معاملات مین اُسے بہت کچھ مدد دیتا۔ لیکن وہ اُس سے پیشتر ہی ملک شام کو واپس چلا گیا تھا۔ وہ ایک ایسے جاہ طلب بوالہوس کے ساتھ آوارہ پھرتے پھرتے بیزار ہو گیا تھا اور اس فکر مین تھا کہ کوئی موقع ملے تو اُس سے پیچھا چھڑا کر چلدے۔ اس سے پہلے کہ وہ خود کوئی تدبیر نکالے عبدالرحمن نے اُسے موقع دیا جسکی کیفیت یہ ہے کہ ایک روز وہ سو رہا تھا اور اُسے خبر نہ تھی کہ اُسکا آقا اُسے بُلا رہا ہے اسپر بگڑ کر عبدالرحمن نے پانی کا بھرا گلاس اُسکے مُنھ پر کھینچ مارا۔ اسپر سالم نے کہا "چونکہ تم مجھ سے ایک کمینے غلام کی طرح برتاؤ کرتے ہو اسلیے مین اب تم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوتا ہون۔ تمھارا مجھپر کچھ احسان نہین ہے کیونکہ تم میرے سرپرست یا آقا نہین ہو البتہ تمھاری بہن کا مجھپر حق ہے اور اب مین اُسکے پاس واپس جاتا ہون"

اب اُسکے ساتھ صرف ایک ملازم (آزاد کردہ غلام) رہ گیا اور یہ وہی وفادار بدر ہے (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) اسی کو اُس نے اسپین بھیجا تاکہ وہ وہان جاکر دمشق اور قنسرین کے چار پانچ سو اُمویین سے جو Elvira اور Jaen مین آباد تھے جا کر ملے اور اُنھین اپنے آقا کا خط دے جسمین عبدالرحمن نے لکھا تھا کہ وہ پانچ سال سے ابن حبیب کے تعاقب سے بچنے کے لیے مارا مارا پھر رہا ہے۔ اور ابن حبیب خاندان امیہ کا دشمن اور اُس خاندان والون کی جان کا لاگو ہو رہا ہے۔ اسکے بعد اُس نے لکھا کہ "اے میرے خاندان کے اطاعت گزارو امیری

سے عین آرزو ہے کہ مین تمھارے پاس آؤن اور تمھارے ساتھ رہون کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم میرے ساتھ حق وفاداری کی
و دوستی ادا کروگے لیکن افسوس مین اسپین نہین آسکتا کیونکہ اسپین کا والی بھی مجھے اسی طرح پھانسنے کی کوشش کریگا
جیسے والی افریقیہ نے کی ۔ وہ مجھے اپنا دشمن نیز مدعی حکومت سمجھے گا ۔ اور کیا درحقیقت مجھے حق نہین پہنچتا ہے ۔؟ مجھے
جو خلیفہ ہشام کا پوتا ہون ؟ اور جبکہ مین اسپین مین ایک معمولی آدمی کی طرح نہین آسکتا تو مین مدعی ہوکر آؤن گا ۔
مجھے صرف تمھارے جواب کا انتظار ہے اور اگر تم نے مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلایا تو مین وہان پہنچ جاتا ہون ۔
اب مجھے صرف اُسی ملک مین کامیابی کا موقع ہے ۔ اور مجھے امید ہے کہ تم مقدور بھر میری تائید کروگے ۔ اور میرے
حق کو اپنا حق سمجھوگے ۔" آخر مین اُس نے اپنے طرفدارون سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اُسے پوری پوری مدد دین گے
تو وہ اُنھین اعلےٰ اعلےٰ عہدون پر مقرر کرے گا ۔

بدر نے اسپین پہنچ کر خط عبیداللہ اور ابن خالد کو دیا ۔ یہ دونون دمشقی جماعت کے سردار تھے ۔ خط پڑھنے
کے بعد ان دونون سردارون نے مشورے کے لیے ایک تاریخ مقرر کی اور قنسرین جماعت کے سردار یوسف ابن بخت
کو بھی دعوت دی کہ وہ اس موقع پر آنے کی تکلیف گوارا کرے ۔ روز معینہ پر اُنھون نے اپنے قبیلہ والون سے مشورہ
کیا کہ اس معاملہ مین کیا کرنا چاہیے ۔ اگرچہ معاملہ نازک تھا لیکن سب نے اتفاق کیا کہ یہ کام کرنے کے قابل اور
ضرور کوشش کی جائے ۔ اس امر کے فیصلہ کرنے مین اُنھون نے عربی خیال سے ایک حقیقی فرض کو ادا کیا کیونکہ طوق
اطاعت ایک ایسا معاہدہ ہے جو کبھی فسخ نہین ہوسکتا ۔ اور ایک آزاد کردہ غلام کی اولاد پر واجب ہے کہ وہ اس شخص کے
وارثون کا ہر حال مین ساتھ دے جس نے کسی خاندان کے بانی کو آزادی عطا کی لیکن قطع نظر اور باتون کے اس
فیصلے مین خود اُنکا فائدہ بھی تھا ۔ عرب خانوادون کی حکومت خاندانون کے لحاظ سے ہوتی تھی ۔ بادشاہ کے عزیز و
اقارب اور آزاد کردہ غلامون کی اولاد بڑے بڑے عہدون پر مقرر کی جاتی تھی ۔ اور ایسلیے عبدالرحمن کے بیے جو وہ
کوشش کر رہے تھے اُسمین اُنکی اپنی بہبودی بھی متصور تھی ۔ لیکن ایسے عمل مین کیونکر لائین اسپر اُنکا اتفاق نہین ہوتا
تھا ۔ لہٰذا یہ صلاح ٹھہری کہ صمیل بن حاتم سے مشورہ کیا جائے (جو اس وقت سرقسطہ مین محصور تھا) اور اس سے
پہلے اس بارہ مین کچھ نہ کیا جائے ۔ لوگ جانتے تھے کہ وہ یوسف سے ناراض ہے اس لیے کہ وہ مدد کو نہین پہنچا تھا
اور لوگون کو یہ خیال تھا کہ وہ بنو امیہ والون کی طرف مائل ہے ۔ جو اسکے خاندان کے قدیم محسن ہین ۔ بہرحال
لوگون کو اسکی رائے پر اعتماد تھا کیونکہ وہ ایک شریف آدمی تھا اور لوگ جانتے تھے کہ اگر اُس سے راز مین کوئی بات
پوچھی گئی تو کبھی اُسے افشا نہ کریگا ۔ لہٰذا اُس سے مشورہ کے لیے تیس امویین بدر کے ساتھ ہوئے ۔ رستے مین اُنھین

کچھ قیسی ملے جو صمیل کی مدد کو جا رہے تھے۔ ہم اسکا ذکر پہلے کر چکے ہین کہ قیسیون کو پوری کامیابی ہوئی۔ اب جہان سے ہم نے قصے کو چھوڑا تھا وہان سے پھر شروع کرتے ہین۔ اور یہ وہ موقع ہے جبکہ بنو امیہ والون نے تخلیہ مین گفتگو کرنے کی اجازت چاہی ہے۔ قیسیون نے انکی درخواست قبول کرلی تو انھون نے سب سے اول اُس سے یہ کہا کہ جن امور کا ذکر ہم آپ سے کرنے والے ہین اُنھین آپ بالکل راز مین رکھین۔ اور جب اُس نے اسکا وعدہ کرلیا تو عبید اللہ نے بدر کے آنے کی اطلاع دی اور عبد الرحمن کا خط پڑھکر سُنایا۔ اور اسکے بعد نہایت عجز و انکسار کے ساتھ یہ کہا "اب براہ کرم ہمین حکم دیجیے کہ ہم کیا کرین۔ ہم آپ کے احکام کے تابع ہین۔ جو آپ کہین گے ہمین منظور ہے۔ اور جس بات کو آپ منع کر دین گے اُسکا کبھی نام نہ لین گے" صمیل نے تھکے کے لہجہ مین جواب دیا "معاملہ نازک ہے۔ خدا کے لیے مجھسے فوراً جواب طلب نکرو مین اسپر غور کرون گا اور بعدازان اپنی رائے سے تمھین اطلاع دون گا"

بدر صمیل کے سامنے پیش کیا گیا۔ صمیل نے بغیر کوئی وعدہ کیے اُسے تحفے تحائف دیے جیسے کہ اُس نے دوسرے لوگون کو جو اُسکی امداد کے لیے آئے تھے دیے تھے۔ اسکے بعد وہ قرطبہ آیا۔ وہان اُس نے دیکھا کہ یوسف باغیان سرقسطہ کی تنبیہ و سرکوبی کے لیے فوج جمع کر رہا ہے۔

مئی ۷۵۵ء مین جب وہ کوچ کرنے کو تھا تو اُس نے شام کے وقت سرداران بنو امیہ کو بلایا اور جب سے بنو امیہ کی خلافت جاتی رہی تھی وہ انھین اپنی رعایا سمجھنے لگا تھا۔ جب وہ اسکی خدمت مین حاضر ہوے تو اُس نے کہا "جاؤ۔ ہماری رعایا (بنو امیہ والون سے) سے کہو کہ انھین ہمارے ساتھ چلنا ہوگا"

عبید اللہ نے جواب دیا "خداوند۔ یہ ناممکن ہے۔ کئی سال سے ملک مین قحط ہے اور انمین اتنی سکت نہین ہے کہ یہ کام کر سکین۔ جو اس قابل تھے وہ پہلے ہی صمیل کی کمک کو گئے ہوے ہین۔ اور موسم سرما کے لمبے لمبے کوچون نے اُنھین تھکا دیا ہے"

یوسف نے کہا "کیا کوئی ایسی تدبیر ہوسکتی ہے کہ انھین پھر قوت آجائے۔ لو یہ ہزار دینار ہین۔ انھین دو کہ وہان کا غلہ خرید لین"

"ایک ہزار دینار پانچ ہزار آدمیون کے لیے جنکے نام درج رجسٹر ہین؟ یہ بہت کم ہے خصوصاً ایک ایسے زمانہ مین جب کہ اس قدر مہنگا ہے"

"اب تم جو چاہے کرو۔ مین اس سے زیادہ نہین دون گا"

"تو پھر آپ اپنا روپیہ بھی اپنے ہی پاس رکھیے۔ ہم آپ کا ساتھ نہین دے سکتے"

امیر کے پاس سے آنے کے بعد عبید اللہ اور اُسکے دوستون نے آپسمین مشورہ کیا۔ اُنھون نے کہا "روپیہ لے لینا
ہر حال مین بہتر ہے۔ وہ ہمارے کام آئے گا۔ مگر یہ ہمین سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے ہم قبیلہ یوسف کے ساتھ نہین جائینگے
بلکہ اپنے اپنے گھرون مین رہین گے تا کہ ضرورت کے وقت کام آئین لیکن ہمین فوج سے غیر حاضری کے لیے کوئی حیلہ ڈھونڈھ
رکھنا چاہیے۔ بہرحال جو روپیہ ہمین دیتا ہے وہ ہمین قبول کر لینا چاہیے۔ اسمین کا حصہ ہم اپنے ہم قبیلون کو دینگے
جسے وہ بہت شکریہ کے ساتھ قبول کرینگے اور غلہ دلہ خریدینگے اور باقی روپیہ ہم اپنے منصوبون کے برلانے مین خرچ
کرینگے" چنانچہ وہ بھروالی کے پاس آئے اور اُس سے عرض کی کہ ہزار دینار جو آپ ہمین دیتے تھے ہم قبول کرتے
ہین جب اُنھین روپیہ مل گیا تو وہ (Tolmira) مین اپنے قبیلہ والون کے پاس آئے۔ اور یوسف کی طرف سے
ہر ہر قبیلہ کو دس دس دینار دیے اور کہا یہ خفیف رقم غلہ خریدنے کے لیے دی گئی ہے اُنھون نے یہ نہین بتایا کہ
یوسف نے اس سے بہت زیادہ رقم اُنھین دی ہے۔ اور اُس کے دینے کا منشا یہ ہے کہ وہ سب کے سب اُسکے
ہمرکاب چلین اور ہزار دینار گویا بطور تنخواہ کے ہین۔ ایک دینار کے بیس درہم ہوتے ہین تقسیم کے بعد انکے پاس
تین چوتھائی رقم بچ رہی۔

جب یہ سب معاملے ہو رہے تھے یوسف تھوڑی سی فوج لے کر قرطبہ کی طرف روانہ ہوا اور اس سڑک پر ہو لیا
جو طلیطلہ کو جاتی ہے۔ اس لیے اُس نے اپنا پڑاو ضلع جیّان کے اُس مقام پر کیا جس کا نام اس وقت وادی
فانہ تھا اور جو Sierra Morena کے شمال کی طرف واقع تھا۔ اور جہان سیرا مورینا کے درون کو طے کرنے
کے لیے وادی الکبیر سے پار اُترنا پڑتا تھا۔ اور اس وقت جہان ایک کشتی پڑی رہتی ہے جسے اُن واقعات کی
وجہ سے جو جنگ بیلین (سنہ ۱۸۰۸ء) سے پہلے واقع ہوئی یورپ مین ایک خاص شہرت حاصل ہو چکی ہے۔

یوسف یہان اُن فوجون کی آمد کا انتظار کر رہا تھا جو ہر ضلع سے آ رہی تھین اور وہ اُنھین تنخواہین تقسیم
کر رہا تھا۔ بنو امیہ والون کے دونون سردار یہ معلوم کر کے کہ اُسے باغیان سرقسطہ سے پہلے پہنچنے کی جلدی ہے اور
وہ زیادہ دیر نہ ٹھہرے گا فوراً اُسکے پاس حاضر ہوے۔ یوسف نے پوچھا "ہماری رعایا کہان ہے؟" عبید اللہ نے
جواب دیا "اے امیر آپ اطمینان رکھین اور خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آپ کی رعایا دوسرے لوگون کی طرح نہین ہے
جسے ہم آپ سب جانتے ہین۔ اُنکی یہ تمنا ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے آپ اپنے دشمنون سے ہمارے بغیر نہ لڑین۔ یہ
بات اُنھون نے خود ہم سے کہی ہے۔ اور آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ تھوڑی سی مہلت ہمین اور دی جاے۔
آپ کو معلوم ہے کہ آثار ایسے ہین کہ اب کی فصل ربیع بہت اچھی ہوگی۔ انھین سب سے بڑی فکر اپنے کھیتون کی ہے۔

لیکن امید ہے کہ وہ طلیطلہ پر آپ سے آملین گے" شبہ کی کوئی وجہ ہی نہ تھی اسلیے جو کچھ عبید اللہ نے کہا اُسے یقین آگیا "اچھا۔ اب تم مہربانی کرکے اپنے ہم قبیلون کے پاس جاؤ اور ایسا انتظام کرو کہ وہ فوراً چل پڑین" اسکے بعد یوسف نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اور کوچ کرتا ہوا چلا عبید اللہ اور اُسکا ساتھی تھوڑی دور تک اُسکے ساتھ گئے اسکے بعد اُنھون نے اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ ہم اپنے دوسرے ساتھیون سمیت عنقریب خدمت مین حاضر ہونگے۔ امیر سے رخصت ہوکر وہ وادی فاز مین واپس آئے۔ رستے مین اُنھین صمیل اور اسکے سوار ملے۔ رات اُس نے حسب عادت عیش و عشرت سے بسر کی تھی اور ابھی یہ قیسی سردار سو ہی رہا تھا کہ یوسف نے کوچ کر دیا۔ اُس نے جب ان امویین کو واپس آتے دیکھا تو کہا "اہن! واپس آگئے کیا کوئی خبر لائے ہو" اُنھون نے جواب دیا "نہین خداوند کچھ نہین۔ یوسف نے ہمین واپس جانے کی اجازت دی ہے۔ ہم نے اُس سے دوسرے ساتھیون سمیت طلیطلہ پر ملنے کا وعدہ کیا ہے اگر آپ پسند کرین تو ہم تھوڑی دور تک آپ کے ہمرکاب چلین" صمیل نے جواب دیا "مجھے آپ کی صحبت سے بڑا خوشی ہوگی۔ آئیے اور ضرور آئیے" ادھر اُدھر کی باتون کے بعد عبید اللہ نے صمیل کے قریب پہنچ کر کان مین کہا کہ مین کچھ تخلیہ مین کہنا چاہتا ہون صمیل کے اشارہ کرنے پر اُسکے ساتھی الگ ہوگئے اور عبید اللہ نے کہنا شروع کیا "مین معاویہ کے بیٹے کے متعلق آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہون جسکے بارے مین ہم نے آپ سے مشورہ کیا تھا اُسکا قاصد ابتک ٹھہرا ہوا ہے" صمیل نے جواب دیا "مین اُس معاملہ کو بھولا نہین ہون مین نے اسپر بہت غور کیا اور جیسا کہ مین نے آپ سے وعدہ کیا تھا مین نے کسی شخص سے اسکا ذکر تک نہین کیا یہان تک کہ مین نے اپنے عزیز دوستون کو بھی اسکی خبر نہین کی۔ میرا جواب اُسکے متعلق یہ ہے کہ میری راے مین شخص معلوم حکومت کا اور میری تائید کا مستحق ہے۔ یہ ہے میرا جواب جو تم اُسے لکھ سکتے ہو۔ اور خدا ہماری مدد کرے۔ اب رہا یہ بڈھا گنجا دیوست کو اس نے یہی لقب دے رکھا تھا اُسے چاہیے کہ مجھے میری راے پر چھوڑ دے۔ مین اُس سے صاف کہدونگا کہ وہ اپنی بیٹی ام موسیٰ کا عقد عبد الرحمن سے کردے کیونکہ اب وہ بیوہ ہے اور امارت اسپین کا خیال اپنے دل سے نکال دے۔ اگر اُس نے میری راے پر عمل کیا تو ہم شکرگزار ہونگے نہین تو ہم اپنی تلوارون سے اُسکے گنج کے پرخچے اُڑادین گے۔ اور وہ اُسکے پیشانی سز ہوگی" ایسا پرزور جواب سُن کر دونون سردار بے انتہا خوش ہوے اور اُسکے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اظہار شکر و احسان مندی کے بعد وادی فاز کی طرف روانہ ہوے۔

بات یہ ہے کہ رات کی مدہوشی اور بیداری کے بعد صمیل جب اُٹھکر صبح کو اُٹھا تھا تو اُسکا مزاج خواہ مخواہ یوسف سے بگڑا ہوا تھا۔ اور اسی حالت مین وہ سرداران اہل بنو امیہ سے یہ سب کچھ کہ گیا جسمین غور و فکر کا نام نہ تھا۔ وہ بعد

کاہل تھا اور اُس نے عبدالرحمن کے معاملہ میں مطلق غور نہیں کیا تھا۔ اب ان دونوں کو اسقدر امید دلانے کے بعد جو اُس نے معاملہ کے ہر پہلو پر غور کرنا شروع کیا تو یہ خیال بار بار اُسکے دل میں آتا اور دماغ سے ٹکراتا تھا کہ

"اگر خاندان بنوامیہ کا شاہزادہ اسپین کا فرمان روا ہوگا تو عرب قبائل کی آزادی کی کیا صورت ہوگی؟ ہمارے اور ان قبائل کے سرداروں کا کیا اقتدار رہے گا؟ یوسف کیسا ہی ہو اور اسکے خلاف کیسی ہی شکایتیں کیوں نہوں تاہم اس وقت جو حالت ہے بہت غنیمت ہے اور اسے بدلنا مصلحت نہیں" اسکے ساتھ ہی اُس نے اپنے ایک غلام کو بلایا اور حکم دیا کہ بگٹٹ جاؤ اور دونوں شخصوں سے کہو کہ میرا انتظار کریں۔

اس اثنا میں وہ ایک فرسخ نکل گئے تھے اور مزے مزے سے اُن وعدوں کا ذکر کر رہے تھے جو صمیل نے اُن سے کیے تھے۔ اور ایک دوسرے سے کہتے جاتے تھے کہ مدعی (عبدالرحمن) بڑا خوش نصیب ہے۔ کہتے ہیں عبیداللہ نے سُنا پیچھے سے اُسے کوئی پکار رہا ہے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک سوار گھوڑا دوڑائے آرہا ہے۔ پاس آکر کہا "براہ کرم میرے آقا کا انتظار کیجیے۔ وہ آرہے ہیں اُنھیں آپ سے کچھ کہنا ہے" اس پیغام کو سُن کر اُنھیں بڑی حیرت ہوی اور خصوصاً اس بات پر کہ بجاے ہمیں بلانے کے وہ خود ہمارے پاس آرہا ہے۔ ان دونوں کو یہ اندیشہ بھی ہوا کہ کہیں ایسا نہو کہ وہ ہمیں گرفتار کرکے یوسف کے حوالہ کردے۔ تاہم وہ لوٹے اور تھوڑی ہی دیر بعد اُنھوں نے دیکھا کہ صمیل اپنے سفید خچر پر جس کا نام کوکب تھا پوئی چلا آرہا ہے جب اُنھوں نے یہ دیکھا کہ اُسکے ساتھ سپاہی وغیرہ نہیں ہیں تو اُنکی جان میں جان آئی اور جب صمیل قریب پہنچا تو اُس نے کہا۔ "چونکہ تم میرے پاس معاویہ کے بیٹے کا خط لاے تھے اور تم نے مجھے اُسکے قاصد ملایا تھا۔ میں نے اکثر اس معاملہ پر غور کیا (صمیل نے سچ نہیں کہا یا اُسکے حافظے نے دھوکا دیا۔ لیکن وہ یہ نہ کہہ سکا کہ وہ اس اہم معاملہ کو بھول سا گیا تھا۔ مگر پکا عرب تھا اور اُس نے جھوٹ بولنا نہ چاہا خواہ اسکا نتیجہ کچھ ہی ہو) اور جیسا کہ تھوڑی دیر پہلے میں نے تم سے کہا تھا میں نے تمھارے فیصلہ کو پسند کیا۔ اسکے بعد سے میں نے اسپر غور کرنا شروع کیا اور اب میری یہ رائے ہے کہ تمھارا عبدالرحمن ایک ایسے خاندان کا شخص ہے جو اسقدر زبردست ہے کہ" اسکے آگے صمیل نے ایک ایسا جملہ استعمال کیا کہ جو اگرچہ بہت پُرزور تھا مگر اُسکا بیان لکھنا خلاف تہذیب ہوگا۔ اسکے بعد اُس نے کہا "اب رہا دوسرا شخص وہ فطرتاً ایک اچھا بچہ ہے اور سواے بعض مستثنیات شاذ کے وہ ہمیشہ صلاحیت کے ساتھ کام کرتا ہے۔ علاوہ اسکے ہم اُسکے بہت کچھ ممنون احسان ہیں اور اُس سے بیوفائی کرنا نہیں چاہتے۔ اسلیے جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو اُسے پہلے خوب سوچ لو۔ اور اگر تم اپنے گھروں کو واپس جاسکنے کے بعد بھی) اسی رائے پر قائم رہے تو میں بہت جلد تم سے آن کرملونگا لیکن یہ ملاقات دوستانہ نہوگی۔ یہ میرا صبر قطعی ہے اور قسم کھا کے کہتا ہوں کہ پہلی تلوار

جو اُس مدعی کے خلاف نیام سے نکلے گی وہ دیری ہوگی۔ اب تم امن و عافیت سے اپنے گھرون کو سدھارو اور خدا تمھین اور تمھارے آقا کو نیک ہدایت دے" ان الفاظ نے دفعۃً اُنکی امیدون کو خاک مین ملا دیا اور اس ڈر سے کہ یہ جاہل شخص کہین ورنہ بگڑ جاے اُنھون نے انکسار کے ساتھ یہ کہا "خدا آپ کو برکت دے! ہماری راے کبھی آپ کی راے کے مخالف نہوگی"۔ صمیل پر ان مؤدب الفاظ کا بہت اثر ہوا اور اُسنے کہا "یہ بہت خوب! لیکن تمھین یہ دوستانہ مشورہ دیتا ہون کہ ملک کی موجودہ سیاسی حالت مین تغیر اور انقلاب پیدا کرنے کی کوشش نکرو۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کر سکتے ہو کہ تم اپنے آقا کو اس امر کا یقین دلاؤ کہ اُسے اسپین مین ایک معزز خدمت مل سکتی ہے اور اگر وہ امیر بننے کی تمنا نہ کرے تو مین اسکا ذمہ دار ہون کہ یوسف اُس سے بڑی خاطر تواضع اور فیاضی کے ساتھ ملے گا اور اپنی بیٹی بھی اُسکے نکاح مین دیدیگا۔ اور اُسکے ساتھ مال و دولت بھی مل جائیگی۔ خدا حافظ: سفر مبارک ہو"۔

یہ کہکر اُس نے کوکب (سفید خچر) کو ایک طرف موڑا اور ایڑ بتائی اور چلتا ہوا۔

اب جو اُنھون نے دیکھا کہ نہ تو صمیل سے کوئی توقع ہے اور نہ معاویون سے کیونکہ وہ عموماً ایسے معاملات مین اپنے سردار کے مطیع رہتے ہین لہذا اب سواے اسکے کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ اپنی قوم یعنے یمنیون پر بھروسہ کرین اور انھین معاویون سے انتقام لینے پر مشتعل کرین۔ اُنھون نے یہ ٹھان لی کہ خواہ کچھ ہو جاے ہم اپنے مقصد مین کامیابی حاصل کرکے رہین گے چنانچہ اپنے گھرون کو واپس ہوتے وقت وہ اُن تمام یمنی سردارون سے ملے جن پر اُنھین بھروسہ تھا اور اُنھین عبدالرحمن کی تائید مین مخالفت کرنے پر آمادہ کیا۔ اسمین اُنھین توقع سے کہین زیادہ کامیابی ہوی۔ جب یمنی شقندہ کی شکست اور معاویون کے زیر فرمان رہنے کا خیال کرتے تھے تو غیظ و طیش کے مارے آپے سے باہر ہو جاتے تھے۔ اور اسلیے ذرا سے اشارہ پر موجودہ حکومت کی مخالفت اور بغاوت اور ہر مدعی کی حمایت کے لیے خواہ وہ کوئی ہو آمادہ تھے۔ بشرطیکہ اپنے دشمنون سے انتقام لینے اور قتل و غارت کرنے کا موقع ملے۔

بنو امیہ والون کو اپنے آقا کے بلانے کا یہ موقع بہت ہی اچھا ملا۔ کیونکہ ادھر تو یمنیون نے تائید کا وعدہ کیا اُدھر یوسف اور صمیل شمالی جانب مصروف تھے۔ اُنھون نے جھٹ ایک جہاز خریدا اور پانسو دینار دے کر بھیجا کہ ایک حصہ تو شاہزادے کو دو اور باقی بربریون کی نذر کرو کیونکہ بربری اپنے مہمان کو بغیر نذرانہ لیے نہ آنے دین گے یہ وہی روپیہ تھا جو یوسف نے بنو امیہ والون کو دیا تھا کہ وہ باغیان سرقسطہ سے لڑنے کے لیے تیاری کرین۔ روپیہ دیتے وقت یوسف کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اس رقم کے ذریعہ سے ایک ایسا شاہزادہ ملک مین آسکیگا جو امارت اسپین کے لیے اُس سے مقابلہ کریگا۔

(ترجمہ) عبدالحق

جذباتِ مسلم

نرالی تونے کی شانِ ستم جب میری جاں پیدا
کیا ہم دل جلوں نے بھی نیا طرزِ فغاں پیدا

اُڑی خاکسترِ صبر آہ پھر بادِ بہاری سے
پھر آتش خانۂ دل سے نہو کیونکر دھواں پیدا

اگر ہو رخصتِ فریاد کھینچوں وہ رسا نالے
ابھی ہو بامِ حریت کی خاطر نردباں پیدا

رٹے جاتے ہیں کوئی گیت وفاداری کے افسانے
کرے طبعِ رواں کوئی نیا طرزِ فغاں پیدا

لٹا ہے قافلہ اسلام کا کیا منتشر ہو کر
الٰہی اب بھی کر دے کوئی میرِ کارواں پیدا

انھیں بدمست رندوں کی جماعت سے عجب کیا ہے
کہ ہوں میخانۂ توحید کے پیرِ مغاں پیدا

عجب کیا ہے چھپائے بادۂ آتشکدے جس نے
کلیساؤں سے یورپ کے کرے شورِ اذاں پیدا

مری ہستی مٹا دے کوئی عالم سے نہیں ممکن
اگر اک ہو نہیں دو لاکھ ہوں چنگیز خاں پیدا

تری سفاکیاں اے چرخ ہم کو کیا مٹائیں گی
ہے اپنے خون کے ہر قطرے سے عمرِ جاوداں پیدا

دماغ اور دل ہے گر آزاد قیدِ تن کی کیا پروا
مرے کنجِ قفس سے ہے بہارِ بوستاں پیدا

ہے اک سینۂ توحید کو یہ تخت یا تختہ
خزاں میں بھی ہیں فصلِ گل کی سی سرمستیاں پیدا

جو مسلم تختہ کا طالب ہو اس گلشن سے اُڑ جائے
کرے اپنے لیے اب اور کوئی آشیاں پیدا

ودیعت ہے وہ جوہر تم میں جو دب کر نہیں رہتا
ہماری پستیوں سے بھی ہے اوجِ آسماں پیدا

وہ جذبِ انفعالی تم میں ہے موجود اگر سمجھو
تو ہو جائے انھیں قطروں سے بحرِ بیکراں پیدا

دلوں میں گر رواں ہو جائے برقِ غیرتِ قومی
تو پیرزنوں میں بھی ہو جرأتِ شیرِ ژیاں پیدا

یہ ہم کیا جانیں کیا ہے پالیسی معلوم ہے اتنا
ہوئے ہیں صرف حق کہنے کو یہ کام و زباں پیدا

مبارک ہوں غزل گویوں کو اُنکے نارسا نالے
کیا ہے طبعِ مسلم نے نیا طرزِ بیاں پیدا

محمد مسلم عظیم آبادی

طبقات الارض

برادرم عزیز سید ہاشمی صاحب نے جو اپنی آزاد خیالیون کے باعث چند ماہ ہوے علیگڈھ کالج کی استبدادی مگر کمزور حکومت کے ہاتھون مدرسۃ العلوم سے خارج کر دیے گئے ایک کتاب محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو تصنیف کر دی ہے۔ اسی مین سے یہ باب ناظرین الناظر کی ضیافت طبع کے لیے ہمارے پاس بغرض طبع بھیجا ہے۔ جو نہایت شکرگزاری کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اپنی کتاب کے اس باب مین ہم کو علم طبقات الارض (جیولوجی) کے متعلق کچھ کہنا تھا۔ یہ نہایت دلچسپ علم ہے اگرچہ ہمارے ہان اور ہی کون سا علم ہے جو طبقات الارض ہوتا لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے ہان کے فیشن پرست اور عیش دوست امیرزادے تھوڑے دن کے لیے اپنی موٹر اور صوفے چھوڑ کر اس طرف توجہ فرمائین تو طبقات الارض کو اپنی نمایشی تفریحات سے زیادہ دلکش پائین۔ انسان قدرت کے اسرار سمجھنے کا طبعاً دلدادہ ہوتا ہے، آخر یہ لوگ بھی تو انسان ہین؟ جہان تک معلوم ہوا اس علم پر مسلمانون نے پہلے کبھی قاعدے کے ساتھ توجہ نہین کی۔ یہ علم ہے بھی بالکل جدید مگر روز بروز اسکے مشتاقون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے روز نئی نئی تحقیقات اسکی وسعت کو بڑھا رہی ہین ہم اس موقع پر چاہتے ہین کہ مختصر طور پر اسکی تعریف اور غایت جو انگریزی کتابون مین ملی اپنے طور پر تحریر کر دین۔

علم طبقات الارض اُس علم کا نام ہے جس سے کرہ ارض کی تاریخ کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ جب سے ہماری زمین علحدہ سیارہ بنی (پہلے یہ ایک بڑے جسم کا جزو تھی) اُسوقت سے لے کر ابتک جو جو تبدیلیان اور تغیر اسمین ہوے اُنکا کھوج لگانا اس علم کا مقصد ہے اور زمین کے ان تغیرات اور ارتقا سے جو اثر اسکے پہاڑ دریا سمندر اور قطعاتِ خشکی پر پڑا، علم مذکور اُنکی حقیقت دریافت کرتا ہے وہ ان پیچیدہ اسباب کو بتاتا ہے جنھون نے ہمارے براعظمون کو موجودہ حالت مین متشکل کیا۔ پھر براعظمون سے گزر کر وہ ممالک، صحرا، جنگل، پہاڑیون، چٹانون ڈھالون حتّٰی کہ ذرا ذرا سی چیز کی ترکیب ساخت اور سرگزشت کی تفصیلی پتہ لگاتا ہے اور وہ کچھ جمادات یا غیر نامیہ اجسام (ان اورگینک سبسٹانسز) تک ہی محدود نہین، اس بات کے ثبوت فراہم کرنا بھی اس علم مین داخل ہین کہ حیوانات و نباتات کی موجودہ قسمین اُن اسلاف کی نسلین ہین جو کبھی ہماری زمین پر آباد تھے اور نوعیت مین موجودہ نسلون سے بالکل مختلف تھے۔

زمین کے مدارج ترقی کے ساتھ اسکے قدیم باشندون کے مدارج ترقی بتانا بھی ماہر طبقات الارض کا کام ہے زمین پر ہر دور کے آثار باقیہ پائے جاتے ہین وہ ان سے نباتات وحیوانات کی اُن اقسام کا کھوج لگاتا ہے جو ہر دور کی خصوصیات تھین۔ اگرچہ یہ آثار بالکل دھندلے اور مٹے مٹے باقی رہے ہین پھر بھی ان سے زمین کے مختلف دورون کی تاریخ کا مواد اور حیوانات ونباتات کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔

جغرافیے مین ہر ملک کے جانورون کا اور پیداوار کا جو اُس سرزمین سے مختص ہو بیان ہوتا ہے اسکی تائید کے واسطے بھی طبقات الارض کی شہادت درکار ہوتی ہے اور نیز یہ مفید علم فن تاریخ نویسی مین بھی ہماری اعانت کرتا ہے۔

اسقدر وسیع علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ دوسرے علوم سے اسکا تعلق ہو اور وہ اُن سے مدد لے بلکہ جیولوجی کی تو یہ خصوصیت ہے کہ وہ ایسے ایسے علوم کے ذریعے اپنا کام نکالتا ہے جو بادی النظر مین اس سے مطلق علاقہ نہین رکھتے۔ مثلاً کرۂ ارض کی سب سے پہلی اور قدیم ترین حالت کے متعلق عالم طبقات الارض کو منجم سے مشورہ لینا ضرور ہے۔ اپنے اور دوسرے سیارون کی بناوٹ، باہمی تعلقات وغیرہ اسکے لیے بڑی کام کی باتین ہین۔ اسی طرح طبیعات دانون نے مادے اور قوت یا توانائی (انرجی) کے خواص معلوم کرنے مین جو تجربات کیے ہین اُن سے اور اُنکے نتائج سے جیولوجی کو بہت کچھ تقویت پہنچتی ہے۔ علم کیمیا مکانیکس اور علم الحیات کے عالم بلکہ معمولی سیاح تک سے محقق طبقات معلومات حاصل کرنے مین دریغ نہین کرتا۔

گو یہ علم بہت سے مسائل مین علوم مختلفہ کا منت گزار ہے لیکن کرۂ ارض پر جو ہر طرف حجریات کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے وہ اسکی خاص مملکت ہے جس مین کسی غیر کو دخل نہین۔ اس حجری سلسلے کی ترتیب، ساخت، اسباب ساخت اسکی وقتاً فوقتاً تبدیلیان اور انقلابات ارضی کے اثر جو حجریات پر ہوے، جیولوجی کے مباحث خاص مین؛ عناصر حجری کو اس طرح باقاعدہ تقسیم کرنا کہ کرۂ ارض کے انقلابات کے نشان اُس مین جھلک دکھائین ماہر طبقات الارض ہی کا کام ہے۔

اس غرض کے لیے چاہیئے کہ قدرت نے جو سامان مذکورہ مسائل کی تحقیقات کے واسطے خود بخود فراہم کردیے ہین اُن سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ اور انکی بنیاد پر طبقات الارض کے قواعد بنائے جائین۔ مثلاً پہاڑون کی بلند چوٹیون پر سمندر کی امواج کا نشان ملتا ہے۔ یا جب جھیل یا تالاب سوکھ جاتے ہین تو آفتاب کی حدت

انکی دلدلی تہ کو جگہ جگہ سے چٹخا دیتی ہے۔ اسی قسم کی چٹخی ہوئی سطحین ریت کے ٹیلون کے نیچے ملی ہین اور اس بات
کی گواہی دیتی ہین کہ پہلے یہان بھی جھیل کے پانی کا دور دورہ تھا۔ لیکن اس قسم کی تبدیلیون کا سلسلہ وار
حال بیان کرنے مین ماہر طبقات الارض کے سب سے بڑے مددگار قدیم پودون اور جانورون کے وہ اجسام ہین
جو چٹانون کے نیچے دبے ملتے ہین، ان اجسام مین تنعیے وار نظم بھی پایا جاتا ہے اور انکی خاص خاص انواع خاص
خاص پہاڑون یا چٹانون کے سلسلون سے مختص معلوم ہوتی ہین۔ یہان تک کہ جس طرح کسی ملک کی آب و
ہوا دیکھکر (خواہ وہ امریکہ مین ہو خواہ ایشیا مین) اس ملک کی پیداوار بتائی جا سکتی ہے اسی طرح چٹانون
کی صورت اور پہاڑون کی ہیئت دیکھکر بھی بتایا جا سکتا ہے کہ انکے اندر فلان فلان اجسام دبے ملین گے
یا خود اجسام کو دیکھکر کہا جا سکتا ہے کہ یہ فلان قسم کے پہاڑون سے لائے گئے ہین۔ کبھی ہمین کسی دودھ پلانے
والے جانور کی ہڈیان یا منطقہ حارہ کی گھاس کے ٹھپے شمالی ممالک کی کسی کان کے اندر ملتے ہین، کبھی کسی جھیل
کی تہ مین درخت بیٹھے ہوے نکلتے ہین جنکے تنون مین گرگٹ گھیرے یا کٹ پھوڑے یا طوطے کے آثار باقیہ محفوظ
نظر آتے ہین کبھی اونچی اونچی پہاڑیون کے غارون پر سونگون اور گھونگھون کے ڈھیر دکھائی دیتے ہین اور
اس طرح کی سیکڑون علامتین ہین جن سے جیولوجی دان کو ازمنۂ گزشتہ کے حیوانات و نباتات کا زمانہ وار
حال بتانے مین بے حد مدد ملتی ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسے پہلودار مسائل حل کرنے کے واسطے مختلف علوم کی واقفیت لازمی ہے لیکن سب سے
زیادہ لازمی اُن اسباب کا علم ہے جن سے خود ہمارے زمانے مین زمین کی سطح مین تبدیلیان پیدا ہو رہی ہین
نیز اس عہد کے پودون اور جانورون سے اور انکی خلقت و ترکیب ساخت سے پوری واقفیت درکار ہے تا کہ
انکے اسلاف کے حالات سمجھ مین آسکین۔ علمی دنیا مین یہ فقرہ ضرب المثل ہو گیا ہے کہ "زمانۂ حال قرون ماضیہ
کی کلید ہے" اور اسکے صحیح ہونے مین کچھ شک نہین۔ غور کرنے کی بات ہے کہ آج کل تحقیق و اکتشاف تفتیش و تجسس کا
بازار گرم ہے وسائل جستجو قسم قسم کے ہمارے قبضۂ قدرت مین ہین پھر بھی اشیا کی ماہیت کے متعلق ہمارا علم
ناقص رہتا ہے اور ہم پوری پوری کیفیت سمجھنے سے عاجز رہتے ہین، تو پھر گزشتہ حالات کا علم کیونکر کامل ہو سکتا ہے
جبکہ موجودہ آسانیان درکنار اشیاے قدیمہ کے آثار باقیہ تک غائب ہین، مشاہدے اور تجربے کی راہین مسدود
ہین اور جو کچھ پتہ چل سکتا ہے وہ موجودات اور موجودہ قوانین فطرت پر قیاس کرنے ہی چل سکتا ہے لہذا ان قوانین کا
مطالعہ طبقات الارض مین ایسا ہی ضروری ہے جیسا کسی عربی پڑھنے والے بچے کے لیے قاعدہ بغدادی کا پڑھنا

لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ موجودات کا علم اگرچہ ہماری عمارت تحقیق کا سنگ بنیاد ہے پھر بھی ہمین اپنی راے
گزشتہ اشیا کے متعلق قائم کرنے مین نہایت محتاط رہنا چاہیے۔ یہ ضرور نہین کہ کرۂ ارض کو بدلنے والے اسباب جو آج
ہماری نظر کے نیچے ہین ایک ہزار برس پہلے بھی وہی ہون، یا جس رفتار سے یہ تبدیلیان آجکل واقع ہوتی ہین
وہی رفتار عہد ماسلف مین بھی ہو، اور یا یہ کہ جن اسباب نے ازمنۂ ماضیہ مین تغیرات پیدا کیے وہ اب بھی وہی تغیرات
پیدا کر رہے ہون، اور اسی ترکیب سے جس سے دو ہزار برس پہلے کرتے تھے۔ کیونکہ یہ بات فراموش نہو کہ خود اسباب
موجودہ کا علم ہمارے پاس ناقص ہے خصوصاً طبقات الارض کے کلیے بنانے مین تو ہم اور بھی معذور رہین طبقاتی
تغیرات ہزارون برس مین جا کر واقع ہوتے ہین اب تا وقتیکہ ہزارون برس قبل کی شہادتین ہم کو نہ ملین کوئی
قطعی راے ہم قائم نہین کر سکتے اور ہزار برس پہلے کی شہادتین ملین تو کہان سے؟ اُسوقت تو علم طبقات الارض
کا مفہوم بھی لوگ نہ جانتے تھے۔

غرض اس علم کی تحقیقات مین ایسی ایسی صدہا مشکلات پیش آتی ہین اور ماہر طبقات کو ان سب سے
عہدہ برا ہونا پڑتا ہے۔ ان کوششون مین سہولت پیدا کرنے کے لیے حال مین طبقات الارض سات عنوانون مین
تقسیم کیا گیا ہے جنکا مختصر ذکر ہم ذیل مین کرتے ہین :-

(۱) حالات کروی۔ انکی تحت مین اُن شہادتون کا ذکر ہوتا ہے جو طبیعات و علم نجوم کرۂ ارض کی حرکت اور شکل
کے متعلق فراہم کرتے ہین نیز نظام شمسی اور دوسرے سیارون کی جسامت و ابتدا کے حالات سے بھی ہمین مدد لی جاتی ہے
(۲) علم ترکیب الارض (جیوگنوزی) کہ بجاے خود ایک مستقل علم ہے اور زمین کے اجزاے ترکیبی سے بحث کرتا ہے
خشکی کے اندرونی اور بیرونی طبقون کے علاوہ ہوا اور پانی کا بھی، اسکے تحت مین بیان ہوتا ہے۔ سطح زمین
جن دھاتون اور چٹانون سے بنی ہے انکو خصوصیت کے ساتھ جانچا جاتا ہے اور بعد ازان اُن اسباب اجزا کی
تحقیقات کی جاتی ہے جنسے یہ چٹانین اور دھاتین بنتی ہین۔ اس طرح نہ صرف موجودہ اجزاے ارضی ہم کو معلوم
ہو جاتے ہین بلکہ انکے گزشتہ حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے کیونکہ جب ہم اس بات کو جانچ لیتے ہین کہ فلان قسم
کی چٹان فلان قسم کے ذرات سے بنی اور فلان وجوہ سے ٹوٹ پھوٹ کر پھر خاک ہو گئی اور اس خاک کی صورت
یہ ہو جاتی ہے، تو معمولی ذرات کو دیکھکر یہ معلوم کر لینا آسان ہو جاتا ہے کہ آج سے دو ہزار برس پہلے یہ حقیر مخلوق
کسی جسم حجری کی جزو تھی اور وہ جسم فلان فلان قسم کی چٹانون سے تھا۔
(۳) جن تبدیلیون نے سطح ارض کو متاثر کیا اور موجودہ شکل مین متشکل کر دیا اور جن عمل نے خشکی و تری کی

موجودہ تقسیم کی وہ تیسرے عنوان مین زیر بحث لائی جاتی ہین، اور یہ تینون کے تینون عنوانات مل کر کبھی کبھی طبقات الارض طبیعی (فزیکل جیولوجی) کے نام سے موسوم ہوتے ہین -

(۴) - بناء الارض، جب ہم پچھلے تینون عنوانات سے گزر گئے اور زمین کی سطح بیرونی کے اجزاے ترکیبی سے واقفیت پیدا کرلی تو اب اُن اجزا کی ترتیب کا مسئلہ پیش آے گا : یعنے یہ کہ جن چٹانون سے زمین بنی ہے اُنمین آخر کوئی ترتیب و نظام بھی ہے کہ نہین ؟ ہے تو کیا ؟ اسی ضمن مین طبقاتِ زمین کی ہمواری و غیر ہمواری کی بحث بھی آجاے گی اور انکے اسباب کا پتہ چلانا ہوگا -

(۵) - طبقات الارض کی پانچوین شاخ علم باقیات الارض (پے لی اون ٹولوجی) کہلاتی ہے اجسام قدیمہ کی صورت شکل پہچاننا اور پھر موجودہ حیوانات و نباتات سے اُنکو ملانا بھی اسی کے زیر عنوان آتا ہے - یہ علم بذات خود ایک بہت بڑا علم ہے کیونکہ دراصل اسمین حیوانات و نباتاتِ گزشتہ کی ترتیب و تشریح اسی طرح کرنی پڑتی ہے جس طرح موجودہ جانورون یا درختون کی -

(۶) چھٹا عنوان طبقات الارض کی تاریخ کے متعلق مخصوص ہوتا ہے اسمین زمین کی سطح بننے کے زمانے اور طبقات الارض کی تبدیلیون کے وقت سے بحث ہوتی ہے مزید بران اسی کے تحت مین اُن نباتات و حیوانات کا درجے اور زمانہ وار تذکرہ ہوتا ہے جو ہر عہد اور ہر جگ مین زمین پر زندگی بسر کر چکے ہین اور جن کے صرف مٹے مٹے نشان کہین کہین باقی ہین - یہ مباحث سب سے زیادہ مشکل ہین کیونکہ مذکورہ تغیراتِ طبقاتی کا وقت متعین کرنا اور پھر اس پر شہادتین اور ثبوت لانا نہایت دقت طلب کام ہے -

(۷) طبقات زمین کی تاریخ کے بعد عنوان ہفتم کے نیچے سطح ارض کی جغرافیائی تقسیم کی تحقیقات ہونگی یعنے جنگل پہاڑ دریا جھیل سمندر وغیرہا کی ماہیت اور تدریجی حالات کا پتہ لگایا جاے گا کہ یہ کیونکر بنے- مذکورہ امور کے ضمن مین ملک ملک کے جغرافیائی حالات بھی آجاتے ہین اور اُن اوقات کا بھی بیان کردیا جاتاہے جن مین پہاڑ پہاڑیون نے اپنی موجودہ شکل اختیار کی -

(باقی پھر کبھی)

سید ہاشمی

اطلاع ضروری

ناظرین و ناظرات الناظر مین سے جن کے پاس ہمارا بانت صلیبی کے اوراق مکمل ہون وہ براہ مہربانی ایک کارڈ لکھکر ہم سے سرورق و غلط نامہ و نقشہ جات طلب فرمالین جو اس ماہ مین چھپکر تیار ہوگئے ہین -

منیجر

کتابِ ہستی

میرے دوستون نے مجھے بہت سے القاب دے رکھے ہین جنہین اکثر محض تملقانہ ہین۔ انہین ایک لقب "کتاب کا کیڑا" بھی ہے۔ مین بھی اس امر واقع سے انکار نہین کرسکتا۔ کیونکہ مین دیکھتا ہون ہم سب کم از کم ایک کتاب مین خاص دلچسپی لیتے ہین اور وہ کتاب ہمارا "کارنامۂ حیات" ہے۔

اگر بنظر غائر دیکھا جاے تو ہم سب بحیثیت ایک مصنف کے ہین اور اپنی سوانح عمری ناقابل محو روشنائی سے برابر لکھ رہے ہین۔ جو بات ایک دفعہ معرض تحریر مین آگئی اسکا مٹایا جانا محال و ناممکن ہے۔ اور اس کی مثال کا نقش فی الحجر کی سی ہے ہمین اس کام مین بہت زیادہ محنت و مشقت بھی نہین برداشت کرنی پڑتی کیونکہ ہماری کتابین بالعموم بہت ضخیم نہین ہوتین۔ ہر سال ہم ایک نیا صفحہ شروع کرتے ہین۔ اور لکھنے مین مصروف ہو جاتے ہین۔ غور و فکر سے بے پروائی سے۔ آسانی سے تکلیف سے خوشی سے۔ ناخوشی سے غرضکہ ہر حال مین لکھے چلے جاتے ہین۔

صفحے بعجلت تمام پلٹتے چلے جاتے ہین اور طفلانہ حروف کی جگہ مضبوط اور مردانہ تحریر لے لیتی ہے۔ مگر جب ہم صفحہ نمبر ۷۰ کے قریب پہنچتے ہین تو ہماری تحریر مرتعش اور لرزان ہونے لگتی ہے۔

ہم اسی طرح وقائع نگاری مین مشغول ہوتے ہین کہ وقت موعود آ پہنچتا ہے۔ فقرہ ختم نہین ہونے پاتا کہ دفعتہً حروف بگڑنے لگتے ہین۔ اور قلم کمزور و نحیف انگلیون کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اُس وقت اتنی مہلت بھی نہین ملتی کہ آخر مین لفظ "خاتمہ" انزاد کرسکین۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم صفحہ ۲۰ کے اختتام پر ہوتے ہین، اور دل مین یہ سوچ سوچ کر خوش ہوتے ہین کہ اکیسوان صفحہ کیسا نفیس اور عمدہ ہوگا۔ مگر انجام کار ہمین معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ختم ہو چکی ہے اور اس مین کوئی صفحہ باقی نہین رہا!

ہمارا فرض ہے کہ اس کتاب کے لکھنے مین غایت درجہ کے حزم و احتیاط سے کام لین۔ اور کوئی صفحہ ضائع نہ کرین۔ کیونکہ ایک دن یہی کتاب خدا کے حضور مین مواخذہ کے لیے پیش ہوگی۔ یہ کتاب نہ تو صرف نعرۂ شادمانی ہی پر مشتمل ہوگی اور نہ فقط ایک نالۂ غم آلود ہی پر۔ روشنی و تاریکی ہنسی مذاق۔ گریۂ زاری۔ ہر ایک بات اس افسانہ مین موجود ہوگی۔

آؤ۔ ہم سب کمرِ ہمت باندھ لین۔ اپنے قلم درست کرین اور از سرِ نو لکھنا شروع کردین۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کے زیرِ سایہ ہم یقیناً ایک ایسی کتاب لکھ سکین گے جو بارگاہِ ایزدی مین جامۂ قبولیت سے سرفراز ہونے کا فخر حاصل کر سکے۔

فضل آلٰہی قریشی

(ماخوذ)

بہار

پھر بہار آئی ہوا بادِ خزانی کا سفر — پھر ہوا صحنِ چمن رشکِ جنان سرتا سر
پھر ہوا قلبِ حزین محوِ تماشائے بہار — نزہتِ لالہ دکھانے لگا پھر داغِ جگر
دل کو یاد آگئی بھولی ہوئی پھر صحبتِ عیش — سیرِ گلزار ہوئی چشم کو پھر مدِّ نظر
غول رندون کا چلا پھر طرفِ میخانہ — دخترِ رز چھپنے لگی شیشہ مین پھر شرما کر
شاخ پھر تازہ نہالون کی لچکنے لگی یون — جس طرح یار کی انداز سے بل کھائے کمر
پھر نئے گل نے وہی لطف دکھایا گل مین — خوشنما خال سے جس طرح ہو روئے دلبر
گل و بلبل مین بہم ہونے لگے راز و نیاز — قمریان ڈھونڈنے لگین شوق سے پھر سروِ بسر
نہین معلوم ہے کس کی متجسّس نرگس — بیخودی بڑھ گئی اتنی کہ نہین اپنی خبر
پھر نہالانِ چمن پھولے سماتے نہین آج — اپنے جامہ سے ہوے جاتے ہین ایسے باہر
اثرِ نامیہ پیدا ہوا ہر خطّے مین — مخملِ سبز کی بچھنے لگی ہر سو چادر
رنگ رخسار پہ لالہ کے خوشی سے دوڑا — تاجِ زرین گلِ صد برگ نے رکھا سر پر
نرگسی چشم کے دیدار سے نرگس بیمار — مسی مالیدہ لبِ یار کا سوسن مین اثر
عشق پیچان گرہِ کاکلِ جانان مین اسیر — ہمہ تن مائلِ آشفتہ سری سنبلِ تر
رنگ طرفہ گلِ عباسی و داؤدی کا — سرخ چہرہ گلِ احمر کا طرب گاہِ نظر
ہے چمک پر زرِ گل کی زرِ انجم قربان — چاندنی مین وہ صباحت ہے کہ شرمائے قمر
مثلِ خدّام صنوبر ہے کمر باندھے کہین — با ادب ہے کہین منہدی کا صف آرا لشکر
دیکھتا ہے کبھی اللہ کی قدرت کا سمان — سر نکالے ہوے پانی سے گلِ نیلوفر

ناز سے اور بھی اترانے لگے باغ مین گل
خوش خرامی سے کیا باد صبا نے جو گزر

گل مین شاہانہ تجمل سے جو رونق افروز
ڈالیان حسن ارادت سے ہلاتی ہین چنور

دیکھکر گلشن ایجاد یہ دل کہتا ہے
صاف ظاہر ہے ہر اک چیز سے صنع داور

شوخ چشمون سے لڑانے لگی آنکھین نرگس
گل نسرین سمن اندامون کے پڑھنے لگا سر

گدگداتی ہے مگر موج نسیم سحری
لب غنچہ پہ نمایان ہین تبسم کے اثر

مخملی فرش نے پایا ہے عجب بخت رسا
لب جو آئینہ رویون کا لگا ہے بستر

دور کیا ہے جو کوئی فتنۂ محشر اُٹھے
اک جگہ بیٹھے ہوے ہین ستم آرا دلبر

صف عشاق مین ہونے لگے بسمل صدہا
تیر کا کرنے لگی کام ہر اک شوخ نظر

تیرہ بختون کو رولاتا ہے کوئی صورت ابر
برق عاشق پہ گراتا ہے کوئی ہنس ہنس کر

مست بیٹھے ہین کسی گوشہ مین رند میخوار
کہین عشاق کا مجمع ہے بحال ابتر

تاک مین بادۂ انگور کے بیتاب کوئی
شوق مین دختر رز کے کوئی بیدل مضطر

ساتھ گل پیرہنون کے ہے کوئی محو سرور
جلوہ گر ہے کسی خورشید کے پہلو مین قمر

گلشن دہر مین ہر ایک کو ہے لطف حیات
ایک مین ہون کہ جدا مجھ سے ہے وہ دلبر

سید محمد جعفر قدسی جائسی

غزل حضرت حسرت موہانی

کون اُس نگہ ناز کے قابو مین نہین ہے
پھر دل کی خطا کیا ہے جو پہلو مین نہین ہے

دلہاے پریشان کی ہے رونق ترے غم سے
اس نور کی جا خاطر یکسو مین نہین ہے

تاثیر ہے اُس جلوۂ یکتا کی نمایان
رنگینیِ خوناب پہ آنسو مین نہین ہے

حیف اُس قدم شوق کی بے راہروی پر
جو اُس گل رعنا کی تگاپو مین نہین ہے

رعنائی و زیبائی و محبوبی و خوبی
کیا بات ہے جو اُس قد دلجو مین نہین ہے

ہے کونسی ایسی وہ ادا دل شکنی کی
پنہان جو ترے گوشۂ ابرو مین نہین ہے

پھر اور کہان ہے دل گم گشتہ حسرت
آخر جو ترے طرۂ گیسو مین نہین ہے

مرزا بیدرد کی شاعرانہ زندگی

تیرھوین صدی کا اختتام ہے اور چودھوین صدی کا آغاز۔ یہ چودھوین صدی روے زمین پر جہان اور سیکڑون انقلابات ساتھ لائی وہان اُس نے ہندوستان مین اُس مجتہد الفن شاعر کی آمد آمد کا نقارہ بھی سنایا جس نے دنیاے شاعری مین ایک طوفان برپا کردیا۔ سارے عالم مین کھلبلی مچادی۔ جس کے احسانات سے اُردو شاعری کی گردن اُسوقت تک جھکی رہے گی جب تک اُردو زبان کا نام ونشان دنیا مین قائم ہے۔ اُردو لٹریچر کی بدنصیبی ہے کہ ابتک ایسے ہیرو کے حالات قلمبند نہین کیے گئے۔ افسوس ہے کہ ایسے ایسے بزرگ ہندوستان کی گلیون مین نان شبینہ کے محتاج مارے مارے پھرین اور کوئی اُنکے نام سے بھی آشنا نہو۔

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

مرزا بیدرد کی سوانح عمری کوئی معمولی چیز تو ہے نہین کہ قلم اُٹھایا اور لکھ مارا اور کسی مطبع کے حوالہ کردیا۔ ایک ضخیم تذکرہ ہوگا جو اُنکی علمی۔ تمدنی اور معاشرتی کارنامون پر مشتمل ہوگا۔ جابجا نقادانہ نظر ڈال کر لارڈ میکالے کی طرح پتھر سے ہیرا نکالنا ہوگا۔ مجھے نہ اتنی فرصت نہ صلاحیت۔ بلکہ مین سمجھتا ہون کہ ہندوستان مین اسوقت شاید ہی کوئی شخص یہ خدمت باحسن وجوہ بجالا سکے۔ سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ مرزا صاحب سے لوگ بالکل واقف ہی نہین۔ مجبوراً مدت کے انتظار کے بعد جب کسی نے قلم نہ اُٹھایا تو میرا جی نہ مانا۔ کہا کہ لاؤ کم سے کم مرزا صاحب کی شاعرانہ زندگی تو قلمبند کردون۔ جب لوگ واقف ہوجائینگے تو سب کچھ ہوجاے گا۔

تیرھوین صدی کے اختتام اور چودھوین کے آغاز سے میری مراد یہ ہے کہ ۲۹۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری کو جبکہ شنبہ کے روز ادھر ۱۲ بجے کی توپ دغی اودھر مرزا تولد ہوے۔ تمام خویش و اقارب نے انکے والد مرزا تبے کو مبارکباد دی اور بعض بوڑھون نے اس عجیب و غریب وقت کی پیدایش سے مرعوب و متاثر ہو کر مرزا کی نسبت مختلف پیشین گوئیان کین جسکی تفصیل کی یہان مین ضرورت نہین سمجھتا۔ مین جزوی حالات سے جو عام طور پر ہر شخص کو پیش آتے ہین بالکل قطع نظر کرکے صرف اُن واقعات کو جمع کرونگا جن سے مرزا کی محض شاعرانہ زندگی پر روشنی پڑے۔

مرزا کا نام مرزا حیدر علی بیگ رکھا گیا۔ لوگ بھولے مرزا بھولے مرزا کہتے تھے۔ ابتداے پیدایش سے

ان سے جو حرکتین سرزد ہوتین اُن سے خواہ مخواہ یہ قیاس کیا جاتا تھا کہ مرزا نہایت موزون طبع ہونگے بچپن مین روتے بہت تھے۔ اور جب روتے تو دو تین گھنٹہ تک مسلسل تار باندھ دیتے۔ رونے مین آواز کا چڑھاؤ اُتار پھر آہستہ آہستہ دو دو تین تین منٹ کے وقفہ پر صدا نکالنا اُسپر سریلی آواز یہ سب باتین کچھ ایسے ضابطہ کے اندر اور وقت کی پابندی اور یکسان طور سے وقوع مین آتین اور سُننے والے کو ایسا مزہ دیتین کہ اُنکے رونے کے وقت گھر کے لوگون کا ہجوم ہوجاتا۔ اکثر قرابت دار لڑکے انکے رونے کے منتظر رہتے اور دوسرے محلون سے آآکر انکو چھیڑتے۔ تھے بھی یہ نہایت بلک رونے۔ غریب کو کیا خبر تھی کہ اُسکی روشنی طبع اُسی کے لیے بلا ہو رہی ہے۔ کسی نے مُنھ چڑھا دیا اور یہ رودیے

بھولے مرزا کے باپ کو بیٹے مین غیر معمولی جوہر نظر آتے تھے۔ خیر سے ابھی پانچ سال بھی پورے نہ ہوے ہونگے کہ پڑھنے کو بٹھا دیا۔ اُستاد بڑی تلاش سے ایسا مقرر کیا گیا جو شاعری سے مناسبت رکھتا ہو مگر تعلیم کی ابتدا ہونے ہی دنیا کو حیرت ہو گئی۔ خلاف امید بالکل خلاف قیاس دو برس گزر گئے اور قواعد لغدادی تمام ہونا تھے نہوے بلا مبالغہ چھ مہینے تک الف سے یا تک سلسل بر زبان نہو سکا۔ خدا خدا کرکے قواعد لغدادی تمام ہوے اور پارۂ عم مین ہاتھ لگا آٹھ مہینے مین پارۂ عم تمام ہوا اور دو برس مین قرآن شریف۔ مگر کس طرح تمام ہوا یا ہوا بھی کہ نہین اس راز کو مولوی صاحب اور مرزا کے سوا کوئی نہین جانتا۔ اسی سے سمجھ لیجیے کہ مرزا سوا اپنے اُس قرآن کے جسمین انھون نے پڑھا تھا کسی اور قرآن کا ایک لفظ نہ پڑھ سکتے تھے اور اس اپنے قرآن مین بھی جا بجا سے پانچ سورتین یاد تھین انکے آگے القط۔ اتنی عرصہ مین لکھنا بھی انخین اتنا ہی آیا کہ ابت کی تختی سے آگے نہ بڑھ سکے۔ باپ نے سوچین کیے کہ کسی راہ پر لگ جائین مگر کچھ پیش نہ گئی آخر مجبور ہو کر محمڈن انگلو عربی اسکول مین داخل کر دیا۔

اسکول کی تعلیم سے بھی اور کچھ تو فائدہ نہوا مگر لونڈون کی صحبت نے رونے کی عادت چھوڑا دی۔ دس برس کے سن مین اسکول مین داخل کیے گئے تھے۔ خیر سے سولہ برس کی عمر آگئی۔ ترقی کرتے کرتے چوتھے کلاس تک تو بے روک ٹوک پہنچ گئے یا پہنچا دیے گئے لیکن یہان یہ حد فاصل بن کر ایسے جمے کہ تین برس تک پڑے رہے یہان سے پھر چلے تو انٹرنس مین دم لیا اور اس سے ایسی محبت ہوی کہ پورے بارہ برس نباہ دیے۔ اس عرصہ مین انگریزی جو انھون نے سیکھی ہوگی وہ آپ خود قیاس کرلین۔ مگر ان حالات سے آپ سمجھین گے کہ ایسے کودن اور غبی شخص کی سوانح عمری لکھکر مین اُنکی ہجو کر رہا ہون۔ لیکن ابھی آپ رائے قائم کرنے مین جلدی نہ کرین۔ اگر آپ گولڈ اسمتھ کے عہد طفلی سے واقف ہونگے تو مجھکو یہ الزام نہین دیسکتے۔

اب مین آپکو یہ بتا کر آپ کی حیرت رفع کرنا چاہتا ہون کہ اس عرصہ مین مرزا کا طریق زیست عجیب و

غیب رہا۔ لڑکون کے ساتھ کھیلنا تو دور اُنکی قربت بھی انھین گوارا نہ تھی۔ راہ مین سب سے کنارے دوکانون کے پاس ہوکر چلتے یہانتک کہ اکثر دوکانین چھپ جاتین۔ مگر تعجب ہے کہ حلوائی نے نظر اُٹھا کر انکی صورت دیکھی اور چپ ہورہا۔ انھین خبر بھی نہوئی۔ چلنے مین ہاتھ اور انگلیان سر اور چشم و ابرو سب مین خاص خاص حرکتین نظر آتین۔ ادھر یہ گھر سے نکلے ادھر لوگون کی نگاہین اُٹھین۔ درجہ مین سب سے پیچھے کی تپائی پر تنہا بیٹھتے۔ نہ انکے پاس کورس کی کتابین نہ یہ معلوم کہ کس مقام پر سبق نہ استادان سے کچھ پوچھتے ہین۔ ایک سادہ سے کی کاپی سامنے کھلی ہے۔ آنکھین بند ہین۔ تھوڑی تھوڑی دیر مین جب چونکے تو کچھ لکھ دیا۔ کوئی لڑکا پاس پھٹکا اور انھون نے کاپی بند کرکے زانو پر رکھلی۔

سنہ ۱۹۰۴ء کا ذکر ہے کہ اسکول کے طلبا نے ایک مشاعرہ منعقد کیا۔ چار بجے شام کا وقت مقرر تھا۔ ہم لوگ وقت پر پہنچے اور مرزا کو بیٹھا دیکھکر سراپا استعجاب بن گئے کہ یہ آدم جلا یہان کہان؟ "مرزا صاحب آج کدھر چاند نکلا ہے" اُنھون نے تو جواب نہین دیا مگر فراش سے معلوم ہوا کہ یہ دوپہر سے آئے بیٹھے ہین۔ مین نے مذاقاً پوچھا "غزل بھی لائے ہین" مجھکو یقین تھا کہ اس پاگل سے اور غزل سے کیا نسبت مگر بولے "ہان لایا ہون" جملہ معترضہ کے طور پر اتنا اور عرض کیے دیتا ہون کہ مرزا صاحب جب درجہ چہارم مین تھے تو مین ساتوین درجہ مین داخل ہوا تھا مین ترقی کرتا ہوا جب درجہ چہارم مین پہنچا تو ان سے مڈبھیڑ ہوی۔ مجھکو ابتدا سے ان سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ اب مین ان سے ملنا چاہتا ہون تو یہ حسب معمول بھڑکتے ہین ساری دنیا سے یہ خفا۔ زمانہ انکا دشمن۔ اور فی الحقیقت لڑکے اس معصوم شخص کو بہت تنگ بھی کیا کرتے تھے۔ مین نے برابر انکی حمایت کرکے انکی دوستی اور اعتبار حاصل کیا۔ ابھی میری انکی دوستی کو دو چار ہی روز ہوے ہونگے کہ یہ مشاعرہ منعقد ہوا مجھکو یہ اُٹھا کر الگ لیگئے اور کہنے لگے "بھئی تم جانتے ہو کہ مین تمھارے سوا کسی کو دوستی کے لائق نہین سمجھتا۔ مین تم سے کچھ مشورہ چاہتا ہون" مین نے کہا "خیر تو ہے جلد فرمائیے بات کیا ہے"؟

مرزا "شاید یہ کسی کو معلوم نہین کہ مین شعر بھی کہتا ہون"

مین "خوب! مگر مین تو آپ کے انداز سے صاف سمجھ گیا تھا کہ آپ شاعر او فطری شاعر ہین دوسرے سمجھے ہون تو سمجھے ہون"

مرزا "واللہ سچ کہتے ہو؟ میرے سر کی قسم؟"

مین "تو آپ مجھکو جھوٹا سمجھتے ہین؟"

مرزا "نہین نہین" مگر آج تک مین نے آدمی پایا نہین کہ لیکن بار ہی نکستی اصلاح نہین دی ہے اسی لیے

برھتے جی ڈرتا ہے۔ تم جی آخر شعر کہتے ہو اور اچھا کہتے ہو۔ اُستاد بھی رکھتے ہو۔ ذرا دیکھو تو سہی مگر کسی سے کہنا نہین کہ تم کو دکھائی ہے"۔

مین "کہین ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ آپ خاطر جمع رکھین"۔

اس کے بعد مرزا نے غزل نکالی جو آپ مشاعرے مین خود انھین کی زبان سے سنین گے۔

مین نے سوچا کہ یہ غزل اس مشاعرے مین کچھ مزہ دے جاے گی۔ زوروں مین واہ واہ ہوگی۔ مرزا کی طبیعت بھی خوش ہوگی۔ آدمی کی صورت سے بھڑک کم ہوگی اور کچھ جنون کا علاج ہوگا۔ بہتر ہے کہ انکو اسی غزل کے پڑھنے پر آمادہ کیا جاے۔ اصلاح کا اب وقت ہے نہ مصلحت۔ خواہ مخواہ دشمن ہوجائین گے اور بیدلی جنون کو بھی بڑھاے گی۔

مین نے کہا "واہ سبحان اللہ آپ ایسا کہتے ہین۔ کسی کو کیا معلوم تھا کہ درین گرد سوارے باشد۔ آپنے اُستادانہ رنگ کی غزل کہی ہے"۔ کچھ ایسے پھولے کہ چل کر نہایت شان اور انداز سے مشاعرہ مین بیٹھے۔ غزلین پڑھی جانے لگین جب یہ آمادہ ہوے۔ مین کن انکھیون سے انھین منع کرتا کہ آپ آخر مین پڑھین۔ حاضرین مبہوت تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ آخر ان کا وقت آیا۔ لوگ ہمہ تن گوش ہوگئے۔ فرمانے لگے۔

مقطع عرض کیا ہے (تمام لوگ زیر لب مسکرانے لگے)

دل مین مرے اُس طوطا چشم نے اڈا کیا ہے	جسکی بیوفائیون نے مجھے جان سے مارا ہے

شعر عرض ہے

مسیح آکے روغن کوئی مالش کرے جان گئی	کہ کوے یار کے چکر مین کمر مین درد ہوا ہے

شعر تو یہ نکلا ہے۔

مجھسے جو آنکھین چار ہوئین وہ عشق مین آگئے	ہمارا تیر نظر سنکھیے کا کشتا ہے

نیچرل شعر ہے۔ جناب مسلم آپ کے سُننے کا ہے

جسن مین بھول نہسن ہنس کے کہتے ہین ہر دم	کہ ہم کو بھی مرجانا ہے اور تم کو بھی مرنا ہے

تصوف مین کہا ہے

خدا کے واسطے انصاف کو کام فرما ظالم	کہ موت سر پہ ہے اور ناپائیدار دنیا ہے

مقطع ملاحظہ ہو۔

شب وصال کے قصے مین کیا کہون بیدار	نہ مجھکو تاب سخن نہ کوئی سُننے والا ہے

نعرہ ہاے داد وتحسین سے کمرہ کی چھت اُڑنے لگی اور مرزا بیدار د آج سے وہ اسی نام سے مشہور ہو چلے) پھولے نہ سماتے تھے۔ چہرہ بشاش تھا۔ صورت سے فتح ونصرت کے انداز نمایان تھے۔ میرا خیال صحیح نکلا۔ اس داد کا نتیجہ انکی طبیعت پر بہت اچھا ہوا۔ انکی وحشت کم ہوی اور اب صرف مجھی کو نہین بلکہ جو فرمایش کرتا اُسکو اپنا دفتر بے پایان نکال کر غزلین سُنانے لگتے۔

ایک روز مجھسے فرمانے لگے میری خواہش ہے کہ کسی مشہور شاعر کا شاگرد بن جاؤن ورنہ بے اُستادہ املاذدن کہلاؤنگا میں نے کہا آپ کو شاگردی واگردی کی ضرورت تو نہین معلوم ہوتی یون بے اُستادہ پن کے دھبے کو مٹانے کے لیے کسی سے نسبت دے لینے مین مضائقہ نہین۔ کہنے لگے شاد کا شاگرد بن جاؤن۔ مین نے کہا توبہ کیجیے۔ کہان شاد اور کہان آپ۔ آپ خود اُنکو اصلاح دے سکتے ہین۔ بے انتہا مسرت کو دبا کر کہا تو داغ ہی سہی۔ مین نے کہا جب شاد نہین تو داغ کیا ہین۔ وہ بہت بضد ہوے مگر مین نے نہین مانا۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ کہنے لگے "بھئی تم سچ کہتے تھے مین نے تمھاری راے کے خلاف داغ کے پاس ایک غزل اصلاح کے لیے بھیجی) جون کی تون واپس آئی اور (خط نکال کر) دیکھو اسمین کیا لکھا ہے"

"مخدومی مرزا بیدار د صاحب عم فیضہ۔ آپ کا کلام اور میری اصلاح! آپ مجھے محجوب کرتے ہین۔ آپ ہندوستان مین یکتا ہین رشک ہے کہ ایسے شاعر کی وطنیت کا فخر پورب کو حاصل ہوا ہے۔

آپ کا نیازمند مرزا خان داغ

مین نے غور کیا اور پایا کہ اُسی دن سے مرزا بیدار د اُبھرنے لگے۔ کوئی مشاعرہ بغیر انکے تمام نہوتا آخر مین یہی پڑھتے۔ اسی طرح یہ مسلم اُستاد ہوگئے۔ یون تو بچپن سے اسوقت تک کبھی غیر موزون انھون نے کہا ہی نہین ہان عین اور حاے حطی ابتک کبھی کبھی گر جاتی ہے مگر وہ اسکی پروا نہین کرتے۔ انکا خیال ہے کہ فطری شاعر کے لیے ان پابندیون کی حاجت نہین۔

جب مشق پختہ ہوگئی تو طبیعت اجتہاد فن کی طرف متوجہ ہوی اور مختلف اوقات مین یہ اجتہادات کیے گیے

(۱) حروف علت کی طرح حاے حطی۔ ہاے ہوز اور عین کا گرانا جائز ہے۔

(۲) اُردو نظم مین قافیہ کے لیے صوت کا تشابہ کافی ہے۔ مثلاً مختص کا قافیہ ب لبس مخمس کا سونٹ۔ بربط کا عصمت۔ رنگ کا بن۔ حاجت کا ابتک۔

(۳) مختلف بحور کے مختلف ارکان ملا ملا کر جو بحر چاہین مرتب کر لین۔ صرف ارکان سلامت رہین جیسے

فعیلن مستفعلن مفاعلن مستفاعلن ـ مفاعلن مستفعلن فعیلن مستفعل فاعلات ـ

(۴) شروع یا آخر یا درمیان مین جہان چاہین اورجب چاہین زحاف کر دین)۔

اب زیادہ تر اسی خاص عروض کی پابندی کے ساتھ کلام نظم کرتے ہین اور تعجب ہے کہ اگرچہ کوئی دوسرا شخص اُسے موزون نہین پڑھ سکتا مگر خود موزون ہی پڑھتے ہین ـ سُننے والون کو یقینی بحر نہین معلوم ہوتی ـ بطور نمونہ مذکورۂ بالا غزل کے ایک شعر کی تقطیع ملاحظہ ہو ـ

(۱) دل مین میرے = مستفعلن ـ اُس طو = فعلن ـ طاجش = فعلن ـ منے اڈا = مفاعیلن ـ کیا ہی = فعیلن
(مستفعلن فعلن فعلن مفاعیلن فعیلن)

(۲) جس کی ہے = مفاعیلن ـ وفائیون = مفاعلن منے مجھے = فاعلن ـ جان سے = فاعلن ـ مارا فعلن ہے ـ فع (مفاعیلن مفاعلن فاعلن فاعلن فعلن فع)

غالباً ناظرین اب تسلیم کرینگے کہ یہ ایک محبت الفن شاعر ہے اور اُردو شاعری پر اسکا بڑا احسان اُسوقت ثابت ہوگا جب اسکی زیر تصنیف کتاب شائع ہو جائے گی ـ

مرزا بیدرد کی زندگی مین اب دوسرا انقلاب شروع ہوا ـ انکے سارے پُرانے ساتھی ایک ایک کرکے اسکول سے نکل گئے ـ الیف اے پاس کیا ـ بی اے ہو گئے اور اپنے اپنے پیٹ کے دھندھون مین مشغول ہو گئے انکے والد نے بھی انکو اسکول سے اُٹھا لیا ـ اب نہ انکے قدردان ہین نہ مزاج دان ـ گھر کے ایسے خوشحال بھی نہ تھے یہ بے فکری کہاں تک نبھتی ـ خدا کے فضل سے اب کئی بچون کے باپ تھے ـ لڑکی بھی سیانی ہو چلی تھی ـ اودھر انکی روزی روزگار کا کوئی پتہ نہین ـ کلکتہ گئے ـ برہمو مین کنڈکٹری مل گئی مگر شاعری کے خبط نے وہان سے نکلوا دیا خدا کے فضل سے آپ کے ہم مکتب بھی دفاتر سرکاری مین کہان کے تھوڑے ہین ـ ریلوے مین جگہ دلوائی مگر جیسے کچہری مین دفتری کا کام کچھ دن کیا مگر چھوڑ دیا ـ توکل کا یہ حال کہ چاہے چار فاقے گزر جائین کسی سے ذکر تک نہ کرینگے ـ باوجود ایسے متوکل ہونے کے فضول خرچ بھی نہین ـ پیسے پاس ہون تب بھی کھانے پینے کی پروا نہین جب دوست احباب ہر طرح سے تھک گئے اور انہون نے انکا پیچھا نہ چھوڑا تو مل جل کر یہ تجویز ہوئی کہ ایسے لائق شخص کا بھوکھا مرنا ہمارے لیے نہایت ننگ کا باعث ہے ـ پرانے قدردانون نے دو دو روپیہ ماہوار جمع کرکے بیس روپیہ ماہوار [illegible] سے شہر کے کنارے [illegible] قدیم محلہ مین ایک مکان کرایہ پر لے کر [illegible] اُن [illegible] دن نے کسی کو خبر نہین کہ

بیدرد کیا ہوگئے اور اب اُنکے جاننے والے بھی کتنے رہ گئے ہین - گھر مین ایک لائق بی بی ہین جنھین ہم لوگ بھابی جان کہتے ہین اور ایک شوخ چھوکری بھی رکھ لی ہے - چار پانچ سال کی دو لڑکیان ہین - ایک جوان لڑکی ہے جس کا بیاہ ہوگیا ہے سسرال مین رہتی ہے کبھی کبھی ہم لوگ بیچارے کے گھر آکر جمع ہوتے گرمی اور پوجا کے تعطیل کا ایک حصہ اس مکان مین اب بھی بڑے لطف سے گزرتا ہے -

مرزا صاحب کا معمول سُنیے علی الصباح اُٹھے - ضروریات سے فارغ ہوکر پنج سورہ کی تلاوت کی مگر یاد رہے کہ اُسی قرآن مین جو بچپن مین پٹ پٹ کر پڑھا تھا - آج بھی وہ دوسرا قرآن نہین پڑھ سکتے نہ دوسری سورتین یاد ہین - اسکے بعد وہ عروض کی کتاب کا مسودہ لکھنے مین مشغول ہوے - یہ وہی نیا عروض ہے جسکے یہ پابند ہین - گیارہ بجے اُسکو بند کیا پھر دو بجے رات کی لکھی ہوی غزل لیکر بیٹھے - بی بی کو پکارا - بی بی بیچاری پکانے ریندھنے مین یا بچون کے دھندے مین پھنسی ہے مگر کیا مجال کہ اُنکا حکم سُنکر ایک لحظہ اپنی جگہ پر ٹھہرے - گلاب (آپ کی دوسری عورت جس کا نام آپنے خود رکھا ہے) بھی بلا لی گئی - آپنے غزل پڑھکر سُنائی - گلاب ہر شعر پر "واہ واہ کیسے مجے کا" کی صدا نکالتی ہے - بی بی چپ ہے - آخر مین بی بی سے پوچھتے ہین کہ یہ کیسی غزل ہے "بی بی نے کہا" ہان اچھی تو معلوم ہوتی ہے" مرزا - "گلاب کی شاعرانہ سمجھ تم سے اچھی معلوم ہوتی ہے" مغرب کے بعد فکر سخن کا وقت ہے افیون کی عادت بھی ہوگئی ہے - غرض اسی طرح زندگی کا ایک ڈھرا بندھ گیا ہے اور یہ کولھو کا بیل یون اپنی عمر خاموشی کے ساتھ کاٹ رہا ہے -

کوئی کچھ کہے مگر مجھکو تو مرزا صاحب کی زندگی - طمانیت قلب - اور دلی خوشی پر رشک آتا ہے - انکو ٹلی وٹرکی بہار و ملی کے انقلابات سے بحث نہین - ایک دفعہ گلاب نے داد دیدی اور روح باغ فردوس کی ہوا کھانے لگی - فرط انبساط سے آنکھین اُلٹ گئین - مرزا بیدرد کی خوش نصیبی پر زیادہ اُن شعرا کو رشک کرنا چاہیے جو رات دن ناقدری کا رونا روتے ہین خون جگر پی کر نظمین تیار کرتے ہین اور خاطر خواہ داد نہ پاکر دنیا کو صلواتین سناتے رہتے ہین - اور نہایت کوفت مین عمر گذارتے ہین - ہمارا دیوانہ باؤلا ہیر وان سے لاکھ درجہ بہتر ہے -

جو لوگ آجکل کے بے مایہ شعراکے حالات پر نظر رکھتے ہین - اُنکو مرزا کی زندگی پر ہرگز تعجب نہ کرنا چاہیے - کم و بیش تمام ہندوستانی شعرا ایسی ہی وحشت مین گرفتار ہین اور مرزا بیدرد کی زندگی ایسے تمام شعرا کا کامل نمونہ ہے

مسلم عظیم آبادی

ہوائی جہاز

اے ایرشپ اے انوکھے طائرِ چرخ آشیان — کون دیکھیں جاکے چھو لیتا ہے پہلے آسمان

آج ہونے کو ہے اونچا میری آہون کا دھوان

اے فلک پرواز انوکھے طائرِ مغرب نژاد — آ، زمانے کو دکھائین مل کے رنگ اتحاد

میرا دل بیتاب اِدھر ہو تو اُدھر ہو پرفشان

اے تحیر خیز مرکز قوتِ پرواز کے — لوگ کیون درپے ہین تیری انکشافِ راز کے

کون سی اعجوبہ طاقت تیرے اندر ہے نہان

تو زمین پر تھا ابھی یا تا فلک اونچا ہوا — یا ابھی ٹھہرا تھا یا آیا نظر اوڑتا ہوا

کس پری سے تو نے سیکھی ہین سبک پروازیان

سوے بالا تو اُڑا جاتا ہے مانندِ نگاہ — ہے زمین سے تا فلک تیرے لیے دم بھر کی راہ

کوٹ کر بھر دین مگر قدرت نے تجھ مین بجلیان

اک طلسمِ قوتِ پرواز ہے تو سر بسر — گرمِ پروازی کو تیری پا سکے کیا مرغِ نظر

شش جہت مین ہے تری پرواز کا سکہ رواں

کھل گئین آنکھین جہان تو رفعت آرا ہو گیا — آسمان سے جا ملا اتنا کہ تارا ہو گیا

اب فلک سے بھی گزر جانے کا دکھلا دے سمان

طائرِ بے پر مین کتنی قوتِ پرواز ہے — اہلِ یورپ کا یہ طرفہ عیسوی اعجاز ہے

اُٹھکے اک بیجان کا کرنا اس طرح اٹکھیلیان

یاد ہین لوگون کے ہم پر مضحکے اس باب مین — جب ہوائی قلعے باندھا کرتے تھے ہم خواب مین

لو مسخر آج انھین قلعون سے ہے سارا جہان

ہان سعید زار پر اتنی عنایت کی نظر — بہرِ پرواز اب کی گر تیرا ابھی ہے رخصتِ سفر

عالمِ بالا کا نظارہ ہو اور یہ ناتوان

محمد سعید خان ندوی

عمر قید سے کس طرح رہائی

اور

نتیجہ

واقعہ نگار اولین نے "الناظر نمبر ۶۴ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۳ء" مین مس فاخرہ کو مسز مارسین بنا کر چھوڑ دیا تھا؛ جسکی وجہ صرف یہ تھی کہ مس فاخرہ سے اعلےٰ درجہ تعلیم یافتہ ہونے کے لحاظ سے کم از کم اسقدر ضرور امید کیجاتی تھی کہ وہ سوسائٹی کے زبان زد ہونے کی وجہ سے عمر قید کو کسی نہ کسی طرح بھگتے گی۔ آج ترقی یافتہ دنیا مین کس قدر مائین ایسی ہین جو محض اپنی اولاد کے خاطر ناقابل بیان کا وشین اُٹھاتی ہین اور کس قدر بی بیان ایسی ہین جو گندم نما و جو فروش نوجوانون کی شکار ہو جاتی ہین اور محض سوسائٹی مین زبان زد ہونے کے خوف سے ridiculous ..... یا قبیل ہلاک بننے کے ڈر سے۔ اُف نہین کرتین، دم نہین مارتین؟ اسکا جواب بیشمار موجودہ سوشل ناولون سے مل سکتا ہے یا خود لندن مین جا کر رہنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مگر یہ مصیبت جھیلنے والی، اندر ہی اندر سلگنے والی وہ ہوتی ہین جنکو اپنی عزت کا لحاظ ہوتا ہے، اپنے پوزیشن کا خیال ہوتا ہے اور جو۔ مان باپ کی لاج رکھنا نہین۔ سوسائٹی کا "ہدف تمسخر" (Laughing stalk) بننا سخت ذلت جانتی ہین! مس فاخرہ کو بھی کم از کم اسقدر شریف الطبع ضرور سمجھا جاتا تھا۔ مگر آپ جانتے ہین "خدا پنج انگشت یکسان نہ کرد" وہ ضرورت سے زیادہ آزاد نکلین۔ آزاد یوروپ کے طبقہ اعلےٰ و متوسط مین اس خیال کی ضرور ہوتی ہین مگر بہت کم اور خصوصاً ہمیشہ انگشت نمائی کا مرجع! گویا مس فاخرہ آزاد و ترقی یافتہ دنیا کے موجودہ عملدرامد کے لحاظ سے اُن چند لوگون مین سے تھین، جنکو سوشل سرکل کی بھی پروا نہین۔ چنانچہ جو کچھ انھون نے کیا کوئی ایسی بات نہ تھی جو پرانے خیالات والون مین بھی ہوتی نہ رہی ہو۔ پابند دنیا کی عورتین شکار ہو کر یا تو محض شرافت آبائی کے مارے زندہ درگور ہو جاتی ہین یا بہت کم۔ ایسی بھی ہوتی ہین جو کسی نہ کسی طرح۔ باہمی رنجش، نان نفقہ کی طلب، مار پیٹ کی شکایت۔ غرض کسی نہ کسی رنگ مین عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہین اور آخر کار بہ ہزار بدنامی چھپا چھپا سے مین کامیاب ہو جاتی ہین۔ ایسی وہ ہوتی ہین جنکو پابند دنیا اچھی نظر دن سے نہین دیکھتی اور سچ پوچھیے تو آزاد دنیا کی اعلےٰ طبقہ کی نگاہین بھی اُن سے بچتی ہین! شریف الطبع عورتون کے لیے درحقیقت عمر قید سے چھٹکارا جیتے جی تو قریب قریب ناممکن سے ہے۔ پابند دنیا مین ہمیشہ سے اور آزاد دنیا مین کم از کم اب تک۔ ایک مین مان باپ کی لاج

عزت خاندانی کا پاس اور دوسری مین انگشت نمائی کا خوف، سوسائٹی کے تمسخر کا اندیشہ: کند چھری بنکر ذبح کرنے کے لیے تیار ہے۔

مگر مس فاخرہ شریف الطبع مشکل سے سمجھی جا سکتی ہے۔ وہ اُن مین سے نکلی جو کُتّے کے کاٹنے پر انتقام کے جوش مین خود بھی اُسکو کاٹنا چاہتے ہین چنانچہ خلاف امید اُس نے جو کچھ کیا وہ آپنے "الناظر نمبر ۴ بابت ماہ جون (صفحہ ۱۲)" مین پڑھ لیا ہوگا۔ نقاد دوم نے مسٹر مارلین کو مسٹر رضا کا لباس نہایت خوبی کے ساتھ پہنا دیا لیکن کچھ واقعات عجلت مین نظر انداز ہوگئے جنکا ناظرین الناظر تک نہ پہنچنا سخت ناانصافی ہوگی۔ اسلیے مجبور ہونا پڑا کہ سبھی واقعات کو بھی پبلک کے سامنے لایا جاے اور مس فاخرہ کو انتہا تک پہنچایا جائے!

(۷)

(آغاز کے لیے الناظر ماہ اپریل اور سلسلہ کے لیے الناظر ماہ جون ۱۳ء ملاحظہ ہو)

مس فاخرہ خود مارلین کے مُنھ پر کہہ چکی تھی کہ "ذلت واہانت کے الفاظ ہرگز فراموش نہین کیے جا سکتے۔۔۔ مین ضرور اسکا انتقام لونگی" اور واقعی اُس نے لیا۔ اُسے معلوم تھا کہ اختر کے بھائی نے اُسے "ایک دوسری نظر سے دیکھا" وہ اس پیاری ترکیب کی" مداح تھی۔ وہ اس "لطیف پیرایہ مین اپنے مافی الضمیر سے مطلع کرنے کی" دل ہی دل مین داد دیتی تھی، اور؟ اور اُس دوسری نظر، اُس پیاری ترکیب اور اُس لطیف پیرایہ نے "بالکل خلاف توقع اُسے عالم آرزو مین داخل کر دیا" جاننے والے جانتے ہین کہ اُسکی طبیعت کس چیز کی متلاشی، اُسکا دل کس مقصد کا خواہان اور اُسکی نظر کس "دوسری نظر" کی جویا تھی۔ اب یہ دوسری نظر مسٹر رضا کے گوشہ چشم مین اُسے خدا خدا کرکے مل گئی تھی۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ اب بھی وہ راضی بہ رضا نہوتی! اس مزہ دار تصور مین، اس دلچسپ انہماک امید مین، قطعی نیچرل تھا کہ اسکے ہونٹون پر گم شدہ تبسم کے آثار پیدا ہوگئے"۔ اُس نے ایک کھوئی ہوئی چیز پا لی!

اس سے کچھ بحث نہین کہ مسٹر مارلین کے پھندے مین پھنستے وقت تمول کی نظر خیرہ کر دینے والی چمک نے اُسے اس جال مین پھنسایا تھا۔ اس سے بھی کچھ غرض نہین کہ وہ پھنستے وقت قطعی خود مختار اور آزاد تھی اس سے بھی کچھ مطلب نہین کہ مارلین نے خود اسکو اپنا نشانۂ دغا بنانا نہین چاہا تھا بلکہ ایک عام اعلان اخبار مین دیکھکر وہ خود اپنی نظر سے اپنی اداے اپنی راہبری سے مارلین کو شکار کرنے کے لیے تیار ہوئی تھی! اپنا عیب اپنی نظر کو مشکل سے معلوم ہو سکتا ہے اسلیے مس فاخرہ اگر اس بات کی مدعی تھی کہ اسکے ساتھ دغا کی گئی تو کون سا گناہ تھا؟

زمین پنسل کو ڈنڈہ محض "مشغلۂ تنہائی" کے طور پر اکثر دیکھا کرتی تھی اور بھول جاتی تھی اگر دفعہ ۴۱۵ تعزیرات ہند

جب اُسکی نظر سے گذرنی تو تھوڑی دیر کے لیے سطروں پر دوڑنے سے رُکی اور "ایک خیال۔ خیال کیا؟ شمہ خیال۔
بہت خفیف۔ یون ہی ذرہ برابر۔ برائے نام" ضرور پیدا ہوا اور مس فاخرہ نے دوبارہ اس دفعہ کو نہایت سمجھکر ایک ایک
لفظ کو غور کے ساتھ مارک کرتے ہوے پھر پڑھا۔ اب ایک عجیب انبساط۔ خلاف توقع امید۔ اُسکے دل و دماغ مین جلوہ فگن
تھی "مُرجھایا ہوا چہرہ مائل بہ شگفتگی ہوگیا" دفعہ ۵۱۴ تعزیرات ہند کی عبارت نے "غور سے پڑھنے والی نظروں کے
ذریعہ سے دماغ کو ایک مسرت آگین مفہوم سے مطلع کیا" اور اس نے پٹھون کے توسل سے قلب مین ایک انبساطی حرکت
پیدا کردی۔" اب کیا تھا وہ بجلی ریوالور وغیرہ وغیرہ کوئی چیز۔ کوئی موٹی کتاب۔ ایسی نہ تھی جسمین آسانی کے ساتھ وہ غوطہ زن
نہ ہوسکتی ہو اور ہر ایک مین "مقصود" اُسے نہ مل جاتا ہو۔ اسکے بعد سے "کبھی کبھی۔ وہ بھی عالم تنہائی مین۔ سوسائٹی
سے علٰحدگی کے وقت۔ بستر پر لیٹتے ہوے۔ اتفاقاً نیند اُچٹ جانے کی حالت مین "اپنے سب کچھ کرسکنے کا احساس اُسے
عام اس سے کہ وہ "سکنڈ" کے ساٹھوین حصہ سے بھی کم عرصہ کے لیے رہتا ہو" یا رات رات بھر کاٹے کھانے والے بستر پر ایک
دوسری "نظر" کی تلاش مین کسی کروٹ چین نہ آنے دیتا ہو۔ ہوتا ضرور تھا:۔ "کیا مین کبھی اس قابل ہوجاؤنگی کہ اس
بے حمیت کو مزہ چکھا سکون؟ مگر ایک سہارے کی ضرورت ہے۔ ایک ۔۔۔ کی تلاش! لیکن لیکن کیا میری نظرین، میری
ادائین، میری زاہد فریبی، سب مین سے اثر جاتا رہا۔ نہین۔ نہین۔ یہ ایک نظر مین ختم ہوجانے والے مرد۔ یہ ایک ادا
پر مر مٹنے والے نوجوان!! اونہہ! یہ کونسی مشکل بات ہے"

واقعی یہ مشکل ہی کیا تھی؟ مسٹر رضا جیسی حمیت و ہمدردی کے لیے تیار ہوے وہ اُسی غلط انداز نظر کا نتیجہ
نہین تھا تو اور کیا تھا؟ یہ دقیانوسی خیالات والے حضرات اب بھی فرماتے ہین کہ اگر مس فاخرہ خود بخود مسٹر مارسین کو
دغا بازی کی سزا دیتی تو بیشک یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ اُس نے بلا کسی خاص لگاؤ کے اس سے پیچھا چھڑالیا۔ مگر
پہلے مسٹر رضا کے ارادہ سے آگاہ ہونا، پھر ذرا سا سہارا پاتے ہی یہ زور شور۔ آپ ہی سوچیے کہین پانی مرتا ہے یا نہین؟
آجکل بھی آنکھ لڑجانے پر جاہل عورتین اپنے نئے آشنا کے ساتھ بھاگ جاتی ہین اور بعد مین کمینے اشخاص مین مقدمہ
بازی اور لاٹھی بونگا سب ہی کچھ ہوا کرتا ہے۔ کیا مس فاخرہ کا ایک مضبوط کھونٹے کے بل پر اسقدر کودنا اور مقدمہ
مین یہ زور دکھاتا اُسی پرانے رنگ کی نئی صورت نہین؟ ڈھانچ مین تو وہی پرانی تیلیان ہین البتہ غلاف
نیا اور انگریزی وضع کا ضرور ہے! مس فاخرہ کا۔ اور اُسکے معاونین کا۔ مقولہ ہے کہ "اس نے کبھی حرف شکوہ بھی
زبان سے نہین نکالا، محرومانہ زندگی بسر کرنے پر مستعد ہوگئی اور مارسین کے ناموس کی حفاظت کرتی رہی" مگر
کب تک؟ صرف ایک سال۔ اور وہ بھی ایسا جسمین دفعہ ۵۱۴ تعزیرات ہند کا مطالعہ برابر جاری تھا! اور کس

حالت مین؟ کس بیرہنی کے عالم مین، کسی مددگار کے نہ ہونے کی حالت مین! یہ عصمت و ناموس کی حفاظت ہے یا "عصمت بی بی از بے چادری" کی مثال؟ اس آخری سوال کا جواب کسی قدر پیچیدہ ہے۔ دقیانوسی دماغ والے کچھ اور کہتے ہین، اور روشن خیال کچھ اور فرماتے ہین!

خیر کچھ بھی ہو مارلین پر دعوی کر دیا گیا؟ روپے پیسے کی تنگی کا دعوی نہ ثابت کیا جا سکتا تھا نہ اُس سے رہائی نصیب ہو سکتی تھی: برے برتاؤ کا الزام بھی پورے حد تک مفید نہین تھا: اسلیے وہی سچا۔ دغا کا دعوی کیا گیا۔ اس دعوے کا جزو خاص مارلین کی ناقابلیت اور مس فاخرہ کا اُسوقت تک غیر مستعمل ہونا تھا! اس خاص بات پر جو تنقیح نکلی اُسکا بار ثبوت ظاہر ہے کہ کس کے ذمہ ہوتا؛ مدعی کے یا مدعا علیہ کے؟ مس فاخرہ کی طرف سے مسٹر رضا بھی شہادت مین تھے۔ محض اس امر کی شہادت مین تھے کہ یہ راز ان تک انکی ہمشیر کی زبانی پہنچا! اور خود مس اختر معاملہ کے لیے طلب تھین کہ وہ مس فاخرہ کی معالج رہ چکی تھین! ساتھ ہی ساتھ ڈاکٹری سرٹیفکٹ کی بھی ضرورت تھی؛ اور بڑی خیر یہ ہوی کہ ایک لیڈی ڈاکٹر وہان موجود تھین اور بجائے سول سرجن کے انکو معائنہ کی اجازت دیدی گئی ورنہ کسی قدر، شمہ برابر، برائے نام۔ دقت ضرور ہوتی! اگرچہ اس دقت کو مس فاخرہ خود محسوس نہ کرتین، لیکن دقت کو سوائے دقت کے اور کیا کہا جا سکتا ہے! خیر سرٹیفکٹ حاصل ہو گیا! پیشی کے روز جسقدر عدالت متعلقہ پر ہجوم تھا اُسکا لحاظ کرنا ایک فضول سی بات ہے! مسٹر رضا سے اُسی اخبار والی "پیاری ترکیب" پر کیونکہ فریق مخالف کی طرف سے وہ اخبار بھی پیش کیا گیا تھا۔ وکلا کی جرح سُننے کے قابل تھی! اگرچہ مہربان عدالت نے بہت سے سوالات غیر متعلقہ ٹھہرا کر روک دیے لیکن پھر بھی مسٹر رضا، مس اختر، اور مس فاخرہ کو جن جن سوالات کے جوابات دینے پڑے وہ واقعی قابل تعریف تھے! عدالت کا کمرہ بالکل بھرا ہوا تھا۔ اور مشتاق نگاہین اور بے چین کان خدا جانے کیا کیا سُن رہے تھے اور کیا کیا دیکھ رہے تھے! جرح ایک بُری بلا ہے۔ اور خصوصاً ایسے معرکہ کے وقت۔ جن پر گزر چکی ہو اُن سے پوچھیے کہ وکیل بیرسٹر اُس کٹھرے مین اچھے اچھون کو رُلا دیتے ہین! بہرحال یہ سب باتین ایک فضول سی چیز تھین! دقیانوسی خیالات والے اسکو شرمناک واقعہ کہین یا اور کسی بُرے خطاب سے یاد کرین مگر سچ یہ ہے کہ مس فاخرہ نے مارلین کو سزا دے کر مانا۔ اسپر بحث کرنے کی بھی کچھ ضرورت نہین کہ ایسی بدنامی اُٹھا کر ہر متنفس۔ پُرانے خیالات والا بھی سب کچھ کر سکتا ہے: مشکل تو ایسی حالت مین شریف طبع اور پوزیشن کی لحاظ کرنے والے انسان کی پڑ جاتی ہے۔ مگر فاخرہ "سوسائٹی اسکینڈل" Society Scandal کو کچھ نہین سمجھتی تھی! وہ خود کردہ را علاجے نیست کی قائل

نہ تھی: اور واقعی اُس نے جو کچھ کہا کر دکھایا! مارسین نے زہر کھا لیا تو قطعی نیچرل! اور فاخرہ تیسرے ہی روز مسٹر رضا کے ساتھ نہایت شان دلربائی کے ساتھ پارک مین ٹینس کھیلتی نظر آئین تو قطعی تہذیب و انسانیت کے موافق! جو کچھ بھی ہوا ایک ہفتہ نہین بلکہ ایک مہینہ کے لیے ہفتہ وار اور روزانہ اخبارات کو اپنے ناظرین کے خوش کرنے کا مواد مل گیا! مگر واہ ری فاخرہ۔ اس نے اس عرصہ کے لیے اخبار چھونا بھی اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، اور اگر کوئی۔ بیہودہ، بدتمیز کوئی۔ کچھ کہہ گزرتا تو وہ اسکو بھی سُنی اَن سُنی کر کے ٹال جاتی! وہ پھر اپنی خود غرضی مین کامیاب تھی اور ان دنیا وی فضولیات کو محض لغو سمجھتی تھی!!

(۸)

آج مرے کل دوسرا دن! چنانچہ مارسین مرگیا اور یاد سے بھی گزر گیا! اس فاخرہ اب ایک دوسرا قدم بلکہ آخری قدم۔ بڑھانا چاہتی تھین! وہ اب آزاد تھین لیکن پھر پابند ہونا چاہتی تھین! مارسین سے بہزار دقت پیچھا چھوٹ گیا تھا مگر مسٹر رضا کی آغوش محبت مین جانا ابھی باقی تھا!

لیکن "فاخرہ خود مختار فاخرہ آزاد فاخرہ" اب سوچتی کیا تھی؟ آزادی اُسے حاصل! مسٹر رضا اُسکے لیے منتظر! تو وہ اسی خیال مین۔ دل خوش کن خیال مین مستغرق! پھر دیر کیون تھی؟ پس و پیش کیون تھا؟

محض اسلیے کہ "دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے" "عقلمند ایک دفعہ ٹھوکر کھا کر ہوشیار ہو جاتا ہے" فاخرہ اُسی غلطی کو پھر نہین کرنا چاہتی تھی جس کی بدولت اُسے کامل ایک سال سخت سے سخت عذاب بھگتنا پڑا!

"مگر مسٹر رضا مسٹر مارسین تو نہین ہے؟ لیکن اگر یہ بھی ویسا ہی صورت حرام نکلے تو! مگر مسٹر رضا تو میرے ساتھ جس شوق و جذبہ مین ڈوبا ہوا ملتا ہے اُس سے کچھ شبہ نہین کیا جا سکتا؟ لیکن سچ یہ ہے کہ مسٹر مارسین بھی اپنے کورٹ شپ کے زمانے مین اسی طرح ملتا تھا! مگر یہ ایک تعلیم یافتہ، مہذب روشن خیال نوجوان ہے؟ لیکن کیا مارسین کے تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونے مین کوئی شک کیا جا سکتا ہے! مگر وہ ایک خود غرض، دغا دینے والا شخص تھا جس نے "اپنے تئین سوسائٹی مین سرخرو بنانے کے لیے مجھے زندہ در گور کر دیا تھا؟ لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ مسٹر رضا بھی ویسے ہی نہ ہون! مارسین تو ایک مکار تھا جس نے امر واقعی کا اخفا کر کے مجھے دھوکا دیا"؟ مگر بہت ممکن ہے کہ مسٹر رضا بھی امور واقعی کا اخفا کرتے ہون!" یہ تھے وہ خیالات جو مس فاخرہ کے دماغ مین ہر وقت چکر کھاتے رہتے تھے!

خود مسٹر رضا سے جو کچھ گفتگو مسٹر مارلسین کی بابت اکثر ہوئی تھی وہ اُسے خوب یاد تھی: مسٹر رضا کا یہ کہنا کہ "نا قابلیت اور کمزوری کی وبا بے احتیاطی اور غلط کاری کی وجہ سے نئے زمانہ کے نوجوانون مین پُرانے زمانے والون سے بدرجہا زیادہ پھیل رہی ہے" اُسکے دل پر کالنقش فی الحجر تھا؛ فاخرہ سوچتی تھی کہ مسٹر رضا خود ایک لائق ڈاکٹر ہے وہ کوئی نقص اپنے مین نہین باقی رکھہ سکتا، مگر ساتھہ ہی اُسے خود مسٹر رضا کے وہ الفاظ جو اُسنے ایک موقع پر مارلسین کے لیے کہے تھے یاد آجاتے تھے۔ کہ "بعض امراض ایک حد پر پہنچ کر قطعی نا قابل علاج ہوجاتے ہین اور مریض مجبور ہوتا ہے کہ تمام عمر انکو کسی نہ کسی طرح پوشیدہ رکھے" یہ الفاظ فاخرہ کو اور زیادہ بھڑکاتے تھے بہت ممکن ہے کہ مسٹر رضا بھی چھپاتا ہو، دھوکا دیتا ہو۔ نا قابل ہو! مڈیکل سرٹیفکٹ کا خیال بھی اُسے آیا، مگر وہ اپنی آنکھون سے دیکھہ چکی تھی کہ مسٹر مارلسین نے مقدمہ کے وقت سول سرجن سے اپنے موافق نہایت اچھا سرٹیفکٹ حاصل کرلیا تھا؛ اس سے تو کچھ بحث نہین کہ وہ سرٹیفکٹ زر کے زور سے حاصل کیا گیا تھا یا کسی اور طرح، بہرحال اب فاخرہ کی نگاہ مین ایسے سرٹیفکٹ کی کچھ وقعت نہ تھی!

مگر۔ آہ! کیا اب پھر وہ کسی خود غرض کی چاپلوسی مین آکر اپنی زندگی کو برباد کردے؟ کسی گندم نما وجو فروش کے پھسلاوون مین پھنس کر برباد ہوجاے؟ نہین نہین۔ اب وہ آنکھین بند کرکے اندھے کنوئین مین گرنے کو تیار نہ تھی! وہ کچھ کھو کر عقل حاصل کرچکی تھی! اور وہ "مار گزیدہ از ریسمان می ترسد" کے مصداق کسی پر بلا ذاتی واقفیت و ثبوت کے بھروسا کرنا حماقت سمجھتی تھی!

اس تمام کشمکش کا نتیجہ بالکل صاف تھا! وہ مجبور تھی کہ ہر طرح اپنا اطمینان کرلے! اور سچ یہ ہے کہ اُس نے پورے طور پر خوب اچھی طرح دیکھ بھال لیا۔ پرکھ لیا۔ بلکہ اگر کسی کو ناگوار نہو تو۔ کسوٹی پر چڑھا لیا! اب کیا دیر تھی؟ فوراً شادی ہوگئی اور خدا خدا کرکے فاخرہ نے مسز مارلسین کی تکلیف دہ جھول اُتار کر مسز رضا کی پوشاک نہایت مسرت اور جذبۂ دل کے ساتھہ زیب تن کی! چونکہ وہ تعلیم یافتہ تھی اور اپنی جنس کے ساتھہ اُسے خاص طور پر محبت تھی، اس لیے اُس نے ایک سوسائٹی قائم کی، جسمین باطنی اور اندرونی طور پر وہ کچھ ہی تلقین کرتی ہو لیکن ظاہر طور پر یہ ہی معلوم تھا کہ وہ شادی سے پہلے مڈیکل سرٹیفکٹ حاصل کرنے کی ترغیب دیتی تھی! چنانچہ آپ اسکو ایک پرچہ میں دیکھ چکے! یہ سوسائٹی زمانہ کی رفتار کے ساتھہ بڑھتی رہی اور اپنا اثر ہر چہار طرف پھیلاتی رہی!

تمّت

نئی دنیا نہ کہین ٹھہری ہی نہ ٹھہرے گی: نئی روشنی کا انسان نہ کسی حد پر پہنچ کر رکا ہے نہ رُکے گا! وہ سب سے کسی

پہلے ایک رقیق مادہ مین آ ماس کی شکل مین ظاہر ہوی - گردش مین اپنی پہلی جگہ سے شرارہ کی طرح علیحدہ ہوی کچھ فاصلے پر قائم ہوکر خود چکرانے لگی - پھر اس سے ایک شرارہ نکل کر چاند بنا - اور؟ اور کیا - وہ ٹھنڈی ہوی، اُسپر ہواؤن کے طوفان آئے، نامتناہی بارش کا سلسلہ جاری رہا - وہ سخت ہوی - اسپر چھلکا بنا - دریا پیدا ہوے - پہاڑ نظر آئے درخت وجود مین آئے عجیب الخلقت مخلوق اسپر حاوی رہی - مگر وہ برابر اپنا روپ بدلتی رہی - بدل رہی ہے - اور بدلتی رہیگی یہ - یعنی انسان پروٹو پلازم کی ترقی یافتہ صورت - پہلے ایک مادہ تھا - پھر اسمین احساس پیدا ہوا پھر نمو شروع ہوی - پھر حیوان بنا - اور نئی نئی پوشاکین پہنتا ہوا - بندر کے تمام مدارج طے کرکے انسانیت مین قدم زن ہوا - ہے - اور رہیگا ! نہ اُسکو قرار نہ اسکو چین ! یہ بندر سے انسان بننے والی مخلوق اب انسانیت کے مدارج طے کر رہی ہے اور اسکے بعد کوئی نہین کہہ سکتا کہ ترقی کے زینہ مین کہان پہنچے گی ! بہت ممکن ہے کہ وہ بندر جو خوش قسمتی سے اب تک انسان نہین بنے ہین ہنستے ہون اور حضرت انسان کی کشمکش کو دیکھکر انسانیت کے نام سے کانون پر ہاتھ دہرتے ہون - مگر یہ ایک فیکٹ ہے اور اس سے انکار خدا کے وجود کے انکار سے زیادہ ناقابل معافی گناہ اور حماقت ہے !

باوا آدم کی اولاد انسان تو ہمیشہ سے انسان ہی ہے - انسان کے علاوہ کسی اور روپ مین نہ وہ کبھی جلوہ فگن ہوا ہے اور نہ آیندہ ہونے کی امید رکھتا ہے ! انسانیت کے دائرہ سے اُس نے نہ کبھی قدم باہر رکھا نہ رکھیگا ! اس لیے وہ ایک خاص حد پر پہنچ کر قانع ہوجاتا ہے - رک جاتا ہے اور اپنے مذہب یا عقیدہ کو اپنی زندگی کے لیے بلکہ ہر ایک آنے والی نسل کی زندگی کے لیے کافی مان لیتا ہے : اُسکا خاص خیالات سے تجاوز نہ کرنا کچھ بھی تعجب نہین - مذہب اسکو مانع - خدا اسکو مانع - اُسکا دل خود اسکو مانع، لہذا وہ اپنے عقیدہ کے موافق جائز حدود سے تجاوز کبھی کسی زمانہ مین نہین کرسکتا ! مگر پروٹو پلازم سے بندر اور بندر سے انسان بننے والا - بلکہ انسانیت سے گذر کر خدا جانے اور کیا کچھ بننے کے لیے تیار - انسان نہ کہین ٹھہرا ہے، نہ ٹھہرنا چاہتا ہے، نہ ٹھہریگا - ترقی ایک لا محدود چیز ہے اور زمانہ برابر بڑھتے جانے والی شے ہے، خیالات تبدیل ہونے والی چیز اور تہذیب زمانہ کے موافق منقلب ! لہذا انکی روشنی کے انسان کے لیے کوئی روک نہین ! یہ امید رکھنا کہ "بغیر کسی عقیدۂ مذہبی کے وہ خود بخود تہذیب کی حد سے نہ گزریگا" اسی قدر لغو ہے جس قدر کہ مہمل ! کیونکہ وہی چیز جو آج خلاف تہذیب اور بری سمجھی جاتی ہے - وہی عادت جو آج معیوب اور بد تصور کی جاتی ہے - کل عین تہذیب، خوبی، اور نیکی سمجھی جاے گی ! زمانہ کی تاریخ اس امر پر شاہد عادل ہے ! اس لیے کچھ بھی تعجب نہین کہ فاخرہ کی بنیاد ڈالی ہوی سوسائٹی کا اثر زمانے کے ساتھ کہین سے کہین پہنچ گیا !

بیشک ایک پورا زمانہ ایسا گزرا جس مین فاخرہ کا ایجاد کردہ میڈیکل سرٹیفکیٹ برابر رائج رہا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور نئی چیز بھی وجود مین آگئی۔ وہ یہ کہ اکثر متمول حضرات کے ہان اولاد نہونے پر جسکی وجہ اکثر مردون نے عورت کی نا قابلیت اور نقص بتایا۔ ایک سوسائٹی مردون کی طرف سے بھی قائم ہوی جس مین شادی سے پہلے عورت کے میڈیکل سرٹیفکیٹ حاصل کرنے پر زور دیا گیا۔ اب میڈیکل سرٹیفکیٹ کی وبا عام طور پر دونون طرف پھیل گئی مگر تمول اور روپیہ اسوقت تک اپنا اثر نہین چھوڑ سکتا جب تک کہ انسان احتیاج کا بندہ ہی۔ "زر کے لیے گر بر سر فولاد نہی نرم شود" اب بھی اُسی قدر صحیح تھا جس قدر کہ پرانے زمانے مین بیسیون بلکہ سینکڑون مرتبہ سرٹیفکیٹ محض زر کے زور سے حاصل کیے گئے، اور بعد مین وہی عمر قید بھگتنی پڑی جسکے انسداد کے لیے یہ کچھ طومار باندھا گیا تھا۔ اس کا علاج صرف یہ سمجھ مین آسکتا تھا کہ "انجمن حفاظت نسوان" نے ایک قدم اور بڑھایا، اور یہ پاس کیا کہ ہمجنس ہمجنس کے عیوب سچائی کے ساتھ ظاہر کرنا نہین چاہتا اسلیے نوجوانون کے وہ سارٹیفکیٹ قابل لحاظ سمجھے جائین جو بجائے کسی مرد سول سرجن کے ایک لیڈی ڈاکٹر سے حاصل کیے گئے ہون۔ علی ہذا مردون کی طرف سے اسکا برعکس پاس کیا گیا یعنی یہ کہ عورتون کے وہ سارٹیفکیٹ قابل لحاظ سمجھے جائین جو کسی مرد ڈاکٹر سے حاصل کیے گئے ہون۔

اس ساری جدت سے زر کا اثر اور احتیاج کی طرفداری تو یک لخت زائل ہو نہ سکی، البتہ اسقدر ضرور ہوا کہ ڈاکٹری کی گرم بازاری شروع ہوگئی۔ موجودہ نسل نے ڈاکٹری کی سند حاصل کرنا ایک ضروری چیز سمجھ لی اور یہ وبا اسقدر بڑھی کہ اگر کسی بازار مین ایک پتھر بلا خاص نشانہ کے پھینکا جاتا تو وہ کسی کتے کے لگتا یا کسی ڈاکٹر کے۔

یہ تو صرف ایک خاص بات تھی۔ مگر اسکے علاوہ سوسائٹی آزادی وحقوق کے جوش مین عادات و اطوار کے لحاظ سے سر سے پیر تک بدل گئی تھی۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ بہت سی باتین جو پہلے خوبی سمجھی جاتی تھین اب توہمات اور مہمل کی قطار مین آگئی تھین اور اکثر حرکات جو پہلے معیوب خیال کی جاتی تھین اب عین تہذیب تھین! میڈیکل سارٹیفکیٹ کا رزور بھی کچھ بہت ایام تک نہین رہا یہ بھی اسی طرح بے سود اور لغو ثابت ہوا جس طرح عصمت کے تحفظ کا ڈھکوسلا! آزاد سوسائٹی جو اپنے معاملات مین کسی بزرگ یا جہان دیدہ شخص کی رائے کا اتباع بھی زبردستی سمجھتی تھی۔ ڈاکٹر پر اسقدر بھروسا کہان کرسکتی تھی! دنیا جس راستہ پر جارہی تھی اسمین کسی کا محتاج یا پابند بننا ایک سخت گناہ تھا۔ لہذا یہ بالکل نیچرل تھا کہ ہر ایک چیز کا امتحان بذات خود جب تک فریقین نہ کرلیتے انکا اطمینان نہین ہوسکتا تھا! مذہب دنیا سے کنارہ کرتا جاتا تھا، مساوات اور آزادی کا طوفان بڑھتا جاتا تھا، عیوب خوبیون اور خوبیان عیوب کا لباس پہنتی جاتی تھین، زمانہ

نہایت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا، اور سوشلزم اپنی دلفریب خوبیون کے ساتھ ہر چہار طرف پھیلتا جاتا تھا۔

معلوم نہین نیچر کو اس ترقی کرنے والی مخلوق کے ساتھ کہان کا بیر ہی کہ جس قدر یہ مشکلات سے پیچھا چھڑاتی ہے اسی قدر وہ اور زیادہ مشکلات حائل کرتی جاتی ہے۔ جب انسان نے پیدل چلنے سے قدم آگے بڑھا کر زین سواری شروع کی تو نیچر نے محض ٹھوکر لگ جانے سے آگے بڑھکر گھوڑے پر سے گر کر مر جانا پیدا کر دیا۔ پھر انسان نے گاڑی بنائی تو اسکا اُلٹ جانا اور زیادہ مہلک چیز وجود مین آئی۔ جب ریل نے دنیائے وجود مین قدم رکھا تو ریل لڑ جانے کا سخت مہلک حادثہ بھی ساتھ ساتھ پیدا ہوا۔ مختصر یہ کہ انسان جس قدر اپنے آرام و آسایش حاصل کرنے کے زور مین آگے بڑھتا جاتا ہے نیچر اسی قدر تکلیف اور مشکلات حائل کرتی جاتی ہے۔ یہ ہی حالت سوسائٹی کی ہوئی وہ جس قدر آگے بڑھتی گئی پابندی اور دھوکے سے گلوخلاصی حاصل نہ کر سکی۔ مگر اُسکی ترقی ابھی ختم نہین ہوئی تھی ابھی وہ سوشلزم کی اس حد تک نہین پہنچی تھی جہان پہنچنا اسکا مقصد تھا۔ اب شادی کرنا اور تمام عمر کے لیے ایک مرد کا ایک عورت کے قبضہ مین یا ایک عورت کا ایک مرد کے قبضہ مین آکر قیدی بن جانا اُسے سخت جہالت آمیز پابندی نظر آتی تھی۔ اب وہ یہ چاہتی تھی کہ تمول و مفلسی کا فرق دنیا سے اُٹھا دے، محض اتفاق کی بدولت اتفاقیہ ایش کے بدولت۔ ایک کا امیر اور ایک کا فقیر ہونا دور کر دے، سب کو ایک سطح پر لے آئے۔ اس طرح نہین کہ بے زر کو زردار بنائے بلکہ اس طرح کہ زردار سے اسکا تمول علحدہ کر دیا جائے۔ اور سچ بھی یہ ہی ہے کہ مکان بنانے سے گرانا زیادہ آسان اور ممکن الوقوع ہے۔ اب یہی سوسائٹی چاہتی ہے کہ دنیا سے فرق مراتب کھو دے، عزیز و اقارب کا جھگڑا باقی نہ رکھے، ہر شہر مین ایک پبلک فنڈ قائم کرے اور اسکا روپیہ سب کا روپیہ ہو، ہر شخص کو صرف ضروریات زندگی کے موافق اُس فنڈ سے بلا کسی خاص فرق کے ملا کرے، شادی کا وجود باقی نہ رہے، انسان قطعی آزاد ہو اور توسیع نسل انسان محض نیچرل طریقہ پر ہو، پیدا ہونے والے بچون کے لیے ایک مکان پبلک کی طرف سے بنایا جائے۔ پیدا ہونے والا اپنے مان باپ تک سے بے خبر ہو، وہ کسی ایک کا بچہ نہو بلکہ پبلک کا بچہ ہو، جو کچھ ہو وہ سب کا ہو اور ہر ایک کا ہو، اگر سب کے لیے محل نہ بنائے جا سکین تو کسی کے لیے بھی محل باقی نہ رکھا جائے کیونکہ سب کو جھونپڑون مین دیکھکر محل کی آرزو کسی کے دل مین پیدا نہین ہوگی۔ یہ ہین وہ مقاصد جنکو ترقی یافتہ دنیا کی موجودہ ترقی کرنے والی سوسائٹی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ انسان کے فضول تعلقات، خواہ مخواہ کی قیود، اور فرق مراتب کے رشک و حسد نے انسان کو بے حد مغموم اور متفکر بنا دیا ہے، اسکی زندگی تکالیف اور سرگردانیون کا مجموعہ ہوگئی ہے، اور وہ کبھی مسرت حقیقی حاصل

نہین کرسکتا! یہ امید کی جاتی ہے کہ جب وہ تعلقات کم کرے گا تو اُس سے پیدا ہونے والے تفکرات کم ہو جائینگے! جب وہ تمام قیود کو توڑ ڈالے گا تو نہایت آزادی کے ساتھ اپنا اور اپنے وقت کا مالک ہوگا! اور جب فرق مراتب اُٹھ جائے گا تو انسان تمول حاصل کرنے کے جنون سے نجات پاے گا! اسوقت انسان کو حقیقی مسرت حاصل ہوگی اور اسوقت وہ فکر و غم سے قطعی نجات پاے گا۔ یہ سوشیلزم کی معراج کمال ہے اور اسی پر پہنچنے کے لیے تہذیب یافتہ دنیا سرگردان ہے! البتہ یہ بات غور طلب ہے کہ کبھی پہنچنا ممکن بھی ہے یا نہین؟ اور اگر فرض کر لیا جاے کہ دنیا اُس حد تک پہنچ بھی گئی تو اسکو فی الواقع آگے بڑھنا کہین گے یا پیچھے ہٹنا! سمجھ مین نہین آتا کہ وہ ترقی کرے گی یا پھر اُسی پہلے وحشی انسان کے مین مین ہو جائے گی اور کچھ عجب نہین کہ اس مرتبہ پھر وہ انسان سے بندر کے قالب مین پہنچ جاے، کیونکہ بندر کو انسان سے بدرجہا بے فکری، مساوات، اور مسرت حقیقی حاصل ہے! خیر ابھی اس وقت کے آنے مین دیر ہے! ہان جس جگہ یورپ اب ہے ہندوستان بھی اسی جگہ پہنچ کر رہتا، اور کیونکر نہ پہنچتا جبکہ مسز رضا نے صدیون برس پیشتر اس آزادی کا بنیادی پتھر ایک سوسائٹی کی صورت مین رکھا تھا اور حقوق نسوان کے حمایتی گروہ نے آستینین چڑھا کر آنکھین بند کر کے۔ اس کو رائج کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا!

آہ انسان نہایت خود غرض ہے، از سرتا پا خود غرض ہے! پہلے وہ صنف نازک کا کفیل تھا، اسکو اپنی عزت، اپنی حرمت اپنی آبرو سمجھتا تھا! مگر اب وہ اسکو بھی باہر نکالنا چاہتا ہے! اسے دنیا کی کشمکش مین سرگردان بنانا چاہتا ہے! اسکی امداد سے پہلو تہی کرتا ہے، اور جوش حماقت و جذبۂ جنون مین اس نازک گلاب کو، اس آبدار موتی کو۔ تمازت آفتاب اور کشمکش بازار مین لاکر اُسکی دلکش عفت و عصمت برباد کرنا چاہتا ہے۔ کیون؟ یہ نہ پوچھیے! ہزارون پردون کی آڑ مین وہ اپنی خود غرضیان چھپاتا ہے، لیکن چھپ نہین سکین! محض اسکا اپنا جوش وحشت و شعلۂ عیش پرستی ہے جس کے بجھانے کے لیے وہ اس صنف لطیف کو اسکا حامی بن کر خراب کرنا چاہتا ہے!

ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — من انداز قدت را می شناسم!

آہ اُس کی خود غرضی، خود غرضی، خود غرضی ایک ایک فعل سے ٹپکی پڑتی ہے! اور دیکھنا یہ ہے کہ وہ عورت کو نکالنے کے جوش مین چولھے مین سے نکل کر بھاڑ مین تو نہین گرنا چاہتا!

ترسم کہ بہ کعبہ نہ رسی اے ہندی — کین رہ کہ تو مے روی بہ انگلستان است!!

سلطان حیدر

رباعیات شفق

مذہب و سائنس

عاقل نہین مذہب سے نہو جو آگاہ — کس کام کی وہ عقل جو کردے گمراہ
سائنس تو منکر ہے خدا تک کا شفق — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ذرون کی ٹھہرتی نہین سورج پہ نگاہ — قطرون کو بھی دریا کی نہین ملتی ہے تھاہ
سائنس بھی تہ کو نہین پہنچا اب تک — مذہب کے وہ اسرار ہین اللہ اللہ

سائنس ہے پانی کا ہوا کا قائل — مذہب ہے فنا اور بقا کا قائل
علت سے بری وجود باری ہے شفق — اسلام ہے بے عیب خدا کا قائل

اوجھے ہوئے ڈورے کا سرا ہی نہ ملا — سائنس کو مذہب کا پتا ہی نہ ملا
سب راز کھلے راز خدا ہی نہ کھلا — عقدہ تو ملا عقدہ کشا ہی نہ ملا

رستا نہ ملا راہ نما بھی نہ ملا — گمراہ کو منزل کا پتا بھی نہ ملا
مذہب کو فرشتے بھی پیمبر بھی ملے — سائنس کو تو ایک خدا بھی نہ ملا

ذرون مین نظر آگیا صحرا آباد — تارون مین بھی دیکھی گئی دنیا آباد
سائنس کا وہ ملک ہے وہ راج شفق — بے شاہ کی ہے جس مین رعایا آباد

نادان نہ ازل کی ابتدا ہی سمجھے — غافل نہ ابد کی انتہا ہی سمجھے
مذہب کی جو تعلیم پہ ہنستے ہین شفق — سائنس کے بندون سے خدا ہی سمجھے

وجود باری

ہے مسئلۂ وجود باری مشکل — اس عقدے کے حل سے رستگاری مشکل
منصور سے جس کا حق ادا ہو نہ سکا — اس راز کی ہے وہ رازداری مشکل
فانی ہے جو شے اسکو فنا ہے کہ نہین — باقی ہے جو ذات اسکو بقا ہے کہ نہین

حادث کو قدیم جو سمجھتے ہیں شفق — کیا جانیں وہ بندے کہ خدا ہے کہ نہیں؟

جب سوئے عدم قافلہ راہی ہوگا — وا پردۂ اسرار الٰہی ہوگا

جب کچھ نہ تھا سنتے ہیں خدا ہی تھا شفق — پھر کچھ نہیں ہوگا تو خدا ہی ہوگا

کس نظم سے یہ انتظام عالم ہے تمام — ناظم ہی نہیں تو کیوں ہے قائم یہ نظام

بے وقت طلوع ہو نہ بے وقت غروب — بے دن کی نہ رات ہو نہ بے صبح کی شام

چلتا ہوا پرزہ کوئی ڈھلتا ہی نہیں — ڈھل کر کوئی سانچے سے نکلتا ہی نہیں

ہوتا نہ خدا تو اس خدائی کا شفق — اتنا بڑا کارخانہ چلتا ہی نہیں

کچھ عالم اسباب میں حکمت ہوگی — علت کی بھی آخر کوئی علت ہوگی

فطرت کو بدلنے نہیں دیتی جو شفق — وہ بھی تو بڑے ہاتھ کی قوت ہوگی

شفق عماپوری

کیا کہوں لب پہ مرے کیوں ترا شکوا نہ ہوا — یہ مری شان وفا تھی کہ جو ایسا نہ ہوا

تم سے کچھ طور پہ اے حضرت موسیٰ نہ ہوا — ایسے موقع پہ کوئی دیکھنے والا نہ ہوا

صدمے سہنے کے لیے عشق بتاں میں دن رات — وائے تقدیر کہ پتھر کا کلیجا نہ ہوا

دیکھ کر حشر میں تنہا وہ مجھے کہتے ہیں — کیا قیامت ہے کوئی آج بھی تیرا نہ ہوا

غیر پھر غیر ہے گو لاکھ وفادار سہی — اپنا کہنے سے کوئی اپنا پرایا نہ ہوا

دل بھی کمبخت طرفدار انھیں کا نکلا — ہائے اس عشق میں کوئی بھی ہمارا نہ ہوا

ہائے اس ضعف نے بالکل ہی بھرم کھو دیا — مجھ سے دل تھام کے بھی ہجر میں نالا نہ ہوا

برق اور برق جگر سوزگری ہے مجھ پر — میرا جینا اسے فرقت میں گوارا نہ ہوا

عمر کی تونے بسر عشق مجازی میں حضور
تجھ کو کم بخت کچھ اندیشۂ فردا نہ ہوا

حضور نعیمی مرادآبادی

خاتون امانده

(ترجمہ)

حکیم سنیکا کا قول ہے کہ جو نیک نہاد شخص اپنی بدقسمتیون پر غالب آتا ہے وہ دیوتاؤن کا معبود خیال کیا جاتا ہے - قصۂ ذیل تمثیلاً پیش کیا جاتا ہے -

یونان مین ایک معزز دولتمند شخص رہتا تھا - گردش زمانہ سے اسکی مالی حالت خراب ہوگئی اور مجبوراً اُسنے اپنی امیرانہ شان و شوکت کو کم کردیا - اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کے مفلوک شریف نہایت غیرت دار ہوتے ہین چنانچہ اُس نے اپنے اعزا اور دوستون کی مدد کو قبول نہین کیا اور موجودہ حالت پر قناعت کی - اسکی بی بی نے جو نہایت باتمیز اور وفادار تھی اپنے شوہر کے ساتھ پہلے سے بہتر برتاؤ شروع کیا - اس خاتون پری جمال کو بہت ہی فریب آمیز ترغیبون کا مقابلہ کرنا پڑا مگر وہ وفاداری مین ثابت قدم رہی اور اس نے اشارۃً و کنایۃً کبھی اپنے شوہر سے ایسی باتین نہین کین جس سے اسکو خیال ہوتا کہ موجودہ فلاکت نے اُسے بددل کردیا ہے شوہر کبھی کبھی اچانک گھر پر پہنچ جاتا اُسوقت یہ عورت آنسو پوچھ ڈالتی اور اظہار بشاشت کرتی - اسکی بڑی حسین بیٹی جس کا نام خاتون امانده تھا جوان ہوچکی تھی - یہ خرچ کم کرنے کے خیال سے ایک گاؤن مین ایک دہقانی کے گھر بھیجدی گئی - یہ کاشتکار بہت باوضع و معتبر آدمی تھا اور اسکی شادی اُس عورت کے ساتھ ہوئی تھی جو امانده کی وفادار ملازم رہ چکی تھی - خاتون امانده کو ہر وقت یہ خوف رہتا تھا کہ عنقریب اُسکے والد کی حالت بالکل تباہ ہونے والی ہے - چنانچہ اُس نے اپنے ایک دوست کو خفیہ طور پر اس جانچ کے لیے معین کیا کہ وہ اُسکے خاندان کی حالت سے وقتاً فوقتاً اطلاع دیتا رہے -

خاتون امانده کا عنفوان شباب تھا اور حسن و جمال کو ترقی ہوتی جاتی تھی اس اثنا مین اُس گاؤن کا زمیندار جو شکار کی غرض سے آیا کرتا تھا اُس کاشتکار کے مکان پر آیا - وہان اُسکی نظر اُس پری جمال خاتون پر پڑی اور بہ نگاہ اول اُس پر فریفتہ ہوگیا - یہ زمیندار بہت فیاض شخص تھا لیکن نقص تعلیم کی وجہ سے عقد و مناکحت کو ناپسند کرتا تھا اُس نے اپنے دل مین ٹھان لی کہ اس خاتون کی عصمت پر ایک دن ضرور حملہ کرونگا لیکن اس ارادہ کو اُس نے پردۂ راز مین پوشیدہ رکھا - اس معصوم لڑکی نے اُس امیر کے عمدہ برتاؤ اور توجہ سے

اپنے دل مین توقع کی کہ ایک روز وہ اُس سے شادی کرے گا اور اُسکے خاندان کی مالی حالت درست ہو جاے گی۔ ایک دن اتفاق سے یہ زمیندار جب آیا تو اُس نے دیکھا کہ یہ حسین خاتون ایک خط پڑھتی جاتی ہے اور زار زار روتی جاتی ہے۔ بات یہ تھی کہ اُسکے دوست نے خفیہ طور پر اُسے اطلاع دی تھی کہ عنقریب قرضہ کی علت مین بقیہ جائداد بھی جانے والی ہے۔ عاشق نے اپنی معشوق کے خیالات کو مشکل سے دریافت کیا اور اُس نے اس قسم کی قرارداد کرنا چاہی جس کو اُس معصوم خاتون نے شرمناک خیال کیا۔ وہ اُسکے پاس سے فوراً اُٹھ گئی اور اپنے کمرہ مین چلی گئی اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ زمیندار صاحب نے فوراً ایک خط قاصد کے ہاتھ اُسکے باپ کے پاس بھیجا۔ جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

صاحب من - مین نے آپ کی بدقسمتیون کا حال سُنا۔ آپ کی بیٹی سے یہ قرارداد کرنا چاہی کہ اگر وہ میرے ساتھ رہے تو اُسکو مین چارسو پونڈ سالانہ دیا کرون گا۔ اور جسقدر قرضہ آپ پر ہے وہ سب مین ادا کر دون گا۔ یہ صرف اسقدر بڑی بات مین پیش کرتا ہون کہ مین نکاح کرنا نہین چاہتا۔ اگر آپ سمجھدار ہین تو اپنی بیٹی پر اس بات کا دباو ڈالیے کہ وہ میری تجویز کو پسند کرے جس سے موجودہ پریشانی رفع ہو سکتی ہے اور اُسکی آیندہ زندگی بآرام و آسایش بسر ہو گی فقط راقم ....

یہ خط خاتون ممدوحہ کی مان کے ہاتھ مین پہنچا اُس نے اُسے کھول کر پڑھ لیا اور پڑھکر نہایت متردد و متوحش ہوئی۔ قاصد سے کہا دوسرے روز پھر آؤ تب جواب ملے گا۔ دوسرے روز اُس نے حسب ذیل خط اپنی بیٹی کے نام لکھا۔

سب سے زیادہ پیاری بیٹی - ایک صاحب کا خط ہمارے پاس پہنچا ہے جس مین اُنھون نے اپنی محبت کا اظہار تمھارے ساتھ کیا ہے اور ایسی اہانت آمیز تجویز پیش کی ہے جو ہماری موجودہ بدقسمتیون مین ایک اور مصیبت اضافہ کرتی ہے۔ کیا یہ ناشایستہ شخص یہ خیال کرتا ہے کہ والدین اپنی سب سے زیادہ پیاری لڑکی کو ذلت اور رسوائی کے لیے آمادہ کرینگے۔ یہ شخص اس توقع پر کہ انکی مالی حالت ابتر ہو جاے گی اس نے اپنی ذلیل تجویز ایسے وقت مین پیش کی ہے جب وہ جانتا ہے کہ ہم تہیدست و بالکل مصیبت زدہ ہین لیکن ہم ایسی بے عزتی کو کبھی روا نہین رکھ سکتے۔ تم کو ہوشیار کرتے ہین کہ اس شخص کے دام تزویر مین نہ آنا۔ تم کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ ہماری مالی حالت مایوسی کے درجہ پر ہے ہم عنقریب تمھین اچھی خبر سنائین گے۔ اس عرصہ مین ایک دن مین اپنے کمرہ کے اندر بیٹھی تھی کہ یکایک ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کچھ روپیہ جو وہ کبھی مجھسے قرض لے گیا تھا ادا کر گیا۔ مین تم سے یہ بیان کرنا نہین چاہتی کہ تمھارا باپ آج کل کہان ہے اور کس عالم مین ہے مختصر یہ ہے کہ وہ عنقریب آزادی حاصل کریگا۔ اس خط کو

مین نے اس خیال سے تمہے نہین دکھایا کہ ایک تو وہ یون ہی دل شکستہ ہے اور بھی رنجیدہ ہوگا آجکل کوئی بھی ہیرا رفیق نہین ہے سوائے تمھاری بہن منی کے جو میرے پاس کھڑی ہے اور میرے لکھنے کو دیکھ رہی ہے اور تمھارے دیکھنے کے واسطے بیچین ہے وہ خیال کرتی ہے کہ تم غالباً علیل ہو اور اسلیے مین پریشان ہون اور مین تم سے منت کرتی ہون کہ خدا کے لیے کوئی ایسی بات نہ کرنا جو مصیبت مین اور بھی اضافہ کرے۔ موجودہ مصیبت ہماری لائی ہوئی نہین ہے ہم کو اُس قادر مطلق کی مدد پر دل سے بھروسا کرنا چاہیے جو اپنی مخلوق کو ورطۂ ہلاکت سے نجات دیتا ہے۔ وہ ہماری پریشانیون کو تمھاری بے عصمتی سے کم نہین کریگا دل کو مضبوط رکھو اسکی عظیم الشان قوت پر اعتماد کرو۔ راقمہ تمھاری محبت والی مان۔

قاصد نے باوجود وعدے کے براہ راست اس خط کو خاتون امانده کے ہاتھ مین نہین دیا بلکہ اپنے آقا کو اس تے قبضہ دیا کہ وہ خود اپنی معشوقہ کے پاس جاکر اس خط کو پیش کریگا جس سے اُسے مسرت ہوگی۔ زمیندار نے جسے اپنی کامیابی کا سخت انتظار تھا اس خط کو جلدی سے کھول کر پڑھ لیا اور اسپر ایک خاص قسم کا اثر ہوا۔ اُسے مصیبت مین عصمت اور وفاشعاری کی تصویر ایسی درخشان نظر آئی کہ اسکو اپنی تجویز کی نامنظوری سے تعجب نہین ہوا۔ بہر حال اس نے اس خط کو چھپایا نہین بلکہ اُسے از سر نو سر بمہر کرکے اپنی معشوقہ کے قیام گاہ پر لے گیا۔ اُس نے بہت کوشش کی کہ امانده سے ملاقات کرے مگر اس نے اسوقت تک ملاقات نہین کی جبتک اسکو اپنی مان کے خط آنے کا یقین نہین ہوگیا۔ عاشق نے اپنے معشوق کو اس شرط پر خط دیا کہ وہ اسکی موجودگی مین پڑھا جائے۔ القصہ اس معصومہ نے پڑھنا شروع کیا اور اس نے اسکے چہرہ پر نظر جمادی۔ اس حسین خاتون کا رنگ متغیر ہونا شروع ہوا اور رونے لگی اس نے اپنی معشوقہ کا رونے مین ساتھ دیا اور سخت متاثر ہوا اور اسوقت ظاہر کیا کہ وہ پہلے ہی کھول کر اسے پڑھ چکا ہے پھر بہت معذرت کی اور کہا کہ اس کی تکلیف کا مین باعث ہون۔ اب ناظرین اسکا دوسرا خط ملاحظہ کرین۔

معزز خاتون مجھے نہایت شرم ہے کہ مینے ایسا لچر خط لکھا مجھے اسوقت تک اطمینان نہوگا جبتک آپ معاف نہ کرین گی جو مینے آپ کو دلی تکلیف دی ہے اسکے رفع کرنے مین مین ویسی ہی کوشش کرونگا جیسی کہ آپ کا بیٹا کرتا چونکہ خاتون امانده آپ کی بیٹی ہے اسلیے مجھے کوئی چیز آپکے آسودہ اور خوش حال کرنے مین مانع نہین ہوسکتی فقط آپ کا فرمان بردار خادم . . . .

اس خط کو اس نے اپنے خاص معتمد خادم کے ہاتھ بھیجا اور بعد کو خود بھی گیا اور فیاضانہ تجویز کو اصالتاً پیش کیا اور اسکی دوستانہ مدد سے امانده کے باپ کی حالت درست ہوچلی۔ المختصر اس نے اس خاتون کے ساتھ نکاح کرلیا اور مصیبت زدہ خاندان کی حالت درست ہوگئی اور آفتاب اقبال کی شعاعون نے حاسد نگاہون کو پھر خیرہ کرنا شروع کیا اور دنیا نے یہ بات مان لی کہ عصمت اور وفاشعاری کو خدا نے وہ قدرت عطا کی ہے کہ بیک چشم زدن افلاس کو امارت سے تبدیل کرسکتی ہے مصیبت مین ثابت قدم رہنا ہر انسان کا شریف جذبہ ہے جو ہمیشہ زیر نظر رہنا چاہیے۔

ا۔ ع غفر کاکوروی

مے نوشی و مے فروشی

شراب ام الخبائث ہے اسکا اثر تمام دیگر مسکرات کی طرح دماغ اور جسمانی قویٰ پر بہت برا پڑتا ہے۔ شراب کا استعمال جسمانی اور اخلاقی ہر قسم کا نقصان پیدا کرتا ہے اسی بنا پر اسلام نے اسکو قطعی حرام قرار دیا جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ فھل انتم منتھون (س المائدہ پ ۷ ع ۳) مسلمانو شراب قمار بت اور حصہ کے تیر ناپاک اور شیطانی کام ہین ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پاؤ شیطان چاہتا ہے کہ تم مین آپس مین شراب و قمار بازی مین بغض وعداوت ڈال دے اور خدا کی یاد اور نماز سے تمھین روک دے کیا اب باز آؤ گے؟

قرآن مجید کو تمام صحف انبیا پر جو امتیاز حاصل ہے اسکی وجہ موجہ یہ ہے کہ وہ اپنا کوئی حکم بجبر نہین سنواتا بلکہ وہ اپنے ہر حکم کی مصلحت اور دلیل عقلی بھی ساتھ ہی بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے شراب کو روحانی و اخلاقی ناپاکی قرار دیا ہے اور ساتھ ہی اسکی دو وجہین بیان فرمادی ہین ایک یہ کہ شراب آپس مین بغض وعداوت پیدا کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ شراب سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور انسان نیکیون سے غافل ہو جاتا ہے۔

بعض پیروان تہذیب جدیدہ کا قول ہو کہ شراب اگر اسقدر کم مقدار مین پی جاسے کہ نشہ پیدا نہ کرے تو کیا ہرج ہے۔ لیکن خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام کا حکم عام ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ جسکی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اسکی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہو کہ جس شے کی زیادہ مقدار مضر ہو اسکی قلیل مقدار بھی یقیناً مضر ہوگی۔ فرق صرف اسقدر ہوگا کہ مقدار کثیر کا نقصان بہت جلد اور مقدار قلیل کا نقصان مدت مدید کے بعد محسوس ہوگا۔ تاکید تحریم کے لیے اسلام نے نہ صرف شراب کا استعمال ہی حرام کیا بلکہ اسکی تجارت بھی ممنوع قرار دی ہے۔

تحقیقات جدیدہ نے ثابت کردیا ہے کہ شراب کا استعمال سم قاتل کا حکم رکھتا ہی یورپ کے مشہور محقق چارلس ڈارون نے لکھا ہے کہ انسان کی موت جسقدر مسکرات کے استعمال سے ہوئی کسی دوسرے مرض یا آفت سے

نہین ہوی کیمسٹری کی تحقیقات نے شراب کو انسان کی بدترین غذا تسلیم کیا ہی پروفیسر کرپلین جو جرمنی کی میونچ یونیورسٹی مین دماغی امراض کے پروفیسر ہین وہ پچیس سال سے تحقیقات کر رہے تھے کہ مسکرات کا دماغ اور دیگر جسمانی امراض پر کیا اثر پڑتا ہے - وہ کامل تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہین کہ شراب شائستہ قومون کو تباہ و برباد کر رہی ہے - میسو کلاڈنی ممبر فرینچ اکیڈمی نے شراب کے نقصانات پر چند نوٹ لکھے ہین جن مین میسو موصوف نے باشندگان فرانس کو نصیحت کی ہی کہ وہ شراب کی کثرت کو روکین اور خواہش کی ہے کہ شراب خانون کی تعداد جہانتک ممکن ہو کم کی جائے کیونکہ فرانس مین جس قدر مے نوشی کی کثرت ہوتی جاتی ہے بیماری جنون ضعف قوی اور خودکشی بھی اسی نسبت سے بڑھتی جاتی ہی - ایک مشہور مضمون نگار نے لکھا ہی کہ اگر تم شفاخانے بند کرنا چاہتے ہو تو شراب خانون کو بند کر دو - اس فقرہ پر اگر نظر غائر ڈالی جاے تو صاف معلوم ہوجاے گا کہ اس مین ان تمام امراض کی فہرست درج ہے جو مے نوشی کے نتائج ہین - ان ہی امراض کی وجہ سے عموماً شراب خوارون کی عمرین بہت چھوٹی ہوتی ہین - ان امراض کی اموات کے علاوہ شراب خوارون مین خودکشی کی وارداتین بہت زیادہ ہوتی ہین - اس بنا پر یہ کہنا بالکل درست ہی کہ لوگ شراب خانون مین فرحت و سرور بڑھانے نہین جاتے بلکہ غم و الم بڑھانے جاتے ہین اپنے قوی کو تازہ کرنے نہین جاتے بلکہ اپنے قوی کے قلع و قمع کے لیے جاتے ہین -

غور کرو محققین یورپ کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہی کہ شراب انسان کے قوی اور اخلاق کے لیے زہر قاتل ہے شراب کی تھوڑی مقدار بھی مضر ہی اور شراب کی تجارت بند کر دینی چاہیے - گویا اسلام نے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر جن احکام کا اعلان کیا تھا یورپ اس نتیجہ پر آج پہنچا ہے -

ملک ناروے مین مے فروشی کی قطعی انسداد کی تحریک نہایت زور شور سے جاری ہی - پارلیمنٹ کے کثیر التعداد اراکین اس تجویز کے سرگرم مؤید ہین بعض ممبران وزارت اور مشاہیر سیاست شراب سے بالکل محترز ہین - ریڈیکل پارٹی کے لیڈر موسیو کاسٹ برگ باوجودیکہ کلیتہً مجتنب نہین ہین مگر انھون نے بھی ملک ناروے سے اس خطرناک دشمن کے قلع و قمع کا حلف اٹھا لیا ہے -

مجلس واضعان آئین قوانین پنجاب کے گزشتہ اجلاس مین جو مسودہ پنجاب اکسائز بل کے نام سے پیش ہوا تھا اسکی دفعات مندرجہ ذیل مے نوشی و مے فروشی کی تخفیف کی مؤید ہین :-

دفعہ ۲۸ - کوئی شراب فروش لائیسنس یافتہ اسکا ملازم یا کارندہ اس امر کا مجاز نہوگا کہ وہ کسی ایسے شخص کے ہاتھ جس کی عمر سولہ سال سے کم ہو اسکے اپنے یا کسی دوسرے شخص کے استعمال کے واسطے کسی قسم کی شراب یا نشہ آور دوا فروخت

کرے - خواہ یہ شراب ٹھیکہ دار کی دکان مین یا دوکان سے باہر استعمال کرنے کے واسطے خریدی جاے -

(۲۹) (الف) وہ شخص جس نے دکان پر ہی پینے کے واسطے انگریزی یا دیسی شراب کی بکری کا لائسنس لیا ہوا اون اوقات معینہ مین جنمین دکان کھلی رکھنے کی اجازت ہے مجاز نہین ہے کہ وہ کسی سولہ سال سے کم عمر کے لڑکے کو اپنی دکان یا احاطہ کے کسی ایسے حصے مین جہان شراب عام طور پر استعمال ہوتی ہو معاوضہ پر یا بلا تنخواہ ملازم رکھے یا حصول ملازمت کے واسطے داخل ہونے دے۔

(ب) وہ شخص جس نے دکان پر ہی پینے کے واسطے انگریزی یا دیسی شراب کی فروخت کا لائسنس حاصل کیا ہو ان اوقات معینہ مین جنمین دکان کھلی رکھنے کی اجازت ہے کلکٹر کی تحریری اجازت کے بغیر مجاز نہین کہ کسی عورت کو اپنی دکان پر یا احاطہ کے کسی ایسے حصے مین بھی جہان عام طور پر شراب استعمال کی جاتی ہو بلا تنخواہ یا معاوضہ پر ملازم رکھے یا حصول ملازمت کے واسطے داخل ہونے دے

شرائط مندرجۂ بالا سے بلاشبہ مے نوشی کی مضرتون مین نسبتاً کسی قدر کمی ہونا لازمی ہے لیکن ملک کی فلاح وصلاح اسی امر مین مضمر ہے کہ گورنمنٹ براہ کرم اہل ملک کے واسطے مے فروشی کو قطعاً ممنوع قرار دے۔ ایک سطحی خیال کا آدمی اعتراض کرے گا کہ مے نوشی اور مے فروشی کے امتناع سے مے نوشون کی حریت اور مے فروشون کی آزادی معاش کو صدمہ پہنچتا ہے جو سلطنت برطانیہ جیسی آزادی بخش حکومت کے لیے شایان شان نہین۔ لیکن اگر بنظر غور و تعمق دیکھا جاے تو یہ ایک نہایت عامیانہ اعتراض ہے۔ سوسائٹی اسی حد تک آزادی دے سکتی ہے جہان تک وہ ملک و قوم کے لیے مضر ثابت نہو۔ مے نوش اور مے فروش دونون کی یہ زیر بحث آزادی سلطنت ملک اور قوم کے لیے نہایت ہولناک مصیبت ہے مے نوش اپنے آپ کو اور مے فروش دوسرون کو نہایت بے رحمی سے برباد کر رہے ہین اس بنا پر سوسائٹی کو اس آزادی کے روکنے کا کامل حق حاصل ہے

نور الدین (از گوجرانوالہ)

ہمارے حال پر لطف و ترحم ہونے والا ہے
عطا پیر مغان کے ہاتھ سے خُم ہونے والا ہے

کمی کرنا نہ چشم خون فشان آنسو بہانے مین
کہ ہر قطرہ ترا اک روز قلزم ہونے والا ہے

لگا کر ٹھوکرین کیون تب عاشق کو مٹاتے ہو
یہ تودہ خاک کا تو خود بخود گُم ہونے والا ہے

نوا سنجان گلشن سے کہو خاموش ہو بیٹھین
ہمارا سازِ دل محو ترنم ہونے والا ہے

کسی شیرین سخن غارت گر ایمان سے تو صادق
سُنا ہے آج سرگرم تکلم ہونے والا ہے

محمد عبد الغنی صادق (نا ندیری)

نظرے خوش گزرے

پریکٹیکل ٹرانسلیشن سیریز کا حصہ اول اور حصہ دوم ہمارے پاس آیا ہے۔ سید محمد رضی بی اے علیگ سابق ہیڈماسٹر مدرسۂ اسلامیہ اٹاوہ نے اُن دقتوں کو محسوس کرکے جو طلبا کو ترجمہ کرانے مین پیش آتی ہین انگریزی طریقہ کو ملحوظ رکھکر یہ دو رسالے اُردو مین طیار کیے ہین۔ انکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر مدرسین تھوڑی سی توجہ سے لائق مصنف کی ہدایتون کے مطابق طلبہ کو ہر باب کے ابتدائی حصے ذہن نشین کرادین تو اُن کا قدم آگے کی طرف خود بخود بڑھنے لگے۔ بلکہ اسکی ترتیب ایسے عمدہ طریقے پر کی گئی ہے کہ اگر طالبعلم ہوشمند ہو اور اُردو کے قواعد سے واقف تو پھر حقیقتہً ماسٹر یا مدرس کی مدد بھی بیکار ہوگی تدریجی تعلق مختلف ابواب مین ایسا ہے کہ جس طرح ایک زینہ سے گزرنے کے بعد خود بخود دوسرے زینے کی طرف پاؤن اُٹھ جاتا ہے ایک مشق پر عبور حاصل کرنے کے بعد دوسری مشق آسان ہوجاتی ہے اور اس حیثیت سے یہ کتاب محض ترجمہ کرنا نہین بتاتی بلکہ بے اوستاد کے انگریزی زبان سیکھنے مین بھی بہت کچھ مدد دے سکتی ہے۔ اسکول کے طلبا تو اس سے فائدہ اُٹھائین ہی گے لیکن اگر وہ اصحاب جو اسکول نہین جاسکتے اور کسی مدرس سے بھی مدد لینے کا موقع نہین رکھتے ضرورت بھر کی انگریزی ان رسالون کے ذریعہ سے حاصل کرسکتے ہین۔ ہم مسٹر رضی کو اُنکی اس کوشش پر مبارکباد دیتے ہین۔ انگریزی زبان مین اس قسم کی بہت سی کتابین موجود ہین بلکہ دنیا کی کوئی ممتاز زبان ایسی نہین ہے جسے بے معلم کے سیکھنا آسان نہ کردیا گیا ہو اور خود انگریزی سیکھنے کی غرض سے بھی بعض کتابین انگریز مصنفین نے طیار کی ہین لیکن ہمارے خیال مین یہ کتاب اُن سب سے کسیقدر مفصل ہے اور بہتر بھی۔ امید ہے کہ والدین اپنے بچون کے لیے اور دوسرے شائقین انگریزی خود استفادہ حاصل کرنے کے لیے اسکو ضرور منگائین گے کتابون کی قیمت کچھ زیادہ نہین پہلا حصہ ۸ر مین اور دوسرا ۱۲ر مین الناظر بک ایجنسی۔ فلاور مل لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔

سیر دیہات۔ سردار محمد اسلم خان صاحب بلوچ رئیس سوکڑ و ایڈیٹر اخبار المعین تونسہ (جو اب بند ہوگیا ہے) نے اس ناول مین زمینداروں کی شکستہ حالی مسلمان باشندگان دیہات کے تباہ کن مشرکانہ مراسم۔ سود خوار بنیون کی عیاریان۔ اہل کاران سرکاری کے مظالم اور عام طبقون کی جہالت کے دردناک سین دکھائے ہین۔ اس قسم کے صدہا ناولون کی ہماری زبان کو ضرورت ہے مگر یہ کام ہر شخص کا نہین ہے۔ وسیع تجربہ اور اعلےٰ تخیل کے ساتھ ساتھ زبان پر قدرت قلم مین جوش اور قوت۔ نظر تنقید اور دل مین سچے درد کی ضرورت ہے جو آسانی سے ایک شخص مین جمع نہین ہوسکتے۔ اس کتاب مین

خلوص اور جوش - تجربہ اور واقفیت کے آثار نمایان ہین مگر طرز ادا دلکش اور عبارت پر زور نہین ہے تخیل و تنقید کا پتہ نہین ملتا۔ تاہم اس قسم کی کتابین ملک مین جسقدر کم تصنیف ہوتی ہین اُنکے لحاظ سے یہ بھی بہت غنیمت معلوم ہوتی ہے کتاب کی قیمت عہ ہے - ملنے کا پتہ حکیم ایم معراج الدین احمد کٹرہ باگ سنگھ امرتسر ہے -

---

اڈیٹر صاحب نظام المشایخ نے جب سے اپنا ذاتی پریس قائم کیا ہے ہمین دو مختصر رسالے موصول ہوے ہین جن کو دیکھ بے اختیار اُنکے مطبع کی خوش انتظامی - اور اُنکی طباعی و ذہانت کی داد دینے کو جی چاہتا ہے - ایک رسالے مین جسکا عنوان اسلام کی برکتین ہین مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے کا ایک دلچسپ اور سبق آموز مضمون مولوی شبلی کی مشہور نظم مسدس موسومہ تنزل اسلام کے اسباب اور خواجہ حسن نظامی صاحب کا ایک لطیف مضمون دربار رسول کے نام سے یکجا کر دیے گئے ہین اور اسکی قیمت ۲ر رکھی گئی ہے - دوسرے مین ڈاکٹر اقبال کی مقبول عام نظم شکوہ اور جناب سیماب اکبر آبادی کی پُر درد نظم فریاد جمع کی گئی ہے اور اسکی قیمت ۲ر ہے - ان مضامین اور نظمون کی یہی تعریف کافی ہے کہ ملا واحدی صاحب نے انکو منتخب کر کے شائع کیا ہے - شائقین دفتر نظام المشائخ دہلی سے طلب کر سکتے ہین -

---

تحفۃ المحبین المعروف بہ درود سید المرسلین مین درود شریف کے فضائل - برکات اور طریقون کے متعلق مولانا حافظ احمد سعید صاحب دہلوی کے چار وعظ ہین جن کے مطالعہ سے ہر مسلمان کو سرور قلبی اور ہدایت حاصل ہوتی ہے وہ غلامان رسول جو درود شریف کی اصلی عظمت اور ورد کے طریقون سے بیگانہ ہون اُنکے لیے یہ رسالہ نہایت واجب العمل ہوگا - سید ممتاز علی ہاشمی منیجر پہاڑی مدرسہ میر فتح علی شاہ - دہلی سے طلب کرین -

کفایت شعاری - سید محمد مرتضی صاحب سٹی مجسٹریٹ ریاست بھوپال نے ڈاکٹر اسمائلس کی مشہور کتاب تھرفٹ کا نہایت خوبی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اور منشی شیخ احمد ارشد تھانوی نے ایک مختصر سا دیباچہ لکھکر اُسکے شروع مین شائع کرایا ہے کتاب کا موضوع اُسکے نام سے ظاہر ہے اور اس زمانے مین اس قسم کی کتابون کی جتنی ضرورت ہے اُس سے ہر شخص اتفاق کریگا - اس لیے سید مرتضی صاحب کے ہم شکر گزار ہین کہ انہون نے اس رسالہ کا سستا ایڈیشن چھپوایا کاش ہمارے برادران وطن اس قسم کی مفید کتابون سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگی کے اسراف سے باز آئین -

---

اسرار حقیقی - [illegible] ارباب علم و فضل کے فیض صحبت سے مستفیض ہوے اور بعض [illegible]

اپنی تصانیف بھی بغرض ریویو عنایت فرمائین۔ مگر دکن سے واپس آکر ہم کچھ ایسے مصروف اور پریشان رہے کہ ان کتابون کا مطالعہ کرنے اور اُن پر اپنی ناچیز رائے ظاہر کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس ذخیرہ مین ایک کتاب اسرار سلیمانی ترجمہ ام علی بھی تھی۔ یہ الناظر کی ایک قدردان اور قدیم معاون بیگم صاحبہ ڈاکٹر خدیو جنگ بہادر کی محنت کا ثمرہ ہے خاتون موصوف جیسا کہ ناظرین الناظر کو معلوم ہے نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کی صاحبزادی ہین اور اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے ہندوستان کی مسلمان خواتین مین خاص امتیاز رکھتی ہین۔ اس کتاب مین لائق مصنفہ نے قصے کے پیرایہ مین اُن تجربات کا اعادہ کیا ہے جو خود مصنفہ کو علم روحانی حاصل کرنے والون کی زندگی کے مشاہدہ سے حاصل ہوے تھے۔ جو لوگ روح کے منکر اور روحانی علوم کو شعبدہ اور کھیل سے زیادہ نہین سمجھتے اُنکو اسکے مطالعہ سے معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس قدر خام خیال ہین۔ اور جو لوگ ریاضتون اور مجاہدون کے بغیر محض کسی بزرگ کی گدی پر بیٹھ جانے۔ خرقہ پہن لینے اور لمبے لمبے بال رکھنے والون کو فقیر اور درویش کامل جانتے ہین اُنھین بھی معلوم ہوجاسکتا ہے کہ وہ کس دھوکے اور مغالطہ مین پڑے ہوے ہین۔ اصل کتاب ہم نے نہین دیکھی جو ترجمے کے متعلق کوئی تفصیلی رائے دے سکین۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہین کہ عبارت بامحاورہ اور سلیس و دلچسپ ہے۔ مگر کتاب اتنی غلط اور ناقص چھپی ہے کہ پڑھنے والا اکتا جاتا ہے۔ ہمین امید ہے کہ نواب خدیو جنگ صاحب اسے دوبارہ صحیح چھپوا کر شایع فرمائین گے اور اگر اُنکا یہ ارادہ ہو تو ہم بعض مقامات پر عبارت کو زیادہ صاف اور واضح کرنے کی خواہش بھی کرینگے۔ زیادہ نہین مگر کہین کہین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل مفہوم کو پوری طرح ادا کرنے کی کوشش مین سلاست اور صحت زبان کا خیال ہاتھ سے جاتا رہا۔ یہ کتاب اس وجہ سے اور بھی قابل قدر ہے کہ ایک خاتون کی کوشش کا نتیجہ ہے اور ہم بیگم صاحبہ کو ترجمے کی خوبی پر دلی مبارکباد دیتے ہین۔

ہمین حال ہی مین یہ معلوم کر کے دلی مسرت ہوی ہے کہ ہمارے مکرم مرزا مہدی خان صاحب جن کی گوناگون قابلیتون سے ناظرین الناظر واقف ہین علم طبقات الارض پر ایک کتاب تصنیف کر کے مولوی عبدالحق صاحب بی اے سکرٹری انجمن ترقی اُردو کے پاس بھیج چکے ہین اور صاحب موصوف یقین ہے کہ جلد اُسکو شایع کردین گے۔ یہ کتاب جس وقت شایع ہوگی تو اہل نظر جان لین گے کہ مسلمانون مین بھی ایسے ایسے باکمال حضرات موجود ہین جو علوم جدیدہ کے متعلق عمدہ تصانیف تیار کرسکتے ہین۔ بلاشبہ ایسے حضرات کی تعداد بہت کم ہے مگر یہ نہین کہا جاسکتا کہ بالکل نہین ہین۔ اُردو زبان کی اعانت پر اگر ایسے دوسرے حضرات بھی متوجہ ہوجائین تو ہماری زبان چند ہی روز مین کافی ذخیرہ علوم سے مالامال ہوجائے۔ امید ہے کہ [illegible] کتاب [illegible] اشاعت کا [illegible]

الناظر بک ایجنسی نے

اپنے معزز اور علم دوست ناظرین و ناظرات کے لیے علمی و تاریخی و لٹریری کتابون کا بہترین ذخیرہ بہم پہونچایا ہے جو آپ کی خاص توجہ کا مستحق ہے۔ الناظر کی اگر آپ کے دل مین قدر ہے تو ان مفید کتب کی عزت افزائی بھی ضروری جانیے کیونکہ خدا کی عنایت سے جس پایہ کا یہ رسالہ تسلیم کیا گیا ہے اُسی پایے کی یہ کتابین بھی ہین۔

الناظر کے ٹائیٹل کے صفحات پر اُن کتب کا اشتہار ہر مہینے چھپتا ہے غالباً آپ نے اپنی عدیم الفرصتی سے اب تک ملاحظہ نہین فرمایا۔ یا شاید آپ اُسے بے ضرورت سمجھ بیٹھے لیکن ایسا نہین ہے براہ مہربانی اپنی پہلی فرصت مین اسکو شروع سے آخر تک دیکھ جائیے یقیناً اکثر کتابین آپکے کام کی اور آپکے علمی مذاق کی نکلین گی جن کا آپ کے علمی کتب خانے مین ہونا لازمی ہے لہذا میری گزارش پر فوری توجہ مبذول فرما کر خریداری پر آمادہ ہو جائیے۔

آپ کا خادم منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

خدائی لشکر کا ایک رسالہ

اقلیم دل پر نفس و شیطان نے لام باندھا ہے۔ حرص و طمع کی پلٹنین۔ غرور و تکبر کے رسالے حسد و عناد کے ہتھیار سنبھالے سائنس و فلسفہ کی رسد رسانی کے بھروسہ پر ایمانی سرحد مین گھسے چلے آتے ہین۔ اور نفوس مطمئنہ اطمینان سے قصر روحانی کے دریچون مین ذکر الہی کر رہے ہین تو کیا یہ دشمن فتحیاب ہونگے؟ نہین۔ ایسا ہرگز نہین ہو سکتا۔ جنود یزدانی حرکت مین آئے ہین۔ قدوسی فوجین ضرب نفی اثبات کے حربے اٹھائے نعرہ ھو لگاتی اُمڈی چلی آتی ہین۔ اب تو بین گرجین گی گولے گولیان برسین گی خون کی کیچڑ مین پاؤن پھسلین گے نفس و خودی کے تا[illegible]دار سپاہ الہی کی ٹھوکرون سے پامال ہونگے۔ اگر کوئی اس پیشین گوئی کا ظہور دیکھنا چاہے تو خدائی لشکر کے ہراول رسالہ نظام المشائخ دہلی کو منگا کر دیکھے۔ جو ہر قمری مہینے کی چھٹی تاریخ کو سیدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کی سرپرستی و نگرانی اور ملا محمد الواحدی کی اڈیٹری مین ۸۰ صفحون پر دہلی سے شایع ہوتا ہے گویا ۸۰ صفین لیکر ہر ماہ مین ایکبار الحاد و بیدینی کے کیمپ پر چھاپہ مارتا ہے یہ وہ رسالہ ہے جسکے یلغارون کی ہندوستان مین دھوم ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جو علوم روحانی کی انگریزی سنسکرت اور عربی چھاؤنیون سے بلا کر اپنے اردو کے خیمہ مین جمع کر رہا ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس نے ہزارون انگریزی تعلیم یافتون کو جو مرکز تصوف سے ہٹ گئے تھے پھر دائرۂ وحدت مین سمیٹ لیا ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس کی [illegible] حد شمار سے باہر ہین اور جس نے دور جدید اور دور قدیم کے مضمون نگارون کو ایک میدان مین طبع آزمائی کا موقع دیا ہے۔

صوفیانہ رزم بزم کے جلوے دیکھنے ہون سیکڑون برس گزشتہ کے نامور بزرگون کی محفلون کا کیف مشاہدہ کرنا ہو علوم جدیدہ کو علوم قدیمہ کے پاؤن پر گرتا دیکھنا ہو تو رسالہ نظام المشائخ طلب کیجیے۔ راحت دل۔ آب دیدہ۔ وقت خوش درکار ہو تو اس رسالہ کو پڑھیے جسمین تسکین۔ سوز اور حیات جسمانی و روحانی کا عظیم الشان ذخیرہ جمع کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اب دوستانہ تحائف کے تبادلہ مین یہ رسالہ کام آتا ہے۔ بزرگ اپنے خوردون کو پیر مریدون کو اسی کا انعام دیتے ہین۔ مریدون کی جانب سے بھی مرشدین کی خدمت مین یہی رسالہ نذر ہوتا ہے۔ شریف مستورات کے مطالعہ کے لیے بھی اسی کی مانگ ہے۔ لہذا آپ کو بھی چاہیے کہ خدائی لشکر کے اس رسالہ کا خیر مقدم کر کے غازیان دین کے رجسٹر مین اپنا نام لکھوائیں

قیمت سالانہ مع محصولڈاک قسم خاص [illegible] قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] ششماہی [illegible] علی الترتیب نمونہ [illegible] کو ملتا ہے

مینجر رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس دہلی سے طلب فرمائیے

مقوی اکسیر گولیان

ہماری ایجاد کردہ اتنگ نگرہ گولیون کا نام شاید آپ نے نہین سُنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین بڑے بڑے نامی و گرامی ڈاکٹرون حکیمون و ویدون نے تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین۔ ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین سینکڑون فرمائشین ان گولیون کی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانے مین پہنچتی رہتی ہین۔ اعصابی کمزوری کے دور کردینے مین اکسیر ثابت ہوی ہین اور مایوسون کو سراپا امید بنانا۔ اور مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا۔ ذہن مین جودت۔ تیزی پیدا کرنا۔ حافظہ کو قوت دینا۔ جسم کو تندرست و توانا بنانا۔ مردہ دلون کو تازہ روح عطا کرنا اس کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ مردون اور عورتون کے ہرقسم کے ضعف کو دور کرنے اور عالم جوانی دکھانے مین یہ گولیان اکسیر کا کام دیتی ہین۔ اگر ان کو تندرست آدمی بھی کھائے تو بے شمار فائدہ جسم مین پائے۔ جن لوگون نے سرٹفکٹ دیا ہے اُن سے دریافت کرکے اطمینان خاطر کر لیجیے۔ یا خود ایک بار تجربہ کر لیجیے **قیمت فی بکس** جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین **ایک روپیہ** محصول بذمہ خریدار چار ڈبہ کے خریدار کو ایک ڈبہ مفت اور آٹھ ڈبہ کے خریدار کو دو ڈبہ اور نو کے خریدار کو تین ڈبہ کمیشن مفت دیا جاتا ہے مزید اطمینان کے لیے ہماری کتاب **کام شاستر** جو رازتندرستی کا حلیہ ہے ۴۴ صفحہ مین قریب قریب ہر زبان مین چھپی ہوی ہے صرف ایک کارڈ لکھکر ہم سے بلا قیمت طلب کرلین۔

طلا رواجی کرن

اس طلا کا ثانی ہماری نظرون سے ہنوز نہین گزرا یہ طلاء بے مثل بلا چون و چرا ثابت ہوچکا ہے اعضا تناسل کے پتلی ہوئی جڑ کو موٹا کرنے مین اور سستی اور نامردی کو جو بہ سبب ڈھیلا پڑ جانے رگون کے درست اور صحیح کرنے مین مجرب اور بے مثل ثابت ہوا ہے اسکی شہادتین اور سرٹفکٹ بھی ہمارے پاس موجود ہین چند اُنمین سے کتاب مذکور مین درج کیے گئے ہین فی شیشی نصف تولہ صرف دو ہفتہ کا پانچ روپیہ ایک شیشی کے خریدار کو ایک ڈبہ اتنگ نگر کمیشن مفت۔

ویدشاستری منی شنکر گووندجی جام نگر کاٹھیاوار

نم "تم نے کیا میرے کو بھوت پریت سمجھ رکھا ہے، جو تیرے ان جنتون منترون اور جھاڑ پھونک سے جاونگا۔ خبردار ابھی کھڑے کھڑے تیری ساری شیخی نہ نکال دی تو میرے باپ کا نطفہ نہین۔ دیکھ پسٹل، اگر زیادہ بدمعاشی کی تو چند یا پر ایک بال نہ چھوڑون گا، مارے جوتون کے صیقل کردون گا صیقل، تو سمجھا کیا ہے؟ بچا سستا چھٹنا چاہتا ہے تو ابھی میرے سامنے سے چلتا پھرتا نظر آ۔ ہان کہدیا ہے بس"

پسٹل "حرامخور، مردود، سور! کچھ تیری موت تو نہین آئی۔ گڑھے مین سلادون گا، گڑھے مین، ارے مرد ہے تو نکال تلوار"

[نم تلوار نکال لیتا ہے

بارڈلف "نہین سنتے مین کیا کہتا ہون؟ جس نے پیش دستی کی اُسکے پیٹ مین یہ تلوار قبضے تک نہ بھونک دی تو کہنا"

[تلوار کھینچ لیتا ہے

پسٹل "اوہو، یہ تو بڑی دھمکی ہے، اب ہمارے کو گصہ تھوک دینا چاہیے، اچھا تو لا اپنا ہاتھ، اپنا اگلا پنجہ بڑھا تو ہے تو بڑے دل گردے کا!"

نم "دیکھ مین پھر کہے دیتا ہون۔ ایک نہ ایک دن تیرا گلا نہ کاٹ ڈالا ہو تو مان کا جنا نہین"

پسٹل "گلا نہ کاٹ ڈالا! ہان، یہ بات ہے! مین پھر تیری مردار تھوتھنی پر تھوکتا ہون، نکال تلوار، بلیہ گئے تو میری جورو کو اُڑانا چاہتا ہے، ایسا ہی ہے تو کسی محتاج خانے مین کیون نہین جاتا۔ کوئی جذامی کوڑھن مل جائیگی منہ سے بی بی بنا لینا۔ تو اسی قابل ہے۔ میڈم کوئکلی ہماری ہے اور ہمیشہ ہماری رہے گی۔ دنیا مین اسکا مثل نہین ہے۔ لے اب جاتا کیون نہین؟

[لڑکا (نوکر) آتا ہے

لڑکا "داروغہ صاحب، نائٹ صاحب کے پاس چلو، ابھی ابھی، بی صاحبہ آپ بھی، اُنکا مزاج بہت خراب ہو رہا ہے۔ چاہتے ہین آپ آرام کرین۔ میان بارڈلف چل کے آپ بھی تو اپنا سرخ انگارا لال بھبو کا چہرہ اُنکے کپڑون مین ڈال دو، گرمی پہنچانے کو۔ ایمان کی قسم اُنکی حالت اسوقت از حد بگڑ گئی ہے"

بارڈلف "ارے نہین جاتا، یہان سے بدمعاش کہین کا"

بھٹیاری "قسم اللہ کی وہ اب اس دنیا کی زیادہ دنون ہوا نہین کھائین گے۔ بادشاہ سلامت نے بچارے کا دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ مین جاتی بھئی، دیکھ جلدی آئیو"

[بھٹیاری اور لڑکا جاتے ہین

بارڈلف "ہو بس اب تم دونون مین دوستی ہو جاے۔ ہم تینون ایک ساتھ ملکے فرانس چلین گے۔ لاحول ولا، ہم بھی

ایک دوسرے کے کیسے خون کے پیاسے ہو رہے ہین!"

پسٹل :" خواہ مخواہ بھی، چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے یہ بات منظور نہین"

نم :" تم میرے آٹھ شلنگ تو نہین دوگے جو مین تمسے شرطون مین جیتا تھا؟"

پسٹل :" ایسی تیسی اُسکی بودے"

نم :" اور مین بن لیے تمھارے کو چھوڑون گا نہین"

پسٹل :" مرد ہو تو آؤ، دکھیو تو کیسے لیتے ہو" [دونون تلوار نکال لیتے ہین] "

بارڈلف :" [تلوار کھینچ کر] اسی تلوار کی قسم کھا کر کہتا ہون، جس نے پہلے ہاتھ اُٹھایا اُسے یہین ڈھیر کر دونگا"

پسٹل :" تلوار کی قسم تو بری قسم ہے [illegible] ہے جو ایسی قسم کے خلاف مین جرات کرے؟"

بارڈلف :" تم لوگ دوستی کرتے ہو تو کرو، اگرچہ نہین تو جاؤ آج سے ہمارے ساتھ بھی تمھارا کوئی تعلق نہین دیکھو اب بھی کہنا مانو"

نم :" [illegible] ہون مین مین نے جو اُس سے آٹھ شلنگ جیتے تھے پہلے وہ تو دلواؤ"

پسٹل :" لو یہ نے سات شلنگ تو ابھی وقت دیے دیتا ہون۔ اور کچھ شراب بھی پلواؤن گا، پھر ہم مین تم مین دوستی اور بھائی چارہ کا کم ہو جائے گا، مین نم کے ساتھ رہون گا اور نم میرے ساتھ مین رہے گا، بڑے مزے سے گزرے گی، مین [illegible] لگاؤن گو بڑا نفع ہوگا۔ ہا ہا! ہا! لا یار ہاتھ تو ملا"

[بھٹیاری [illegible] آتی ہے]

بھٹیاری :" اگر تم عورت کے جنے ہو تو [illegible] صاحب کے پاس چلو۔ اللہ اس غریب پر رحم کرے، تپ سے بچارے کا یہ حال ہو گیا ہے کہ دیکھا نہین جاتا۔ [illegible] پاؤن اُٹھا کے چلو"

نم :" بات یہ ہے، حضور نے اُسکے اوپر بڑا ظلم کیا"

پسٹل :" سچ کہتے ہو، اسی سبب سے غریب کا دل شکستہ اور پژمردہ ہو گیا ہے"

نم :" بادشاہ سلامت یون بہت اچھے ہین مگر قضائے الٰہی کو کون روک سکتا ہے ع وہی ہوتا ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے"

پسٹل :" تو آؤ ہم تم مل کے چلین اور اُسکے دل کو تسلی اور ڈھارس دلائین۔ اب تو ہم تم دو جان ایک قالب ہین ہر وقت اور ہر جگہ ساتھ رہین گے [illegible] کوئی نہ کھوٹ [illegible] مین مین اور ہون تو وہ ہے۔

[illegible] ہے۔ As ever you came of woman

سین دوسرا

ساوتھیمپٹن ایوان شوری

[ڈیوک آف ایگزیٹر، ڈیوک آف بیڈفورڈ اور ارل آف ویسٹ مارلینڈ داخل ہوتے ہین]

بیڈفورڈ "خدا خیر کرے! بادشاہ سلامت ان باغیون کا اعتبار کرنے مین بڑی دلیری اور بے جگری کو کام فرماتے ہین"

ایگزیٹر "ایک نہ ایک دن آخر یا ہی لیے جائین گے، بچکر کہان جاتے ہین؟"

ویسٹ مارلینڈ "اور اپنے آپ کو مطمئن اور بے لگاؤ کیسا ظاہر کرتے ہین گویا دنیا بھر کی اطاعت مندی و وفاشعاری انھین پر ختم ہوگئی ہے!"

بیڈفورڈ "انکے سارے منصوبون کی حضور کو کُلی آگاہی ہوتی رہتی ہے اور اس طریق سے کہ اُنکے فرشتون تک کو خبر نہ ہو"

ایگزیٹر "اللہ اکبر! وہ شخص جو خلوت اور جلوت مین مانند ہمزاد کے اُسکے ساتھ لگا رہتا ہو اور جسکی کشت زار[1] تشکر و احسانمندی کو اُس دریادل کی شاہانہ الطاف و عنایت کی متصل جھڑی اور انعام و اکرام کی لگاتار بوچھار نے غرقاب کردیا ہو وہ ناسپاس بدگہر شخص اُس بحر عطا کے گران قدر اور انمول گوہر جان کو مکروموت کی محک پر چڑھنے کے لیے نقد غیر کے بدلے بیچ ڈالے!"

[سلامی کا باجہ بجتا ہے، کنگ ہنیری، لارڈ سکروپ آف میشم
رچرڈ ارل آف کیمبرج، سر طامس گرے اور خدمتگار آتے ہین]

کنگ ہنیری "ہوا موافق ہے، ہمین اب سوار ہو جانا چاہیے۔ کیون، مائی لارڈ کیمبرج، مہربان اسکروپ اور ہمارے مشفق نائٹ سر طامس گرے، تمھارا کیا خیال ہے؟ آیا جو فوجین ہم اپنے ساتھ لیے جاتے ہین وہ لشکر فرانس کو ہزیمت دینے اور ہماری غرض و غایت کو پورا کرنے کے لیے کافی نہ ہونگی؟"

سکروپ "آقائے کامگار ممکن ہے، بشرطیکہ ادائے فرض مین ہر شخص جان لڑا دے"

کنگ ہنیری "یقیناً ہم نے دل مین ٹھان لی ہے کہ اپنے ساتھ ایک بھی ایسے شخص کو نہ لے جائین جو ہمارا ہم رائے اور ہم قدم نہو، اور نہ کسی ایسے کو پیچھے چھوڑ جائین، جو فتحمندی اور کامیابی کا ہمارے جلو مین رہنا نہ چاہتا ہو"

کیمبرج "ایسا ہی ہونا چاہیے۔ چشم فلک نے ابتک حضور کا سا بادشاہ نہین دیکھا، جس سے لوگ محبت بھی کرتے ہون

---

[1] یعنی جس طرح کثرت باران سے بعض کھیتیان مرجاتی ہین اُسی طرح بسبب بادشاہ کی وراء لطف و عنایت کے اس کم ظرف مصاحب کی طبیعت سے احسانمندی کا احساس سلب ہوگیا اور کوئی قوت اُسے اپنے محسن کیخلاف سازش مین [illegible] باز نہ رکھ سکی۔

اور ڈرتے بھی ہون مین تو نہین سمجھتا کہ رعایا مین کوئی ایسا شخص بھی ہے جو حضور کے شہ میانہٴ عدل وداد کے
خوشگوار سایہ کے نیچے دل تنگ یا پراگندہ خاطر ہو"

گرے "آسنا و صدقنا یہی نہین، بلکہ جہان پناہ کے والد مرحوم کے دشمنون نے بھی اپنے آئینہٴ دل کو عناد اور کینہ
کے زنگ سے پاک کر کے اطاعت مندی اور خلوص کے پانی سے مجلی کر لیا ہے۔ اور اب فرض منصبی سمجھکر
جوش اور سرگرمی کے ساتھ خدمت گزاری کا حق ادا کر رہے ہین"

کنگ ہنیری "یہ امر ہمارے لیے اطمینان بخش اور قابل شکریہ ہے، اگر ہم بھی کسی کی حسب استعداد و استحقاق مناسب
قدر افزائی نہ کرین، تو یہ پرلے درجہ کی ناحق کوشی ہوگی"

اسکروپ "علے ہذا القیاس "خدمتگزاری" بھی فولادی بازوون سے کام لے گی۔ اور حضور کی خدمات کو لگاتار
انجام دینے مین "محنت" اپنے آپ کو ہمیشہ شربت امید سے تازہ دم کرتی رہے گی"

کنگ ہنیری "بیشک ہم کو تم سے یہی توقع ہے۔ چچاجان، کل جو شخص ہم پر حملہ کرنے کے جرم مین ماخوذ ہوا تھا، اُسے
رہا کردو، ہمارا خیال ہے کہ اسوقت شراب کے نشہ سے وہ اپنے آپ مین نہ تھا! اور اب ہوش بجا ہونے پر ہم اُسے معاف کرتے ہین"

اسکروپ "یہ حضور کی رحمدلی ہے اور قابل تعریف! لیکن اطمینان و استغنائے بے حد سے خالی نہین۔ جہان پناہ،
اُسے سزا ملنی چاہیے، ایسا نہو کہ اُسکی برأت سے دوسرون کو بھی یہ جرأت ہو جاے!"

کنگ ہنیری "ہمارے لیے عفو و رحم ہی زیبا ہے"

کیمبرج "اس سے بہتر بھلا اور کیا ہو سکتا ہے، مگر ساتھ ہی کسی قدر رعب سیاست بھی مناسب ہے"

گرے "اگر واجبی تنبیہ و تدارک کے بعد حضور اُسکی جان بخشی فرمائین، تو یہ بھی بڑی رحمدلی کا کام ہے"

کنگ ہنیری "افسوس! تمھاری محتاط محبت اور دور اندیشانہ محافظت اُس خراب حال کے خلاف بہت زور
ڈال رہی ہے۔ اگر خفیف خطاؤن سے جو محض نشہٴ شراب اور بداعتدالی مزاج کے سبب سے سرزد ہوئی ہون
چشم پوشی نہ کی جاے، تو بتاؤ جب ایسے سنگین جرائم ہمارے سامنے آئین جن کا ارتکاب بہت غور و خوض
اور بحث و پز کے بعد ہوا ہو تو اُنکو کس نظر سے دیکھا جائے، خیر ہم اُس شخص کو رہا کیے دیتے ہین گو کیمبرج سکروپ
اور گرے ہماری خیر و سلامتی کے لیے احتیاط و حفظ ماتقدم کے تقاضے سے اُسے مستحق سزا و سرزنش ٹھہراتے ہون
اب رہے امور فرانسہ، ہان تو وہ کون ہین جنکو ابھی خدمات تفویض نہین کی گئین؟"

کیمبرج "حضور ایک تو بندہ ہی ہے۔ آج یاددہی کے لیے ارشاد ہوا تھا"

اسکروپ" غلام سے بھی یہی فرمایا گیا تھا۔"

گرے" علیٰ ہذا اس جان نثار سے بھی"

کنگ ہنری" اچھا تو ارل رچرڈ، لو یہ ہدایت نامہ تمھارے لیے ہے، لارڈ اسکروپ یہ تمھارے لیے ہے، سر گرے یہ تمھارے لیے۔ انکو پڑھو اور سمجھ لو۔ مجھے تمھاری قابلیت اور وفاداری خوب روشن ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

بھائی ویسٹ مارلینڈ اور چچا ایگزیٹر آج شب کو کوچ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہائیں! یہ کیا! ان پروانوں میں کیا بات پائی جو آناً فاناً تمھارے چہرے اُتر گئے، رنگ پرواز کر گیا۔ دیکھنے ہوا نکے گال دفعتہً روئی کے گالے کی طرح کیسے سفید پڑ گئے۔ ارے آخر تم نے ان میں کیا لکھا دیکھا، جو تمھارا خون دیکھتے دیکھتے خشک ہو گیا ؎

سرخی رخوں سے اڑ گئی مُنھ زرد ہو گئے دعوائے مردی تھا یہ! نامرد ہو گئے!

کیمبرج" میں اپنے جرم کا اقبال کرتا ہوں اور اپنے آپ کو حضور کی رحمدلی پر چھوڑتا ہوں"

گرے اور سکروپ ہم زبان ہو کر "ہم خطاوار بھی جہان پناہ کی خطا پوشی اور جرم بخشی کو ندامت اور معافی کی لجاجت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں"

کنگ ہنری" رحم کا دریا، جو ابھی ابھی ہمارے دل میں لہریں مار رہا تھا خود تمھاری رائے کے افسوں سے خشک ہی نہیں کالعدم بھی ہو گیا! رحم کا نام زبان پر لاتے ہوئے تمھیں شرم نہیں آتی؛ کیونکہ کتے جس طرح بعض اوقات اُلٹا اپنے مالک پر پل پڑتے ہیں، اُسی طرح تمھاری دانائی و دلائل کے دامنے تمھیں کو گرفتار کر کے عرصۂ زندگی تم پر تنگ کر دیا ع چاہ کن را چاہ درپیش ؎

اُلٹی پڑ گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا ہائے بُرا ہو حرص و ہوا کا جسنے تمھیں ناکام کیا

اے شاہی خاندان کے ممبرو! اے ارکان دولت! تم ان حبشیوں کو دیکھتے ہو۔ یہ ہمارے مہربان نواب کیمبرج لطف فرما ہیں۔ تم شاہد ہو، ہماری محبت نے اسکے شایان شان تمام ضروریات اور ساز و سامان مہیا کرنے میں کیا کچھ جو ذرا بھی کوتاہی کی ہو اور اس شخص نے فرانس کی رشوت دوانیوں میں آ کر چند ناچیز اور رساوشی کراؤنز کے بدلے یہان ہیمپٹن شایر میں ہماری نقد جان کے تلف کرنے کا عہد و پیمان کیا۔ اور [illegible] نائٹ نے بھی جو کیمبرج سے کچھ کم ہمارا مورد الطاف اور بندۂ احسان نہیں رہا، ایسا ہی قول و قرار کیا۔ لیکن آہ! لارڈ اسکروپ، ظالم نمک حرام، پاجی، بتا تو سہی، تجھے کیا کہوں، تو انسان ہے یا درندہ؟ تو تو میرے گنجینۂ اسرار کا کلید بردار تھا

سلہ crown ایک سکہ ہے جو پانچ شلنگ کے برابر ہوتا ہے۔

آہ! تجھ سے میرے خانۂ دل کا کوئی گوشہ پوشیدہ نہ تھا۔ اگر تو حصول اغراض کے لیے مجھے اپنی حیلہ سازی، حرص و آز کا تختۂ مشق بنانا چاہتا، تو سر سے پاؤن تک مجھے سیم و طلا مین ڈھال سکتا تھا۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا تھا؟ کہ رشوت رقیب تیری ہوا و ہوس مین اتنا ہیجان پیدا کرتی جو تیرے شر و طغیان بھرے سینے سے ضرر کا کوئی شعلہ نکل کر میرے ایک موے بدن کو آنچ بھی پہنچاتا۔ اگرچہ یہ بات نور و ظلمت کی طرح واضح ہے، لیکن حیرت انگیز اسقدر ہے کہ مجھے کسی طرح باور ہی نہین آتا، جس طرح دو ہم عنان شیطان اپنی باہمی پُر دغل اغراض مین ایک دوسرے کا اس صفائی سے ساتھ دیتے ہین، کہ حیرت و استعجاب کو دم مارنے کا موقع نہین ملتا۔ ایسے ہی غدر اور قتل کا بھی ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ مگر تو نے[1] سازش اور قتل کو اپنی ذات مین جمع کرکے وہ کمال کیا ہے، کہ حیرت کو بھی سکتہ ہو گیا۔ اسمین کوئی کلام نہین، جہنم مین اُس حرّاف شیطان کا ضرور بول بالا ہو گیا ہوگا، جس کا چست فقرہ تجھپر بھی کام کر گیا۔ دوسرے عیار اخوان الشیاطین جو فتنہ و شر کو فروغ دینے مین خوب مشاق ہوتے ہین، بدی کے بھیانک چہرے کو اکثر ریو و ریا کے رنگ روغن اور پارسائی و پرہیزگاری کے پوڈر سے رونق دے کر اُسکی رغبت دلایا کرتے ہین۔ لیکن جس نے تجھے رام کیا، اور تابع فرمان بنایا، اُس نے تجھے یہ تو بتایا ہوتا کہ اس باغیانہ سازش کی آخر کیا وجہ تھی، یا محض دنیا کو یہ دکھانے کے لیے کہ بغاوت اور نمک حرامی مین بڑا سورما اور مرد میدان ہونے کی حیثیت سے تجھپر شقاوت کا خلعت کس قدر پھبتا ہے۔ ہان وہی خبیث جن، جس نے تجھپر مسلط ہو کر تجھے عقل و خرد سے یون بیگانہ کیا، دنیا بھر کو چھپان مارے، دوزخ مین لوٹ کر اپنے یارون سے یہ ڈینگ مار کر کہہ سکتا ہے، کہ جس آسانی سے میرا افسون سکروپ پر کارگر ہوا ہے کسی اور پر نہوتا۔ افسوس تو نے اعتبار کی حلاوت کو اشتباہ کی تلخی سے ناگوار کر دیا۔ اللہ اکبر! بعض لوگ دیکھنے مین کیسے پابند فرائض، سنجیدہ اور ذی علم ہوتے ہین، حسب و نسب کے شریف، دیندار، خور و نوش اور معاشرت مین پرہیزگار، سفلہ مزاجی سے دور، طیش اور تمسخر سے نفور، حوصلہ مند، نفس پر غالب، محتاط ایسے کہ بغیر کانون کی گواہی کے آنکھون کے اظہار کو قابل سماعت نہین جانتے اور تاوقتیکہ اپنی قوت فیصلہ کو غلط فہمی اور پاسداری سے پاک نہ کر لین، چشم و گوش، کسی کا اعتبار نہین کرتے ایسا ہی۔ ہان ایسا ہی منزّہ تو بھی نظر آتا تھا؛ مگر اب تیری اس طرح قلعی کھل جانے سے ایک مہذب سے مہذب اور شائستہ سے شائستہ شخص کے دامن کو بھی کسی نہ کسی قدر مشتبہ قرار دینے کے لیے ایک قسم کا داغ باقی رہ جاتا ہے۔ مجھے تیری حالت زار پر رونا آتا ہے۔ تیری سرکشی نافرمانی ابلیس سے کم نہین۔ ہان انکے جرم ظاہر، قانون کی جوابدہی

[1] ٹیکسٹ مین بھی ان دو جملون کا مطلب کچھ خبط سا معلوم ہوتا ہے۔

لے لیے ان کو گرفتار کر لو"

ایگزیٹر "رچرڈ ارل آف کیمبرج، مین تجھے بجرم سازش گرفتار کرتا ہون۔

"ہنری لارڈ سکروپ مین تجھے بجرم سازش گرفتار کرتا ہون

"سر طامس گرے نائٹ آف نارتھیمبرلینڈ مین تجھے بجرم سازش گرفتار کرتا ہون"

سکروپ "اچھا ہوا جو خدا نے ہمارے منصوبے توڑ دیے، مجھے اپنے قتل ہونے کا اسقدر افسوس نہین جسقدر کہ اس گناہ مین شریک ہونے کا۔ اور اسکے لیے مین جہان پناہ سے معافی کا امیدوار ہون۔ بھائی بخشش مین نقد جان بھی جاے تو کچھ بات نہین"

رچرڈ "مجھ سے پوچھا جاے تو مین ہوس طلا کی وجہ سے تو فرانس کے بہکانے مین آیا نہین۔ ہان مین نے اسکو اپنے مقصد کے جلد تکمیل کے پہنچانے کے لیے صرف ایک ذریعہ قرار دیا تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اسکا بروقت انسداد ہو گیا۔ جس کا مین مرتے مرتے بھی خدا سے اور حضور سے معافی مانگتا ہوا خوشی مناؤن گا"

گرے "جسقدر مجھے اس وقت اپنی حالت پر ایک امر قبیح سے بچنے کی خوشی ہو رہی ہے رعایا مین سے کبھی کسی وفادار شخص کو بڑی سی بڑی خطرناک سازش کا طلسم ٹوٹنے سے نہ ہوی ہوگی۔ شاہا غلام جان بخشی کا متمنی نہین، صرف جرم بخشی کا امیدوار ہے"

کنگ ہنری "خدا تم پر رحم کرے۔ اپنی سزا سنو۔ تم نے ما بدولت کی جان لینے کے واسطے سازش کی اور ایک کھلے دشمن کا ساتھ دیا۔ اسکے خزانہ سے ہمارے خون کا بیعانہ لیا۔ تم نے اپنے بادشاہ کی جان بیچ ڈالی ہوتی، اسکے شہزادون اور امیرون کو غلامی کا طوق پہنا دیا ہوتا، اسکی رعایا کو مبتلاے ظلم و ذلت، اور اسکے ملک کو تاخت و تاراج کرا دیا ہوتا۔ مین اپنی جان کے لیے تم سے انتقام نہین چاہتا، لیکن ہمین اپنے ملک و رعایا کی فلاح و عافیت کا، جسکی بربادی کا تم نے بیڑا اٹھایا تھا، اسقدر لحاظ ہے کہ تمھین اسی کے قانون کے حوالے کیے بغیر چارہ نہین۔ خراب حال مصیبت زدہ بدبختو، میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ جاؤ موت کا پیالہ منھ سے لگاؤ جسکا مزہ چکھنے کی اور اپنی سنگین خطاؤن سے بصدق دل توبہ کرنے کی، خدا تمکو توفیق عطا فرماے۔

[کیمبرج، سکروپ اور گرے حراست مین جاتے ہین]

ہان لے ارکان دولت اب فرانس کا تہیہ کرو۔ یہ مہم ہمارے اور تمھارے دونون کے حق مین مبارک ثابت ہوگی، نہایت بآرام اور نیک فال۔ کیونکہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے اس خوفناک سازش کو جو ہمارے راستے مین حائل تھی یون بروقت فاش کر دیا کچھ

شبہ نہیں اب راستہ بالکل صاف ہوگیا ہے اور کسی قسم کی رکاوٹ باقی نہیں ہے۔ پس اے عزیزان وطن کمربستہ ہوجاؤ ہم اپنی ہمت و توانائی کو ہدایت اور رہبری کے لیے خدائے قدیر پر چھوڑتے ہیں۔ ہاں تو خوشی خوشی سمندر کا رخ کرو نشان جنگ کھول دو۔ اگر ہم فرانس کے بادشاہ نہ ہوے تو انگلینڈ کے بادشاہ بھی نہیں! تخت یا تختہ!"

سین تیسرا

لندن، کوچہ ایسٹ چیپ شراب خانہ، بورس ہیڈ کے سامنے

[پسٹل، بھٹیاری، نم، بارڈولف اور لڑکا آتے ہیں]

بھٹیاری "اچھے میرے سادہ سے شیر کو نہیں چلتے؟"

پسٹل "نہیں، میں نہیں جاؤں گا۔ میرا مضبوط دل مارے صدمے کے پھٹا جا رہا ہے۔ بارڈولف، تو ملول و مضطر کیوں نہیں ہوتا؟ نم، تیری آنکھیں نمناک اور اشکبار کیوں نہیں ہوتیں۔ اے لڑکے، تو دامن صبر و شکیب چاک کیوں نہیں کر ڈالتا۔ اے بے خبر، فلسٹاف کا انتقال ہوگیا۔ ہم کیوں رنج و ملال نہ کریں؟"

بارڈولف "افسوس اور بڑے افسوس کی بات ہے کاش کہ میں بھی اس مرنے والے کے ساتھ ہوتا! اگرچہ کہیں بھی کیوں نہ ہو، دوزخ یا بہشت!"

بھٹیاری "نہیں صاحب، نوج، اسکے دشمن دوزخ میں جائیں، وہ تو سیدھا جنت میں گیا ہوگا عقبیٰ اسکی بخیر ہو۔ اسکا مرنا ایک معصوم شیر خوار بچے کا سا مرنا ہے۔ بارہ اور ایک کے درمیان میں اسکا دم نکلا، ٹھیک جبکہ سمندر سکڑ رہا تھا۔ کبھی تو وہ اپنے بستر اور چادر کو الٹ پلٹ کرتا تھا۔ کبھی پھولوں کی ساتھ میں جو اسکے پلنگ پر پڑے تھے، کھیلنے لگتا تھا۔ کبھی اپنی انگلیوں اور ناخونوں کی طرف کو دیکھکے ہنس دیتا تھا۔ کبھی بچوں کی طرح ان سے ہرے ہرے کھیتوں میں جانے کے واسطے بڑبڑا اٹھتا تھا۔ اسکی یہ حرکتیں دیکھکے میں نے اپنے جی میں کہا کہ افسوس اب اسکا وقت قریب آگیا ہے۔ میں نے پکار کے کہا نائٹ صاحب اب آپ کی طبیعت کیسی ہے، صاحب آپ گھبراتے کیوں ہیں، دل کو قوی رکھیے۔ میری آواز سن کر وہ اور بھی گھبرا اٹھا اور خدا کو پکارنے لگا۔ تین چار بار اللہ اللہ کہا۔ پھر میں اسکو تسلی دینے کے واسطے بولی کیوں صاحب اللہ اللہ کیوں پکارنے لگے؟ مجھے تو ابھی آپ کی صحت یابی کی بہت کچھ آس ہے۔ آپ ان باتوں سے اپنا جی تھوڑا نہ کیجیے۔ کہا میرے پاؤں پر اور کپڑا اڑھا دو۔ میں نے ہاتھ اندر ڈال کے اسکے پاؤں کو چھوا، تو ٹھنڈے ہوگئے تھے پھر میں نے اسکے گھٹنوں کو ہاتھ لگایا، وہ بھی سرد۔

اسی طرح اوپر اور اوپر ٹٹولتی گئی، تو سارا بدن ایسا ٹھنڈا پایا جیسا کہ برف"

ٹم "مین نے سُنا ہے کہ اُس نے شراب کی بہت بُرائی بیان کی"

بھٹیاری "ہان کی تو تھی"

بارڈولف "اور عورتون کی بھی؟"

بھٹیاری "نہین یہ نہین"

لڑکا "کیون نہین، اُس نے عورتون کی بھی مذمت کی تھی اور کہا تھا وہ شیطانِ مجسم ہین"

بھٹیاری "دور ہو منڈی کاٹے، وہ کیون ایسا کہنے لگا تھا!"

لڑکا "ایک مرتبے اُس نے کہا تھا کہ شیطان عورتون کے لیے میرے کو اپنا وکیل بنانا چاہتا ہے"

بھٹیاری "بیشک وہ کبھی کبھار عورتون کا بُرائی سے ذکر کیا کرتا تھا، لیکن اسوقت تو وہ ہذیان مین بک رہا تھا
اور سوسن کیتھولک لوگون پر زہر اُگلتا تھا"

لڑکا "کیا تمھارے کو یاد نہین رہا، ایک روز اُس نے بارڈولف کی سرخ ناک پر پسّو کو بیٹھا ہوا دیکھ کے
کہا تھا، کہ ایک سیاہ بخت روح دوزخ کی آگ مین جل رہی ہے"

بارڈولف "ارے اب وہ دوآتشہ کہان؟ جو اس آگ کو برافروختہ کرتی ہے۔ ایک یہی ناک کی سرخی ہی تو ہے
جس کے لیے مین اُسکا ممنون ہون"

ٹم "اچھا تو اب ہمارے کو رخصت ہونا چاہیے، بادشاہ سلامت تو ساؤتھیمپٹن سے روانہ ہو گئے ہونگے"

پسٹل "ہان چلو، روانہ ہوئین۔ پیاری نیلی، لو آؤ گلے تو مل لین۔ دیکھو گھر بار، چیز بست سے ہشیار، عقل
سے کام لینا اور ہمیشہ اس مقولے پر عمل کرنا ع کیا خوب مقولہ ہے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔ سُنا، بھروسہ
کسی پر نہ کیجیو، اس واسطے کہ قول وقسم کچے دھاگے سے بھی زیادہ بودے ہوتے ہین۔ اور اسی طرح اقرار و پیمان کو
بھی مکڑی کے جالے کا سا گر ورجانیو۔ از صبر وتحمل کے ساتھ رہیو، چوکس۔ لو خدا حافظ۔ آنسو پونچھ ڈالو......
بھائی سپاہیو، چلو فرانس کو کوچ کیجیو۔ جونک کی طرح چوسنے کے لیے، خوب خون چوسنے کے لیے"

لڑکا "بعض تو کہتے ہین، یہ غذا زیادہ خوشگوار نہین ہے"

پسٹل "پیاری نیلی کے ملائم رخسارون کو بوسہ دو اور کوچ کرو"

بارڈولف "(پیار کرکے) اللہ نگہبان نیلی، خدا کو سونپا، بس بس دل تھوڑا نہ کرو"

نم "بوسہ تو تیری قسمت مین کہان لکھا ہے، انو دا ہی کہہ لون"

پسٹل "دیکھین کس امدگی سے گھر بار سنبھالتی ہو۔ دروازہ بند رکھنا اور ہشیار رہنا

بھٹیاری "سے جون پشت دکھلاتے ہوئے ہین رخ بھی دکھانا + وان رکھنا مری یاد کہین بھول نہ جانا" خدا حافظ"

سین چوتھا

فرانس، شاہی محل

بادشاہ، ڈافن، ڈیوک آف بیری ٹن اور سپہ سالار وغیرہ آتے ہین

شاہ فرانس "خوب! انگلستان، پوری قوت کے ساتھ ہم پر یورش کرنے والا ہے۔ ہمین چاہیے، اسے معمولی بات نہ جان کر مناسب مدافعت کرین۔ اسلیے اے بیری بری ٹین، برابینٹ اور آرلینز کے نوابو، اور شہزادہ ڈافن تم بھی بکمال عجلت جنگی موقعون کو روانہ ہو جاؤ۔ اور کمزور نقاط کی مرمت کر کے سپاہیان آزمودہ کار اور سامان وافر سے پر کردو۔ کیونکہ جس جوش و خروش سے سیلاب قعر و گرداب مین گرا کرتا ہے، اسی تیزی و تندی کے ساتھ انگلستان بھی حملہ آور ہوتا ہے۔ انگلستان کو ذلیل سمجھکر، ہم نے ہمیشہ اُس سے غفلت اور بے پروائی برتی ہے حالانکہ اُسکی سابقہ لشکر کشیون اور خونریزیون سے ہمین احتیاط اور ہشیاری کا سبق لینا چاہیے تھا"

شہزادہ ڈافن "والد بزرگوار، یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم غنیم کے مقابلہ کے لیے عمدہ پیمانہ پر تیار ہو جائین۔ امن و سکون سے تو سلطنت مین سستی اور ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ جنگ و فساد کا اندیشہ نہ بھی ہو، تاہم اسباب مدافعت لشکر و سپاہ، سامان حرب اور اسلحہ ہر وقت کافی مقدار مین موجود رہین۔ اسلیے مناسب ہے کہ ہم سب فی الفور روانہ ہو جائین اور ملک کے ضعیف اور ناکارہ مقامات کا معائنہ کرین۔ مگر یہ سب امور اس اطمینان اور مستعدی سے سرانجام ہون کہ خوف یا گھبراہٹ کا شائبہ تک نہ پایا جاوے۔ ہمین حملہ حریف کی اتنی بھی پروا ہونی چاہیے جتنی کہ اس خبر کے سننے سے کہ وہ وھٹ سن نائیٹڈ مین ہمی تہوار منا رہے اور ناچ رنگ کا لطف اٹھا رہے ہین۔ حضور والا، بات یہ ہے کہ آجکل تخت انگلستان پر ایک ایسا مجہول شخص متمکن ہے اور عصائے سلطنت ایک ایسے شخص کے ہاتھ مین ہے، جو بالکل نا اہل، سست عقل، خام کار اور چھچھورا نوجوان ہے۔ ایسی حالت مین اندیشہ کی کوئی وجہ نہین"

سپہ سالار "شہزادے صاحب، معاف فرمائیے، جناب کو اس بادشاہ کے بارے مین بہت غلط فہمی ہوئی ہے۔ ذرا سفیرون سے دریافت فرمائیے کہ اُس نے کس تمکنت اور شان سے اُنکی سفارت کو سنا تھا، اور اُسکے ارد گرد کیا کیا قابل شخص

اور نیز اندیش صلاح کار جمع ہین۔ اور وہ خود ور د و قدح مین کیسا متین، اظہار ناراضی مین کیسا ملائم اور ساتھ ہی اپنے مستقل ارادے مین کس قدر مضبوط اور کڑا ہے۔ جناب یقین فرمائین کہ عنفوانِ شباب مین جو غلطیان اُس سے سرزد ہوئین وہ رومن بروٹس کی طرح محض مبنی مصلحت تھین اور اصل مین وہ جوہر فراست کو قبائے جہل کے نیچے چھپائے ہوے تھا۔ مثل باغبانون کے جو نازک اور جلد پھوٹنے والی جڑی بوٹی کو خس و خاشاک سے ڈھانپ دیا کرتے ہین۔"

شہزادہ ڈافن "جناب من گو میرا بھی خیال ہے، لیکن اُسکا یہ مطلب نہین ہی جو آپنے سمجھا۔ حفاظت ملکی اور مدافعت جنگی کی صورتون مین یہی بہتر ہے کہ غنیم کو اس سے بھی زیادہ زبردست قیاس کر لیا جاے، جتنا کہ وہ بظاہر دکھائی دیتا ہو اور اسی اندازہ سے مقاومت کی تیاری کرنا چاہیے۔ اُس بخیل اور کوتہ اندیش کی پیروی کے بجاے جو ذرا سا کپڑا بچانے کے لالچ مین سارا کوٹ خراب کر ڈالتا ہے۔"

بادشاہ "و ہم بھی کنگ ہنری کو بہت زبردست سمجھ لیتے ہین۔ دیکھو اُسکے دفعیہ کا پورا بندوبست کیا جاے۔ اُسکے بزرگ بھی ہم پر حملہ آور ہو چکے ہین اور یہ اُسی خونی نسل سے تو ہے، جس نے ہمارے ہی ملک مین ہمارا خون بہایا تھا۔ ہماری اُس کبھی نہ مٹنے والی شرم کو یاد کرو، جو ہمین کریسی کی خونریز لڑائی نصیب ہوی تھی۔ ہمارے سارے شہزادے اُس سیاہ بخت کے ہاتھ مین گرفتار ہو گئے تھے، جسے بلیک پرنس کے منحوس نام سے پکارتے ہین۔ اثنائی جنگ مین اُسکا کوہ دقار اور بلند مرتبہ باپ پہاڑی پر کھڑا ہوا تھا۔ مہر درخشان اپنا زرین چنور اُسکے سر پر لا رہا تھا اور وہ اپنے شجیع فرزند کو قدرت کے اُن نقش ہاے زیبا کو خراب کرتے ہوے دیکھکر مسکرا رہا تھا، جنکی تیاری اور تزئین مین نقاش ازل اور اہل فرانس کے بیس سال سے کم صرف نہوے تھے، یہ اسی شجر مظفر و منصور کی ایک شاخ ہے۔ ہمین اُسکی خداداد قوت و اقتدار سے ڈرنا چاہیے۔"

[ایک چوبدار حاضر ہوتا ہے

چوبدار "جہان پناہ، ہنری شاہ انگلستان کے سفیر حضور مین شرفیاب ہونے کے متمنی ہین"

بادشاہ "ہم اُنکو فوری باریابی کی اجازت دیتے ہین۔ جاؤ اور اُنھین لے کر آؤ"

[کچھ امرا اور چوبدار جاتے ہین

دیکھتے ہو اس قضیے نے کس قدر طول کھینچا ہے۔"

شہزادہ ڈافن "اک ذرا ڈانٹ بتائیے، ابھی پیچھا چھٹ جاتا ہے۔ جو کتّے بزدل ہوا کرتے ہین اُنکا یہی دستور ہے کہ شکار تو دور بھاگ جاتا ہے اور اُنکی بھونکتے بھونکتے آواز بیٹھ جاتی ہے۔ پس انگریزون کو موقع ہی نہ دیا جاے

اور اُنھیں باور کرادیا جاے، کہ حضور کیسی زبردست سلطنت کے مالک و مختار ہین - پیر و فنہ خود غرضی اتنی معیوب نہین جتنی کہ خود فراموشی"

[امرالارڈ ایگزیٹر کو بے کرو اپس آتے ہین -

بادشاہ "کیا ہمارے بھائی شاہ انگلستان کی جانب سے آتے ہو"

ایگزیٹر "اُنھین کی جانب سے آرہا ہون - ہمارے آقاے نامدار نے حضور کی خدمت مین کہلا بھیجا ہے کہ مین اُس عالم ستر و غنی کا واسطہ دے کر متمنی ہون کہ جناب اپنے ہاتھ سے عصاے سلطنت کو رکھدین اور اس شاہی شان و شکوہ سے دست بردار ہو جائین جو منجانب خدا اور حسب قاعدۂ فطرت و قوانین اقوام میرا اور میرے ورثا کا حق ہے یعنی تاج و تخت اور جملہ اعزاز سلطانی جو دستور ملکی اور مراسم قومی کی روسے کشور فرانس کے ساتھ متعلق ہین سب میرے حوالے کردیجیے" نیز و فیح راے عالی ہو کہ یہ دعوی مہمل و باطل سمجھ کر یون ہی نظر انداز نہ کردیا جاے اس گمان پر کہ یہ قدامت کی فرسودہ کتاب کا ایک بوسیدہ ورق ہے یا یہ کہ اسکی تصدیق ایک ایسی کہنہ و فراموش شدہ دفتر پر مبنی ہے جس کا امتداد زمانہ سے تپہ اور نشان تک نہین ملتا - بلکہ لیجیے، اُنھون نے یہ اپنا مسلم الثبوت نسب نامہ بھیجا ہے جس کا ایک ایک حرف صداقت مین ڈوبا ہوا ہے - اس شجرے کو ملاحظہ فرمایے اور جب خوب باور ہو جاے کہ وہ اپنے مشہور آفاق جد امجد ایڈورڈ سوم کا وارث حقیقی ہے، تو اس تاج و تخت سے جس پر جناب بجاے اُس سچے حقدار کے مسلط ہین - فوراً علٰحدہ ہو جائین"

بادشاہ "ورنہ کیا ہوگا"

ایگزیٹر "نہایت خونریز جنگ! اس تاج کو جہان کہین بھی چھپاؤ گے وہ بیٹے بغیر نہ [illegible] گا - طوفان آتشین کو ہمرکاب لیے جلاد فلک کی طرح بڑھا آرہا ہے، برق و زلزلہ اسکے جلو مین ہے - آپنے امتثال امر مین ذرا بھی چون و چرا سے کام لیا، اور آفت آئی - اُنھون نے حضرت یسوع مسیح کے حلم و کرم کی [illegible] آپ کو [illegible] سلطنت کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اُن غریب روحون پر ترس کھایے، جنکے نگلنے کے لیے یہ جنگ کی بھوکی ڈائن اپنے خونی جبڑے کھولے ہوے ہے بیواؤن کے آنسوؤن کا، یتیمون کی آہ و زاری کا، مقتولون کے خون کا، اپنے باپ بھائیون اور ناشاد منگیترون کے لیے جو اس لڑائی مین کام آئین گے - دوشیزگان اندوہگین کے سوز نہانی اور نالہ نیم شبی ان سب کا عذاب آپ کی گردن پر ہوگا - یہ ہے اُسکا دعوی یہ ہے اُنکی تنبیہ و تہدید اور میری تبلیغ .... حضور ولیعہد بہادر شہزادہ ڈافن بھی یہان تشریف فرما ہون تو خاص اُنکے لیے بھی ایک پیام لایا ہون اور پھر مین اپنی خدمت سے عہدہ برا ہو چکا ع بر رسولان پیام باشد و بس"

بادشاہ ”اس بارے مین ہمین ابھی مزید غور و فکر کی ضرورت ہے، جو کچھ ہمارا عندیہ ہے تم پر کل ظاہر ہو جائے گا اپنے بادشاہ کے گوش گزار کر دینا“

ڈافن ”پرنس ڈافن کے لیے کیا پیام لائے ہو، کہو ہم موجود ہین“

ایگزیٹر ”انھون نے آپ کے لیے تحقیر و ملامت اور نفرت و ذلت کا موزون تحفہ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تمھارے والد بزرگوار نے مابدولت کے جملہ مطالبون کو پورا کر کے اس نامعقول تمسخر کی بروقت تلافی نہ کر دی، تو ہم تم سے اس سختی کے ساتھ جواب طلب کرینگے کہ فرانس کے غار و کہسار، دشت و در اور در و دیوار تک صدائے الامان الامان سے گونج اٹھین گے، اور تیری شیخی و کامکاری پر لعنت بھیجین گے“

ڈافن ”اپنے بادشاہ سے کہنا، بالفرض محال، اس معاملہ مین والد بزرگوار نے ملاطفت و نرمی بھی برتی اور طرح دے گئے، تو یہ سراسر میری مرضی کے خلاف ہوگا، کیونکہ مجھے انگلستان سے بجز جنگ و پیکار کے اور کچھ سروکار نہین اسی غرض سے اور تمھارے بادشاہ کی تہی مغزی اور بد دماغی کی مناسبت سے مین نے اسکو پیرس کی ٹینس بال بھیجے تھے“

ایگزیٹر ”یاد رہے وہ تمھارے پیرس کے محلات کو ہلا ڈالے گا، انھین اسکی پروانہ ہوگی کہ یہ یورپ کی عروس البلاد ہے اور یقین جانیئے آپ کو انکی نوعمری اور عہد موجود کی حالت مین فرق نمایان معلوم ہو کر بہت تعجب ہوگا، جیسا کہ ہم لوگون کو ہوا ہے۔ اب وہ وقت کے ایک لمحہ کو بھی رائیگان نہین جانے دیتا، اگر وہ یہان فرانس مین کچھ دنون ٹھہر تو تمھین معلوم ہو جائے گا“

بادشاہ ”کل تم کو ہماری جانب سے جواب شافی مل جائے گا“

ایگزیٹر ”ہماری مراجعت مین تاخیر ہونے پائے۔ ایسا نہو کہ وہ خود یہان چلے آئین کیونکہ وہ اس سرزمین پر قدم رنجہ فرما چکے ہین“

بادشاہ ”ہان ہان معقول جواب دے کر تم بہت جلد رخصت کر دیے جاؤ گے۔ صرف ایک رات درمیان مین ہے، یہ ایسے اہم معاملات کے لیے کچھ بڑی مہلت نہین“

[پردہ گرتا ہے

ایکٹ تیسرا

تمہید

لیجیے اب ہمارا سین احرص تصور کی مدد سے مثل بساط سلیمانی کے چشم زدن مین دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے فرض کرو

بندرگاہ ہمٹین شائر تمھارے سامنے ہے اور بادشاہ ہنری ساز و سامان سے درست، تزک و احتشام جہاز مین سوار
ہوتا ہے۔ اور اُسکا شاندار بیڑہ اپنے ریشمی بادبانون سے اُفق مشرق پر مہرتابان کے روبرو آتشین کو ہوا دے رہا ہے
ان [illegible] آترتے ہین ان گوناگون آوازون اور شور و
شغب مین کشتی بان کی [illegible] سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ دیکھتے ہو ہوا
بادبانون کو پھلاتے اونچی اونچی لہرون کو کاٹتی ہوئی جہازوان کو امواج سمندر مین کیونکر کھینچے لیے جاتی ہے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عظیم الشان بیڑا گویا ایک متحرک شہر ہے جو مضطرب اور روان لہرون پر عجیب انداز سے
رقص کرتا ہوا سیدھا ہارفلور کی جانب چلا جا رہا ہے۔ دیکھو تمھارے خیال سے بیڑہ کا ساتھ نہ چھٹنے پائے۔ سرزمین انگلستان کو
ملکہ نیم شب کی طرح خاموش و مطمئن پیچھے بانون اور بوڑھے ٹھیرون کی حفاظت مین چھوڑ جاؤ۔ کیونکہ جو گھرون مین
رہگئے ہین وہ یا تو سن بلوغ و جوانمردی تک نہین پہنچے یا قوت و پامردی سے متجاوز ہو چکے ہین۔ بھلا کون ایسا بزدل
تھا، جسکے رخسارون پر سبزہ بھی آغاز ہوتا اور وہ ان فخر دستی اور وطن دوست سپاہیون کا تسخیر فرانس مین
ساتھ نہ دیتا۔ ہان اپنی کتاب تخیل کے ورق جلد جلد اولٹو، اور اُسمین ایک محاصرہ کا نقشہ دیکھو، تو پین اپنی اپنی جگہ
نصب ہین اور اپنے آتش فشان منھ ہارفلور کی طرف کھولے ہوے ہین، اتنے مین فرانسیسی قاصد حاضر ہو کر عرض
کرتا ہے، کہ شاہ فرانس اپنی دختر کیتھرائن کنگ ہنری کو حبالۂ نکاح مین پیش کرنے کے لیے آمادہ ہے، اور جہیز
مین بعض حقیر و ناکارہ جاگیرین بھی دیگا۔ ہنری اسکو قبول نہین کرتا۔ جنگ شروع ہو جاتی ہے اور توڑے کو بتی
اپنی آتش افروز چھڑی سے آگ برسانے والے اژدہے کو چھیڑتا ہے۔

[الارم۔ بارود کے بکس مورچون کی طرف لے جاتے ہین]

مطلع دھوان دھار ہو جاتا ہے اور کوہ شکن گولون سے قلعہ کی دیوارین شگافتہ ہو جاتی ہین۔ لیکن براہ کرم ہمارے
بیان کی کوتاہی کی تلافی کرنے کے لیے ابھی اپنی قوت متخیلہ سے کام لیتے رہیے۔

تمہید گو جاتا ہے

سین پہلا

ہارفلور کے سامنے

[الارم۔ بادشاہ ہنری، لارڈ اکزیٹر، بیڈفورڈ، گلاسٹر اور سپاہی سیڑھیان لیے ہوے

کنگ ہنری "شاباش میرے جان نثارو شاباش! ایک بار اپنے کو پھر شگاف تک پہنچاؤ، ورنہ اگر یہ وہ تمھاری

لاشون ہی سے کیون نہ پٹ جاے۔ زمانۂ صلح مین ہم سپاہیون کے لیے زیادہ تر یہی زیبا ہی کہ فروتنی اور منکسر المزاجی سے کام لین۔ لیکن جون ہی قرنا ے جنگ کی آواز ہمارے کانون مین آئے، تو شیر کی طرح بپھر جائین، ہماری رگون اور پٹھون مین چستی دوڑ جاے، خون جسم مین بجلی کی سی تیزی ۴ غصہ سے مشتعل ہوکر کالی کالی بھوون کے نیچے ایسی ڈراونی معلوم ہون کہ تاریک گڑھون مین ہیبت ناک اژدہے ہین جو اپنے بھیانک منھون سے شعلے اگل رہے ہین۔ دانت پیس پیس کر، موچھون کو لبون مین دبا، نتھنے پھلاے بے جگر ہو کر دشمن پر جا پڑو۔ ہان بڑھو جوانمرد انگلستانیو! بڑھو، تمھاری رگون مین جو خون ہے، وہ تمھارے اُنھین بزرگون کا خون تو ہے، جن مین سے ہر ایک لڑائی کو کھیل سمجھتا تھا، جرأت و فتحمندی مین ثانیِ سکندر تھا۔ اُنھون نے میدانون مین صبح سے شام تک تیغ زنی کی ہے اور جب تک لڑائی کو سر نہین کر لیا، تلوار کو نیام مین نہین کیا، دیکھو اپنی ماؤن کی عزت نہ ڈبو دینا، اُنکے دودھ کی قوت دکھانے کا اس سے بہتر موقع پھر کبھی نہ ملے گا۔ آج ثابت کردو کہ تم اُنھین کے سپوت ہو۔ ہان ان فرانسیسی نامردون اور بزدلون کے سامنے اس شجاعت سے تلوار چلاؤ، وہ دیکھ لین اور ہان جائین کہ نبرد آزما ایسے ہوتے ہین۔۔۔ اور تم اے میرے اچھے دہقانیو! یاد رہے، تم نے انگلستان کی آب و ہوا مین پرورش پائی ہے، آج تمھارے دست و بازو کی قوت کا امتحان ہے۔ یون کارزار کرو کہ آیندہ ہم لوگ تمھاری مردانگی کی قسم کھا سکین مجھے تم سے یہی امید ہے۔ بیشک تم مین ایک بھی ایسا نامرد اور ڈرپوک نہین، جسکی آنکھون مین شجاعت کی چمک نہو۔ مین دیکھتا ہون کہ تم حملہ کے لیے بالکل تیار کھڑے ہو، تازیان صید افگن کی طرح جنکے گلے مین زنجیر پڑی ہوئی ہو اور وہ بار بار جھپٹنے کے لیے مچلتے ہون، لو خبردار ہو جاؤ، شکار تمھارے سامنے ہے۔ یون نعرے مارتے ہوے اُسپر جا پڑو "خدا اور سینٹ جارج ہمارے بادشاہ اور ملک کو یاد رکھیو"

سین دوسرا

قلعہ ہارفلور کے سامنے

[نم، بارڈلف، پسٹل اور لڑکا آتے ہین]

بارڈلف "بڑھے چلو! بڑھے چلو! شگاف تک بڑھے چلو!"

نم "اجی لفٹنٹ صاحب سنتے ہو، مین کیا عرض کرتا ہون؟ جان کی خیر چاہتے ہو، تو یہان سے مت ہلو، معرکہ بڑا گرم ہے، مجھ سے پوچھتے ہو، تو میرے پاس دو چار جانین تو ہین نہین جو یون مفت مین کھو دون

۴ کے ساتھ گردش کرنے لگے۔ اور مصلحت وقت ہمارے طبعی حلم و ملاطفت کو غیظ و غضب کا جامہ پہنا دے۔ ہماری آنکھین -

بات یہ ہے سچ ہے ؎

آفت ہے یہ اپنا دل [illegible] لوں کہو — دم بھر ٹھہرنے کا نہیں ہے یہ محل چل چل!

پسٹل "بھئی کہتے تو سچ ہو۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے! لاشہ پر لاشہ گر رہا ہے ؎

تلوار اور خذب میدان قتال میں — کرتے ہیں خون کتنے ایک ایک چال میں

اور ہوتی ہے اُن کو حاصل عالمگیر شہرت

لڑکا "اسوقت میں کسی لندن کے شراب خانے میں ہوتا تو واہ! واہ! کیا پوچھتے ہو پھر۔ ایک گھونٹ شراب پر ایسی سینکڑوں شہرتیں قربان۔

پسٹل "بھئی کیا بات کہی ہے واللہ! ؎

قسمت جو ہوتی یاور ہماری

برآتیں فوراً تمنائیں ساری

جاتا وطن کو چشم زدن میں "

بلبل کی طرح گاتا چمن میں — لڑکا . . . . . ہاں!

اور پھول بھی ہنستے میری خوشی پر "

جنرل فلولین آجاتا ہے!

فلولین "خدا کی مار تم مردودوں پر! بدمعاش کمین کے! یہاں کھڑے کھڑے گلچھرے اڑا رہے ہیں فصیل کے پاس جاتے ہوئے موت آتی ہے لو اب آگے بھی بڑھوگے یا نہیں؟" دھکیلتا ہے

پسٹل "رحیم فرماؤ جنرل صاحب، رحیم، ہم تو آپکے کھا گیا ہیں۔ اب تو معاف فرماؤ۔ قصور ہو گیا۔ خدا آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ بس اب غلاموں کی جان بخشی بھی ہو جائے ہمارے اچھے جنرل صاحب دیکھو ہم عاجزی سے کہتے ہیں ؎

صاحب ہو تم ہمارے نہمت ہیں ہم تمہارے — موقوف رحم پر ہیں دشوار کام سارے "

نم "واہ! واہ! کیسے اچھے افسر ہیں۔ کل ان ہی کی تعریف ہو رہی تھی"

[سوائے لڑکے کے سب چلے جاتے ہیں]

لڑکا "میں ہوں تو ابھی کم عمر، پر ان شیخی خوروں کو خوب پا گیا ہوں۔ بڑے عیار ہیں! میں ان تینوں کی

المامون (دو حصے) مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کی زندگی کے واقعات دلچسپ پیرایہ مین درج ہین قیمت ۔۔۔۔ ۲/

فلسفۂ ازدواج کے متعلق خواجہ حالی تحریر فرماتے ہین میرے نزدیک ہر متاہل اور غیر متاہل شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک بار بار پڑھے اور اُسکی ہدایتون پر عمل کرے اور جس ہدایت پر خود نہ عمل کر سکتا ہو اُسپر اپنے متاہل دوستون اور عزیزون کو اور اُن نوجوانون کو جو عنقریب اس جوے کو اپنی گردون پر رکھنے والے ہین اُسپر عمل کرنے کی تاکید کرے کیونکہ یہ ہدایتین ماؤن اور بچون کی صحت اور اُنکی بقائے نسل کے لیے ایسی ضروری ہین کہ اُنسے کسی طرح مفر نہین قیمت صرف عه

بیاض سحر ۔ شیخ امان علی سحر کا دیوان قیمت ۔۔۔۔ ۸/

دیوان بحر ۔ شیخ امداد علی صاحب بحر کا دیوان قیمت ۔۔ عه

دیوان وزیر ۔ خواجہ وزیر صاحب کا دیوان قیمت ۔ ۱۲/

دیوان صبا ۔ میر وزیر علی صاحب صبا کا دیوان قیمت ۸/

الاحسان ۔ جسمین لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اُسکی رفتہ رفتہ ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام شعبون اور اسلام سے تطبیق اور اُسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہے قیمت ۸/

نظم نگارین ۔ حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کا دیوان قیمت ۔۔۔۔۔۔ عه

نظم بے نظیر ۔ شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا دلچسپ مجموعہ قیمت ۔۔۔۔۔ عه/

اسرار رنگون ۔ رنگون کے باشندون کی معاشرت اور اخلاق کی حالت کا آئینہ قیمت ۔۔۔۔۔ عه/

مرزا اچھویا ۔ علیگڈھ کالج کے متعلق سید سجاد حیدر بی اے کی ایک مزیدار نظم قیمت ۔۔۔۔۔ ۱/

خیالات آزاد ۔ ولایت مین پڑھنے والے بیٹے کے دلچسپ خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام ۔ مولانا آزاد کی عجیب وغریب دلکش

خارستان مین ۔ ڈنر حسن کی مالیخولیا ۔ جنجال کونسل کی کارروائی اور دیگر مزہ دار مگر نتیجہ خیز مضامین قیمت ۔۔۔۔۔ ۱۲/

انشاے اُردو ۔ دلچسپ اور پر از نصائح مکتوبات کا مجموعہ جسمین مولانا ذکاء اللہ نواب محسن الملک اور ہندوستانی بیگمات کے خطوط ہین قیمت ۸/

اُردو لشکر ۔ (ترکیب بند) اُردو کی سرگزشت خود اردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین زبان پاکیزہ قیمت ۔۔۔۔ ۴/

نبی جی کی خوشی ۔ زنانہ میلاد شریف لڑکیون اور بی بیون کے پڑھنے کے قابل قیمت فی جلد ۔۔۔۔۔۔۔ ۱/

ایک نادان دوست اور دنیادار کی کہانی ۔ مصنفہ سرسید مرحوم ۔ لڑکون اور لڑکیون ۔ چھوٹون اور بڑون سب کے پڑھنے کے قابل اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نیکی کس کو کہتے ہین قیمت فی جلد ۔۔۔۔۔۔۔ ۱/

آئینہ مشاعرہ ۔ مرزا غالب کی مشہور غزل (جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا) کی طرح پر بھوپال مین ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس کے واسطے ہندوستان کے تمام اساتذہ نے نہایت زوردار غزلین لکھی تھین یہ اُسی کا پرلطف مجموعہ ہے قیمت ۴/

حسن تخیل ۔ حضرت ارشد تھانوی کی نیچرل نظمون کا لطیف مجموعہ مع تصویر مصنف ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸/

بیاض ارشد ۔ موصوف کا ابتدائی کلام اور رنگ تغزل کے نمونے ۴/

عروس سخن ۔ مشہور شعراے اُردو کی بہترین غزلون کا لاجواب انتخاب ۱/

مرقع لیلی و مجنون ۔ مرزا محمد ہادی بی اے رسوا کا نیچرل ڈراما قابل دید ہے ۔۔۔۔۔۔۔ ۶/

ان کے علاوہ ہر قسم ہر علم وفن کی کتابین بھی ملتی ہین

مژدہ

بیرونجات کے حضرات جو خاص لکھنؤ کی ساختہ اشیاء کے طلبگار ہون یا چھوٹے ضلعون و قصبات کے بزرگ جنکو معمولی ضروریات زندگی بھی بآسانی اپنی بستی مین نہین مل سکتین اور ملتی بھی ہین تو خراب و گران۔ انکی تکلیف اور زحمت رفع کرنے کے لیے لکھنؤ ایجنسی قائم کی گئی ہے جو گھر بیٹھے ان حضرات کو تمام ضروریات کی چیزین بہم پہونچا دینے کا ذمہ لیتی ہے اور صرف [illegible] فی روپیہ کمیشن لیا جائے گا جو فرمائش کرنے والون کی آسانی اور ایجنسی کے کارپردازون کی محنت کے مقابلہ مین کچھ بھی نہین ہے۔ کیونکہ جو چیز آپ کو بھیجی جائے گی وہ یقیناً اس قیمت کی بہترین چیز ہوگی۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ ایک دفعہ کوئی چیز منگا کر تجربہ کر لیجیے۔

کاروبار کی ترقی کا راز ہمارے خیال مین گاہکون اور سرپرستون کی خوشنودی مزاج حاصل کرنا ہے اور اس لیے فرمائش کی تعمیل مین ایجنسی کی طرف سے کوئی دقیقہ تلاش و محنت کا نہ اٹھا رکھا جائے گا۔

فصلی میوے

لکھنؤ کا سفیدہ خربوزہ تمام ہندوستان کے شائقین کو مرغوب ہے اور اس ضلع کے تمام قصبات و مواضع مین اعلیٰ اقسام کا آم بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ ثمر بہشت۔ سفیدہ۔ دسہری کی آمن۔ لنگڑا۔ موہن بھوگ۔ سرخے۔ نبری۔ پرنس۔ تیموریہ وغیرہ بہترین آمون مین شمار ہوتے ہین۔ چونکہ زمینداری کے تعلقات کی وجہ سے خربوزون کے کھیت اور آمون کے باغ جنمین اعلیٰ درجہ کے پھل پیدا ہوتے ہین ہمارے اختیار مین ہین اس لیے دونون قسم کے پھل نہایت اعلیٰ درجہ کے اور نہایت کفایت سے روانہ کرسکین گے۔ شائقین جملہ امور خط و کتابت سے طے کرلین۔

کسی چیز کی فرمائش کرتے وقت اس کا لحاظ رہے کہ پوری تفصیل نہ آنے کی صورت مین یا تو فرمائش کی تعمیل نہ ہوگی یا ایجنسی کے کارپرداز اپنی رائے پر عمل کرنے پر مجبور ہون گے۔ مراسلت کے وقت صاف تحریر کیجیے تاکہ آپ کا مطلب سمجھنے مین دشواری نہ ہو۔

لکھنؤ ایجنسی نمبر ۴۳ امین آباد پارک۔ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر
اے ۴۷۸

ہو المستعان

الناظر

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ درین

۱۳۲۷ھ

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

الناظر پریس واقع خیالی گنج لکھنؤ مین طبع ہوکر
دفتر رسالہ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت فی پرچہ ۴ر

کتب مندرجۂ ذیل منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے منگوا لیجئے

رسائل شبلی - مولانا شبلی کے
مختلف مضامین کا نادر مجموعہ عہ
الکلام حصۂ اول - مولانا شبلی
کی مشہور تصنیف ... ۱۲ہ
ایضاً حصۂ دوم ... عہ
شعر العجم - مولانا شبلی کی تازہ تصنیف
شعرائے فارس کے کلام پر تفصیلی
و تنقیدی نظر جلد اول .. عار
جلد دوم ۱۲ہ
جلد سوم ۱۲ہ
جلد چہارم .... عار
مسدس حالی - قابل دید ہے ۳ر
دیوان غالب - اردو ۳ر
کلیات نظم فارسی غالب ۱۴ر
مرآۃ الغیب - ملک الشعراء امیر
مینائی کا پہلا دیوان ۱۰ر
قاسم و زہرہ - حضرت شوق
قدوائی کی بے انصافت و بے
بدل مثنوی ... ۸ر
مرآۃ العروس - مولوی نذیر احمد
مرحوم دہلوی کی امور خانہ داری کے
متعلق پُر اثر اور دلپذیر بحث
قصے کے پیرایے میں .. ۶ر
بنات النعش - تعلیم و تربیت نسوان
کے متعلق مولانا کا دوسرا قصہ

جسمین نہایت سلاست سے علوم
عقلیہ سمجھائے گئے ہیں ۶ر
توبۃ النصوح - نصوح کا خواب
اور اُسکے معاشرتی اصول یہ
کتاب بھی فرد ہے ... ۶ر
بہشتی زیور - کل دس حصے
مولانا اشرف علی تھانوی کی
تصنیف مذہبی تعلیم کے لیے لاجواب
کتابیں فی حصہ ... ۳ر
خزینۃ الامثال - فارسی ۸ر
محاورات و امثال - زبان
عربی و فارسی و اردو - ۸ر
عفیفہ طاہرہ بیگم - نہایت
اخلاقی اور سراپا تربیت عہ
افسانۂ نادر جہان - مصنفہ کے
خود نوشت حالات ۱۲ہ
پیاری سہیلی - دلچسپ زنانہ
طرز کے خطوط ... ۱ر
تذکرۂ گلاب چمیلی - عورتوں کے
لیے مہذب اور مفید مگر مزہ دار
قصہ ۸ر
کنیز فاطمہ - نہایت پُر اثر اور
عبرت خیز و مہذب ناول ۲ر
نشتر - سچا قصہ مرض بادردا اثر
میں ڈوبا ہوا ... ۶ر

مار آستین - منشی جوالا پرشاد
برق بی اے جج عدالت خفیفہ لکھنؤ
آنجہانی کا نہایت عمدہ ترجمہ ۱۲ر
مرنالنی - ایضاً بنگالی سے ترجمہ
دیکھنے کے قابل سننے کے لائق ۱۰ر
بنگالی دولہن - ایضاً ۱۲ر
الف لیلہ - بطرز ناول جادو
نگار رتن ناتھ سرشار کی تصنیف
وحدت طرازی حصۂ اول عار
ایضاً حصۂ دوم ... ۱۲ر
جام سرشار دیدنی خریدنی عہ
معشوقۂ عرب اپنی لطافت
و سلاست کے اعتبار سے
اچھوتا ناول ۶ر
محبوس کنشت - ایک مجبور تمنا
کی درد انگیز داستان ۴ر
ہم خرما و ہم ثواب - دیکھیے اور
حظ حاصل کیجیے ... ۱۴ر
جذبۂ عشق - ایک یونانی لڑکی
کا قصہ جس نے اپنے حسن تدبیر
سے ایک وحشی کو مہذب
بنایا تھا ... عہ
جام زہر - ایک اچھوتا ناول
مصنفہ محمد احسن صاحب
حسنی نگرامی ... ۱۲ہ

رمان نصیب - منشی احمد علی بی
اے مرحوم کا پُر لطف ترجمہ ۱۲ہ
خون ناحق - سراغ رسانی
پولیس اور دیگر پُر لطف باتیں
قابل ملاحظہ ناول ہے ۱۰ر
مرقع اودھ - اسم با مسمیٰ ۶ر
شباب لکھنؤ - شاہی زمانے کے
عجیب حالات انگریزی سے ترجمہ عہ
عروس ہرن - حضرت نادر
مرحوم کاکوروی کا بے مثل ناول ۸ر
ہیرے کی کنی ... ۵ر
طلسم شررہ - عرف گلاب کنور
صاحبزادہ محمد مصطفیٰ علی خان اختر
کا دلفریب ناول ... ۱۲ر
شاہد طناز - ایک فرنچ ناول کا
سلیس ترجمہ .. ۵ر
فریب نیرنگ - وفریب وفا
دلچسپ واقعات - مصنفہ سید
عاشق حسین عاشق لکھنوی ۱۰ر
لال کپتان - نہایت دلچسپ
انگریزی ناول کا ترجمہ اسمیں ہے
ترکی و والی جبل اسود کی جنگ ۱۱ر
شہید وفا - سر والٹر اسکاٹ کے
انگریزی ناول کا ترجمہ ۱۲ہ
نامقاد ... ۶ر

اسکے علاوہ ہر طرح کی کتابیں بھیج جا سکتے ہیں۔

النّاظر

نمبر ۵ جلد ۹ — یکم ستمبر ۱۹۱۳ء

نمبر ۷ کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا

امراض مستورات کی دوا + امراض مستورات کی دوا

عورتون کی بیماری مین نہایت مفید مارکین ملک کی مشہور دوائین دائی برنم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائین اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیون کو ملاکر یہ دوا طیار کی گئی ہے اور اسکی آزمایش بھی واقعی طور سے ہوتی آتی ہے۔

یہ چھ انسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے۔ اس لیے رحم کی کل بیماریون مین فائدہ کرتی ہے۔ اس سے حیض کی خرابی یعنی کم یا زیادہ دنون مین حیض ہونا اور پرتھوڑا زیادہ ہونا کمر۔ پیڑو۔ جانگھون اور سر مین درد ہونا جی متلانا وغیرہ دور ہوتا ہے۔ پرجسمین سفید و سرخ پانی کی طرح رقیق مواد نکلتا ہے۔ خون رقیق یا جما ہوا زیادہ یا کم جانا درد وغیرہ کی تکلیف اس دوا سے رفع ہوتی ہے۔ رحم کی کمزوری کی وجہ سے حمل بے وقت ضائع ہوجاتا ہے نطفہ قرار کے تیسرے چوتھے مہینہ مین ضائع ہوجاتا ہے۔ ایسی حالت مین اس دوا کا کچھ دنون تک استعمال کرنے سے رحم مین طاقت پہنچتی ہے اور حمل قرار پاتا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے رحم کی خرابی دور ہوکر جسم قوی ہوتا ہے قیمت فی شیشی ۱۶ خوراک عہ محصول ڈاک وغیرہ ۶ ر دو شیشی تک ۸ ر

اس دوا پر اسسٹنٹ آف دی نیمل ہوسپٹل رامپور کی رائے آپنے دو شیشی امراض مستورات کی روانہ کی اس سے مجکو فائدہ ہوا براہ مہربانی ۳ شیشی اور روانہ فرمائیے۔

روغن لیونڈر

ولایتی لوگ عرق مین دسینی لیونڈر کا استعمال زیادہ عرق تیل بنتا ہے اسلیے عرق سے تیل مین زیادہ خوشبو ہوتی ہے۔ یہ فرانس سے منگوایا جاتا ہے جوکہ بازاری ل لیونڈر سے کہین زیادہ تیز اور تازی پھولون کی خوشبو دیتا ہے ال مین خواہ کسی سر مین ایک خواہ دو بوند ٹپکا کر استعمال لیتے ہین۔ قیمت فی شیشی ۶ محصول وپیکنگ ایک سے ۵ ر

روغن لیمو

تازے ہرے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوے لیمو کی خوشبو خوب ہی خوب اصل تیل مین ملتی ہے کسی عمدہ غذا مین ایک بوند ڈال کر اسکے دل فریفتہ خوشبو کا مزا لیجیے طبیعت خوش اور دماغ تر ہوجاوے گا بجاے عطر بھی اسکا استعمال کرسکتے ہین پھلیل خواہ سر مین ڈالنے والے تیل مین ملاکر اسکی لپٹ کی موج لے سکتے ہین۔ قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ڈاک وپیکنگ ۵ ر آٹھ شیشی تک ۶ ر

ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

الناظر

نمبر ۵۱ جلد ۹ یکم ستمبر ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فنِ خطّاطی

مکرم فرمایم - تسلیم -

مندرجۂ ذیل سطور کے ہمراہ ایک تحریر جناب شیخ ممتاز حسین صاحب ممتاز جونپوری کی بھیجتا ہوں جس سے جناب موصوف کے کمال کا ایک ادنیٰ نمونہ معلوم ہوگا جوہر کمال کا تقاضا ہے طلب شہرت سے بے نیازی - اور یہ صفت جناب موصوف میں بدرجۂ اتم موجود ہے - جو انھیں جانتے ہیں وہ خود جانتے ہیں لیکن جو نہیں جانتے اُن کے خیال سے شیخ صاحب کے کچھ حالات لکھتا ہوں -

شیخ صاحب کی عمر کا بڑا حصہ اہل کمال کے ساتھ بسر ہوا ہے انٹرنس پاس کرنے کے بعد اعزہ کے مشورہ پر انکا قصد ہوا کہ وکالت کریں - چنانچہ کتابیں خریدیں اور پڑھنا بھی شروع کیا - مگر اسی زمانے میں سید محمد باقر صاحب مرحوم منصف کے فیضان صحبت سے انکو ذاتی شوق کے ساتھ اس فن سے کچھ ایسی دلبستگی پیدا ہوگئی کہ وکالت کا خیال ہی دماغ سے نکال دیا - اور اس دولت سے دامن بھرنا شروع کیا چنانچہ قریب قریب تمامی اہل کمال کی وصلیاں خطوط کے نمونے دیکھے اور انکے اصول سے واقفیت حاصل کی اور اپنی عمر کا ایک کافی حصہ اس فن کے حاصل کرنے اور مشق میں صرف کیا -

اس محنت شاقہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکو طغرا بنانے میں درجۂ کمال حاصل ہے چنانچہ صوبجات متحدہ کی نمائش میں انکا نمونہ پیش ہوچکا ہے - لیکن افسوس ہے کہ مہتممین نے اپنی خوش مذاقی کا ایسا ثبوت دیا

کہ قدر شناسون کے لیے ایک صدمہ خیز امر ہے حافظہ پر زور دے کر جہانتک یاد آتا ہے انمین دو طغرون کا ذکر کرتا ہون۔ (۱) شیخ صاحب کا ایک طغرا فنون لطیفہ کے طبقۂ نمبر ۵ کے گوشۂ گمنامی مین ایک بھاری بڑے گلدستہ کے تیرہ وتار پہلو مین رکھا ہوا تھا۔ جہان مشکل سے نظر پہنچ سکتی تھی۔ اس فن کے جو مبصر ہین اُنکے قلوب پر اس کتبہ کو بے محل جگہ ملنے کا شاید عجب افسوس ناک اثر ہوا ہوگا۔ میرا یہ خیال ہے کہ اس کتبہ مین کچھ آیات قرآنی تھے شاید اسوجہ سے اُسکو ایک ایسے مقام پر مصلحتاً جگہ ملی ہو کہ عوام اوسے چھو نہ سکین یہ کتبہ ایک نوایجاد طغرا تھا جو بشکل گلدستہ بنایا گیا تھا۔ گلدان کا حصہ سورۂ قل ہو اللہ سے بنا تھا اور وسط گلدان مین دل کی شکل بنی تھی۔ جس کے بیچ مین لفظ اللہ جلی اور منور روشنائی سے لکھا نظر آرہا تھا اسکے نیچے مثنوی مولانا روم کا یہ شعر لکھا تھا۔

گر مرا جوئی دران دلہا طلب　　　　در دل مومن بگنجم کے وسے

خط طغرا کی کشش اس صفت سے قائم کی گئی ہے کہ کوئی حصہ بیکار نہین چھوڑا گیا۔ اگر کسی کو یہ نہ بتایا جائے کہ یہ گلدان خط طغرا سے بنا ہوا ہے تو اُسکو خود ایسا خیال مشکل او کسی قدر غور سے پیدا ہو سکے گا اور ایسا خیال ہونے پر لفظ لفظ اُس مین ڈھونڈھنے سے مل جاتا ہے۔ ایک بڑی صفت اس طغرے مین یہ رکھی گئی تھی جیسا کہ بالتفصیل انگریزی مین اُسپر لکھا تھا کہ جب گلدستہ کا سرا نیچے کی طرف کردیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہ کوئی گلدان ہے نہ کسی سورہ کا طغرا ہے بلکہ یہ اچھا خاصہ انگریزی مانوگرام ہے جس مین صاف M.R نظر آتا ہے یہ دونون حروف آنریبل مسٹر محمد رفیق صاحب جج کے نام کے حروف ہین جنکے نام سے یہ مانوگرام منسوب کر کے تیار کیا گیا ہے۔

اس گلدستہ کی تمام مختلف پتیون مین جداگانہ اقسام کے خط نسخ مین ساری آیۃ الکرسی لکھی گئی تھی اور جابجا مختلف قسم کے نہایت خوشنما پھول بنے تھے بالخصوص گلاب کی ناشگفتہ کلی سے لے کر اسکی مختلف حالتین کھلے ہوے گلاب کی شادابی اور رات بسے ہوے پھول کی افسردگی کی تصویر سے باغ ہستی کی حالت کا عجب جو نقش اُس اہل دل پر ضرور پڑسکتا ہے جسکو تجلیات انوار الٰہی کبھی شجر کی صورت مین اور کبھی کسی طرح نظر آتے ہین۔ (۲) ایک تصویر جو وہان قبول نہین ہوئی اور اتفاق سے اسکے دیکھنے کا موقع مجھے اثنائے سفر مین علاوہ بھی قلمی صنعت کا ایک قابل ذکر نمونہ ہے۔ یہ تصویر ہمارے موجودہ شاہنشاہ جارج پنجم قیصر ہند کی ایک قلمی تصویر ہے جو بالکل انجیل کی عبارت

سے انگریزی حرفون مین بنائی گئی ہے کہین نقطہ یا لکیر تک نہین دی گئی حتی کہ ابرو اور پتلیان مانگ کے پھرے ہوے بال۔ مونچھ۔ داڑھی۔ لباس اور لباس کے اندر کا زرین کام بیل بوٹے پوشاک پر حلقہ دار زنجیر سے صلیب کے نشانات شہنشاہ کے نام کا مانوگرام سب حرفون اور عبارتون سے بنے ہین۔

جو تحریر مین جناب شیخ صاحب کی پیش کرتا ہون وہ انکا ایک خط ہے جو اُنھون نے راقم سطور کے پاس بھیجا تھا۔

محمد ابوالبقا

مکرم بندہ تسلیم۔ خدا کا شکر ہے کہ دنیا کے ہزارے تفکرات کو آپ کی محبت بھری یاد کے ہاتھ رہن کر کے تھوڑی دیر کے لیے مین اس وعدہ کا ایفا کرنے بیٹھا ہون جسکے انتظار مین ۵ ار فروری ۱۳ء سے اسوقت تک آپ دن گن رہے ہین۔ فن خوشنویسی کا چرچا جاتا رہا نہ وہ اگلی صحبتین رہین نہ وہ قدردان رہ گئے۔ ایک مدت ہوی کہ مین نے کچھ اسکو سیکھا تھا۔ آپ کی فرمایش کی تعمیل مجھپر لازمی تھی اسلیے کچھ نہ کچھ قواعد لکھنا ضروری ہے ورنہ شباب کے خواب آسا زمانے کو یاد کر کے جس طرح کوئی عالم پیری مین روتا ہو اس طرح مین پچھلے زمانے کی خوشنویسی کی یاد پر آبدیدہ ہون۔ اب میرے لیے اس فن کی باتین مصداق اسکے ہین ؎

وقت پیری شباب کی باتین ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

کیا کہون کہ کیسے بُرے وقت مین تعمیل ارشاد بجالا رہا ہون۔ مگر خیر جو کچھ خدمت مجھ سے ہوجاے غنیمت ہے مین اسوقت سوچ سوچ کر کچھ باتین نکالنا چاہتا ہون اور بار بار یہ شعر پڑھتا ہون ؎

کب اُس ستم شعار نے چھیڑا ہے ذکر درد جب حال دل بیان کے قابل نہین رہا

فنّ خوشنویسی کی تاریخ مین لاہور ایک مشہور مقام ہے۔ اس خاک سے بڑے بڑے خوشنویس پیدا ہوے عہد شاہی مین یہان کے لوگون نے بڑے بڑے کمالات دکھائے۔ لاہور مین اب بھی بڑے بڑے صاحب کمال موجود ہونگے۔ مین جو کچھ اس موضوع پر لکھ سکتا ہون یا قواعد بنانے کے لیے قلم اُٹھا سکتا ہون وہ اسلیے نہین کہ مین ایک نوآموز نوآموز کا اُستاد ہونا چاہتا ہون بلکہ محض آپ کی محبت بھری یاد مجھسے ایک ارشاد کی تعمیل کا کام لے رہی ہے اور مین اس مین خوش ہون کہ آج اپنے فرض سے سبکدوش ہو کر گنگنا رہا ہون یہ ظاہر ہے کہ مین اس فن پر کوئی کتاب لکھنے کے قابل ہون نہ یہان اسکی جرات کر سکتا ہون نہ اسکا موقع ہے مگر ایک ایسے عزیز کو سمجھانے کے لیے جو مجھ سے صدہا منزل دوری پر ہے میری ناتمکمل اور غیر مسلسل

عبارت بہت تکلیف دہ چیز ہوگی اس لیے مین حتی الوسع سہل اور مختصر لفظون مین اس طرح لکھنا چاہتا ہون ۔

کہتے ہین کہ خط کی ابتدا دنیا مین حضرت آدم علیہ السلام سے ہوی ۔ ہمین مسلسل کیا کیا ترقیان ہوتی آئین اسکے لکھنے مین مجھے دقت اور اسکے پڑھنے مین آپ کو غیر ضروری زحمت ہوگی ۔ آپ کی غرض صرف خط نستعلیق سے ہے اسلیے اس سلسلے تک پہنچنے کے لیے اتنا جاننا ضروری ہے کہ اقسام خطوط مین ابتداءً توقیع اور رقاع دو قسم کے خطوط تھے ان سے ایک تیسرا خط تعلیق ایجاد ہوا ۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ توقیع اور رقاع کیسے خطوط ہین اور خط تعلیق سے انکو کیا نسبت ہے ۔ ہین ہر ایک کی صورتین ذیل مین دکھاتا ہون ۔

خط رقاع = سید محمد ابو البقا صاحب

خط توقیع = سید محمد ابو البقا صاحب

خط تعلیق = سید محمد ابو البقا صاحب

یہان تک صورت پیش نظر رکھکر آگے چلیے اور نستعلیق کے وجود مین آنے کے سامان پر غور کیجیے اس سلسلے مین آپ کو ایک خط ملے گا جسکو نسخ کہتے ہین یا عوام مین عربی خط کے نام سے مشہور ہے اسکی ہر ایک کے تصور مین قرآن کی شان کتابت کے ساتھ مضمر ہے پھر بھی ذیل مین لکھکر اسکے تصور کو مدد قریب کر دیتا ہون ۔

خط نسخ = سید محمد ابو البقا صاحب

اسی نسخ اور تعلیق سے مل کر خط نستعلیق ہوا ۔ اب سڈول ہو کر نستعلیق کا خط اسقدر خوشنما اور درست ہوگیا ہے کہ مشکل سے کوئی یقین کرے گا کہ یہ ان بے ڈول خطوط سے مستنبط ہوا ہے مگر یہ کوئی بہت تعجب کی بات نہین ہے دنیا مین بہت سے مان باپ ایسے ہین کہ انکی اولاد کی تہذیب سلیقہ اور شستگی کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ ایسی آغوش سے یہ بچے کیسے پیدا ہوے نستعلیق کی ابتدائی اور موجودہ صورت مین بھی بہت انقلاب عظیم ہوگیا ہے مگر یہ بھی جائے تعجب نہین کیونکہ ایک حسین صورت کو زمانہ شیر خواری مین دیکھیے اور پھر اسی کا شباب ملاحظہ فرمائیے تو ۔۔۔ اختیار کرنا پڑیگا کہ تم تو شباب آتے ہی کچھ اور ہو گئے

اب موجودہ حالت مین نستعلیق ایک بہت خوبصورت اور خوشنما خط ہے اور بہت سے قیود کی وجہ سے یہ ایک مشکل خط کہا جاتا ہے مگر مشق وہ چیز ہے کہ ساری دقتین رفتہ رفتہ آسان ہو جاتی ہین اور کچھ دنون کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ کچھ اتنا مشکل تو نہتھا کہ ہمت ہار بیٹھے۔

اس خط (نستعلیق) کو میر علی تبریزی ایرانی نے نسخ اور تعلیق سے ترکیب دے کر ایجاد کیا۔ نستعلیق کے کئی استاد اسی نام کے گزرے ہین اس وجہ سے باہمدگر امتیاز کے لیے انکو میر علی موجد کہتے ہین کچھ لوگ میر علی موجد سے پہلے کے کتبے خط نستعلیق مین ہونا بیان کرتے ہین مگر جو کچھ ہو ایجاد کا سہرا انھین کے سر ہے مین نے میر علی موجد کے ہاتھ کا لکھا ہوا بھی دیکھا ہے اور کیا عجب ہے کہ میرے پاس وطن مین موجود ہو۔ یہان سوا پنسل اور کاغذ کے کچھ ایسا اتفاق کہ اس وقت قلم دوات بھی نہین اور یہی اسباب اور دلائل میرے غیر خطاط ہونے کے لیے کافی ہین۔

دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میر علی موجد نے اس خط کو ایجاد کر کے اور اپنے ہی عہد مین غیر معمولی ترقی کر کے ایسا چمکا دیا تھا کہ آج صدہا برس کے بعد بھی انکے کتبے مین وہی مزا اور وہی لطف موجود ہے جو آج میر تقی کی شاعری مین ہے جس کی شان مین غالب ایسا بڑا شاعر یون کہتا ہے ؎

غالب اپنا بھی عقیدہ ہے بقول ناسخ آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

سلسلۂ تحریر کے اعتبار سے مجھے یہان خط نستعلیق کی شان کو بھی قلم سے دکھانا چاہیے تھا مگر اسکو چاہے یون سمجھیے۔ جامہ ندارم دامن از کجا آرم۔ یا یون خیال فرمائیے کہ کتابت مین نستعلیق اب اس بری طرح سے رائج ہے کہ نام لیتے ہی اسکی صورت نظر کے سامنے پھر جاتی ہے ہزارون لاکھون چھاپے خانے کھل گئے دن رات کاتب بیٹھے لکھا کرتے ہین کروڑون کتابین اس ملک اور دیگر ممالک مین شائع ہو گئین اب خط نستعلیق اپنی صورت شناسی کے لیے میرے اشارۂ قلم کا محتاج نہین رہا بلکہ مین کہون گا کہ اگر میر علی موجد دنیا مین پھر زندہ کر کے لائے جائین تو اس فن کی موجودہ حالت پر کبھی تو خوشی مین جھوم جائین کبھی زمانے کی ناقدری پر غصے مین طیش کھائین کبھی ایرانی متاخرین کے کتبے دیکھکر رشک کرین کہ کاش ہم بھی ایسا لکھنے لگتے۔

آج کل ٹائپ مشین اور چھاپے کی وجہ سے کتابت خطاطی اور خوشنویسی کی بہت کساد بازاری ہے اور میرا خیال ہے کہ اب یہ فن پھر مشکل سے اُبھرے گا۔ لوگ اسکو دباتے جاتے ہین اور یہ دبتا جا رہا ہے۔ چھاپے خانون کے سایہ مین نستعلیق کی مضحل صورت صرف اس وجہ سے آ کر تھم گئی ہے کہ بہت سے لوگون کا

یہ ذریعۂ رزق ہوگیا ہے ورنہ مدت ہوئی ہوتی کہ اس کا جنازہ دن دوپہر نکلا ہوتا۔ میری بڑی آرزو تھی کہ جو کچھ مختلف اُستادون سے مین نے سیکھا تھا اتنا بھی کسی کو بتا دیتا اور اس طرح کچھ لوگ سیکھ کر اس جان بلب مریض کے سر بالین کھڑے ہوکر کچھ اسکی عیادت کچھ تیمارداری کرتے اور آرزو یہ بھی کہ دیسی، یا ستون مین جواب بھی اعلیٰ درجے کے خوشنویس باقی رہگئے ہین وہ اسکی ترقی اور بقا کے سامان پہنچانے مین مددگار ہوتے اور جسکو جو بات معلوم ہوتی اسکی اشاعت اور تعلیم و توسیع کرتا۔ کوئی مکمل تاریخ اس فن کی لکھی جاتی مگر ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جناب امیر علی مرتضیٰ علیہ السلام کا قول ہے "الخط لسان الید" حقیقۃً اس سے زیادہ بلیغ لفظون مین خط اور خطاطی کی تعریف نہین کی جاسکتی یون تو مشہور ہے الخط نصف العلم اور اشرف فنون مین اس کا شمار ہے شاہی خاندان مین اور ابتک شرفا کے گھرانے مین کچھ نہ کچھ اسکا چرچا رہا ہے مگر با این ہمہ زمانے کی ہوا اب اس فن کے موافق نہین اگر کوئی اسکا شوق کرے تو اس فن پر اسکا بہت بڑا احسان ہے مجھ سے بقدر میری معلومات کے جو کچھ آپ دریافت فرمائین گے مین برابر بتا دون گا اور مجھپر اس آپ کی توجہ کا اسقدر اثر ہے کہ حد بیان سے باہر ہے کیونکہ مجھ سے بہتر اہل فن کو چھوڑ کر محض قدیمانہ مراسم اور تعلقات وطن کی وجہ سے آپ کا اس طرح یاد کرنا میرے لیے سمرقند اور بخارا کی مملکت کی بخشش سے بھی زیادہ تر عزیز ہے۔

مین ذیل مین کچھ قواعد بالفعل لکھ دیتا ہون اور جو عزیز لکھنا چاہتے ہین بے تکلف لکھین مین بقدر اپنی معلومات کے انکو بذریعۂ تحریر مدد پہنچاتا رہونگا وہ بلا کسی تکلف اور لحاظ کے مجھکو جتنی مرتبہ چاہین خط کے ذریعہ سے ستانے کے مستحق ہین مجھے اسکی بے حد خوشی ہے کہ کسی کو شوق تو پیدا ہو۔

علیحدہ کاغذ پر ایک تختی مین لکھکر بھیجتا ہون جو میری عدم موجودگی مین شائق کی رہبری کا باعث ہوگی رہا اسکے متعلق کچھ امور کا بطریق ہدایت ظاہر کرنا اسکو مین ذیل کی سطرون مین ظاہر کردیتا ہون جہان کہین اس سے سمجھ مین نہ آئے ان ہدایات ذیل کو دیکھکر مدد حاصل کرین اور جب اسپر بھی کوئی بات سمجھ مین نہ آئے تو مجھسے دریافت فرمائین۔ مجھکو اصلاح دینے یا کسی بات کے بتانے مین بالکل تامل نہین ہوتا اور نہ دیر ہوتی ہے مگر عدم مشق کی وجہ سے اسمین البتہ غیر معمولی توقف ہوجاتا ہے کہ جب کوئی کسی کتبہ کی فرمایش کرتا ہے۔ میرا اصول ہے کہ عزیز سے عزیز کو بھی کوئی قطعہ لکھکر مشکل دیتا ہون بلکہ ہمیشہ اسکی کوشش کرتا ہون کہ لوگ خود اس فن کو سیکھین اور جب کچھ سمجھنے لگین تب فرمایش پوری کی جائے اور اسی حیلہ سے اس فن کو جگاتے اور جلاتے رہین۔

نستعلیق مین سب سے زیادہ جو بات قابل لحاظ ہے وہ سلیقہ اور تمیزداری سے حرفون کا لکھنا ہے۔ جیسے کوئی نازک مزاج محبوب ذرا سی بے موقع بات پر ناک بھون چڑھا لیتا ہے اسی طرح ذرا سی بدسلیقگی سے نستعلیق کا حرف اس سے بھی کئی حصہ زیادہ بگڑ جاتا ہے۔ وہان تو یہ ہے کہ پھر بنانے سے کام چل سکتا ہے مگر یہان یہ بات پھر ممکن نہین۔ اور اقسام کے خطوط مین معمولی سا عیب کچھ زیادہ قباحت کا باعث نہین ہوتا مگر یہان ذرا سی خرابی حروف کے سارے حُسن کو خاک مین ملا دیتی ہے۔ کوئی حرف اُسی وقت اپنے ٹھیک معنی مین نستعلیق کہا جا سکتا ہے جب اُسکا جوڑ جوڑ اور عضو عضو مناسبت کے ساتھ درست ہو۔ اسکے لیے اصول اور قواعد سب کچھ ہین مگر قواعد کے احاطہ کے اندر بھی رہ کر اگر کوئی سلیقہ اور تمیزداری سے کام نہ لے تو سب قواعد ایک طرف اور حرف کا نقص ایک طرف یہ سلیقہ کیا چیز ہے اسکی تعریف ابھی ایک مبتدی کے سمجھانے کے لیے مشکل ہے۔ بہت سے شعر ایسے ہوتے ہین کہ اصول اور قواعد اور زبان کے لحاظ سے بے عیب ہوتے ہین مگر ان مین کوئی نمک کوئی لطف نہین ہوتا۔ کبھی لطف اور مزے کو لفظون مین بیان کر دیا جانا ممکن ہوتا ہے کبھی مذاق سلیم پر بات چھوڑ دی جاتی ہے بجنسہ یہی حال نستعلیق کا ہے مختصر یہ ہے کہ دس بیس سو پچاس خوبصورت اور طرحدار صورتین ہمارے سامنے لائی جائین جنمین سب ایک سے ایک عمدہ ہون اور نقش اور صورت کے اعتبار سے کوئی عیب نہو مگر بحالت مجموعی ہر طرح پر جو صورت خط و خال رنگ۔ نوک پلک سے درست ہوگی وہ بالضرور دل کو بھلی معلوم ہوگی۔ ایک اچھی صورت کے صفات کے سلسلے مین خط اور نوک پلک کا جو ذکر آیا ہے یہ چیزین نستعلیق کی اصطلاح مین مشترک ہین مین اپنے موضوع سے بھٹک کر بہت دور ایک دوسرے کوچے مین نکل جاؤن گا جہان سے میرا پلٹنا بھی اگر دشوار نہوگا تو شام ضرور ہو جاے گی اسلیے مین شاعری، حُسن و عشق اور نستعلیق کے متشابہات اور متعلقات کا ذکر نہین چھیڑنا چاہتا صرف اتنے ذکر سے یہ مقصود ہے کہ نستعلیق ایک عجب خط ہے جسکے لکھنے اور جس سے لطف اُٹھانے کے لیے دل اور مذاق سلیم کا ہونا ضروری اور نہایت ضروری ہے۔

مجھے یاد ہے بلکہ اسکے دیکھنے والے صدہا آدمی اس وقت تک زندہ موجود ہین کہ.......... نے کئی برس تک نسخ اور نستعلیق ایک استاد خوشنویس سے مشق کیا اور مشق اسقدر زیادہ کیا کہ سارے دن بیٹھے مشق کیا کرتے تھے وصلی کی وصلی سیاہ کر ڈالتے تھے مگر آج بھی ویسے ہی ہین جیسے روز اول تھے۔ انکی ایک مشق اُستادون کے کتبے کے ساتھ اس امر کی تائید مین مین نے یادگار کے طریق پر رکھ لی ہے۔ بات صرف یہ تھی کہ بغیر سمجھے ہوے یہ مشق کیا کرتے تھے۔ اسقدر ذکر کے بعد ایک قطعہ ذیل مین لکھتا ہون جو ہمارے موضوع سے

متعلق ہے۔

قطعہ

ایکہ در شیوۂ خط سعی نمائی شب و روز ۔ بشنو این نکتہ وچون من بنشین فارغ بال

پنج چیز ست کہ تا جمع نہ گردد باہم ۔ ہست خطاط شدن نزد خرد امر محال

قوت دست و وقوف خط و استاد شفیق ۔ طاقت محنت و اسباب کتابت بہ کمال

گر ازین پنج یکے راست نیاید بمثل ۔ نہ دہد فائدہ گر سعی نمائی صد سال

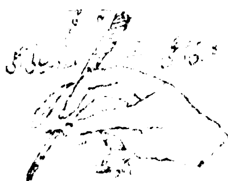
یہ قطعہ چندان تشریح کا محتاج نہین۔ قوت دست سے ظاہر ہے کہ ایک پیر کہن سال جسکے ہاتھون مین رعشہ ہو وہ کیا خاک ترقی کر سکتا ہے۔ وقوف خط نکتے کے سمجھنے کے لیے .... کی حرکت اوران کا قلمی فوٹو قابل ملاحظہ ہے۔ استاد شفیق کا ہونا ضروری ہے جسکو بتانے مین بخل نہو۔ مین اپنے معلومات کا اندر کچھ دے کر شفقت او محبت سے بتانے کو تیار ہون۔ طاقت محنت اور فرصت کو شائق خود سمجھ سکتا ہے۔ اسباب کتابت مین قلم دوات کاغذ کا بہم پہنچنا ہے۔ بہت اچھا طریقہ تو یہ ہے کہ دوہرے کاغذ کی وصلیان سو پچاس بنالی جائین۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ دو برابر برابر پیمانے کے کاغذ کاٹ لینا چاہیے۔ ایک لگن مین تھوڑا صاف پانی بھر دیا جائے۔ پہلے انمین سے ایک پرت کاغذ لیا جائے اور اسکو پانی کے اندر اس طرح ڈبو دیا جائے جیسے غسل ارتماسی کیا جاتا ہے یعنی بالکل ڈوب جائے ہاتھ کے پنجے سے دبا دیا جائے کہ برابر پانی سطح پر پہنچ جائے اسکے بعد قریب لگن کے ایک بڑی تختی یا سطح لکڑی کا تختہ یا میز رکھنا چاہیے جب کاغذ پانی سے نکالا جائے تو اس طرح کہ اس پرت کے دونون سرون کو دونون ہاتھون کی دو چٹکیون سے دبالیا جائے اور لگن کے پانی کے اوپر یعنی سطح آب سے دو انگل اوپر کسیقدر ایک طرف کاغذ کو جھکا کر چٹکیون سے دبا رکھا جائے۔ اس طرح پانی جو سطح کاغذ پر زائد ہوگا سب لگن مین ایک گوشہ کی طرف سے چلا جائے گا۔ اب اس کاغذ کو سطح تختی پر لٹا دینا چاہیے اس طرح کے عمل سے صاف بلا شکن کے یہ کاغذ تختی پر جم جائے گا جب تختی پر جمایا جائے تو ممکن ہے کہ کاغذ اور تختی کے درمیان ہوا آجائے تو برابر نہ جمنے دے اور ہوا کے باعث سے شکن پڑجائے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ جہان کاغذ کی سطح پھولی یا ابھری ہوی نمودار ہو اسکو داہنے ہاتھ کی چار انگلیون سے دباتا ہوا قریب کے کنارے پر لائے اور اس طرح کنارے پر پہنچ کر درمیانی ہوا جاتی رہے گی اور سطح برابر ہوجائے گی جب سطح برابر ہوجائے تو اسپر ایک ہار دیدیا جائے۔ ہار اسکو کہتے ہین کہ ہتھیلی ہاتھ مین لے کر انگلیون سے ہر جگہ برابر سطح کاغذ پر پھیر دی جائے جب اس طرح ہار دیدیا جائے تو دوسرا پرت پانی مین ڈال کر مثل پہلے پرت کے وہی سب عمل کر کے

اسکو اس اہار دیے ہوے سطح پر لاکر برابر جما دیا جاے اور بجنسہ وہی عمل اس پرت کے ساتھ بھی کیا جاے جیسا پرت اول کی صورت مین ہوا درمیان آجانے والے موقع پر بیان کیا گیا ہے۔ جب یہ برابر برابر جم جاے تو اسپر دیدیا جاے اور تختی سے بیک اشارہ ناخن چھڑا لیا جاے اور کسی فرش یا پلنگ یا صاف چٹائی پر اس طرح رکھدیا جاے کہ جو سطح تختی کی جانب تھی وہی فرش یا چٹائی پر ہو کیونکہ ئی کا اثر نہوگا اور لپٹنے سے وہ محفوظ رہے گا۔ جب دو ایک گھنٹے کے بعد اوپر والے اہار کی سطح خشک ہو جاے تو خشک تختی پر اسکو رکھکر دوسری جانب جاہرا ہار ابھی نہین لگایا ہے اسی طرح لئی سے اہار دیدیا جاے اور خشک کر لیا جاے جب دونون سمت خشک ہو جائین تو کسی مہرے یا بڑی کوڑی یا چلنے شیشے کے پیپر ویٹ سے اسکو دونون طرف گھونٹ کر چکنا کر دیا جاے اور اُسپر لکھا جاے۔

قلم کلک کا ہو جو پختہ اور رنگ مین سیاہی مائل ہو۔ روشنائی چاہیے جس رنگ کی ہو مگر پھیکی اور روان نہ ہو منجملہ بہت نسخہا سے روشنائی کے ایک عام نسخہ بہت کم خرچ اور نہایت عمدہ ہے جسکے اجزا مین ببولتا ہول آہین ہیم لکڑی کو بھگو کر ہیچی اور ریچ سے رنگ صاف کیا جاتا ہے چترہاری مین جناب شیخ ناظر حسین صاحب مخلہ کو میرے حوالہ سے لکھکر نسخہ ترکیب دریافت کر لیجیے گا بشرطیکہ اسکی ضرورت ہو۔

قلم بنانے کا طریقہ! قلم کو کسی برابر اور سطح تختہ پر چھوڑ دینا چاہیے اور ایک ذرا سا ڈھلاو دیا جاے۔ جیسے جیسے جس جھل قلم ٹھہر جاے اُسی جھل اسکو تراشنا چاہیے قلم کا میدان اسقدر ہونا چاہیے جتنا ناخن انگشت کا آخری پور ہوتا ہے مثلاً ( ) سطح میدان قلم کا اس طرح چھیلنا چاہیے کہ ریشے باقی نہ رہجائین پشت قلم پر ذرا سا چھیل کر کسی قدر زرچھا قط دینا چاہیے۔ پشت کی جانب اس وجہ سے چھیل دیا جاتا ہے کہ روشنائی بخوبی تھم سکے۔

قلم کی گرفت کا یہ طریقہ ہونا چاہیے کہ کلمہ کی انگلی اور اسکے پاس کی یعنے درمیان والی انگلی کے وسط مین قلم رکھنا چاہیے اس طرح پر کہ درمیانی انگلی کے اوپر والے پہلو پر قلم رکھا جاے اور کلمہ کی انگلی کنارہ کی طرف سے اسکو دبائے رہے اور اُسکے اوپر سے انگوٹھا قلم کو دبائے رہے اسکی صورت ذیل مین دی جاتی ہے



نمبر۱ درمیانی انگلی ہے
نمبر۲ کلمہ کی انگلی ہے
نمبر۳ جو اوپر سے قلم کو دبائے ہے وہ انگوٹھا ہے
نمبر۴ گہری سیاہی کا نشان قلم ہے

جب یہ سامان درست ہو جائیں اور یہ وقت آجائے کہ قلم ہاتھ میں ہو اور کاغذ کا صفحہ سامنے۔ اسوقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیسے لکھنا چاہیے۔ اسکے لیے سب سے پہلے کاتب اور کتابت کے رخ کا ٹھیک ہونا ضروری ہے۔ کاغذ ٹھیک اُسی رُخ رکھنا چاہیے جو [illegible] کا رُخ ہے۔ رُخ کیا چیز ہے اسکے سمجھنے کے لیے کاتب کو سامنے ایک آئینہ میں اس قید کے ساتھ [illegible] اپنا چہرہ یعنی اپنا رُخ دیکھنا چاہیے کہ آئینہ کے ٹھیک ٹھیک مقابل چہرہ [illegible] اس حالت میں [illegible] آنکھیں سب قدرتی رخ سے درست اور پوری اور اصلی صورت میں نظر آئین گی جب آئینہ [illegible] تو یہ کیفیت نہ پیدا ہوگی۔ اپنے آپ کو آئینے میں ترچھی نظر سے دیکھنے میں چہرہ کے سب اعضا [illegible] درست اور پورے نظر نہ آئین گے اسلیے آنکھ کی سطح پر نگاہوں کا خیالی تار یا خط [illegible] سے برابر برابر ۹۰ درجہ زاویہ قائمہ ہر خط کے پہلو میں بن جائے۔ رُخ کو اس حد تک [illegible] آئینہ کو سامنے سے ہٹا دیجیے اور کاغذ کے صفحے کو جس پر لکھنا مقصود ہے بمنزلہ آئینہ [illegible] ٹھیک اسی طرح اور اسی جگہ پر جہان آئینہ تھا۔ اب ایسا [illegible] کاغذ کے صفحے [illegible] ہوگی۔ فرض کیجیے الف لکھنا ہے۔ الف کو سطح کاغذ پر جہان لکھنا مقصود ہو [illegible] نگاہ کا خیالی خط اگر ٹھیک ٹھیک اپنے مقام [illegible] الف کا رخ اور [illegible] الف کی جگہ [illegible] قرار دیے ہین کہ [illegible] کیا ہونا چاہیے۔ اسکو یون سمجھ [illegible] مین کاغذ کا صفحہ جس رُخ کا ہو یا [illegible] خط اگر صفحۂ کاغذ پر اس مقام سے جہان نگاہ کاغذ پر جاکر ٹکراتی ہے وہین سے الف کے مخالف سمت مین وہ خط کھینچ دیا جائے تو جو رخ اس نگاہ کے خط کا ہوگا وہی ب کا رُخ ہوگا مثلاً

ا ب	صفحہ اور خط [illegible] رخ کی مثال سے خود بخود رُخ کا معمہ حل ہوجاتا ہے کاغذ کے عرض وطول کا رُخ دیکھیے عرض اور طول مین کھینچی ہوئی سطرین دیکھیے اور ہر کاغذ پر چاہے سطرین نہ کھنچی ہون مگر بلحاظ رخ

کے نستعلیق لکھنے والے کے لیے گویا کہ [illegible] اسی طرح کا ایک خیالی جال لکیرون کا سارے کاغذ پر پھیلا ہے اور رُخ مین اسکی پابندی لازمی ہوجاتی ہے۔ الف اور ب تو لمبی صورت کے حروف تھے ان مین باسانی رُخ کا مسئلہ سمجھ مین آگیا۔ اب دائرہ مثلاً ج اور چھوٹے حروف مثلاً د مین کیا اصول اعتبار کرنا چاہیے

سکے لیے مختصر یہ سمجھنا چاہیے کہ سب حروف میں یہی لکیر کی سطح کا خیال لازمی ہوگا مثلاً ج کو لیجیے۔

ج

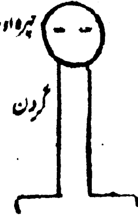
اسکے جانچنے کا یہی طریقہ ہوسکتا ہے کہ ہر حرف کے مختلف حصہ سے بلحاظ رخ کے خط کھینچا جائے اور وہ خط اگر سطح کاغذ کے رخ سے عرض اور طول میں جیسی حالت ہو مطابق ہوجائے تو سمجھنا چاہیے کہ رخ صحیح ہے ورنہ غلط۔

اگر خیال کیا جائے تو رخ اس حساب سے نہایت آسان چیز ہے ورنہ بہت مشکل۔ حرف کا رخ اگر پھرا ہوا ہی تو ساری خوبصورتی اور خوشنمائی ایک طرف رکھی رہ جاتی ہے اور دوسرے حرف کا پھرا ہوا رخ ایک طرف رخ اتنا ضروری جزو ہے کہ اس کا سنبھالنا ہر شخص کو ... ہے۔ ... سے

جو اُس بت کی ترچھی نظر ہوگئی ... کی ... ہوگئی

نوک پلک] نستعلیق میں جتنے حروف لکھے جاتے ہیں سب کی ابتدا نوک قلم سے ہوتی۔ کاغذ پر سب سے پہلے نوک قلم کی ... سے حرف شروع کرنا چاہیے اور ... نوک سے ہونا چاہیے نوک پلک حرف کی شان اور صورت کو اس طرح چمکا دیتے ہیں جیسے چہرہ ... بے نوک کے حرف منڈا اور بدنما معلوم ہوگا۔ حرف کی زینت نستعلیق میں نوک سے ہے نستعلیق کے حروف میں نوک بمنزلہ شمشیر کی باڑھ کے ہے حرفوں کے کنارے اور اول و آخر حصہ بہت چکنا اور آبدار ہونا چاہیے۔ یہ سب باتیں آخر میں خود آجاتی ہیں۔ مبتدی کا دم گھبرا جائے گا اسلیے اس پر اور زیادہ لکھنا نامناسب ہے

وصل و فصل کرسی] وصل جیسا کہ اس لفظ کے معنی ہیں ... کو کہتے ہیں ایک جوڑ دوسرے سے مناسب دوری پر اس طرح ملے کہ نظر کو خوشنما معلوم ہو اسی کا نام اتصال نستعلیق میں وصل ہے اسکو یوں سمجھیے کہ ایک شخص نہایت خوبصورت ہے چہرہ خط و خال اور نوک پلک سے درست ہے مگر چہرہ اور گردن بجائے اسکے کہ مناسب بلندی سے باہم گر ملے اور جڑے ہوتے اس طرح ملے ہیں ملاحظہ ہو



اب اس طرح کے جوڑ اور اتصال نے چہرہ کے سارے حسن کو خاک میں ملا دیا ہے کیوں؟ محض اسلیے کہ وصل میں مناسبت دوری کی ٹھیک نہیں رہی مناسبت کے ساتھ جوڑ جوڑ کا ٹھیک اپنے معین مقام پر خوش اسلوبی سے ملانا عین کمال فن ہے اور جب ایک حرف ان تمام صفات سے متصف ہو تب اسکو نستعلیق کہہ سکتے ہیں نستعلیق ایک خیالی مصوری ہے اور بظاہر مصوری سے میرے خیال میں کچھ کم مشکل نہیں بلکہ زیادہ

مشکل کہنا بیجا نہ ہوگا۔

فصل] دوری سے مراد یہ ہے کہ ایک حرف دوسرے سے مناسب دوری پر ہو یہ نہیں کہ ایک حرف چیفس کالج لاہور کے پاس ہو دوسرا موچی دروازہ پر رونق افروز ہو اور تیسرا شالامار باغ کے اندر ہو مفردات یعنی الف۔ ب وغیرہ کی تختی مین یہ باتین زیادہ قابل لحاظ نہ بھی ہون مگر ابتدا سے طبیعت کو مذاق سلیم کا خوگر کرنا چاہیے

کرسی] اسٹریچی ہال اور قیصر باغ کی بارہ دری اور دیگر جلسون مین آپ نے دیکھا ہوگا کہ کرسیون کی نشست کس قدر باقاعدہ اور مرتب صورت مین ہوتی ہے۔ اگر سب کرسیون کی سطح نابرابر ہو یا ایک سیدھ اور لائن مین نہ ہون تو کرسیون کی نشست بُری معلوم ہوتی ہے۔ یہی حال نستعلیق مین حروف کی کرسی کا ہے۔ اگر ایک دائرہ دوسرے سے کسی قدر بھی زیادہ نکلا ہوا ہے تو ساری تحریر اس طرح بُری معلوم ہوتی ہے جیسے شعر مین ایک بے موقع اور بے کار لفظ کے رکھ دینے سے عمدہ شعر خراب ہو جاتا ہے ایک قسم کے جتنے حرف اور جتنے دائرے ایک سطر مین ہون وہ اپنے اپنے جنس والے حرف کی لائن اور ساتھ مین برابر رہین تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔

آپ تعجب نہ کیجیے گا کہ الف کی ایک تختی جو مین نے لکھی ہے اُسکو پنسل سے لکھدیا ہے۔ یہ بہت ممکن تھا کہ روشنائی سے لکھ دیتا اور اب اس موقع تک پہنچتے پہنچتے روشنائی بھی موجود ہوگئی قلم بھی آگیا مگر مین پنسل سے لکھنا نہ صرف مناسب بلکہ بالفعل ضروری سمجھتا ہون یا زندہ صحبت باقی۔ اب کیا لکھین اپنی مجبوری پر ہم بہت نادم ہین ؎

فرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا ۔ جس دل پہ ناز تھا ہمین وہ دل نہین رہا

ممتاز حسین

تضمین

بر قصیدہ اعلی حضرت صدیق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ

محبت دنیا غفلت یاد خدا کی ہے دلیل ۔ کر دیا ہے یاد اُن کے چھالون نے رستہ کو طویل
رستگاری کی نظر آتی نہین کوئی سبیل ۔ خذ بلطفک یا الٰہی من لہ زاد قلیل

مفلس بالصدق یاتی عند بابک یا جلیل

کچھ نہیں دیتی ہے اسکو مشورہ عقل سلیم کشمکش میں ہیں اسے ڈالے ہوئے امید و بیم
کس طرح سے پاؤں ہوں مرہون رہ مستقیم ذنبہ ذنب عظیم فاغفر الذنب العظیم

انہ شخص ضعیف مذنب عبد ذلیل

گردش قسمت سے جس کا ہو گیا ہو حال بد جسکے سر ہوں وہ گنہ جنکی نہیں ہے کوئی حد
ایسے نازک وقت میں کیونکر نہ وہ ہو بہر مدد قال یا ربی ذنوبی مثل رمل لا تعد

فاعف عنی کل ذنب فاصفح الصفح الجمیل

پڑ گیا ہے کثرت عصیاں سے ایماں میں خلل کیونکہ بیحد ہیں گنہ اور نیکیاں بالکل اقل
پیر تو نار جہنم ہے مجھے یاد اجل یا الٰہی کیف حالی لیس لی خیر العمل

سوء اعمالی کثیر زاد طاعاتی قلیل

وہ مریض معصیت ہوں جو نہ اچھا ہو کبھی شافی مطلق! مگر تجھ سے ہیں امیدیں بڑی
چارہ ساز بیکساں! کچھ تو علاج بیکسی اشفنی من کل داء واقض عنی حاجتی

ان لی قلباً سقیماً انت من شاف العلیل

دولت دنیا ہے دنیا ہی میں آثار جحیم ظلمت شب میں نہیں اوڑھونگا میں کالی گلیم
ہاں مگر میں چاہتا ہوں تجھ سے احسان قدیم رب ہب لی کنز فضل انت وہاب کریم

اعطنی ما فی الضمیری دلنی خیر الدلیل

میں گنا ہوں کا تو خود کرتا ہوں اپنے اعتراف یہ ترا احسان ہے۔ انکو اگر کر دے معاف
معصیت تو کیا خیال معصیت سے دل ہے صاف ہب لنا ملکا کبیراً نجنا مما نخاف

ربنا اذ انت قاضی والمنادی جبرئیل

التماس مغفرت ہی زندگی کا ہے وضوح کیونکہ یہ دنیا حسد والوں کو ہے دار فتوح
اس بدن میں جاوداں ہرگز نہیں رہتی ہے روح این موسیٰ این عیسیٰ۔ این یحییٰ۔ این نوح

انت یا صدیق عاصی تب الی المولی الجمیل

قیصر (بھوپال)

تنقید

"الدین والکون"

مصنفۂ مولانا سید کرامت حسین

آیندہ مورخ کا قلم، جسوقت انیسوین صدی عیسوی کے ربع آخر اور بیسوین صدی کے اوائل کی تاریخ لکھے گا، تو اس مین ایک خاص باب اسلامی ہندوستان کے متعلق بھی ہوگا۔ لیکن جانتے ہو کہ اس مین کیا ہوگا؟ کیا اس مین موجودہ نسل کے مناقب اخلاقی کی داستان ہوگی؟ کیا اس مین اسکی قوت عمل کا کچھ ذکر ہوگا؟ کیا اس مین اسکی فتوحات علمی کے کارنامے درج ہونگے؟ نہین یہ کچھ نہ ہوگا، بلکہ یہ ہوگا، کہ ایک قوم جس کو اپنی سات کروڑ کی وسیع آبادی پر ناز تھا، نصف صدی تک جہالت مجسم بنی رہی۔ اور صرف یہی نہین بلکہ اس جہالت پر ہمیشہ فخر کرتی رہی۔ جس وقت انکی ہمسایہ اقوام مین، جے، سی، بوس اور پی، سی، رائے جیسے یگانۂ عصر سائنس دان پیدا ہو رہے تھے، تو انکے یہان بزم مشاعرہ منعقد تھی۔ انکے ہموطن صنعت و حرفت مین درجۂ کمال حاصل کر رہے تھے، مگر انکی توجہ تمام تر صنایع لفظی پر مصروف تھی۔ دوسرون کے یہان گوکھلے و رانا ڈے جیسے ماہرین سیاست پیدا ہو رہے تھے، لیکن یہ لوگ زبان درازیون، استعارہ طرازیون کو سیاسیات و اقتصادیات کا قائم مقام سمجھ رہے تھے۔ انکی آنکھون کے سامنے تمدن جدید جس کی عمر، سائنس و علم کی ترقی کے دامن کے ساتھ بندھی ہے موجود تھا، مگر انکو اپنے بزرگون کی استخوان فروشی سے اتنی فرصت نہ تھی، کہ علوم جدیدہ کی جانب نظر بھی اُٹھا سکین۔ دنیا مین نئے نئے علوم، فنون، و اکتشافات کا سیلاب آرہا تھا مگر انکے معتقدات و قائدین، ایک بیہرانہ تحکم کے ساتھ فتوی دے رہے تھے، کہ تمھین آج سے تیرہ سو سال بیشتر جو تعلیم دی گئی تھی، اُسی پر بدستور قائم رہو۔ نفسیات کے اصول پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ قومی ترقی کا انحصار تمام تر افراد کی ذہنی و اخلاقی صلاحیت پر ہے، مگر یہ لوگ حقائق فطرت کی طرف سے آنکھ بند کرکے، اس ضد پر قائم تھے کہ ملک کی حکمرانی مین کچھ زائد حقوق مل جانا تمام امراض کے لیے اکسیر ہے۔ یہ سچ ہے کہ انکی قوم مین اخبارات بکثرت تھے، اور اُن مین سے بعض نہایت اعلے پیمانہ پر جاری تھے، مگر انکا فرض اس پر ختم ہو جاتا تھا، کہ زمانہ

سلہ مطبوعہ تصویر عالم پریس ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ ضخامت متوسط درجہ کی تقطیع پر ۲۰۴ صفحہ قیمت ایک روپیہ (۱)

جنگ مین عساکر اسلامی کی فتوحات کی فرضی خبرین وضع کرکے اپنے ناظرین کے سامعہ نواز کردیا کرین۔ یہان ان مین بعض مورخ بھی موجود تھے، مگر انکا کام صرف یہ تھا کہ اُن کے اسلاف کے متعلق، غلط یا صحیح، مگر دلخوش واقعات انھین سُنادیا کرین۔

مورخ کا قلم جس عہد کا نقشہ کھینچے گا، وہ یہی موجودہ زمانہ ہے، جس مین ہم رہ رہے ہین اور جس سے زیادہ بدبہی مثال بدمذاقی و فقدان ذوق علم کی، کوئی دوسرا ملک ادعاے تہذیب و ترقی کے ساتھ، شاید ہی پیش کرسکے۔ لیکن فضاے شب کتنی ہی تاریک ہو، تاہم ستارون کی جھلملاہٹ سے محروم نہین ہوتی؛ اور ابر خواہ کیسا ہی غلیظ ہو، تاہم بجلی کی چمک تو ایک آنی وہنگامی روشنی پیدا کرتی ہی رہتی ہے، اور ایک گم کردہ مسافر کے حق مین یہ فوری جھلک بھی ضیاے آفتاب سے کم قابل قدر نہین ہوگی۔ شاید یہی سبب ہے کہ موجودہ ہندوستان مین اگر دوسرے درجے کی بھی کوئی [illegible] شایع ہوتی ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ظلمت کدہ مین چند ذرات نور دفعۃً چمک اُٹھے اور ہماری نگاہین ایک [illegible] فوراً [illegible] ہوجاتی ہین مولانا ذکاءاللہ، و ڈاکٹر سید علی بلگرامی، کوئی مجتہد فن یا بلند پایہ مصنف [illegible] اس [illegible] مذاقی مین انکے تراجم ہی بیحد غنیمت تھے، کہ ان سے اُردودان پبلک کی علمی سطح مین کچھ [illegible] انکی نظرون مین کچھ تو وسعت اور انکے قواے مُفکرہ مین کچھ تو حرکت پیدا ہوتی تھی۔ [illegible] موجودہ ملک کے حقیقی محسن [illegible] ہی لوگ ہین، جو فلسفۂ تاریخ کے اس [illegible] ارتقاء فکری [illegible]۔

اسی [illegible] مولانا سید کرامت حسین [illegible] جو اپنے وقت [illegible] معتدبہ [illegible] عربی تصانیف [illegible] کے باوجود بھی اُردو کی طرف سے غافل نہین۔ افراد کا [illegible] انکے متعدد مقالات شایع ہوچکے ہین۔ انکی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ انکے ابناے وطن نوامیس فطرت سے ناآشنا نہ رہین، اور [illegible] بات کو [illegible] طور پر قبول کرنے کے [illegible] قواے فکری سے بھی کام لینا سیکھین۔ اس بنا پر مولانا [illegible] کا وجود ہماری زبان کے لیے نہایت مغتنم ہے۔ حال مین انکی ایک تصنیف الدین والکون کے عنوان سے شایع ہوئی ہے۔ مولانا نے حکماے یورپ مین اسپنسر کا مطالعہ بہت خصوصیت کے ساتھ کیا ہے، جس کے [illegible] کی تصانیف کی ہر ہر سطر مین ملتے ہین، اور اس خصوصیت سے انکی یہ جدید الشیوع تصنیف بھی مستثنیٰ نہین۔

دیگر ضمنی تصانیف و رسائل سے قطع نظر کرکے، اسپنسر نے اپنے مخصوص فلسفۂ ترکیبی

(Synthetic Philosophy) پر جو سلسلۂ تصانیف تحریر کیا ہے، وہ دس ضخیم جلدون میں ہے جن مین الٰہیات، نفسیات، اخلاقیات، عمرانیات، و علم الحیات وغیرہ پر بہت تفصیلی مباحث موجود ہین۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی اسکی کتاب اصول اوّلیہ (First Principles) ہے۔ یہ جلد بجاے خود دو حصون پر منقسم ہے۔ پہلا حصہ جو ساری کتاب کا صرف ⅓ ہے، اُن چیزون سے بحث کرتا ہے، جو ما فوق الادراک ہین۔ اس حصہ مین اسپنسر نے پہلے مذہب و سائنس کی ماہیت بتا کر، دو ابواب مین الگ الگ مذہب اور سائنس کے اصول اساسی کی تحلیل و تشریح کرکے دکھایا ہے کہ اپنے آخری و انتہائی مسائل کے لحاظ سے دونون یکسان طور پر ناقابل فہم ہین پھر ایک باب مین تمام انسانی معلومات کا اضافی و اعتباری ہونا بیان کرکے، خاتمہ پر یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ مذہب و سائنس مین کوئی مناقشہ نہین، دونون کے حدود عمل علیحدہ ہین۔ ہاں انکا مبدأ اولی، تو اسکے لحاظ سے بھی دونون ایک ہین، یعنے مذہب کے معتقدات، اور سائنس کے علل و معلومات کا سلسلہ آخرکار لامحالہ ایسی ذات پر جاکر منتہی ہوتا ہے، جسکی ماہیت گو ناقابل ادراک ہی، تاہم اسکا وجود تسلیم کرنا جس طرح مذاہب و ادیان کے لیے ناگزیر ہے، اُسی طرح سائنس کو بھی بغیر اسکے چارہ نہین۔ اسکے مقابلہ مین، حصۂ دوم کا موضوع عالم قابل ادراک ہے۔ اس مین فلسفہ کی ماہیت بیان کرنے کے بعد اس نے مادہ، حرکت، و قوت کے دوام و عدم فنائیت کو دکھایا ہے۔ پھر ارتقا کے قوانین و مظاہر، اور انکی تفریعات پر نہایت شرح و بسط سے بحث کی ہے۔

الدین والکون، دراصل، اسپنسر کی اسی کتاب کی نہایت مختصر تلخیص ہے، یعنی اسپنسر نے چھ سات سو صفحات کے اندر جو کچھ لکھا ہے اُن مفاہیم کو ۲۰ - ۳۰ صفحہ کے اندر ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اصول اوّلیہ کی طرح الدین والکون کے بھی دو حصہ ہین۔ ایک الدین، جو صرف سات صفحہ مین ختم ہوگیا ہے، دوسرے الکون جو باقی کتاب کا جزو ہے۔ الدین کا مقصد وجود باری اور اسکی توحید کو ثابت کرنا ہے، اور اسکے لیے ہمارے مصنف نے دو دلائل استعمال کیے ہین۔ پہلی دلیل علوم عقلیہ پر مبنی ہے، یعنی اس مین کائنات عالم کی علتون کا پتہ لگاتے لگاتے علت اولی اور غایۃ الغایات تک پہنچتے ہین، اور وہان سے واجب الوجود بے ہمتا کے اذعان پر ٹھہر جاتے ہین۔ اور دوسری فطرت بشری پر۔ ان دلائل کی توضیح مین ہمارے مصنف اگرچہ اسپنسر کے اقوال و الفاظ سے بظاہر بہت ہٹ گئے ہین، تاہم یہ دلائل درحقیقت اسی سے ماخوذ ہین۔ پہلی دلیل مصنف کے الفاظ مین سُننے کے قابل ہے :

"موجودات عالم یعنی ثوابت و سیارہ و حیوانات و نباتات و معدنیات واقعی ہیں خیالی نہیں۔ جب علوم عقلیہ معلومات سے علت کی طرف پہنچتے ہیں تو تمام موجودات عالم کی انتہا زمان، مکان، مادہ حرکت تک پہنچتی ہے ...... لیکن جب علوم عقلیہ یہ پتہ لگانا چاہتے ہیں کہ زمان و مکان و مادہ و حرکت کہاں سے آئی تو انکو مان لینا پڑتا ہے کہ وہ چاروں کسی قوت کا اثر (Phenomina) ہیں چونکہ یہ قوت باعتبار مظہر ہونے زمان، مکان، مادہ و حرکت کے مقید ہوتی ہے اور انسان کو مقید کا تعقل بے مطلق کے تسلیم کرلینے کے نہیں ہو سکتا اسلیے اس قوت کو جو غایۃ الغایات ہے تمام مظاہر و آثار کا بجز اسکے کہ اثر (Phenomina) مانیں ہیں (Noumenon) واجب الوجود ہونا کا ادراک کیا کر سکتے ہیں۔ قوت تک جو غایۃ الغایات تک رہ کے پہنچنے کے بعد عین امدا ثر میں واسطہ نہیں رہتا اور ایک بشری کی حد غایۃ الغایات یعنی قوت تک ہے اور وہ قوت گویا عین ذات اور انسان میں حائل ہے۔ قوت کے ادھر اسکے آثار میں جو امتحان ادراک کر سکتا ہے قوت کے ادھر عین ذات ہے جہاں ادراک بشری کی رسائی نہیں ..... خلاصہ یہ کہ علوم عقلیہ بتاتے ہیں کہ تمام موجودات عالم معلول ہیں ایک قوت کے جو غایۃ الغایات اور علت اولی ہے لیکن جو غایۃ الغایات بلا واسطہ موجودات عالم کے علت ہو [illegible] اور مضاف الی العالم ہے اور چونکہ مقید و مضاف کا تصور اضافی ہے جو بے مطلق کے نہیں ہو سکتا [illegible] بشری گو اس مطلق کا احاطہ نہ کرسکے تاہم وہ اس وجود مطلق کا اذعان کر لینا فطرت انسانی کا لازمی نتیجہ ہے" (صفحہ ۲۳-۲۴)

منکرین کے مقابلہ میں یہ دلیل کہاں تک موثر ہوگی؟ اسکا قطعی تصفیہ کرنا ہمارا کام نہیں، تاہم اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ مخالف کے لیے اس دلیل میں [illegible] کے مقامات بہت ہیں خصوصاً وہ مقامات جیسے اقتباس بالا میں ہم نے زیرخط کر دیا ہے اگر کوئی شخص [illegible] مادہ، حرکت، زمان و مکان کو بجائے مظاہر کے مستقل بالذات مانتا ہو تو اسکی [illegible] کیا ہو سکتی ہے؟

[illegible] فطرت انسانی [illegible] مصنف نے صانع عالم کے وجود اور اسکی توحید دونوں کے ثبوت میں پیش کیا ہے:-

"...... دنیا میں [illegible] آدمی [illegible] ہوگا جو کہے کہ عدم محض کو میں نے دیکھا ہے یا دیکھ سکتا ہوں [illegible] ہے جب عدم محض محسوس بالحواس نہیں ہو سکتا

تو ادراک بشری میں اُس سے کوئی ایسا تغیر جو موجودات کے چکھنے یا چھونے یا سونگھنے یا دیکھنے سے
پیدا ہوتا ہے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا تب آدمی کو عدم محض کا علم ہی نہیں ہو سکتا، کہ وہ کیا ہے اور
آدمی میں کیا کیا تغیرات پیدا کرتا ہے اور جب آدمی کو عدم محض کا ادراک ہی نہیں ہو سکتا تو آدمی اُس پر
کوئی حکم ثبوتی بھی نہیں لگا سکتا۔ نہ کہہ سکتا ہے کہ وہ سیاہ ہے یا سفید، ہلکا ہے یا بھاری، خوشنما ہے یا بدنما،
متناہی ہے یا غیر متناہی۔ ... حواس اور ادراک اور عقل بشری کی حد یہ ہے کہ وہ عدم محض سے متعلق ہو ہی
نہیں سکتے اصل یہ ہے کہ عدم محض کا ادراک ہرگز نہیں ہوتا، مگر عدم ادراک کو ادراک عدم کہنے لگے ہیں اور بولتے
بولتے ایسے خوگر ہو گئے ہیں کہ ادراک عدم محض کے محال ہونے کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی ادراک انسانی
کی یہی حد ہے جو کسی طرح کسی انسان کو ایسی حالت تصور ہی نہیں کرنے دیتی جس میں نہ موجودات عالم ہوں
نہ زمان نہ مکان نہ مادہ نہ قوت نہ نوع عالم بلکہ عدم محض ہو اور اسکے بعد وجود عالم ہوا۔ آدمی یہ تو
کر سکتا ہے کہ عقل کو تامل ہی نہ کرنے دے کہنے لگے کہ عالم ہمیشہ سے خود بخود ہے، جیسا دہریوں کا عقیدہ
ہے مگر یہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ عدم محض وجود بن گیا کیونکہ عدم محض کا تصور محال ہے اور اس کا اپنے
نقیض میں بدل جانا اور زیادہ محال ۔۔۔۔ عدم محض کا ادراک بھی نہ کر سکنا، اس بات کی وجہ ہے
کہ آدمی تمام موجودات کو ممکن الوجود نہیں کہہ سکتا۔ ایک موجود کو کم سے کم واجب الوجود کہتا ہے، اور یہی معنی
ہیں اس قول کے کہ فطرتاً ہر انسان موحد ہے۔۔۔۔ خلاصہ یہ کہ ادراک اور عقل بشری محدود ہیں انسان
کو یہ تصور کرنا محال ہے کہ موجودات عالم کی ابتدا عدم محض سے ہوئی، عدم محض سے ابتدا ہونا محال ہوئی تب
ایسے وجود سے ہوگی، جو عدم محض نہیں ہو سکتا، یعنے ممکن الوجود نہیں جو مسبوق بالعدم ہو، بلکہ واجب
الوجود ہے، اس واجب الوجود کے متعلق تین عقیدے ہو سکتے ہیں: -(۱) عالم خود واجب الوجود ہے۔
اور دہریوں کے عقیدہ کا یہی خلاصہ ہے۔ (۲) واجب الوجود ہوگا مگر عقل انسانی اسکی نسبت حکم نہیں
لگا سکتی اور یہی خلاصہ لا ادریہ کے عقیدے کا ہے۔ (۳) واجب الوجود ہی وہ واحد ہے ... یہ ہمارا ہے
اور یہی عقیدہ ہے موحدین کا۔ تینوں عقیدوں کے موازنہ کرنے سے عقل سلیم اسی طرف جاتی ہے کہ توحید
سب سے بہتر ہے کیونکہ تمام عالم کا باوجود اتنی کثرت کے چند سادہ اصول پر چلنا اور ایک ہی رابطہ سے
وابستہ ہونا اتفاقی ہونے کی بہ نسبت کسی فاعل کے سبب سے ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ فعل کا
بے فاعل کے ہونا عقل بشری میں نہیں آتا" [صفحہ ۔ ۷]

پہلی دلیل اگر ضعیف تھی، تو یہ ضعیف تر ہے۔ اس استدلال کی صحت مقدمات ذیل کی صحت پر موقوف ہے:

(۱) عدم محض ناقابل تصور ہے، اور اس پر کسی قسم کا حکم نہین لگایا جا سکتا۔

(۲) ممکن الوجود وہ ہے، جو مسبوق بالعدم ہو۔

(۳) ممکن الوجود (یا ہستی مسبوق بالعدم) کو اس لیے کائنات کی علت نہین قرار دیا جا سکتا۔

(۴) اس لیے ضروری ہے کہ کائنات کی علت کوئی ذات غیر مسبوق بالعدم ہو، یعنے واجب الوجود۔

لیکن ان مین سے ہر قضیۂ مخالف کے لیے انکار و اعتراض کی گنجائش رکھتا ہے۔ یہ مانا کہ کائنات کا خود آفریدہ ہونا اس بنا پر ناممکن ہے کہ یہ عقیدہ ناقابل تصور ہے لیکن معترض سوال یہ کرے گا، کہ کیا کائنات کے باہر کسی ایسی علت کو تسلیم کرنا، جو ہمیشہ سے قائم ہو اور آیندہ ہمیشہ قائم رہے؛ جو فنا و زوال کے قانون سے مستثنےٰ ہو، اور جو اگرچہ سارے موجودات کی علت ہو، مگر خود کسی علت کی معلول نہو، یعنی ہستی واجب الوجود کو تسلیم کرنا کچھ کم تعجب انگیز، غرابت آفرین، اور ناقابل تصور ہے؟ یہ مسلّم سہی کہ عدم محض ناقابل تصور و ناقابل ادراک ہے۔ لیکن ہستی واجب الوجود کب قابل تصور و قابل ادراک ہے؟ یہ بھی سچ ہے، کہ بلا فاعل کے وقوع فعل عقل بشری مین نہین آتا۔ لیکن کیا کوئی معلول بلا علت کے عقل بشری مین آجاتا ہے؟ اگر نہین، تو پھر کیون نہ واجب الوجود اور علت العلل کے پرے ایک اور علت مانیے؟ اگر کہیے، کہ اس طرح دور و تسلسل لازم آے گا، اور زمان نامتناہی کا عقیدہ ناقابل تصور ہے، تو مخالف کی طرف سے دوبارہ وہی سوال پیش ہوگا، کہ کیا ایک ایسی ذات کا تصور، جو اوصاف و خصائص نامتناہی کی جامع ہو، زمان نامتناہی کے تصور کے مقابلہ مین زیادہ آسان و قابل اختیار ہے؟

اس ضمن مین یہ امر بھی قابل لحاظ ہے، کہ مصنف نے دلائل بالا مین ایک سے زائد بار، صانع عالم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مگر اس لحاظ سے وہ اسپنسر کے عقیدہ سے بہت دور جا پڑے ہین۔ اسپنسر نے جو کچھ ثابت کرنا چاہا ہے وہ صرف یہ ہے، کہ ان تمام موجودات عالم کے پیچھے، جن کا ادراک ہم اپنے حواس کے ذریعہ سے کر رہے ہین، اور ان تمام مظاہر و آثار سے پرے، ایک ناقابل ادراک و مجہول الحقیقت ہستی مطلق ہے، جو ان تمام چیزون کی علت ہے۔ لیکن اس عقیدہ کی جانب اسپنسر خفیف سا اشارہ بھی نہین کرتا، کہ وہ ہستی ان چیزون کی صانع یا خالق بھی ہے۔ اگر دو چیزون کے درمیان علت و معلول کا رشتہ ہے تو اس سے یہ مطلق لازم نہین آتا کہ انکے درمیان صانع و مصنوع کا تعلق بھی ہو۔

الکون، فرسٹ پرنسپلز کے حصہ دوم کی مختصر تلخیص ہے۔ اور اسی لیے اس مین اسپنسر کے اصول کے
مطابق قوانین ارتقا کی تشریح کی گئی ہے۔ یورپ کے بعض علمی حلقون مین یہ سوال مدت سے چلا آرہا ہے کہ
مسئلہ ارتقا کے اکتشافات (یا زیادہ صحیح طور پر تدوین اول) کا فخر، ڈارون اور اسپنسر مین سے کس کو
حاصل ہے؟ پبلک کی عدالت سے گو عرصہ ہوا ڈارون کے حق مین ڈگری صادر ہو چکی ہے، لیکن واقعات
پر نظر رکھنے والے جانتے ہین کہ یہ قطعی اور غیر مقید فیصلہ قطعاً نا منصفانہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ مسئلہ ارتقا
کے دو پہلو ہین ایک سائنٹفک (یا حیاتی[1]) یعنی اس مسئلہ پر علم الحیات کے اصول کو پیش نظر رکھکر بحث کرنا
حیوانات و نباتات کے نشو و نما اور انکے خصائص جسمی و نفسی سے متعلق مشاہدہ و اختبار کرنا، انکے متعلق شمار
و اعداد جمع کرنا، توارث و تغیر تدریجی پر نظر رکھنا، پھر استقرار ان سے تنازع للبقا و بقاے اصلح کے کلیات مع
انکی تفصیلات کے منتزع کرنا وغیرہ۔ دوسرے فلسفیانہ یعنی نظام کائنات پر مجموعی نظر ڈال کر یہ نظریہ
قائم کرنا کہ یہ کارخانہ تغیرات تدریجی کے اصول پر چل رہا ہے اور مادہ و قوت کے نوامیس طبعی کی بنا پر یہ فیصلہ
کرنا کہ موجودات عالم کا فعل و انفعال تا ظہور نتائج ایک ارتقائی اسلوب پر جاری ہے، پھر ان کلیات کو
مختلف شعبہ جات موجودات پر قیاساً منطبق کرکے انہی سے ہر قسم کے مسائل پر روشنی ڈالنا وغیرہ ظاہر ہے
کہ انمین سے پہلا طریقہ گویا عملی ہے، اور دوسرا نظری۔ ڈارون نے شق اول اختیار کی، وہ پہلا شخص تھا،
جس نے عدیم المثال کاوش و احتیاط کے ساتھ حیوانات و نباتات کے خصائص کی تحقیق کرکے حیاتی نقطہ
خیال سے ارتقا کے قوانین مدون کیے، لیکن اسکے آگے اس نے کسی مسئلہ کو ہاتھ نہین لگایا۔ اسپنسر نے شق دوم
کا انتخاب کیا۔ اس نے فلسفیانہ حیثیت سے ارتقا کے نہ صرف عالمگیر اصول قرار دیے، اور پھر کائنات کی ایک
ایک چیز کو خواہ وہ مادی ہو یا غیر مادی اسکے تحت مین داخل کیا۔ اسپنسر ڈارون کا جس طرح حریف نہ تھا،
اسی طرح اسکا مقلد و خوشہ چین بھی نہ تھا [illegible] اس نے اپنا نظریہ ڈارون کی کتاب
سے کئی سال پیشتر شائع کردیا تھا۔ اپنی متعدد ضخیم تصنیفون مین اس نے اخلاقیات، نفسیات، عمرانیات، سیاسیات
وغیرہ ہر قسم کے مسائل قوانین ارتقا ہی کی روشنی مین حل کیے ہین۔ فرسٹ پرنسپلز اسکے سلسلۂ تصانیف کے لیے
مقدمہ کا کام دیتی ہے، جس مین اس نے ان مسلمات اصول کی تشریح کی ہے جنکی توضیح وہ اپنی تصانیف
مابعد مین کرے گا۔ الکون مین ان ہی مسائل کی تلخیص کی گئی ہے۔

---

[1] یعنی Biological [illegible] ہماری زبان کی اصطلاح مین مستعمل ہوا ہے کہ معنی ظن و گمان۔

ہمارے مصنف کا کام آسان نہ تھا۔ موضوع کتاب ایک تو بجائے خود نہایت اہم و وسیع، پھر انھین چند صفحات مین نہایت اختصار کے ساتھ ادا کرنا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ اُردو جیسی علمی حیثیت سے مفلس زبان مین ادا کرنا، مصنف کو اپنی دشواریون کا خود احساس اور نہایت صحیح احساس ہے۔ فرماتے ہین :-

"مجھے اندیشہ ہے کہ میری کوشش بہت ہی قاصر ہوگی۔ اول تو مسئلۂ کون فلسفۂ جدید کے عام ترین اور اس لیے وسیع ترین مسائل مین سے ہے۔ باقی تمام علوم عقلیہ کے کلیات اسکے مبادی و نیز تشریحات ہین ..... [دوسرے یہ کہ] ایسے عظیم الشان مسئلہ کے بیان کے لیے چند صفحے میرے اختیار مین ہین اور وہ بھی اُردو مین جو ابھی تک علوم کی اصطلاحوں اور مفہومون کے ادا کے لیے بھی مستعد نہین۔ مجھکو ناگزیر ایسے لفظ اور فقرے وضع کرنے پڑے ہین، جن سے کان آشنا نہین۔ اور جو ابھی تک اپنی التزامی دلالت سے بجز ظلمات بعضہا فوق بعض کے اور کچھ نہین دکھا سکتے ہین۔ روشنی کی موجون کو بجائے اثیر (Ether) کے میلے گدلے پانی کے واسطہ سے ناظرین تک پہنچانا چاہتا ہون مجھکو اندیشہ ہے کہ میری تحریر عام فہم نہ ہوگی۔" [صفحہ ۹-۱۰]

ان دقتون کا اظہار رسمی نہین، بلکہ واقعی ہے۔ اور انکے واقعیت کا احساس، راقم تنقید سے نا آشنا کسی اور کو نہ ہو۔ لیکن یہ ظاہر کرنا، غالباً مبالغہ کی آمیزش سے بالکل خالی ہے، کہ مصنف کو ان دقتون پر غالب آنے مین غیر معمولی کامیابی حاصل ہوی ہے۔ لغزشون اور فروگزاشتون سے پاک ہونا تو اعمال انسانی کے نصیب مین نہین، لیکن اگر اُردو کے موجودہ اہل قلم گروہ مین سے کوئی دوسرے بزرگ اس کام کو ہاتھ لگاتے تو مجھے شبہ ہے کہ اس سے بہتر تو کیا، اسکے لگ بھگ بھی انکی تصنیف پہنچ سکتی بحیثیت مجموعی، جس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ ہمارے مصنف نے اپنا فرض ادا کیا ہے، وہ انھین کا حصہ تھا، اور وہ اس امر کے پورے مستحق ہین کہ ملک سے مبارکباد حاصل کرین۔ ذیل مین ہم الکون سے، چند مسائل کے متعلق، کچھ اقتباسات درج کرتے ہین، جن سے ناظرین کو اسکے متعلق رائے قائم کرنے مین مدد ملے گی۔ ارتقاء کا مفہوم کیا ہے؟ اس کو مصنف نے ان الفاظ مین بیان کیا ہے :-

"کائنات کی کچھ نہ کچھ چیزون کا تجربہ ہر شخص کو ہوتا ہے بعینہٖ وہ سمان ہے کہ تماشائی بازار مین کہین بیٹھ جائے اور اپنی آنکھون سے سیکڑون آدمیون اور چیزون کو ایک جانب سے دوسری جانب چلتے دیکھ لے۔ عالم مین بھی گویا ایک طرف سے چیزین معرض وجود مین آتی ہین، اور دوسری طرف پردۂ عدم مین چلی جاتی ہین"

[کئی صفحوں کی توضیح و تشریح کے بعد] یہ چند مثالیں ہیں ان العالم متغیر کی۔ کائنات میں ان بیوں تغیرات سدا سے ہوتے رہے ہیں اور سدا ہوتے رہیں گے مجموعۂ کائنات عالم جیسا آج صبح کو تھا ویسا شام کو نہ رہے گا ..... سورج جیسا دس بجے ایک دن کو ہوتا ہے ویسا اسی دن بارہ بجے نہیں رہتا..... بیج میں زمین کے گرنے سے درخت کے پیدا ہوکر فنا ہوجانے تک ہر لحظہ و ہر آن تغیر ہوتا ہے۔ ایسا ہی نطفہ میں وقت انعقاد سے وقت موت تک تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ عالم میں تغیر ہی تغیر ہے جہاں کہیں سکون نظر آتا ہے وہ محض اعتباری ہے تغیر کی یہ افراد لا تقف عند حد کے معنی میں یقیناً غیر متناہی ہیں۔ اگر ان سب کو نوعوں میں تقسیم کرنا چاہیں تو با اعتبار قدر مشترک جتنی نوعیں پسند ہوں بن سکتی ہیں۔ مگر غور طلب یہ بات ہے کہ آیا لفظ تغیر کسی ایسے فعل واحد موجود فی الخارج پر دلالت کرتا ہے جو جنس الاجناس ہو ان ان بیوں تغیرات کی جو رات دن کائنات عالم میں ہوا کرتے ہیں یا یوں کہیے کہ آیا کوئی ایسا قضیہ تغیرات عالم کی تعبیر کے لیے بن سکتا ہے جو کلیۃ الکلیات ہو اور کوئی تغیر ایسا نہ ہو جو اس کلیہ کبریٰ کی فرد نہ ہو۔

[صفحہ ۱۰ - ۱۲]

ظاہر ہے کہ اس کلیہ کبریٰ کا نام ارتقا ہے، گو مصنف نے اسکے بجائے کون کا لفظ پسند کیا ہے، اسکے آگے اُن مسائل کا ذکر ہے۔ جنکے تسلیم کرنے پر مسئلہ ارتقا کے قضایا موقوف ہیں، اور جو اسکے نیے اصول موضوعہ کا کام دیتے ہیں اس سلسلہ میں نفس انسانی کے محدود القویٰ ہونے کا ذکر کرکے اُسکی قوت کے حدود کی تعیین بھی کی ہے :-

"حد اول تو یہ ہے کہ عدم محض کو ادراک انسانی ادراک نہیں کر سکتا - ..... [ثانیا] ادراک انسانی کی یہ بھی حد ہے کہ وہ صرف علت حدوث کو جان سکتا ہے علت خلق کو نہیں جان سکتا - علت حدوث کا علم اسکو صیانت حیات میں مدد دیتا ہے۔ علت خلق کا علم اگر بفرض محال ہو بھی سکے، تو صیانت حیات میں اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا - بالفاظ دیگر کہہ سکتے ہیں کہ ادراک انسانی کو صرف کیف یعنی کیوں (How) کا علم ہو سکتا ہے - لما، یعنی کس لیے (why) کا علم ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر شکر و ذائقہ میں اتصال ہو تو انسان حکم لگا سکتا ہے کہ ایک کیفیت خاص جسکو شیرینی کہتے ہیں پیدا ہوگی مگر یہ بات کہ شکر کس لیے شیرینی پیدا کرتی ہے اور نمک کیوں نمکینی کی کیفیت پیدا کرتا ہے ادراک انسانی سے باہر ہے" [صفحہ ۲۵]

یہ آخرالذکر نکتہ جس قدر شدت کے ساتھ اہم ہے، افسوس ہے کہ اسی قدر بیدردی کے ساتھ عوام تو ایک طرف حکما تک کے مقالات مین نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور اسی کے نظر انداز کردینے کا یہ نتیجہ ہے کہ متشککین (sceptics) اور مستیقنین (Dogmatists) کے درمیان ایک دائمی ہنگامہ آرائی کی بنیاد پڑ گئی ہے۔ لیکن خیر اس بحث کے چھیڑنے کا یہ موقع نہین۔

آگے چل کر مادہ، حرکت، و قوت کے دوام و عدم فنائیت کا ذکر کیا ہے :-

"تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عرف مین جسکو فنائے مادہ کہتے ہین وہ عدم محض نہین ہے ۔ صرف غیبت عن النظر یا عدم محسوسیت ہے ۔ اگر مادہ کا کوئی حصہ معتدبہ یا اسکے سالمات کا ایک جزو بھی معدوم محض ہوسکے تو تمام وہ علم جن مین مقادیر سے بحث ہوتی ہے اور جنکے مقابات مین مقدارون کے تعین ہونے سے صحیح نتائج نکلتے ہین غیر صحیح ہوجائین۔۔۔ علاوہ اسکے ادراک بشری فقط موجود ہی سے متعلق ہوسکتا ہے معدوم محض سے متعلق نہین ہوسکتا ایسی حالت مین یہ حکم لگانا کہ مادہ موجود معدوم محض ہوگیا ہے یا عدم محض مادہ بن گیا ہے طاقت بشری سے باہر ہے" [صث۲]

اسی طرح آئندہ صفحات مین مصنف نے حرکت و قوت کے استمرار کا مع اسکی اہم تفریعات کے بیان کیا ہے۔ ان بیانات کے متعلق ہمین مصنف صاحب سے صرف یہ گلہ ہے کہ انھون نے ناواجب اختصار سے کام لیا ہے۔ اصولاً ایجاز و اختصار جان بلاغت سہی، لیکن اس سے بھی انکار نہین ہوسکتا، کہ بعض مواقع پر تفصیل و اطناب ناگزیر ہوتا ہے۔ اقتباس بالا مین جو عبارت ہم نے زیر خط کردی ہے، اگر اسکی تائید و توضیح مین اُن مشاہدات و اختیارات مین سے چند کا بھی حوالہ دے دیا جاتا، جنھون نے مادہ کی عدم فنائیت، اور محض تغیر اشکال، کو ثابت کردیا ہے، تو یقیناً یہ دعویٰ زیادہ وقیع، باوزن، و دلنشین ہوجاتا۔

خاتمہ کتاب پر ارتقاء کی تعریف ان اُردو دان پبلک کے لیے نامانوس الفاظ مین کی گئی ہے :-

"کون نام ہے سالمات مادی کے انضمام[۱] اور حرکت کے انتشار[۲] کا جس مین مادہ اپنی غیر معین[۳] اور غیر لازب[۴] اور متحد النوع حالت سے معین[۵] اور لازب[۶] اور مختلف النوع[۷] حالت کی طرف چلتا ہے اور جس مین وہ حرکت مملوکہ[۸]

---

۱ Integration ۲ Dissipation ۳ Indefinite

۴ Incoherent ۵ Definite ۶ Coherent ۷ Homogeneous

۸ Retained Motion ۷ Heterogeneous ۶ Coherent

جو مادہ مین رہ جاتی ہے، غیر معین اور غیر لازب اور متحد النوع حالت سے معین اور لازب اور مختلف النوع حالت کی طرف چلتی ہے۔"

اس تعریف کا مفہوم پوری طرح پر سمجھنے کے لیے ناظرین کو اصل کتاب کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔

آخر مین کتاب کی طرز ادا سے متعلق گزارش یہ ہے کہ متعدد مقامات پر عربی الفاظ وتراکیب کے ثقل و نامانوسیت نے قطع نظر اس سے کہ عبارت مین سلاست وہمواری نہین باقی رکھی ہے، نفس مفہوم کا سمجھنا بھی عام ناظرین کے لیے دشوار کردیا ہے۔ فلسفیانہ تحریرین ایک تو اپنے موضوع ہی کے لحاظ سے پبلک کے نزدیک خشک وغیردلچسپ ہوتی ہین، پھر اگر انکی عبارت مین شگفتگی ودل آویزی نہ ہو، تو انکے پڑھنے والے شاذونادر ہی پیدا ہوتے ہین۔ سنجیدہ وعلمی مفاہیم کو اردو مین ادا کرنے کا جو اسلوب سرسید۔ اور مولانا شبلی نے اختیار کیا ہے، وہ متانت وسلاست کی جامعیت کے لحاظ سے قابل تقلید ہے، اور اب تک تمام اسالیب بیان سے بہتر وکامیاب تر ثابت ہوا ہے۔

غرض ان خصوصیات اور ان غیر اہم لغزشون کے ساتھ، الدین والکون کا وجود، بہ حیثیت مجموعی ہمارے سرمایۂ ادب مین نہایت بیش بہا اضافہ کا باعث ہوا ہے۔ اور ہم ان تمام افراد سے جو فلسفیانہ ارتقا کے مہمات مسائل پر اطلاع حاصل کرنے کے خواہشمند ہین، جو اسپنسر کے فلسفہ کے مبادی سے واقف ہونا چاہتے ہین یا جو عام سنجیدہ ودقیق مسائل سے ذوق رکھتے ہین، اس رسالہ کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہین۔

لیکن سخت حق پوشی ہوگی، اگر ناظرین سے یہ مخفی رکھا جائے، کہ رسالہ مذکور کا، کم از کم، جزو اعظم جناب مصنف کی کوئی جدید تحریر نہین۔ بلکہ الکون والاتکثر الجنسیۃ وہی مضمون ہے، جو آج سے آٹھ سال پیشتر، رسالہ دکن ریویو مین شایع ہوچکا ہے (رسالہ دکن ریویو بابت جنوری ۱۹۰۵ء) اور تعجب ہے کہ جن صاحب نے یہ رسالہ (غالبًا مصنف کی اجازت لے کر) مرتب فرمایا ہے، انھون نے اس امر کو ناظرین سے ملاز رکھنا ناجائز نہین خیال کیا۔

عبدالماجد

رباعی

کس چیز کی حد نہین؟ یہ کہنے کی ہے بات!	پایان رکھتے مین اپنے کل مخلوقات
دو چیزون کی صرف ہم نے دیکھی نہین حد	اک گیسوے یار دوسرے ہجر کی رات

امتیاز علی

تصویر حیرت

ہمارے عزیز دوست حضرت محشر لکھنوی نے جن کا نام دنیائے ادب مین غیر معروف نہین ہے مندرجۂ ذیل نظم اس رنگین تصویر پر لکھکر عنایت فرمائی ہے۔ جو نشۂ شباب کے عنوان سے ماہ جون کے العصر مین نکلی ہے۔ اور جس پر جناب طالب بنارسی کی بھی ایک نظم ہے۔ یہ انصاف کہ در اصل تصویر سے شباب کی کیفیت و سرمستی ظاہر ہو رہی ہے یا حیرت و خود رفتگی، ناظرین کے ذوق سلیم اور نکتہ شناس نظر پر موقوف ہے۔ ہم بذات خود کوئی فیصلہ نہین کرنا چاہتے بلکہ اپنے دوست کی نظم بجنسہ درج الناظر کیے دیتے ہین   المحب ایڈیٹر

آ پڑی فصل جوانی مین غضب کی فکر کیا
کون یہ زیر شجر تصویر حیرت بن گیا

محو ناز حسن کیسے یاس یا انتظار
کچھ نہین کھلتا اگر ہے بھی تو کس کا انتظار

یہ سکوت اور بے حسی تبلا رہی ہے صاف صاف
کچھ ہوا شاید کسی سے طبع نازک کے خلاف

طبع برہم ہے تو یہ کیا ابرو ون پر بل نہین
دل مین غصہ ہے تو یہ کیا کیون نہین چین بر جبین

کون پوچھے کس لیے محو پریشانی ہے تو
کون پوچھے کس لیے تصویر حیرانی ہے تو

اس درخت بارور کے جذب خالص پر نثار
آکے دم لے جسکے سایے مین تجھ ایسا بیقرار

دل پہ کیا گزری کہ جس نے اپنا گھر چھوڑوا دیا
کیا ہوا ان ڈالیون کے سایے مین کیون دم لیا

کوئی پوچھے تو طبیعت کیون ہے تنہائی پسند
کوئی پوچھے تو دل نازک ہوا کیون دردمند

زلفین کھولی تھین مگر پھر باندھنا مشکل ہوا
وقت زینت کیا خیال آخر خلاف دل ہوا

کرکرا کیون ہو رہا ہے نشۂ عہد شباب
بہ رہے ہین کیون ابل کر ساغر چشم پر آب

کر لیا شاخون پہ تکیہ دیکھکر جی کو نڈھال
موتیون کا ہار ٹھہرا جان کا گویا وبال

سنسنی سی تن بدن مین اور گرا جاتا ہے دل
ہو رہی ہے سانس لینے مین طبیعت مضمحل

بات کیونکر ہو سکے قابو مین جب دل ہی نہین
کیون نہ چپ لگ جائے اف کرنے کے قابل ہی نہین

جی بہلنے کے لیے گھر بار سارا تج دیا
پھر بھی راس آیا نہ سایہ اس نہال سبز کا

کب تک امید مین دکھا سکیگی یہ سبز باغ
جھلملایا جاتا ہے عہد جوانی کا چراغ

آخر اس انداز مایوسی سے کیا حاصل ہوا
دیکھنے والے خدا معلوم سمجھین دل مین کیا

باندھکر شاخون مین چلے گھر چل لے سیت شباب
مل رہے گا غیب سے تیری مرادون کا جواب

شام ہونے آئی ملتا اب نہ تھم زیر شجر
ہم کو وسواس آرہے ہین ڈھانپ لے آنچل سے سر

قول محشر یاد رکھ سچا جو ہو جذب وفا
کچھ نہین مشکل نکلتا آرزوے شوق کا

شرط اتنی ہے نہ چھوٹے ہاتھ سے دامان صبر
گرگزرتی ہے بہت کچھ قدرت امکان صبر

محشر لکھنوی

موت

دنیا کی اُن چند چیزوں مین جن پر انسان کا قابو نہین چلتا ایک موت بھی ہے - ابتدائے آفرینش سے آج تک اسی کا دور دورہ ہے اور رہتی دنیا تک برابر یون ہی رہے گا - زمانہ کروٹین بدلتا رہا لیکن موت کے محکم آئین اور زبردست اصول مین بال برابر بھی فرق نہ آنا تھا نہ آیا - امیر و غریب سب پر ہمیشہ یکسان اسکا تسلط رہا - اس نے جب فرمان قضا جاری کیا تو کسی کو دم لینے تک کی مہلت نہ دی کہین مرض کا سفیر بھیج کر کسی کو چونکا دیا کہ تیار ہو جاؤ، چل چلاؤ کے دن آپہنچے کہین کسی پر اچانک ایسا شبخون مارا کہ اُسکو پانی بھی نہ مانگنے دیا - کسی مان کی بھری گود خالی کر کے اسکے لذات زندگی کو خاک مین ملا دیا - کسی کو اسکے مان کی محبت بھری آواز سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا - کسی کے سر سے ایک شفیق باپ کا سایۂ عاطفت اُٹھا کر اسکو یتیم کر دیا - کسی عصمت و عفت کی دیوی کو بے شوہر کر کے غم و کلفت کے تیرہ و تار قید خانہ مین عمر بھر کے لیے قید تنہائی کی سزا دی - کسی بہن کو بھائی اور کسی بھائی کو بہن کا داغِ مفارقت دیا - ایک کو فرش نشاط سے اُٹھا کر جنازہ کے ساتھ کیا تو دوسرے کو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ ایک صف ماتم اُٹھا کر دوسری بچھاتا - مختصر یہ ہے کہ اس نے ہر موجود کو مٹا کر دنیا کو فانی لقب بنا دیا -

یون تو موت کے ظاہری نتائج ایسے خوفناک ہین کہ اس سے سب ہی ڈرتے ہین مگر انسان کے تغافل شعار دل مین موت کا خوف ہر وقت برقرار نہین رہتا ورنہ شاید اسکی زندگی تلخ ہو جاتی اور اس خیال مین کہ اب موت آئی اور اب مرا اب گھبراہٹ ہی مین سب کے سب چھوٹے گھُل گھُل کر قبل از وقت فنا ہو جاتا -

مرنے کا خیال محض چند ساعت کے لیے کبھی کبھی اور وہ بھی خاص حالتون مین انسان کے دل مین پیدا ہوتا ہے - ان خاص حالتون مین ایک کیفیت ہے جو کسی دوسرے کے مرنے کی خبر سننے سے انسان پر طاری ہوتی ہے - اُس وقت انسان کے دل مین دو قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہین ایک تو وہ قدرتی افسوس ہے جو انسان کو اپنے ہم جنس کی مرگ پر نظر آتا ہوتا ہے دوسرے وہ عبرت جو دوسرے کی افسوسناک حالت دیکھکر اسی سے اپنے متعلق قیاس کرنے مین حاصل ہوتی ہے یعنی یہ کھٹکا کہ جیسے یہ مرگیا یون ہی ایک دن ہمین بھی مرنا ہے - اگر مرنے والے مین اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہین تو یہ افسوس و غم نسبتہً زیادہ ہوتا ہے اور اُسکی کمیت اور مقدار ذاتی تعلقات کے زیادہ یا کم ہونے پر منحصر ہوتی ہے - اگر وہ تعلقات خاص اور ایسے ہی

کہ اُن سے اپنا ذاتی نقصان کم ہوا تو رنج کم ہوتا ہے اور اگر ایسے تھے کہ خود اپنے کو نقصان زیادہ ہوا تو رنج بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اگر موت کا سانحہ زیادہ پُر حسرت اور دردانگیز ہے تو اسی نسبت سے عبرت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ذکی الحس دل ایسے سانحے کا اثر بہت جلد اور زیادہ قبول کرتا ہے اور ایسے حوادث سے بہت کچھ سبق حاصل کرتا ہے۔ بعض رقیق القلب اشخاص اپنے احباب و اعزہ کی موت پر اسقدر روتے ہین کہ آنکھین سوج جاتی ہین اور چہرے سے ہلاکت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہین مگر یہ حالت بھی کیسے ہی عزیز خاص کے لیے کیون نہو عرصہ تک باقی نہین رہتا۔ وقت خود آنسو پونچھ دیتا ہے کسی سانحہ کے وقوع مین آنے سے قبل دل کی جو حالت محض اسکے وقوع کے تصور مین ہوتی ہے وہ اسکے واقع ہونے پر باقی نہین رہجاتی۔ ماں باپ چچا بھائی۔ بہن بی بی بچے ہر ایک کی موت کے صدمہ کو انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس سے نہ اُٹھ سکے گا اور وہ انکے غم مین ہلاک ہو جائے گا مگر انکے رجانے پر دل کو صبر آہی جاتا ہے۔ دو چار گھنٹے رونے کے بعد آنسو جواب دیدیتے ہین اور ایک گونہ قرار آجاتا ہے۔ انسانی خواہشین مثلاً بھوک پیاس نیند اور آرام کی جستجو اسکے سامنے خیالات کو منتشر کردیتی ہین طبیعت یا تو گریہ وزاری کو بے سود سمجھکر یا اپنی بیقراری سے تھک کر ٹھہر جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ غم گھٹتا ہے اور مکروہات دنیا مین انسان پڑجاتا ہے۔ پھر وہی تن آسانی۔ وہی نفس پروری وہی محفل نشاط۔ وہی خوش وقتیان۔ اس کا خیال بھی تو بھول کر نہین آتا کہ ہم مین سے کیسے کیسے اہل محبت کیسے کیسے نیک۔ کیسے کیسے عزیز اور کیسے کیسے نامور اُٹھ گئے۔

دوسری کیفیت بیم ورجا کی اسوقت پیدا ہوتی ہے جب انسان صاحب فراش ہوتا ہے۔ بیماری مین طرح طرح کے پریشان خیالات اسکے دماغ مین ہر وقت آتے رہتے ہین۔ ہر لحظہ موت کی تصویر آنکھون کے سامنے پھرتی ہے اور انسان کی روح وجسم دونون سخت کرب کے عالم مین ہوتے ہین۔ کبھی یہ خیال کرکے کہ یہ دنیا۔ دنیا کی تمام چیزین اور دنیا کے سارے تعلقات جلد چھٹنے والے ہین اپنی گزشتہ زندگی پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر افسوس کرتا ہے کہ آہ! مین نے جن چیزون کو مدت العمر کی سعی سے فراہم کیا تھا وہ اب ایک دم مین ہاتھ سے جانے والی ہین۔ کبھی اپنی ناکام آرزوون اور خام امیدون کا شمار کرتا ہے تو انکا سلسلہ نا متناہی پاکر یہ شعر پڑھنے لگتا ہے ؎

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

کبھی اپنے اعمال پر نظر ڈالتا ہے تو اپنے نقائص اور عیوب کو یاد کرکے کہتا ہے کہ ہائے یہ عمر مفت گنوائی

کچھ نہ کیا۔ پھر اپنے گناہوں کی لمبی فہرست کا تصور کر کے کف افسوس ملتا ہے کہ عمل خیر کے ذخیرہ سے کچھ بھی ساتھ نہ لیا۔ دیکھیے موت کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اس خیال کے ساتھ فوراً دل کے ہر ذرہ میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے امیدوں کی کشتی ڈگمگانے لگتی ہے اور دل ہی دل میں کہتا ہے اب تو جو کچھ بھی ہو مر ہی جانا اچھا ہے۔ مایوسی ہے کہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ آہ اسکے خیالات کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ اسکے تصورات اور سوہان روح کا اندازہ کرنے کے لیے اسکے دل کے ترجمان ہو کر ہم یہ شعر پڑھ دیتے ہیں ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے　　مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائین گے

بستر مرگ پر جو تصویریں عالم برزخ کی انسان تصور میں کھینچتا ہے وہ ایسی بھیانک ہوتی ہیں کہ اسکا جی دہلنے لگتا ہے۔ اول تو دنیا کی دلچسپیوں کی وجہ سے یوں ہی مرنے کو دل نہیں چاہتا اور پھر انسان یہ سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد اور بھی سختیاں جھیلنی پڑین گی اس لیے بے ساختہ یہی دعا کرتا ہے کہ کچھ دن تو اور اس مصیبت میں نہ پڑوں تو اچھا ہے مگر جب سب تدبیریں الٹی پڑ جاتی ہیں۔ دوا کام نہیں کرتی اور بے مرے چارہ نہیں دیکھتا تو عجیب مایوسی کے ساتھ موت کی یوں خوشامد کرتا ہے "اتنی اور مہلت دیدے کہ جو کام بغیر میرے بگڑ جائین گے وہ کر لوں۔ اچھا اتنا اور جینے دے کہ میں اپنی اصلاح اور اپنے نفس کا تزکیہ کر لوں اور اپنے گناہوں اور بداعمالیوں پر توبہ و استغفار کر لوں" یہ انسان کی بیکسی پر موت زہرخندہ کرتی ہے اور کہتی ہے "تیری طرح بہت سے مرنے والے اچھے ہو گئے مگر اس مہلت کو انھوں نے غنیمت نہ سمجھا۔ لذائذ دنیا میں پھر پڑ گئے۔ بتلا تیرا کیا بھروسہ کل نفسٍ ذائقۃ الموت کو سوچ اور چل دیر نہ کر"

قبرستان کی طرف سے گزرتے وقت بھی موت کا خوف انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردہ زبان حال سے کہہ رہا ہے ؎

بر مزار ما غریبان نے چراغے نے گلے　　نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

کسی کی لوح تربت پر یہ شعر

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا　　کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است

اور کسی کے سنگ لحد پر یہ التجا

جو آپ آئے ہیں تو فاتحہ بھی پڑھ لیجیے　　گزر پھر آپ کا سوئے مزار ہو کہ نہ ہو

کنندہ دیکھکر دل بھر آتا ہے۔ مرنے والون کی بیکسی اور بےبسی پر آنکھیں پرنم ہوجاتی ہین۔ آبادی کے رہنے والون کو سنسان جنگل مین دیکھکر وحشت ہوتی ہے۔ خاک سے نفرت کرنے والون کو منون خاک کے اندر دبا ہوا پاکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین۔ جلوت مین وقت گزارنے والون کی تنہائی پر عبرت ہوتی ہے کسی کی جوانی کسی کا بزرگانہ برتاؤ کسی کی شفقت کسی کا بچپنا۔ کسی کی محبت کسی کا بھولاپن یاد کرکے دل ہاتھ پاؤن ہوجاتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ٹھنڈی سانس کے ساتھ زبان پر جاری ہوتا ہے اور کچھ یاد کرکے دل یہ کہتا ہے ؎

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین　　خاک مین کیا صورتین ہونگی جو پنہان ہوگئین

مدت کے بچھڑے ہوؤن کو یاد کرکے جی چاہتا ہے کہ بہت دن کے چھٹے ہوے ہین کچھ باتین کرین کچھ انکی سنین کچھ اپنی سنائین بیتاب ہوکر پکارتے ہین مگر صدا برنہ خیزد۔ ایک خاموشی ہے جو راز عدم کو ظاہر نہین ہونے دیتی مگر ہان گوش عبرت مین یہ ایک پُردرد آواز آتی ہے ؎

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین　　چراغ کشتہ ہون عاشق کے ہین گور غریبان کا

اس آواز پر پریشان ہوکر کہتا ہے ؎

کس سے پوچھین خبر قافلۂ ملک عدم　　کوئی پیدا نہوا خاک مین پنہان ہوکر

سچ تو یہ ہے کہ ملک عدم کی حالت عجب راز سربستۂ قدرت ہے۔ دنیا کے اکثر معمے حل ہوگئے بمشکل سے مشکل عقدے کھل گئے۔ یہ تک معلوم ہوگیا کہ موت اسلیے آتی ہے کہ نظام عالم درست رہے اور کثرت آبادی سے خلائق کشمکش مین نہ پڑے۔ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ کائنات فنا سے کسی کا بقا ظاہر ہوتا ہے حوادث روزگار سے قدامت الٰہی کا پتہ چلتا ہے مگر مرنے کے بعد کیا گزرتی ہے یہ سوال اب تک لاینحل رہا۔

کوئی پھرا نہ عدم سے کہ اس سے پوچھتے ہم　　مسافرو کہو منزل پہ کیا گزرتی ہے

یہ بھی عجیب رمز قدرت ہے جس سے مذہب اور اخلاق دونون کا شیرازہ بندھا ہوا ہے۔ اگر یہ معلوم ہوجاتا کہ کل کیا پیش آئے گا اور مرنے کے بعد کیا ہوگا تو انسان کی حالت دیدنی ہوتی "سب کچھ کرو مگر مرنے کے بعد بھی چین سے گزرے گی" اگر یہ دل خوش کن خبر اسے موثق ذرائع سے پہنچ جاتی تو جامۂ انسانیت سے خارج ہوکر انسان کچھ عجب نہین کہ شیطان ہوجاتا اور اگر مرنے والے کی جزا و سزا حساب کتاب فشار و صعوبات کا اسے عین الیقین حاصل ہوتا تو فردا کے خوف مین ساری زندگی عجیب وسوسہ فکر و پریشانی کے

عالم مین گزرتی گر یہ راز نہ سمجھ مین آیا ہے نہ آئے گا اسکو بس یون ہی سمجھے۔

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستم گاری مین کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

سید کلب عباس نقوی

علم

علم سے سارے نقوش غیب نے پائی نمود علم ہے کلک شعاع مہر تابان باوجود

ساغر عالم نمائے ساقی وحدت ہے علم پرتو مرآت معنی معنی صورت ہے علم

علم مفتاح طلسم گنج مخفی حکیم مظہر اول ہے علم اور محرم سر قدیم

مصحف رخسارۂ خوبی کی ہے تفسیر علم خواب ناز شاہد معنی کی ہے تعبیر علم

قلب مجنون سے بھنور مغز فلاطون بلبلا بحر ہستی مین ہے عشق و عقل کا طوفان بپا

ربط عشق و عقل ہی یا اتحاد مغز و پوست اسکو ذکر دوست کہیے اور اسکو فکر دوست

علم مین ہے عشق مخفی عشق مین دانش نہان نور واحد کے ہین مظہر دیدۂ دل بیگمان

علم سے ہے عالم کثرت کا سارا انتظام اسکے قبضے مین ہے اس وادی کے ناقون کی زمام

علم بیمارون کے حق مین تودۂ خاک شفا فانیون کے واسطے سرچشمۂ آب بقا

علم نے کم کر دیا طول زمان بعد مکان کیا عجب مٹ جائے گر فرق زمین و آسمان

قلب خاکی مین اسی نے نور عرفان بھر دیا علم نے انسان کو مسجود ملائک کر دیا

علت حسن خصال و باعث عزت ہے علم زینت مال و منال و دولت راحت ہے علم

شاہد قدرت کی شاطر رعنائی علم ہے مختصر یہ ہے کہ شان کبریائی علم ہے

عبد الرحمن شاطر مدراسی

عالمگیر خودکشی

پر

ایک سرسری نظر

کئی سال کا ذکر ہے کہ کسی قانونی امتحان کے پرچہ مین ایک سوال میری نظر سے گزرا تھا کہ وسیلہ جرم تبلادو جس کے ہونے پر کوئی سزا نہین دی جاسکتی لیکن جب ہونے والا ہو تو مرتکب مجرم ہوگا۔ ممتحن کی غرض خودکشی سے تھی۔ مجھے اب اس خیال سے تعجب ہوتا ہے کہ ہم بھی اپنے احساس کے لحاظ سے عجیب ہین بالعموم واقعات بھلے ہون یا برے جب دفعۃً وقوع پذیر ہوتے ہین تو انکی شہرت بھی ہوتی ہے اور داروگیر بھی۔ لیکن وہی واقعات اگر تدریجی افعال کا نتیجہ ہون تو کسی کو حس بھی نہین ہوتی کہ کیا ہوا کیا نہین ہوا اسی خودکشی کو دیکھنا چاہیے کہ برس چھ مہینے مین دس بیس واقعے خودکشی کے سُننے مین آتے ہین تو تعجب کیا جاتا ہے لیکن متعجبین اپنے اُن افعال کی حس بھی نہین کرتے جنکے ذریعہ سے وہ روزانہ خودکشی کی تیاریان کررہے ہین روزمرہ جو موتین ہوتی ہین اور جنکو نوے فیصدی اموات بالمرض مین شمار کیا جاتا ہے میری راے مین وہ سب خودکشی کا نتیجہ ہین لیکن یہ ضرور ہے کہ تدریجی خودکشی کا یہی امتیاز کیا جاسکتا ہے مین کسی قوم کی تخصیص نہین کرتا نیز شاذ و نادر سے بحث نہین کرتا بلکہ فللاکثر حکم الکل مین یقینی طور پر دعوی سے کہتا ہون کہ دنیا مین اتنی بھی نہین ہے کہ جس کا ہر فرد خودکردہ افعال روزمرہ کے ذریعہ سے خود کو موت کے منھ مین نہ دے رہا ہو۔ روزمرہ کے مشاغل حالیہ آلات خودکشی ہین جزئیات ملاحظہ فرمائیے مرو جہ پان کا استعمال جسکو اکثر تمباکو کے ساتھ دو آتشہ کردیتے ہین حقہ۔ سگریٹ۔ مشروبات و ماکولات کا بے محل استعمال و بے اعتدالی ورزش غیر معتدل و بے وقت۔ تمام بدپرہیزی۔

غالباً ناواقف لوگ ہنسین گے کہ مین یہ کیا کہہ رہا ہون لیکن غور کیا جاے تو معلوم ہوگا کہ ایک جگہ سو زیان یا ایک آتشین، سگریٹ یا ایک گھنٹہ کی بے محل ورزش یا چہل منٹ کی کوئی بھی بدپرہیزی جو شخصی مزاج کو مضر ہو اندرونی حصہ جسم مین ایک خفیہ پیدا کرتی ہے فی الوقت گو اسکی حس قوی المزاج یا بطی الحس ہونے کی وجہ سے نہو، مضبوط دیوار مین چھوٹا سا رخنہ بھی تمہید ہے اسکے متزلزل ہونے کی۔ لوگ کہتے ہین

اور مین بھی باور کرتا ہون کہ اس زمانہ کے لوگ جلد مرتے ہین کیون نہ مرین زندگی کے کس شعبہ مین احتیاط کی جاتی ہے اور قوانین فطرت کا کون لحاظ کرکے زندگی کے دن کاٹتا ہے ہزار مین ایک بھی مشکل سے ملیگا اسمین عورت مرد امیر غریب عالم جاہل سب بحسب استعداد مساوی العمل ہین۔ اگلے وقتون کے لوگ فی صدی نصف کم و بیش ایسے ہوتے تھے کہ وہ خدا کے دیے ہوے قوی کو صحیح طور پر استعمال کرتے تھے اور اُنکی ٹھیک ٹھیک محافظت کرتے تھے یہی راز ہے کہ نہ صرف بڑی بڑی عمرین ہوتی تھین بلکہ خاصۂ احتیاط اُمنگ (جو کلید خزانۂ طول حیات ہے) انکی زندگی کے ہر کارنامہ مین نظر آئے گی۔ اگر وہ میدان کارزار مین ہین تو قابل فخر سپاہی اور اگر گھر مین ہین تو مضبوط دل و دماغ کے میان آدمی نہ انکا بڑھاپا نہ ہماری جوانی خزان کا دور ہے مگر وجاہت پرما، الشباب قربان ہے ؎

غضب کا حُسن ہے بوڑھون مین اگلے وقتون کے   یہ جن کی پیری ہے اُنکا شباب کیا ہوگا

دیکھو اس زمانہ کی لڑائیان کہ انکو اگلی جنگون سے کوئی نسبت ہی نہین کثیر الافراد و فارغ البال قومین بوجہ اتحاد قومی کی مدد سے گو کامیاب ہوجائین لیکن وہ شجاعت حوصلہ امنگ کے حربون سے عاری ہین کیا وجہ ہے کہ پہلے زمانہ کے معرکون مین فریب دغا کے حربے شاذ استعمال کیے جاتے تھے اور اس زمانہ مین اگر یہ حربے کُند ہین تو فتحیابی ذرا ٹیڑھی کھیر ہوجاے گی۔ العرض اس زمانہ کے انسان فیصدی نہین بلکہ فی لاکہ ننانوے ہزار افعال خودکشی مین مبتلا ہین (اور اگر کوشش کرین خود کو کمتر اور اپنی اولاد کو بیشتر عمدہ ترتیب دے کے اس زمانہ مین بھی تعمیل زندگان کر سکتے ہین) نہ صرف وہ بدیہی افعال ناروا جنکو علم الاخلاق روکتا ہے مزیل عمر ہین بلکہ وہ افعال جو ستۂ ضروریہ سے متعلق ہین خود ایسے بے ڈھنگے طریقہ سے کیے جاتے ہین کہ زندگی طبعی حد تک پہنچنے نہین پاتی۔ کیا کوئی دعوی کر سکتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹہ مین کھانے پینے سونے جاگنے او دیگر لوازم آرام و راحت مین ایک منٹ کے لیے قواعد طبیہ ملحوظ رکھتا ہے یا اپنے مزاج کو تول کے کوئی کام کرتا ہے میرے خیال مین ہرگز نہین۔ بس یہ کہنا بیجا نہین کہ خدا کی بہترین مخلوق ہوتے عالمگیر خودکشی مین مبتلا ہے اور اسکی سزا گو دنیا کی کوئی گورنمنٹ نہین دے سکتی مگر جس عظیم الشان قوت کا عطیہ زندگی ہے اُسکی گرفت کے لیے ہم سب کو تیار رہنا چاہیے۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

امین احسن رضوی سنبھل

گلۂ محرومی

حضرت ارشد کے کلام سے ناظرین الناظر نا آشنا نہین ہین۔ آپ کی دردمند طبیعت سے ہر شعر افسین ڈوبا ہوا نکلتا ہے۔ بالخصوص یہ نظم جو ایک خاص اثر سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے اس کا ہر ہر لفظ مصنف کے دلی سوز و گداز کی زبان حال سے خبر دے رہا ہے کیا اچھا ہو کہ ہمارے عزیز دوست اس گلۂ محرومی کے بعد ترانۂ کامیابی بھی ہمین جلد تر سنا سکین۔

سب ایڈیٹر

کس کس امید سے مین محو تمنا نہ ہوا
دل مین وہ کونسا جذبہ تھا جو پیدا نہ ہوا

کثرت شوق نے کیسی ہوی ہنگامہ فزا
شورش انگیز امنگون کا اثر کیا نہ ہوا

آرزوون نے کیا حشر نہ برپا کس دن
کب تلاطم مین خیالات کا دریا نہ ہوا

میری دنیاے تصور نہ تھی کیا کچھ معمور
خلوت راز مین بھی مین کبھی تنہا نہ ہوا

اللہ اللہ تخیل کی وہ گوناگونی
جس کی نیرنگ نمائی کا مین دیوانہ ہوا

آہ ناکامی قسمت کو نہ سوچا مین نے
عیش امروز مین فکر غم فردا نہ ہوا

کبھی بھولے سے بھی اسکا مجھے آیا نہ خیال
میری ہستی مین تغیر ہی یہ اچھا نہ ہوا

انقلابات زمانہ کے خبر دیتے ہین
زیر گردون کبھی انسان کا چاہا نہ ہوا

عالم یاس مین اب فرط الم سے ارشد
برزبان حضرت تسلیم* کا فرمانا ہوا

ہاے کیونکر نہ کرون مین "گلۂ محرومی"
لاکھ ارمان تھے اور ایک بھی پورا نہ ہوا

ارشد تھانوی

* لکھنو مین [illegible] ہے — ایڈیٹر

سنہ ۱۹۱۲ء مین محمود نے کیا کہا تھا؟

(سلسلہ کے لیے جولائی کا الناظر ملاحظہ ہو)

جس غصے اور جوش کے ساتھ احمد مرزا محمود کی اسٹڈی کے کمرے مین داخل ہوے تھے۔ دس منٹ کے بعد جب باہر نکلے تو وہ سب کافور تھا اور شکست و درماندگی کے آثار اُنکے چہرہ پر نمایان تھے۔ سبب یہ ہوا۔ کہ دماغی اور جسمانی دونون لحاظ سے محمود اسقدر افضل تھا کہ احمد مرزا پر اُسکا رعب چھا گیا دو چار کھرے کھرے جملون مین صاف طور سے اُس سے کہدیا گیا کہ اپنے مطلب سے مطلب رکھے دوسرون کے کام مین دخل دینا اُسکا منصب نہین ہے اور اگر اپنا منھ نہ بند کرے گا تو پھر اس گھر مین اسکی کچھ ضرورت نہین ہے بہتر ہے کہ کہین اور جاکر اپنی رات گزارے۔ احمد بیچارہ غصے کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گیا۔ محمود سے وہ عمر مین چھوٹا بھی تھا پھر بہن کا بھی خیال آیا غیر کا گھر اور کوئی آس پاس ہمدرد نہین اسلیے کمرے سے باہر آکر اُس نے دل مین سوچا کہ بہتر یہ ہوگا کہ کسی حکمت عملی سے کام لیا جاے کیونکہ ایک ضدی اور پاگل شخص سے سابقہ پڑا ہے۔ لڑنے۔ زبردستی کرنے اور سمجھانے سے کچھ کام نہ چلے گا اسلیے وہ دل ہی دل مین کچھ سوچتا ہوا بہن کے پاس چلا گیا۔

اتنے عرصہ مین باہر سے ایک گاڑی کی آواز آئی اب محمود دل مین یہ سوچ کر کہ اُسکے مہمان آگئے جلدی سے اسٹڈی کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ دو نوجوان گاڑی سے اُترے غالباً کسی دلچسپ بحث مین مصروف تھے کیونکہ برامدے کے قریب تک پہنچ گئے لیکن انھون نے سامنے آنکھ اُٹھا کر محمود کی طرف نہ دیکھا۔ پھر یکایک انمین سے ایک نے جو زیادہ جوش و خروش کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا چھڑی اُٹھا کر بنگلے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو اُسکی نظر اپنے میزبان کے مسکراتے ہوے چہرہ پر پڑی۔ اُس نے سیڑھیون کو دو تین جست مین پھاند کر آناً فاناً طے کیا اور یہ کلمہ انگریزی مین کہتے ہوے "ہلو محمود۔ تمھارے دیکھنے کو تو میری آنکھین ترس گئی تھین گرمجوشی سے مصافحہ کرتا ہے پھر اپنے دوست کو سر سے پاؤن تک دیکھ کر اپنی چھڑی سے ان کے کوٹ کے آخری بوتام کی طرف اشارہ کرتا ہے) بائی جوڈ مائی ڈیر نپولین۔ تم کیسے موٹے ہو گئے ہو اب تو اچھا خاصہ توند نکل آیا ہے۔"

اسکے بعد دوسرے نوجوان نے ہاتھ ملا کر کہا "بھائی نپولین مجھے ڈر تھا کہ آج تمھارے گھر ہم کھانے کے وقت تک پہنچ سکین گے۔ اس نامعقول نے (ساتھی کی طرف اشارہ کر کے) مُنکا ترین بڑی دیر لگا دی [illegible]

یہ جگہ بھی بہت فاصلہ پر ہے"

محمود (کسی قدر کشیدگی کے ساتھ) "مجھے تم دونون سے بہت بڑی شکایت تھی کہ میرے گھر پر آکے نہین ٹھہرے۔ اور مسعود"

مسعود (جلدی سے بات کاٹ کر اور اپنے ساتھی کی پیٹھ پر زور سے ہاتھ مار کر) "واللہ مین محفوظ سے کہتا تھا کہ نپولین بہت خفا ہوگا۔ مگر یہ کب کسی کی سُنتے ہین"

محفوظ (متعجب ہوکر) "واہ واہ! خوب۔ اپنا الزام آپ میرے سر تھوپتے ہین یہ کس کا ارشاد تھا کہ بھائی محمود کے کام مین ہرج ہوگا اور ہماری تفریح اُنکی الجھن کا باعث ہوگی"۔

مسعود "خیر اب سہی کل کی پکنگ کے بعد۔ تم بالکل تیار رہنا مین نے کل کے لیے بڑا انتظام کیا ہے (مسکرا کر) اوہ یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ مسز نپولین بھی تشریف لاکر مجھے عزت بخشین گی۔ ٹھیک ہے نا (کسی بات کو دبا کر رومال جلدی سے نکالتا اور پیشانی کا پسینہ پوچھنے لگتا ہے اور آرام کرسی پر پاؤن پھیلا کے بیٹھ جاتا ہے) اس گستاخی کو معاف کرنا مگر مین بہت تھکا ہوا ہون۔ پیاس بہت لگی ہے کوئی روح پرور عرق منگاؤ اور چند سگرٹ بھی"

اور لوگ بھی کرسیون پر قریب ہی بیٹھ گئے۔

یہان مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر مسعود سے ناظرین کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ تعارف کرا دیا جائے مسعود کا قد ۶ فیٹ سے زیادہ لانبا ہے اور جسم کسی قدر دبیز۔ گزشتہ موقع پر جب انھون نے اپنے آپ کو تولا تھا تو سولہ اسٹون تقریباً ڈھائی من) وزن تھا۔ لیکن اعضا مین غیر معمولی پھرتی اور حرکات و سکنات مین ایسی تیزی اور انداز گفتگو مین ایسا جوش تھا کہ اس جثہ کے لوگون مین کم پایا جاتا ہے۔ چہرہ گول تھا اور آنکھون سے صاف دلی مسخرا پن۔ شوخی اور خوش مزاجی اس درجہ نمودار تھی کہ دیکھنے والے کو معاً یہ گمان ہوتا کہ غصہ چڑچڑاہٹ اور بدی کا کوئی خیال اس شخص کے دل مین تل کے برابر بھی جگہ نہین پا سکتا۔ سنجیدگی کے آثار چہرہ پر شاذ و نادر ہی کبھی نمایان ہوتے ہونگے اور جب وہ کسی سے جوش و خروش کے ساتھ کسی مضمون پر بحث کرتا ہو تو البتہ پیشانی اور رخسارون پر شکنون کو دیکھکر کسی کو یہ دھوکا ہو سکتا تھا کہ اُسکی عمر ۲۵ سال سے کم نہین ہے لیکن یہ خیال صرف ایک لحظہ بھر کے لیے آسکتا تھا کیونکہ فوراً ہی وہ ہنس دیتا اور اُسکے بشاش چہرے کو دیکھکر یہ خیال کیا جاتا کہ وہ اٹھارہ بیس برس سے زیادہ کا نہین ہے۔ لوگون کو تعجب تھا کہ ایسے سبک مزاج شخص نے ڈاکٹری کا پیشہ جسمین بہت متانت اور غور و فکر کی ضرورت ہے کیون اختیار کیا ہے۔ اور یہ پیشہ انکے لیے بالکل ناموزون معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ مسعود کے ساتھ بہت خلا ملا رکھ چکے ہین وہ اچھی طرح جانتے ہین کہ اس کی

مسخری اور ہلکی صورت کے اندر ایک ایسی متین سنجیدہ اور علمی طبیعت چھپی ہوئی ہے جسکی خوبیوں کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔ لباس انکا فراکسوٹ اور ترکی ٹوپی تھی مگر ایسا ستھرا پن اور سلیقہ تھا کہ ایک شکن کوٹ پر نہوتی اور ایک دھبہ کالر پر نہوتا۔ لوگوں کو حیرت تھی کہ برسوں کے سوٹ انکے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے کل ہی بن کر آئے ہیں رومال ہمیشہ کوٹ کی بائیں آستین کے اندر ٹھنسا رہتا اور یہ عادت تھی کہ جب کبھی جوش کے ساتھ کوئی بات کہتے ہوتے تو بار بار رومال سے پیشانی کو پونچھتے رہتے یا چاندی کی شام والی چھڑی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے اگر کھڑے ہوتے تو پشت کی طرف کر کے گھماتے اور اگر بیٹھے ہوتے تو دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر اُسے پھراتے رہتے۔ بائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی جسمیں نگ غائب تھا۔ سبب پوچھا جاتا تو جواب دیتے کہ کنوار پنے کی نشانی ہے جب شادی ہوگی تو یہ خالی جگہ بھر دی جائے گی۔ اب ہم اصل قصے کی طرف رجوع کرتے ہیں

محمود (مسکرا کر اور مسعود کی طرف ایک پرمعنی نگاہ سے دیکھکر) "روح پرور عرق! کہیں وہسکی سوڈے کا تو آپ نے نیا نام نہیں رکھا ہے۔ کیا واقعی!"

مسعود (جلدی سے سنبھل کر بیٹھ جاتا ہے) "او نو۔ نو۔ یہ گستاخی اور میری شان میں۔ میرا مطلب سوڈے یا لیمنیڈ سے ہے یا کچھ نہیں تو خیر اکوا ڈسبلا ہی سہی۔"

محفوظ "اکوا سے آپ کے کوا (قوا) کو سیری ہوگی۔"

مسعود (اپنا ہاتھ دھپ مارنے کے لیے بڑھا کر) "میں سچ کہتا ہوں کہ تمھاری یہ بھدّے مذاق کی عادت کبھی نہ چھوٹے گی یہ تمھارے ضلع میرے کانوں کو۔۔۔۔۔"

محفوظ "(مسکرا کر اور انگلی سے اشارہ کر کے) کیونکہ آپ کے کانوں کو ان لطیف باتوں سے میل نہیں ہے۔

مسعود (جھلا کر) "چپ نامعقول"۔

اتنے میں گلاس در پانی کی بوتلیں آگئیں مسعود نے دو تین گھونٹ پی کر اپنا گلاس آرام کرسی کے ہتھے پر رکھ دیا اور سگرٹ جلا کر پینا اور منھ سے دھوئیں کے چھلّے بنانا شروع کیا۔ اتنے میں محمود نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے پوچھا "کہو جالینوس ثانی! تم نے ابھی تک پریکٹس بھی کہیں شروع کی میرے خیال میں تو بہت سے مریضوں کو قبرستان کی ہوا کھلا چکے ہوگے۔"

مسعود (منھ بنا کر) "مریض! ہنھ ابھی تک مجھے اپنی بیکاری کے امرض سے تو نجات ملی ہی نہیں دوسروں کی کیا خبر لوں۔ ہندوستان دوزخ نشان میں جب سے آیا ہوں دل کی گھبراہٹ کا یہ عالم ہے کہ ایک جگہ جی نہیں لگتا۔ (ٹھنڈی سانس لے کر) ہا پرستان اب خواب وخیال ہوگیا۔ یہاں کے موسم کی گرمی اور لوگوں کی سرمہری

نے میرے دماغ سے غبار کی طرح سارے سائنس کو نکال دیا ہی - آہ یہ لوگ قدر دان نہین ہین اگر جانتے کہ مین نے ولایت مین کیسے کیسے معرکے کے علاج کیے ہین تو آج ہاتھون ہاتھ لیتے - اور علاج بھی کس فیاضی کے ساتھ کہ ایک پیسہ فیس کا نہین لیا بلکہ اپنے پاس سے کچھ دیدیا (شوخی سے مسکراتے ہوے) آپ کو یقین نہین آتا اور شاید یہ جاننا چاہتے ہین کہ مین کس شعبہ مین دستگاہ کامل رکھتا ہون (محفوظ کی طرف مخاطب ہوکر) تم بتادو کہ مجھے کیسے کیسے مریضون سے سابقہ پڑا ہے (رُخ کو پھیر کر) خیر مین خود ہی ایک مثال سُناتا ہون - جہاز پر واپسی کے وقت ایک مہ جبین فرانسیسی لیڈی مرے پاس آکر کہنے لگی کہ "میرا علاج کردو - دل کی بیماری مین مبتلا ہون" مین نے کہا "خوب میڈم اسمین تو مجھے ید طولیٰ حاصل ہی" اُسکے بعد راستہ بھر مین نے اُنکی جو خدمت کی ہے اُسے خدا ہی جانتا ہے - لیکن ایک دن وہ ناراض ہوکر مجھسے کہنے لگین کہ "موسیو تم دنیا کی باتون مین بڑے نادان ہو مجھے تم سے سخت مایوسی ہوی" مین نے جواب دیا "اب اس سے زیادہ آپ اور کیا چاہتی ہین - مین سچ کہتا ہون کہ مجھ مین اب اور زیادہ قابلیت نہین کیونکہ مین بالکل بیک بینی و دو گوش ہون - صرف - اور اگر آپ کو یقین نہو تو....."

یہ تقریر کچھ ایسی متانت و سنجیدگی کے ساتھ کی گئی تھی کہ دونون دوستون کو خوب ہنسی آئی - اسپر جالینوس نے کہا "ہین ہین اسمین ہنسی کی کون سی بات ہی مین نے دنیا کے لوگون کی ناشکری کی ایک مثال بیان کی ہی - کہ....."

محفوظ نے کوٹ کا دامن پکڑ کر کہا "کیون بے اب یہ مذاق بھلا کس کا ہی میرا ہے کہ تیرا" محمود نے مسکرا کر کہا "مسعود تمھارے لیے یہ کنوار پن نہایت خطرناک ہی - بہتر ہے جلد کہین شادی کرلو" اسپر جالینوس نے دونون کی طرف نہایت حیرت و استعجاب سے دیکھا پھر اپنے کوٹ کے دامن سے سگرٹ کی راکھ کو رومال سے جھاڑ کر کہنے لگا "ڈیم - یہ سگرٹ پینے کی عادت بہت خراب ہی مین اسکو چھوڑ دون گا - ہان اب اُس واقعہ کا انجام تو سُن لو -"

اتنے مین نوکر نے آکر کہا کہ خاصہ میز پر تیار ہی تینون دوست اُٹھکر کھانے کے کمرے کی طرف بڑھے راستہ مین محفوظ نے محمود کی طرف مخاطب ہوکر کہا "ان حضرت کی ایک قابلیت کا حال تو آپ نے سُن لیا اب دوسری سُنیے کہ ابھی مجھ سے گاڑی مین بحث کرتے چلے آتے تھے کہ ہماری خراب معاشرت کا علاج قانون ارتقا کے رو سے ڈارون کے خیال کے مطابق کرنا چاہیے اس لیے کہ انسان کی دم جس طرح صدہا سال کے بعد رگڑ رگڑ کر غائب ہوگئی ہے اسی طرح ہمارے قبیح عادات و مراسم مثلاً پردہ سسٹم وغیرہ جو ہمارے دماغ کا جزو بن گئے ہین رفتہ رفتہ کسی پتھر پر گھس گھس کے نیست و نابود کردیے جائین ورنہ اگر یکبارگی کاٹ دوگے تو خون نکلے گا اور بڑی تکلیف ہوگی - مین نے کہا اچھا دیکھین نپولین کی اس مسئلہ پر کیا رائے ہے" محمود نے منھ بنا کر مسعود کی

طرف دیکھا اور کہنے لگا "غلط - بالکل غلط خیال ہے - مین سچ کہتا ہون کہ نئی سائنس کے پڑھنے اور ولایت کی آب وہوا سے تم پر خاک بھی اثر نہین ہوا - بالکل اُسی پُرانے دقیانوسی خیال کے ہو جیسے ہماری یہان کے انتی برس کے بڈھے"

مسعود نے قہقہہ مار کر جواب دیا "شاباش نپولین - تیری ہمت کا مین قائل ہون مگر ذرا آہستہ سے اتنی تیزی کے ساتھ نہین - غریب ڈارون کی روح کو بڑا صدمہ پہنچے گا کہ بلا ثبوت کے تم اسکو صلواتین سُنا رہے ہو"

محمود (ہنس کر) "اوہ تم کو ثبوت کی ضرورت ہے - اچھا ابھی اپنی آنکھون سے دیکھ لوگے"

کھانے کی میز پر پہنچ کر تینون دوست اپنی اپنی کرسیون پر بیٹھ گئے - دو کرسیان زائد تھین مسعود نے انجان بن کر پوچھا "کیون بھئی اور کون صاحب آنے والے ہین"

محمود "ایک کرسی پر احمد مرزا اور اُنکی پاس والی کرسی پر زبیدہ میری بی بی (مڑ کر پیچھے دیکھتا ہے) معلوم نہین یہ دونون ابھی تک کیون نہین آئے - وقت کی پابندی نہ کرنے سے مجھے سخت نفرت ہے"

مسعود (نہایت انبساط کے ساتھ) "واللہ لیڈی کی سوسائٹی بھی کیا فرحت اثر ہوتی ہے - ڈانک ہے ڈانک مجھے معلوم ہوتا تو اپنے ایک اور عزیز کو ساتھ لیتا آتا - آج کی دعوت ضرور بڑے لطف کی ہو گی"

محمود (فتحمندانہ مسکراہٹ سے) "اور آپ جب میری دعوت اپنے یہان کرینگے تو امید ہے کہ ایک نہین بلکہ تین چار لیڈیان ہون گی"

مسعود (تعجب سے آنکھین اٹھا کر مگر پھر یکایک زور سے قہقہہ مار کر) "ہا ہا - اب مجھے یاد آیا وہ آپ کی شرط (سر پر ہاتھ پھیر کر) میرا حافظہ کس قدر ضعیف ہو چلا ہے (سر ہلا کر) بیشک بیشک - انشاءاللہ (دبی آواز سے) بشرطیکہ آج کی رات خیریت سے گزر جائے" گھڑی نکال کر وقت دیکھتا ہے پھر رومال سے اپنی پیشانی پونچھکر حالت انتظار مین دروازے کی طرف دیکھنے لگتا ہے - پنٹ پر پنٹ گزر گئے محمود کی بیچینی بڑھتی گئی اتنے مین احمد مرزا داخل ہوا محمود نے خفگی سے پوچھا "کیون تمھاری بہن کہان ہین" "مجھے معلوم نہین" "معلوم نہین؟" جھلا کر محمود کھڑا ہو جاتا ہے اور اندر کے کمرے مین چلا جاتا ہے - احمد مرزا بھی خاموشی کے ساتھ پیچھے پیچھے روانہ ہوتا ہے -

مسعود (محفوظ کی طرف دیکھ کر) "بھئی یہ دونون تو اس طرح کھسک گئے - اب معلوم ہوتا ہے کہ چند سال کے بعد واپس آئین گے اور مین بھوکا بہت ہون اسلیے بہتر ہے کہ بسم اللہ کہہ کے کھانا شروع کر دیجیے"

محمود (خشمگین ہو کر) "زبیدہ تم یہان کھڑی ہوئی کیا کر رہی ہو - میز پر کھانا رکھا ہوا ٹھنڈا ہو رہا ہے - تم کو چاہیے تھا

کہ اپنے مہمانون سے پہلے کھانے کے کمرے مین موجود ہوتین اور انکا استقبال کرتین (خاموش دیکھ کر) بولو اس خاموشی کے کیا معنی ہُو

زبیدہ (نہایت دھیمی آواز سے) "کچھ نہین (آنکھین نیچی کرکے رُک رُک کر) مجھے غیرمردون .... کے ساتھ ...... کھانا کھاتے .... بڑی شرم آتی ہے"

محمود (اپنے پاؤن غصّے سے زمین پر مار کر) "تمھاری یہ بیہودہ نامعقول شرم ...... خدا کی قسم مین مہینون سے سمجھاتے سمجھاتے اور لکچر دیتے دیتے عاجز آگیا اور آج بھی تم سے اسقدر تاکید کے ساتھ کہا مگر تمھاری سمجھ ایسی ہے کہ اُسپر کچھ اثر نہین ہوتا" بی بی کا ہاتھ پکڑ کر "بس یہ نخرے جانے دو۔ میرے حکم کی تعمیل کرنا تم پر فرض ہے"

زبیدہ کا ایک ہاتھ محمود کے پنجہ مین تھا دوسرے سے وہ اپنے چہرہ کو چھپائے ہوئے تھی اور اُسکا سینہ اضطراب قلب کی وجہ سے موج بحر کی طرح پے بہ پے اور زور زور سے اُبھرتا اور بیٹھ جاتا تھا۔ اپنے شوہر کے منھ سے یہ آخری کلمات سُن کر اُس نے جلدی سے اپنا ہاتھ چہرہ پر سے ہٹا لیا اور کچھ غصّے۔ کچھ بیچارگی اور کچھ شکایت کے ساتھ آنکھین ملا کر بھرّائی ہوی آواز مین جواب دیا "اوہ۔ میرے اوپر یہ جبر نہ کیجیے اور یہ الزام آپ کا بیجا ہے۔ آپ ہی بتائیے کہ مین نے آج تک کس بات مین آپ کے خلاف حکم کیا ہے۔ مجھے آپنے زیور پہننے کو منع کیا۔ مینے اپنا ایک ایک چھلا اُٹھا کر الگ پھینکدیا ہاتھون کو دکھا کر اور اب صرف یہ دو چوڑیان ہاتھون مین رہ گیئن ہین۔ آپنے تنگ پاجامے اور دوسرے لباس کی مخالفت کی مین نے آج تک اُنکو اپنے بدن سے چھوا تک نہین۔ آپنے مسّی، سرمہ اور مہندی سے اپنی ناخوشی ظاہر کی۔ دیکھیے اُس دن سے مین نے اُنکو ہاتھ لگایا ہو تو حرام ہے۔ مگر مین یہ ایسے کیسے اپنی سرشت کو بدل کر غیرمردون کے سامنے ہو جاؤن۔ اُنکے خیال ہی سے میرا رونگٹا رونگٹا کانپ اُٹھتا ہے"

محمود کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھے گئے تاہم غصّہ مین اُس نے یہ سمجھکر کہ بچپن کی جھجک ہے ایک مرتبہ کے بعد دور ہو جائے گی بی بی کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور ہاتھ چھوڑ کر اصرار کے ساتھ کہنے لگا "زبیدہ اگر آج تم نے مرا کہا نہ مانا تو مجھے دوستون کے سامنے سخت ذلت و خفت اُٹھانا پڑے گی" اس جملہ نے زبیدہ کے چہرے پر نہایت تاسف اور آزردگی کا اثر نمایان کر دیا اور وہ آنکھین نیچی کرکے اپنے ارادے مین مذبذب معلوم ہونے لگی۔ کچھ مُنھ سے کہنا چاہتی تھی کہ یکایک اُسکی نظر اپنے بھائی پر پڑی جو محمود کے پیچھے دس قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ احمد مرزا نے بہن سے دوچار ہوتے ہی ریل کی جھنڈی کی طرح اپنے

دونون ہاتھون کو ہلانا شروع کیا اور چہرہ اور ہونٹون کی جنبش سے غائبانہ پیغام دینا شروع کر دیے مثلاً بہن کو خاموش دیکھکر احمد کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور ہاتھ سے منع کیا کہ ہرگز نہیں پھر جب زبیدہ کی آنکھون نے سوال کیا کہ تمھین بتاؤ مین اب کیا کرون تو بھائی نے چٹکی بجانے کا اشارہ کر کے جواب دیا کہ کچھ بہانہ کر دو مگر وہ جب اس کا مطلب نہ سمجھی تو اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور پیٹ کی طرف انگلی لے گیا اور بہن کو رضامند دیکھکر گردن ہلا کے مسکرایا اور ہونٹون سے کہا کہ شاباش میرے کہنے پر عمل کرو تو تم کو نجات مل جائے گی۔ اس بے تار کی تار برقی کا اثر فوراً ہی ہوا کیونکہ زبیدہ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھکر اور کسی قدر مُنھ بنا کے بڑی تکلیف سے کہا "مین سچ کہتی ہون کہ مرے سر مین اس زور کی ٹیس ہوتی ہے اور بخار چڑھا ہوا ہے کہ آپ کو یقین نہین آئے گا مگر مین سچ کہتی ہون"

محمود "اچھا تو تم کچھ کھانا نہین صرف جا کر بیٹھ ہی جانا تمھاری طبیعت بہل جائے گی" بہن نے بھائی کی طرف پھر دیکھا جس کے جواب مین اُس لائق مارکونی (marconi) نے پھر اپنی حرکات سے بتایا "اور مین قسم کھاتی ہون آج شام سے مجھے تین مرتبہ غش آ چکے ہین اور اسوقت بھی متلی ہو رہی ہے" یہ کہکر سر تھام کے بیٹھ گئی۔

محمود کو ان عذرات کا بھلا کب اعتبار ہو سکتا تھا اور جب پیچھے مڑ کر احمد مرزا کی طرف دیکھا تو خود بخود سارا راز کھل گیا۔ مگر کچھ کہے سُنے بغیر غصّے سے کھانے کے کمرے مین چلا گیا اور دروازہ اس زور سے بند کیا کہ مسعود کے ہاتھ سے کانٹا چھوٹ کر پلیٹ پر گر پڑا۔

مسعود (اُچک کر) "آخر خیر تو ہے۔ یہ آپ ایسے آندھی کی طرح کیون تشریف لائے (کھانے کی طرف اشارہ کر کے) اگر تم ۵ منٹ اور ٹھہر کر آتے تو یہ ساری رکابیان صاف ہو گئی تھین"۔

محمود نے اپنے دل کے اضطراب کو بہت ضبط کے ساتھ چھپایا کہ دوستون پر اسکی ناکامیابی نہ کھلنے پائے اور چہرے کو بشاش بنا کر رومال اپنے سامنے بچھایا اور کھانا کھانے مین مشغول ہو گیا۔

مسعود نے طنزیہ کہا "تم اتنی دیر تک کہان رہے۔"

محمود (افسردگی کے ساتھ) "کچھ نہین۔ بھائی مجھے کس قدر افسوس ہے کہ بیگم کی طبیعت ایسی علیل ہو گئی کہ وہ کھانے پر آنے سے معذور ہین"۔

مسعود (نہایت اضطراب کے ساتھ) "کیا کہا! مجھے کس قدر ناامیدی ہوئی (دبی زبان سے) یہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے تھے"۔

محمود کو احمد مرزا پر بہت غصہ تھا اور وہ بڑی کشیدگی کے ساتھ اُسکی طرف سے مُنھ پھیرے ہوے کھانا کھاتا رہا۔مسعود نے ایک شوشہ اور چھوڑا۔"محمود تم پر مجھے بہت حیرت ہے کہ بی بی بیمار ہے اور تم اطمینان سے بیٹھے ہوے کھانا زہر مار کر رہے ہو۔مین ہوتا تو نہ معلوم کیا آفت مچا دیتا۔ڈاکٹر کو بلاتا۔طرفہ تماشا یہ ہے کہ مین یہان بیٹھا ہوا ہون اور تم نے پوچھا تک نہین" محمود کے دل مین اسقدر غصہ تھا کہ اُس نے اس بات کا کچھ جواب نہین دیا۔کھانا کھانے کے بعد وہ ۱۰ منٹ تک نہایت خاموش رہا اور صبر کے ساتھ مسعود کے جلے کٹے جلے سنتا رہا پھر اپنے دل مین کچھ بات ٹھان کر جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور گول کمرے کا دروازہ کھول کر زنان خانے مین داخل ہو کر جلدی سے دروازہ اس طرح سے بند کیا کہ مرزا کو پیچھے آنے کا موقع نہ ملے۔یہان غریب زبیدہ ایک گوشہ مین کھڑی ہوی زار و قطار رو رہی تھی۔محمود کے آتے ہی اُس نے جلدی سے گلے مین باہین ڈال دین اور بہت اُداسی کے لہجے مین کہا"خدا کے لیے مجھ سے خفا نہو۔جو تم کہوگے وہی کرونگی۔ڈرتے ہوے پن سے التجا کر کے) مگر بھیا یہان ......آج نہین (تھر تھر کانپتے ہوے) نہ معلوم آج میرے دل مین کیون اسقدر ہول سمایا ہوا ہے۔"

محمود (تشفی دے کر)"بیگم تم ایسی ناسمجھی کی باتین کیون کرتی ہو۔یہ بھی کوئی ڈر کی بات ہے۔میرے دوست تمھارے بھی رفیق ہین اسلیے ان سے شرم کس بات کی۔اور ہان یہ تو مین تم سے کہنا بھول ہی گیا تھا کہ یہ دونون میرے دور کے عزیز بھی ہوتے ہین۔لو اب تو تم کو کچھ عذر نہین ہے۔شاباش عقلمندون کی طرح چلی آؤ مین تم کو انعام مین ایک بہت ہی خوبصورت موتیون کا ہار منگوا دونگا۔"

زبیدہ کو عزیز ہونے کے بہانے پر اعتبار نہین آیا۔اُس نے مسکرا کر کہا"مگر تاہم یہ بھی تو نامحرم ہین"

محمود (جھنجھلا کر)"تم نہین مانتی ہو تو اچھا مین واپس جاتا ہون مگر پھر کبھی نہ بولونگا۔"

زبیدہ (گھبرا کر اور جلدی سے دامن پکڑ کے)"اچھا۔ٹھہرو۔ٹھہرو۔مین چلتی ہون (ساڑی کو سنبھال کر پھر تذبذب کی وجہ سے قدم روک کر) مگر بھیا کے سامنے مین ہرگز نہ جاؤن گی۔"

محمود (خوش ہو کر) اچھا تو مین اسکا بھی انتظام کیے دیتا ہون۔یہ کہکر وہ ہنستا ہوا کھانے کے کمرے مین داخل ہوا اور مسعود کے کان مین جھک کر کہا کہ"بھائی مرزا کو کسی طرح ٹہلاؤ میری بی بی کو انکی وجہ سے بڑا لحاظ ہے۔" مسعود نے اپنی گردن ہلا کر بہت خوشی سے جواب دیا"یہ کتنی بڑی بات ہے۔مین انکو ابھی ٹہلاتا ہون۔" اسکے دو تین منٹ بعد مسعود نے کئی بار زور زور سے کھنکھارا۔پھر مرزا کی طرف مخاطب ہو کر کہا"جناب

گستاخی معاف کیجیے گا مین آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہون - آپ گوہر کا گانا سُننا چاہتے ہین - بیشک آپ بھی اور دیگر احباب بھی نہایت مشتاق ہین - میرے خیمے مین فونو گراف رکھا ہوا ہے اگر تکلیف نہ ہو تو میری گاڑی پر چلے جائیے اور مہربانی کرکے اُسکو لے آئیے - نوکر کو مین اسلیے نہین بھیجتا کہ کہین رستہ مین توڑ پھوڑ نہ دے" مرزا بہت اچھا کہکر اُٹھے اور با دل ناخواستہ باہر چلے گئے - اسکے بعد محمود نے اندر جاکے کہا "چلو اب میدان صاف ہو گیا ہے مگر دیکھو اپنے آپ کو اور مجھے احمق نہ بنانا - دلیرانہ منھ کھول کر سب کے سامنے کرسی پر بیٹھ جانا اور آنکھون کو کھول کر باتین کرنا اور شرمانا نہین"

زبیدہ نے جب دیکھا کہ آخری بہانہ بھی کارگر نہ ہوا تو خوف اور ناچاری نے اُسکے چہرے کو تھوڑی دیر کے لیے متغیر کر دیا مگر فوراً ہی طبیعت کا بچپن اور خوش مزاجی غالب آگئی اور اپنی پردہ دری کو ایک امر شدنی سمجھکر اُسکے دل مین عجیب و غریب گدگدی پیدا ہوی - اور اس نے مسکراکر جوش سے کانپتے ہوے ہاتھون سے اپنے شوہر کا کوٹ پکڑ لیا اور شرارت سے جو اُسکی آنکھون سے ظاہر ہو رہی تھی کہنے لگی "مرے اللہ! ذرا ٹھہرو تو اتنی جلدی مجھے چھوڑ کر نہ چلے جاؤ (چل کر) آپ آگے چلیے مین آپ کا کوٹ پکڑے ہوے چلتی ہون" مگر محمود اپنا دامن جلدی سے چھڑا کر کمرے کے اندر چلا گیا اور بی بی سے نہایت تحکمانہ آواز مین کہا کہ "جلدی آؤ"-

"ناظر"

مرگ یٰسین

(مرحوم کا پورا نام محمد یٰسین ہے عالم شباب مین انتقال کیا - یہ نظم اُن جذبات کا اظہار ہے جو اُنکی وفات حسرت آیات سے دل مین پیدا ہوے - خداوند کریم غریق رحمت کرے -) "وحید"

مضطرب کیون ہے یہ دل ناشاد
اس کو تڑپا رہی ہے کس کی یاد

اشک خون کیون رواں ہین آنکھون سے
کیون طبیعت ہے مائل فریاد

قلب مضطر کی کیا کہون حالت
رنج و غم سے نہین ذرا آزاد

دل خوشی کا نہین رہا مسکن
اس مین اندوہ و غم ہوے آباد

اے اجل تو نے کیا ستم توڑا
ساز شادی نے کر دیا ناشاد

قہر ڈھایا ستم رسیدوں پر بھول سکتی نہیں تری بیداد

تجھکو مدت سے جانتے ہیں ہم تو ازل ہی سے ہے ستم ایجاد

عیش و عشرت کے دن اب آئے تھے اُف جوانی کو کر دیا برباد

کیسے مستِ شباب کو مارا رحم آیا نہ کچھ تجھے جلاد

[illegible] ظالم نے بھی ستم آرا تیری سفاکی پر کیا ہے صاد

تیرا غوغا ہے بزم ہستی میں

تو ہے یکتا دراز دستی میں

پیارے یسین کیوں ہے یہ مدہوشی کس لیے ایسی خود فراموشی

کون سا جام تم نے نوش کیا کس لیے ہے بلا کی مدہوشی

رازِ دل اپنا کچھ کہو للہ کس لیے لب پہ مہر خاموشی

بھائی زینو سے اپنے کچھ کہہ دو جس سے رہتی تھی پہروں سرگوشی

اپنے احباب سے بھی روٹھ گئے جن کی ہمیشہ تھی وفا کوشی

محو کر دی وہ میری ہمدردی مجھ سے اُستاد سے بھی روپوشی

میرے کیفِ اجل کے متوالے

رونے والوں کو کچھ تو سمجھا لے

نقش ہے دل پہ وہ وفاداری خاکساری تری نکوکاری

میرے کہنے پہ وہ سدا چلنا جودت طبع کی وہ بیداری

جا و بے جا بھی چپکے سن لینا یاد اب تک ہے تیری غمخواری

ہائے شادی کو اک برس نہ ہوا تو نے کر دی عدم کی تیاری

دے گیا داغ تو جدائی کا شغل باسط ہے گریۂ وزاری

میں ہوں اب اور فسانۂ غم ہے

سینہ کوبی ہے تیرا ماتم ہے

باسط بسوانی

نشترسخن اورجناب احسن

مؤلف نشترسخن نے جناب امیرمینائی کے حال مین یہ بھی لکھا ہے کہ وہ حیدرآباد حسب الطلب گئے تھے اسکی تردید مین احسن صاحب مارہروی نے سات صفحے کا مضمون لکھا ہے اور ایڈیٹر صاحب الناظر نے کمال کیا ہے کہ اس مضمون کو جو غلط بیانیون کا تودہ ہے محققانہ مضمون سمجھکر چھاپ دیا ہے۔ اسی طرح جس وقت اعلیحضرت مرحوم نے جناب جلیل کو اپنا اُستاد بنا کر سرفراز فرمایا تھا تو احسن صاحب نے اُسکی تردید مین بڑے بڑے مضامین رسالہ فصیح الملک مین لکھے تھے۔ اُسی زمانے سے آپ کی واقعہ نگاری اور صداقت شعاری کا سکہ ملک مین بیٹھا ہوا ہے۔ مین عنقریب وہ تمام براہین وشواہد شائع کرونگا جنکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ حضرت امیر مرحوم اُسوقت سے بُلائے جارہے تھے جب احسن صاحب کی معلومات کا وجود بھی نہ تھا اور نہ اُنکے اُستاد نے حیدرآباد کی صورت دیکھی تھی سردست مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حسن صاحب کے مضمون پر ایک تنقیدی نظر ڈالی جائے اور اُنھین کے بیان سے حضرت امیر کا حیدرآباد بلایا جانا ثابت کردیا جائے۔ لطف بھی اسی مین ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حیدرآباد سے حضرت امیر کی طلب بہت زمانے سے ہورہی تھی مگر کبھی اُنھون نے اُدھر کا قصد نہین کیا۔ جب بنارس مین اعلیحضرت غفران مکان کے حضور مین باریاب ہوئے اور اعلیحضرت کی جانب سے بیحد تفقدات اور التفات کا اظہار ہوا اور یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے گئے "آپ میرے ساتھ حیدرآباد چلیین مین مدت سے مشتاق ہون" تو حضرت امیر نے سفر دکن پر کمر ہمت باندھی اور چونکہ وہ اُسوقت تیار نہ تھے کہ حسب ارشاد ہمراہ رکاب ہولیتے لہذا چند روز کے بعد حیدرآباد کی روانگی ظہور مین آئی۔ اس جگہ یہ ظاہر کردینا بھی ضرور ہے کہ بنارس مین اعلیحضرت کا قیام صرف چند گھنٹے کا تھا حضرت امیر کو اسکا موقع نہین ملا کہ ساتھ چلنے کے لیے جو ارشاد ہوا تھا اُسکے متعلق کچھ عذر کرسکتے۔ اب واقعہ کی تصدیق احسن صاحب کی تحریر سے کرلیجیے۔

پہلا ثبوت صفحہ ۴۳ مین وہ لکھتے ہین "واپسی مین شاہی دربار گلبرگہ مین مقیم ہوا وہان پہنچ کر حضور نظام نے اپنی شاہانہ عادت کے موافق فرمایا کہ منشی امیراحمد کہان ہین بلاؤ۔ چونکہ جناب مرحوم

موجود نہ تھے مجبوراً اُنکی غیر موجودگی پر علالت کا پردہ ڈالا گیا۔ یہین سے اندازہ کرنا چاہیے کہ ایک ایسے والی ملک کو ایک ایسے امیدوار کرم کے متعلق کیا خیالات قائم کرنے کا موقع ملا ہوگا" خیالات قائم کرنے سے مطلب یہ ہے کہ اعلیٰحضرت رنجیدہ ہو گئے ناظرین انصاف فرمائین کہ اعلیٰحضرت کا گلبرگہ پہنچ کر امیر مینائی کو اس طرح یاد فرمانا کہ امیر صاحب کہان ہین اُنکو بلاؤ اور انکے موجود نہونے پر رنجیدہ ہونا کیا صاف طور پر اس امر کو ظاہر نہین کرتا کہ اعلیٰحضرت نے بنارس مین باصرار ساتھ چلنے کو فرمایا تھا اور انکا یقین تھا کہ ہمراہ رکاب آرہے ہین اب اس سے بڑھکر ثبوت اور کیا چاہیے۔

اس جگہ ایک نکتۂ لطیف قابل غور ہے۔ یہ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ شاہی اسپشل ٹرین پر بغیر حکم کے کسی کا سوار ہونا ناممکن ہے پھر اگر اعلیٰحضرت نے حضرت امیر کو ساتھ چلنے کے لیے فرمایا تھا تو کیونکر خیال کر لیا کہ امیر صاحب میرے ہمراہ اسپشل پر سوار ہین جسکی بنا پر گلبرگہ پہنچ کر اُنکو یاد فرمایا۔ اور اگر بغیر حکم کے اسپشل پر سوار ہونے کی کوئی صورت امکان پذیر ہوسکتی ہے تو احسن صاحب بیان فرمائین۔

احسن صاحب نے جو اعلیٰحضرت کا شاہانہ عادت کے موافق گلبرگہ پہنچ کر امیر صاحب کو یاد فرمانا لکھا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ یہ مطلب تو ہو نہین سکتا کہ ایک شخص کو ساتھ چلنے کے لیے نہ کہنا اور منزل پر پہنچ کر یاد فرمانا اعلیٰحضرت کی شاہانہ عادت مین داخل تھا لامحالہ اس تقرے کا یہ مطلب ہوگا کہ اعلیٰحضرت کی شاہانہ عادت تھی کہ سفر مین جہان منزل پر پہنچتے تھے اپنے ہمراہیون کو یاد فرما کر باریابی سے سرفراز فرماتے تھے پس اس سے بھی توثیق اس بات کی ہوئی کہ اعلیٰحضرت کے ذہن مین امیر صاحب کا ہمراہ ہونا یقینی تھا اور یہ بغیر حکم کے ناممکن تھا۔ امید ہے کہ مذکورۂ بالا بیان سے امیر مرحوم کی طلبی کا ثبوت اُسی طرح احسن صاحب کے دل مین مقیم ہو جائے گا جس طرح بقول اُنکے گلبرگہ مین شاہی دربار مقیم ہوا تھا۔

دوسرا ثبوت احسن صاحب لکھتے ہین "جبکہ حیدرآباد روانہ ہوئے تھے اُسی زمانے مین حضرت داغ نے موقع پا کر حضور نظام کے گوش گزار کر دیا تھا کہ منشی صاحب آرہے ہین" اور دوسری جگہ لکھتے ہین "یہ تار پا کر مرزا داغ نے حضور نظام کو یہ عرضی لکھی کہ منشی امیر احمد صاحب میرے مہمان بنکر آرہے ہین اطلاعاً گزارش ہے" غور کرنے کی جگہ ہے کہ اگر اعلیٰحضرت نے حضرت امیر کو طلب نہ فرمایا ہوتا اور اُنکے آنے کے منتظر نہوتے تو داغ صاحب کیا بڑے بڑے مقربان بارگاہ کو یہ عرض کرنے کی مجال نہوتی کہ امیر صاحب آرہے ہین کیونکہ یہ ایک غیر متعلق بات تھی اور غیر متعلق بات کا عرض کرنا یہان سخت جرم مین داخل ہے

جو شخص حضور نظام کے رعب داب اور اصول دربار سے ذرا بھی واقف ہے وہ ایک سکنڈ کے لیے بھی غیر متعلق عرض معروض کو تسلیم نہین کر سکتا اور پھر ایک بار بھی نہین دو بار داغ صاحب نے امیر صاحب کی اطلاع کی تھی - اور اگر اس سے قطع نظر کر کے فرض کر لیا جاے کہ داغ صاحب نے سفارش کی نظر سے حضور مین عرض کیا تھا جیسا کہ احسن صاحب کا خیال ہے تو لازم تھا کہ امیر صاحب کے حیدر آباد پہنچنے تک سکوت کرتے اور اگر کبھی موقع ملتا تو زبانی سفارش کرتے جیسا کہ شاہی درباروں کا قاعدہ ہے - یہ کیا سفارش تھی کہ قبل از قبل دو دو بار عرض کرتے ہین کہ منشی صاحب آ رہے ہین - اور اطلاعاً عرض کرنا اور بھی قابل لحاظ ہے

تیسرا ثبوت احسن صاحب، صفحہ ۳۶ مین لکھتے ہین کہ "ایک سرکاری چوبدار حضور کا لفافہ لیے ہوے داغ صاحب کے پاس پہنچا جسمین لکھا تھا کہ منشی امیر احمد صاحب کیون آتے ہین اور کس نے بلایا ہے - ناظرین اندازہ کر سکتے ہین کہ اس تجاہل عارفانہ کے حجاب مین کیا کیا جلوے نظر آتے ہین" تجاہل عارفانہ کے معنی جان بوجھکر انجان بننا ہے اس تجاہل کے فقرے سے احسن صاحب نے صاف طور سے اعلیحضرت کی تحریر کا لُب لباب ظاہر کر دیا کہ امیر صاحب کو اعلیحضرت نے خود بلایا تھا اور اب داغ صاحب سے خود ہی پوچھتے ہین کہ امیر صاحب کیون آتے ہین اور کس نے بلایا ہے - غالباً احسن صاحب کو تحریر اعلیحضرت کا مطلب داغ صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا ہوگا کہ اعلیحضرت منشی صاحب کے آنے سے دل مین تو خوش تھے مگر میری تالیف قلب کے لیے پوچھتے تھے کہ امیر صاحب کیون آتے ہین کس نے بلایا ہے" یہ تقریر داغ صاحب کی زبان سے کئی بار سُنی گئی ہے ناظرین نے دیکھ لیا کہ احسن صاحب کی تحریر سے کس حسن کے ساتھ حضرت امیر کے بلائے جانے کی تصدیق ہوگئی ہے آپ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ اس مضمون مین کسقدر مغالطہ دہی سے کام لیا گیا تھا

(۱) احسن صاحب لکھتے ہین کہ ضروری بات تھی کہ جب ایسا قابل قدر بزرگ باصرار بلایا گیا تو کم از کم اُسکے استقبال مین منجانب ریاست کوئی خاص انتظام کیا جاتا" یہ سخت مغالطہ دہی ہے کیونکہ حیدر آباد وہ سلطنت ہے کہ سوا گورنر و گورنر جنرل وغیرہ اعلے عہدہ داران گورنمنٹ انگریزی کے کسی کا استقبال اعلیحضرت کی جانب سے نہین کیا جاتا اگر ایسا دستور ہوتا تو داغ صاحب جب دوسری بار بطلب آے تھے اُنکا بھی استقبال کیا جاتا - حالانکہ ایسا نہین ہوا - داغ صاحب کا واقعہ یہ ہے کہ وہ جب اولاً حیدر آباد آئے تو طول امیدواری سے پریشان ہوگئے حتی کہ جو کچھ اثاثہ تھا بک گیا احباب کی امداد بھی ختم ہوگئی علاوہ اسکے طبقۂ شعرا مین اُن سے مخالفت بھی ہوگئی کئی رسالے اُنکی مخالفت مین نکالے گئے - غرض داغ صاحب کے پاؤن اُکھڑ گئے اور وہ دہلی چلے گئے - اعلیحضرت کو جب اسکی خبر پہنچی تو براہ قدردانی

حکم دیا کہ داغ صاحب بُلائے جائین چنانچہ خانساماں ابراہیم نے حسب الحکم تار دیا وہ آئے اور کچھ عرصہ کے بعد
کامیاب ہوئے۔ کسی طرح کا انکا استقبال نہین کیا گیا اور نہ شہر مین کسی نے جانا کہ کب بلائے گئے اور کب
آئے۔ بخلاف اسکے حضرت امیر کا استقبال منجانب اہل شہر جسمین علما و عمائد و مشائخ و شعرا وغیرہ تھے
اس شان کے ساتھ کیا گیا جسکی نظیر مشکل سے ملے گی۔ اور اس شاندار استقبال کی دو وجہین تھین ایک تو
کمال کے ساتھ امیر صاحب کی ہردل عزیزی دوسری اعلیحضرت کا میلان خاطر۔ اگر ان سب باتون سے
قطع نظر بھی کر لی جائے تو اُستاذ السلطان کا امیر کی پیشوائی کو جانا کیا منجانب سرکار استقبال نہین سمجھا جا سکتا؟
(۲) احسن صاحب لکھتے ہین کہ کس کو یقین آسکتا ہے کہ ایسا برگزیدہ شخص جو باصرار بلایا جائے تو نظام سادس جیسا
والی ملک جو شاہانہ فیاضی مین آپ اپنا نظیر ہو مرحوم کے اعقاب کے ساتھ ایسی بے توجہی کرے آپ اپنا نظیر غلط ہے آپ اپنی نظیر کہنا
چاہیئے۔ یہ سخت مغالطہ دہی ہے کہ اعلیحضرت نے اعقاب امیر کے ساتھ بے توجہی فرمائی درانحالیکہ اعلیحضرت نے حضرت
امیر کے فرزند کو مددگار مرحوم سکرٹری مقرر فرمایا اور جانشین امیر کو بجائے داغ صاحب اپنا اُستاد خاص بنایا
اس سے بڑھکر توجہ کیا ہوگی اور اگر بے توجہی سے آپ کی یہ مراد ہے کہ کئی سال تک حضرات اختر و جلیل نے
امیدواری کی ہے تو یہ بھی مغالطہ دہی سے خالی نہین کیونکہ طول امیدواری یہان کے لوازمات سے ہے بے
توجہی کی دلیل نہین ہو سکتی۔ بمعہذا آپ نے بچشم خود دیکھا ہے کہ ان حضرات کی امیدواری کا زمانہ کس شان اور
آن بان کے ساتھ بسر ہوا نہ دامن استقلال انکے ہاتھ سے چھوٹا نہ کسی کے دست نگر ہوئے اور یہ سب
التفات شاہی کی وجہ سے تھا کیونکہ ایک ایسے شخص کے اعقاب کے ساتھ مدارالمہام وقت کا سلوک و مدارات
جسکے متعلق بقول احسن صاحب اعلیحضرت کی خفگی کا بھی شبہ تھا خلاف عقل اور ناممکن تھا۔

(۳) احسن صاحب لکھتے ہین "کیا ہمین کوئی صاحب بتا سکتے ہین کہ دو ایک زیر اثر اور غیر
معتبر اخبارون کے سوا کسی معتبر اشاعت مین حضرت امیر مینائی کی طلبی کا حال شائع ہوا" یہ سخت مغالطہ
دہی ہے کیونکہ اُسوقت کے جتنے اخبارات معتبر ہندوستان مین ہین سب مین یہ خبر مع حالات استقبال کے
شائع ہوئی تھی حتیٰ کہ مصر و قسطنطنیہ کے اخبارات مین بھی امیر مینائی کا حیدرآباد طلب ہونا اور آتے ہی
انتقال کر جانا چھپا تھا۔ آپ ۱۳۱۸ھ ہجری کے سب اخبارات مین دیکھ سکتے ہین۔

(۴) احسن صاحب لکھتے ہین "کوئی بزرگ فرما سکتے ہین کہ مرحوم کی مرگ ناگہان پر منجانب حضور
نظام ادائے تعزیت کے لیے کوئی آیا تھا" یہ سخت مغالطہ دہی ہے۔ کیونکہ وہان رواج ہے کہ جن کی عظمت م

جلالت کی شان اس سے بہت ارفع اور اعلیٰ ہے کہ کسی مقرب اور عزیز کی رحلت پر بھی اُسکی جانب سے
تعزیت کی بجاے جہان موت کی اطلاع بھی اگر بہت ضروری ہوتی ہے تو ان لفظون مین کی جاتی ہے کہ
"فلان شخص کو دوا کارگر نہین ہوی" مگر اسپر بھی اعلیٰحضرت غفران مکان کی یہ خاص بندہ نوازی تھی کہ
ابراہیم خانساماں کو بھیجکر حکم دیا کہ "ہمراہیان امیر حیدرآباد مین قیام کرین" یہ حکم شاہی ہزار تعزیت سے
افضل تھا۔ داغ صاحب بیمار ہوے اور انتقال کرگئے اعلیٰحضرت نے پوچھا بھی نہین بلکہ یہ کیا کہ انکے مرتے
ہی انکا گاؤن ضبط کرلیا اور اُنکے اعقاب کو حکم دیا کہ کبھی کوئی عرضی پیشگاہِ خسروی مین نہ بھیجین۔

مجھے تعجب ہے کہ آپنے تعزیت کے مضمون کو تو استفسار فرمایا مگر عیادت کے مضمون کو اُڑا گئے یہ
بھی مغالطہ دہی ہے کیونکہ آپنے بچشم خود دیکھا ہے اور سارا حیدرآباد جانتا ہے کہ جس روز سے حضرت امیر
بستر علالت پر پڑے ہین اعلیٰحضرت روزانہ ابراہیم خانساماں کو مزاج پُرسی کے لیے بھیجتے رہے اور یہ بھی
ارشاد فرماتے رہے کہ "آپ جلد اچھے ہوجائین تو مین مصرع طرح بھیجون جو مین نے تجویز کرلیا ہے" اور
علاوہ اسکے تمام اسٹاف شاہی اور سر مہاراجہ بہادر بھی ہر روز مزاج پرسی اور ہمدردی کا اظہار کرتے تھے
اس عیادت کے مضمون سے جو احسن صاحب نے چشم پوشی کی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس روشن واقعہ
سے علاوہ تائید طلب کے اُن تمام مصنوعی کدورتون کی صفائی ہوجاتی ہے جنکو آپ نے زبردستی
اعلیٰحضرت کے آئینۂ دل صفا منزل مین جمانے کی کوشش فرمائی تھی یعنی اعلیٰحضرت کو اگر امیر صاحب
کی طرف سے ناخوشی ہوتی تو ظاہر ہے کہ نہ وہ خود عیادت سے عزت افزائی فرماتے اور نہ مصاحبین و
امرا مین کسی کو ایسی جرأت ہوتی۔

نمبر (۵) احسن صاحب لکھتے ہین "ان باتون کا جواب زبانی نہ سُنا جائیگا نہ زبانی وجوہات
کوئی وقعت رکھ سکتے ہین کیونکہ یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا" یہ سخت مغالطہ دہی ہے اس سے پایا
جاتا ہے کہ آپ نے جو جو باتین لکھی ہین وہ سب مدلل اور مستند ہین حالانکہ کسی کی سند نہین۔ ایک خط
جو حضرت امیر کا نقل کیا ہے وہ محض دھوکا ہی دھوکا ہے اُسمین کہین طلبی و عدم طلبی کا ذکر نہین ہے
بخلاف اسکے مین اپنے بیان کا ثبوت آپ ہی کی زبان سے دے رہا ہون اور یہ ظاہر ہے کہ مخالف کی شہادت
سے بڑھکر کوئی شہادت معتبر نہین ہوتی۔

نمبر (۶) احسن صاحب لکھتے ہین "وہ خطوط میری نظر سے گزرے ہین جنہین منشی صاحب مرحوم نے

مرزا داغ کو لکھا تھا کہ یار تم وہاں باین اقتدار موجود ہو ہو ہمارے لیے نہین بلکہ امیر اللغات کے لیے کچھ نہین کرتے اور اسی خط و کتابت کا نتیجہ تھا کہ مرزا داغ نے ہنگام سفر کلکتہ بمقام بنارس منشی صاحب کو امیر سے بلوایا" یہ بالکل غلط ہے کہ امیر صاحب کو داغ صاحب نے بنارس بلایا اور اعلیٰحضرت سے ملایا۔ امیر صاحب کے بنارس آنے اور باریاب ہونے کے اعلیٰ ترین اسباب تھے داغ صاحب کا اسمین کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اور واضح رہے کہ حضرت امیر کا داغ صاحب کو اپنے مقاصد کے متعلق کچھ لکھنا محض اسلیے تھا کہ داغ صاحب بمقتضائے بشریت مخالفت نہ کرین کیونکہ ضرر پہنچانا بہ نسبت فائدہ پہنچانے کے بہت آسان ہوتا ہے۔

نمبر (۷) احسن صاحب بنارس کے واقعہ مین لکھتے ہین "نتیجہ یہ ہوا کہ منشی صاحب رامپور واپس گئے اور حضور نظام کلکتہ" جناب کو اتنا بھی نہین معلوم کہ حضور دکن سے براہ راست کلکتہ تشریف لیگئے تھے اور کلکتہ سے واپس ہو کر بنارس مین ٹھہرے تھے بنارس سے سیدھے مراجعت فرمائے دکن ہوے اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ احسن صاحب نے کس قدر صحیح حالات لکھے ہین۔

نمبر (۸) یون تو احسن صاحب نے مغالطہ دہی کو ہر جگہ نصب العین رکھا ہے یعنی حیدرآباد کے حالات غلط بیان کرکے اہل ہند کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے مگر حضرت امیر کے خط کو نقل کرکے جو اپنے مفید مطلب ٹھہرایا ہے اس موقع پر اپنے فن کو حد کمال تک پہنچا دیا ہے۔ کیونکہ اس خط مین سرے سے طلب ہونے کا وجود ہی نہین ہے۔ ساری تحریر کا ماحصل اسی قدر ہے کہ داغ صاحب کے اصرار پر اُن کے یہان مہمان ہونے کو حضرت امیر نے منظور فرما لیا۔ یہی کائنات ہے احسن صاحب کے استدلال کی اور یہی بنیاد ہے جس پر اتنی بڑی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہین "اس خط کی نقل کے بعد یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی کہ حضرت امیر مینائی خواہ کسی ذریعہ سے حیدرآباد گئے ہون مگر حضور نظام کے مطلوبہ نہ تھے"، ماشاء اللہ کیا تحقیق ہے اور کیا تحقیق کا پایہ ہے کہ فقط داغ صاحب کی دعوت قبول کرلینے سے امیر صاحب کا طلب نہ ہونا ثابت ہو گیا۔ مین پہلے بھی لکھ چکا ہون کہ حیدرآباد کی سلطنت ایک خاص شان رکھتی ہے یہان کے اصول و ضوابط کو ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی ریاستون پر قیاس کر لینا سخت حماقت ہے اس دربار کا یہ اصول نہین ہے کہ جو اہل فن بلایا جائے وہ مہمان بھی کیا جائے اگر ایسا ہوتا تو داغ صاحب بھی مہمان کیے جاتے جو بار دگر حسب الطلب آئے تھے مگر ایک دن بھی وہ مہمان نہین ہوئے۔ باایں ہمہ امیر صاحب کی طرف حضور کا اسقدر التفات تھا کہ اگر وہ مہمان بھی کر لیے جاتے تو بعید نہ تھا بلکہ سب اسی کو تھا مگر داغ صاحب نے

اپنی عنایت سے پہلے ہی اسکا انسداد کردیا یعنی ادھر تو حضور مین یہ فقرہ لکھ بھیجا کہ منشی صاحب میرے مہمان بن کر آتے ہین اور ادھر حضرت امیر سے ایسا اصرار کیا کہ انکو بہرصورت داغ صاحب کا مہمان ہونا قبول کرنا پڑا۔ مین دونون حضرت کے خطوط کی نقل کرتا ہون ملاحظہ فرمائیے داغ صاحب لکھتے ہین۔

"جناب منشی صاحب مکرم بندہ دام الطافکم۔ یہ ناممکن ہے کہ آپ حیدرآباد آئین اور داغ کے ہوتے ہوے کسی اور جگہ مہمان ہون۔ چالیس سال کے اتحاد و یکجائی کا یہ مقتضی نہین ہے۔ اگرچہ مکان اس قابل نہین اور گوسامان آسایش خاطرخواہ نہو مگر آپ کا قیام میرے پاس لابد ہوگا شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن مجھے یہ جلد معلوم ہوجانا چاہیے کہ آپ کے ہمراہ کل کتنے آدمی ہین اب آپ آنے مین دیر نکرین مین نے حضور مین عرض کردیا ہے کہ منشی صاحب آرہے ہین۔ میرا دوران سر نہین جاتا تبخیر اور ضعف دماغ اسکی علت ہے اور فکر سخن مزید بران۔ برخورداران دلیشان لطیف و مسعود کو دعا۔ فصیح الملک داغ دہلوی از حیدرآباد دکن ۷ اراگست ۱۹۰۰ء

یہ خط حضرت اختر مینائی سے ملا ہے جو داغ صاحب کے قلم کا لکھا ہوا ہے اب اسکے جواب کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ پورا خط احسن صاحب شایع کرچکے ہین۔

"آپ نے لکھا ہے کہ قیام میرے پاس لابد ہوگا اگرچہ مکان اس قابل نہین مگر ناشاد باید زیستن میرے پیارے داغ۔ غربت مین میری راحت کے سہارے داغ۔ اس سے زیادہ کیا خوشی ہوگی کہ غریب الوطن ہوکر ایسے مانوس الطبع ہمدرد کے پاس ٹھہرون مگر میرے حالات باعتبار عوارض کے ہرگز اس قابل نہین کہ تنگ مکان مین تھوڑی دیر بھی بسر کرسکون۔ جس طرح ممکن ہو کوئی وسیع مکان جسمین متعدد درجات ہون میرے لیے پہلے سے مرتب کر رکھیے کہ جب تک مہمان سرکاری ہونے کی صورت نہ نکلے وہان رہون اور زندہ رہون اور کسی قسم کی تکلیف زائد از امکان تم کو دینا نہین چاہتا۔ یار شاطر ہوکر رہنا چاہتا ہون نہ بار خاطر۔ میرے ہمراہی یہ ہین لطیف احمد مسعود احمد لیاقت حسین۔ برادر زادہ و داماد تبدہ۔ عنایت علی فرزند خواہر زادہ حقیقی حافظ جلیل حسن جلیل۔ خان علیخان برادر مہدی علی خان انکے علاوہ تین خدمتگار ہین۔ آپ نے حضور مین میرے آنے کی خبر کردی بہت اچھا کیا مین ممنون ہوا اور مسرور۔

امیر فقیر از بھوپال

الصدق کرنا چاہیے کہ داغ صاحب کے خط کا جواب حضرت امیر یہ نہ لکھتے تو کیا لکھتے جبکہ نسبت

احسن صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مطلوبہ شخص ایسا خط کیونکر لکھ سکتا ہے ؟ شاید آپ کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت امیر مینائی اگر طلبیدہ ہوتے تو داغ صاحب کو یون جواب دیتے کہ مین آپ کا مہمان ہرگز نہون گا بلکہ براہ راست ایوان شاہی مین اُترون گا -

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ احسن صاحب نے حضرت امیر کے اس فقرے پر بھی "آپ نے میرے آنے کی اطلاع اعلیٰحضرت سے کردی بہت اچھا کیا" امتیازی خط کھینچا ہے گویا آپ کے مفید مطلب ہے حالانکہ یہ فقرہ خاص طلب کی تائید کرتا ہے - چونکہ اعلیٰحضرت امیر صاحب کو بلا چکے تھے اور اُنکے آنے کے مشتاق ہو رہے تھے لہذا داغ صاحب نے موقع دیکھکر اُنکو خوش کرنے کے لیے عرض کر دیا کہ امیر صاحب آرہے ہین - اگر تحریر کی بنا قیاسات پر ٹھرائی جاے تو کیا ان واقعات کو دیکھکر ناظرین یہ قیاس نہین کر سکتے کہ داغ صاحب کا امیر صاحب کو مجبور کرنا کہ وہ اُنکے یہان ٹھہرین اور حضور مین یہ معروضہ کرنا کہ امیر صاحب میرے مہمان ہوکر آرہے ہین حضرت غفران مکان کے تکدر خاطر کا باعث ہوا ہو اور حضرت غفران مکان نے اسی بنا پر یہ دریافت فرمایا ہو کہ امیر صاحب کیون آتے ہین اور کس نے بلایا ہے -

(۹) احسن صاحب لکھتے ہین کہ "جب ریل کا وقت قریب آیا تو مرزا داغ بنفس نفیس چند نیازمندون کو لے کر اسٹیشن پہنچے انکے سوا منشی صاحب کے استقبال کو پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار بھی آے تھے جو مہاراجہ کشن پرشاد صاحب بہادر کے مصاحب تھے ریل آئی اور منشی صاحب بخیر و خوبی پلیٹ فارم پر رونق افروز ہوے اور پھر مرزا داغ کے ساتھ گاڑی مین بیٹھکر مرزا داغ کے مکان واقع محبوب گنج مین فروکش ہوے" اول تو استقبال کی صورت پورے طور سے ظاہر نہین کی گئی صرف داغ صاحب اور پنڈت رتن ناتھ اور چند شاگردان داغ کا اسٹیشن پر جانا لکھا ہے سیکڑون کا مجمع چھوڑ دیا ہے یہ تاریخ نگار کی دیانت کے سراسر خلاف ہے - دوسرے یہ مضمون کہ داغ صاحب کے ساتھ منشی صاحب اسٹیشن سے مکان تک آئے بالکل غلط ہے - صحیح واقعہ یہ ہے کہ داغ صاحب اسٹیشن سے تنہا واپس آے تھے اور حضرت امیر تھوڑی دیر کے لیے راجہ راے رایان بہادر کے مکان پر جو اسٹیشن کے قریب تھا اظہار خیر مقدم کے لیے ٹھرا لیے گئے تھے وہان سے فارغ ہوکر سر مہاراجہ بہادر کی خاص گاڑی مین داغ صاحب کے مکان پر تشریف لائے - یہ ہین احسن صاحب کی معلومات اور چشم دید واقعات جن پر اُنکو ناز ہے -

(۱۰) احسن صاحب لکھتے ہین - "رات بآرام و آسایش بسر ہوئی دوسرے روز منشی صاحب مرزا

داغ کی نشست گاہ مین تشریف لاے اور اب یہان دونون کا تخلیہ ہوا بعد تخلیہ جب منشی صاحب اپنی فرودگاہ پر جانے لگے تو اُسوقت اُنکے چہرے سے افسردگی کے آثار نمایان تھے اور میرے نزدیک اُسی وقت سے اُنکی علالت شروع ہوی - اس قلبی صدمے کا اثر دوسرے روز ہی ظاہر ہوگیا کہ وہ مبتلاے تپ ہوگئے حتی کہ اُنکے اعزّہ واحباب دوسرے محلہ مین لیگئے - اور وہان دو تین ہفتہ علیل رہکر انتقال کرگئے"

اس بیان سے احسن صاحب کا مطلب یہ ہے کہ داغ صاحب نے اعلیحضرت کی وہ تحریر امیر صاحب کو دکھادی جس کا مضمون یہ تھا کہ "امیر صاحب کیون آتے ہین اور کس نے بلایا ہے" - اور اس کے صدمے سے حضرت امیر بیمار ہوگئے حتی کہ انتقال کرگئے گویا داغ صاحب حضرت امیر کے ہلاک کا باعث ہوے ممکن ہے کہ داغ صاحب کا یہی خیال ہو اور حضرت امیر کو وہ تحریر اسی غرض سے دکھائی ہو کہ اُن کو صدمہ پہنچے کیونکہ علاوہ اسکے داغ صاحب نے اور بہت سے تدابیر اُسوقت اختیار کیے تھے جن کا یہ منشا تھا کہ حضرت امیر یا تو فی الفور حیدرآباد سے واپس چلے جائین یا واپس نہ جائین تو بیمار ہوجائین لیکن خاصتہً اس تحریر کا کوئی اثر ہونا بالکل غلط اور خلاف قیاس ہے - اسلیے کہ اعلیحضرت کے شاہانہ اشفاق اور اُنکے الفاظ حضرت امیر کو بھولے نہ تھے اور علاوہ اسکے دوسرے ہی روز سے منجانب اعلیحضرت التفات واشتیاق کا اظہار شروع ہوگیا تھا جس سے اس تحریر کی حقیقت حضرت امیر پر صاف طور سے کھل گئی

نمبر (۱۱) احسن صاحب جو دو تین ہفتہ کی علالت بیان کرتے ہین غلط ہے - صحیح یہ ہے کہ حضرت امیر ایک مہینہ آٹھ دن علیل رہے - اب مین اس مضمون کو ختم کرتا ہون اور بھائی احسن سے متوقع ہون کہ اسکو معاندانہ تحریر نہ خیال فرمائینگے کیونکہ حقیقتہً یہ اُن مورخانہ خیالات کی اصلاح ہے جو بھائی احسن نے نیک نیتی سے زیب قرطاس فرماے تھے اور اگر وہ مورخانہ خیالات نہ تھے بلکہ حیثیت شاعرانہ تھی تو انکو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ؎

وصل و صَبا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہین	ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

شوکت بلگرامی

رباعی نعتیہ

رعنائی کے تیور ادب آموز ہوے	محبوب خدا جو رونق افروز ہوے
ارباب خرد نہ کر سکے شرح جمال	یکتائی کے جلوے تھے خرد سوز ہوے

غزلیات

تبون تک خیر تھی اب دل تجلّی پر بھی آیا ہے
کہاں تک جال پھیلائے ہوئے میری تمنا ہے

قفس کے پاس دل تھامے ہوئے صیاد بیٹھا ہے
اسیرِ غم خدا جانے تری آواز میں کیا ہے

گرے پڑتے ہیں میکش بے پیے یہ کیا تماشا ہے
وہ گردش ہو رہی ہے چشمِ ساقی کو کہ توبہ ہے

ہم اُس وحشت سرا میں بیٹھ کے روتے ہیں قسمت کو
جہاں اتنا کوئی کہتا نہیں تو کون ہے کیا ہے

قفس کی تیلیاں اچھی ہیں تنکوں سے نشیمن کے
یہ سب کچھ ہے مگر صیّاد دل پر کیا اجارا ہے

تمھاری یاد میں خوش ہوں کہ روتی ہیں لہو آنکھیں
نہ ہے خونِ جگر جو رات دن صرفِ تمنا ہے

غبار اُٹھا تمھارے آتے ہی بجھنے لگیں شمعیں
ہٹو گورِ غریباں سے کوئی کروٹ بدلتا ہے

یہ طولِ عمر کی حد ہے کہ تیرا ساتھ دیتا ہوں
شبِ فرقت مجھے ہمراہ لیتی جا تو اچھا ہے

نظر کر غور سے آئینۂ اسرارِ ہستی پر
جسے تو زندگی سمجھا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے

لحد تک مجھکو پہنچا دو یہ کہہ سکتا نہیں لیکن
کسی سے پوچھ لو بڑھ کر کہ یہ کس کا جنازہ ہے

بڑھا دیتا ہے ہمت عشقِ اربابِ تمنا کی
برا ہے حالِ دل لیکن کہے جاتا ہوں اچھا ہے

زمانے کی بھری محفل کی آبادی مٹانے کو
بہت کچھ حسن نے اُس آفتِ جاں کو سنوارا ہے

مری ناکامیوں پر ہنس رہے ہو دل میں یہ سوچو تو
مقابل آسماں ہو جسکا وہ کیسی تمنا ہے

وہ دل تھامے ہیں میری زندگانی جھکو دو پھر
جنازہ درد بن کر کوچۂ قاتل سے اُٹھا ہے

نہ ساکن ہیں صدا ڈوبی ہوئی ہے کہنے والے کی
یہ ذکرِ غیر کیسا ہو نہ ہو میرا ہی قصا ہے

لحد والے ڈرے جاتے ہیں آنکھیں بند ہیں یا رب
نظر اُٹھتی ہے جس جانب اندھیرا ہی اندھیرا ہے

وہ زیں دے کے ہم نے ایک دنیا آزما دیکھی
یہی سنتے چلے آئے بڑھو آگے یہاں کیا ہے

قفس مجھکو نشیمن ہو گیا خوفِ اسیری سے
کوئی پتا کھڑکتا ہے تو پہروں دل دھڑکتا ہے

مراد آنے کا رستا دیکھتی ہے زندگی ثاقب
وہ دل رکھتا ہوں میں پہلو میں جو عینِ تمنا ہے

مولانا ثاقب لکھنوی

ہجوم آرزو کے ساتھ اُنکی یاد رہتی ہے — خدا آباد رکھے بزم دل آباد رہتی ہے
زبان سے کوئی بات ایسی نکلجاتی ہے جو برسون — ہمین بھی یاد رہتی ہے اُنھین بھی یاد رہتی ہے
تمنا ہے ہمین اس بت سے دل کر شاد ہونے کی — کہ جسکے ہاتھ سے خلق خدا ناشاد رہتی ہے
نہایت شوخ ہو آخر کوئی حد بھی ہے شوخی کی — وہ چٹکی دل مین لیتے ہو جو برسون یاد رہتی ہے
جو ہم کو اور انکو دیکھتے ہین دیکھنے والے — نہ مجنون یاد رہتا ہے نہ لیلےٰ یاد رہتی ہے
خطا ہو یا نہو تجھکو غرض ہے ذبح کرنے سے — چھُری ہر وقت تیرے ہاتھ مین جلاد رہتی ہے
سر محفل ترے آنسو نہین اے شمع تھمتے ہین — جلا کر اپنے پروانے کو تو کب شاد رہتی ہے
کوئی کعبہ سمجھتا ہے کلیسا کوئی کہتا ہے — جگر دل مین جو اپنے ایک بت کی یاد رہتی ہے

جگر صدیقی

خزان کا موسم گل کے لیے بہانہ ہوا — یہ قافلہ ادھر آیا اُدھر روانہ ہوا
تمھارے دانتون کا دھیان آگیا جو رونے مین — گرا جو آنکھ سے آنسو دُر یگانہ ہوا
تسلیِ دل بیتاب کس طرح ہوتی — حضور کا کوئی وعدہ کبھی وفا نہ ہوا
جفاے چرخ نے گو شکل آسیا پیسا — مین پاے بوس مگر صورت حنا نہ ہوا
فنا کے بعد بڑھی اور قیس کی عزت — غبار نجد سر قبر شامیانہ ہوا
جگاے سے بھی نہ جاگا نصیب یا قسمت — رہا یہ خواب مین اور کاروان روانہ ہوا
پھنسایا دام مین بلبل کو حرص دنیا نے — کمند حلقۂ جان اُسکا آب و دانہ ہوا
خدنگ ناز سے بچنا تو غیر ممکن تھا — نگاہ کا جو چلا تیر مین نشانہ ہوا
اسیر عشق شب و روز الجھنون مین رہا — کہ دام گیسوے جانان سے دل رہا نہ ہوا
پڑا ہوا ہون ابھی تک مین خواب غفلت مین — عدم کو قافلہ مدت ہوئی روانہ ہوا
ہمیشہ ہم رہے باغ جہان مین وقف خزان — ہمارا نخل تمنا کبھی ہرا نہ ہوا
کرم تو ہے ترے فیض آبیاری سے — ریاض دہر مین سرسبز دانہ دانہ ہوا
تمھین سے آوج کو اے جان کیا محبت تھی — سُنا ہے آج وہ سوے عدم روانہ ہوا

آوج گیاوی

تمھین حشر مین بھی جہان پائین گے ہم
خدا کی قسم ہے لپٹ جائین گے ہم

اگر ہم کو مرنے کا غم ہے تو یہ ہے
کہ تنہا تہِ قبر گھبرائین گے ہم

رہے گی نہ اے آسمان تیری چادر
کسی دن اگر پاؤن پھیلائین گے ہم

بہت ہے وسیع اُس کا آغوشِ رحمت
قیامت مین کیا ہے جو گھبرائین گے ہم

نہ کھینچے گا بہزاد گر تیرا نقشہ
تصور سے تصویر کھنچوائین گے ہم

گرایا ہے جس نے نگاہون سے ہم کو
اُسی سے جنازہ بھی اُٹھوائین گے ہم

رہین گے ترے ساتھ سایے کی صورت
جدھر جائے گا تو اُدھر جائین گے ہم

خود آؤ گے تھامے ہوے تم کلیجا
کسی دن اگر جذب دکھلائین گے ہم

بہت دن ہوے ہین عزیزون کو دیکھے
چلو لے وفا اب وطن جائین گے ہم

وفا شاگرد جلیل

کلیجا خون جب ہوتا ہی تب دل سے ملتا ہے
محبت مین محبت کا مزا مشکل سے ملتا ہے

اُدھر سے وار ہوتا ہے ادھر سے پیار ہوتا ہے
جو ناوک دل سے ملتا ہی تو دل قاتل سے ملتا ہے

خدا کی شان ہے اک دن جو خُم کے خم پلاتے تھے
اُنھین ہاتھ سے اک جام اب مشکل سے ملتا ہے

خدا رکھے سلامت حشر تک پیکانِ قاتل کو
ہمارے ملنے والون مین یہی اک دل سے ملتا ہے

کنارہ کش وہ ہو جاتے ہین یون عشاق سے مل کر
کہ جیسے موج کا پانی لب ساحل سے ملتا ہے

یہ میرے ہی دلِ بسمل کی ہمت ہی جو غم ایسے
ستم پرور جفا جو سنگدل قاتل سے ملتا ہے

یہ کیون میخانے مین آ آ کے اپنا سر کھپاتے ہین
جناب شیخ کو کیا سعی لا حاصل سے ملتا ہے

عروس مرگ اپنے چاہنے والون سے کہتی ہے
مین دیکھون کون پہلے خنجر قاتل سے ملتا ہے

زمانہ کے چلن پر یہ تو ہزارون ملنے والے ہین
مگر اے رعد دل سے دل بڑی مشکل سے ملتا ہے

رعد جونپوری

قواعد و ضوابط

انجمن ترقی اُردو

شعبہ علمیہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

قواعد انجمن کو درج النا ظر کرتے ہوے ناظرین کو ہم یاد دلانا چاہتے ہین کہ یہ وہی انجمن ہے جسکے متعلق دسمبر گذشتہ مین نہایت شد و مد کے ساتھ لکھا تھا۔ الحمد للہ کہ انجمن نے نئی زندگی مین قدم رکھتے ہی کام شروع کردیا ہے اور اب یہ امر حامیان اُردو کے ہاتھ مین ہے کہ اسکو کامیاب بنائین تاکہ جن اغراض سے وہ قائم کی گئی تھی وہ پوری ہوسکین۔

قوم مین ایک بڑی جماعت ایسے لوگون کی پیدا ہوگئی ہے جو اعتراض اور نکتہ چینی کرنے مین تو سارے جہان سے دس قدم آگے چلتے ہین مگر جہان کوئی کام کرنے یا عملی امداد دینے کا وقت آیا تو سب سے پہلے وہی حضرات مُنھ موڑتے ہین ہم اُن کو یقین دلاتے ہین کہ جبتک یہ روش متغیر نہوگی نہ تو کسی قسم کی حقیقی ترقی ہی ممکن ہے اور نہ سطحی شہرت سے زیادہ خود اُنکو قوم مین کوئی وقعت حاصل ہوسکتی ہے۔

آج جو جماعت قوم کے سیاسی تعلیمی اور دیگر امور مین ارباب حل و عقد کے نام سے پکاری جاتی ہے اور جسکے متعلق بجا طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ نکتہ چینون کی آواز پر کان نہین دھرتی اُسکے اقتدار اور نیز اس بے توجہی کو کامیابی کے ساتھ برتنے کا اگر کوئی سبب ہے تو صرف یہی کہ وہ کچھ نہ کچھ کام کرتی ہے اور تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین رکھتے ہوے وہ حقارت اور بے پروائی کے ساتھ ایسے زبانی قوم قوم پکارنے والون اور حقیقت مین اپاہج لوگون کی چیخ پکار کو نظر انداز کرجاتی ہے۔

مسلم لیگ کے اوپر اسقدر حملے ہوے کہ اگر اُسکی بنیادین سومناتھ کے مندر کی طرح مضبوط و مستحکم ہوتین تو وہ بھی متزلزل ہوے بغیر نہین رہتین مگر نتیجہ کیا ہوا۔ بظاہر تو ایک نصب العین کا کھلونا ہاتھ آگیا ہے لیکن حقیقت مین "لیگ" کے طرز عمل مین اور "لیگ" کی زندگی مین کوئی انقلاب واقع نہین ہوا۔ یہ کیون اسلیے کہ منتظمین لیگ اچھی طرح جانتے ہین کہ اُنکے اقتدار مین اُس وقت تک ایک سرمو کے برابر کوئی فرق نہین

آسکتا جب تک جماعت قومی کی ایک کثیر تعداد لیگ کے معاملات پر توجہ نہ کرے اور یہ اسوقت ہوتا نہیں نظر آتا۔ جو لوگ ایک علیحدہ سیاسی انجمن قائم کرنے کی دھمکی دے رہے تھے اور وہ دوسری حیثیتوں سے ہماری نظروں میں خاص وقعت رکھتے ہیں ہمیں بتائیں کہ بالآخر انھوں نے کیوں اسکا ارادہ ٹال دیا؟ ہم نے اپنے مخدوم و مکرم جناب مولوی وحید الدین سلیم ایڈیٹر مسلم گزٹ کی خدمت میں پہلے ایکدفعہ عرض کیا تھا کہ اگر آپ کوئی بہتر جماعت پیدا کر سکیں تو کر کے دکھائیے۔ مگر جیسا کہ اسوقت جانتے تھے کہ یہ ممکن نہیں ویسا ہی بالآخر خود انکے تجربہ سے ظاہر ہو گیا۔

کیا ایسی صورت میں ہمارے مکرم یا دوسرے ہم خیال حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ قوم کو ہماری جد و جہد سے ذرا بھی نفع پہنچ سکتا ہے۔ ہم احساس پیدا کرنے کی قدر و قیمت سے ناواقف نہیں لیکن ساتھ ہی اسکے ہم اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں کہ زمین کو درست کرنے۔ اسمیں بیج بونے اور پھر بعد میں اسکی پوری نگہداشت کرنے کی محنت اور تکلیف گوارا کیے بغیر فصل تیار ہو سکتی اور کاشتکار یا زمیندار اس سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔

بس جس تحریک کو کامیاب بنانا منظور ہو اسکے لیے جب تک پوری جد و جہد نہ کی جائے گی اسکا حشر عموماً وہی ہوگا جو ایک کاہل اور بے پروا کاشتکار کی فصل کا اور غافل اور بے توجہ باغبان کے گلزار کا ہوتا ہے۔

اگر اُردو کی ترقی ملک و قوم کے لیے ضروری ہے اگر قوم میں کوئی مختصر سی جماعت بھی ایسی موجود ہے جو اسکی ترقی و نشو و نما کی خواہاں ہے اگر اخبارات و رسائل میں مضامین لکھنے والی اور جلسوں میں تقریر کرنے والی جماعت میں سے کسی چھوٹے گروہ میں بھی حمایت اردو کا خیال ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ سب کے سب متحد ہو کر انجمن ترقی اردو کی خدمت و اعانت کرنے پر کمر ہمت چست نہ کریں۔ اور اگر ہماری اس تحریک پر حامیان اُردو جو ابتک بجز کچھ زبانی و قلمی اظہار ہمدردی کے فرض سمجھتے ہیں اسکا عملی ثبوت بھی دینے پر رضامند ہو جائیں تو ہم انکو یقین دلاتے ہیں کہ چند ہی سال میں یہ انجمن نہایت مفید کام کر سکتی ہے۔ جیسے کہ اب جس شخص کے ہاتھ میں انجمن کی انتظامی مشین ہے اس سے بہتر شاید ہی کوئی دوسرا آدمی اس کام کے لیے میسر آسکے مولوی عبد الحق صاحب سکرٹری انجمن نہ صرف اُردو کے نہایت گران پایہ انشا پرداز ہیں بلکہ اُردو کی ترقی کا حقیقی اور سچا خیال بھی ایک مدت سے دل میں رکھتے ہیں۔ وہ زبان سے کم کہتے ہیں مگر خاموشی کے ساتھ کام زیادہ کرتے رہنے کے خوگر ہیں۔ دیگر حضرات کی طرح قوم کے لیڈر بننے کا کوئی خیال شاید

انکو خواب مین بھی نظر نہین آتا - اور ذاتی منفعت کی اُس شخص کو کیا پروا ہوسکتی ہے جو دنیا مین محض شوق علمی اور مطالعۂ کتب کے لیے زندہ ہو اور بس۔

ہم ناظرین سے استدعا کرتے ہین کہ وہ اس انجمن کے رکن بن کر اُردو کی حمایت کا عملی ثبوت دین اور کوشش کرین کہ اُنکے حلقۂ اثر مین جس قدر حضرات انجمن مین شریک ہوسکین اُنکو بھی کسی نہ کسی حیثیت سے انجمن کا معاون بنا دین۔

ایڈیٹر

۱ - اس انجمن کا نام **انجمن ترقی اُردو** ہوگا۔

۲ - اس کے مقاصد حسب ذیل ہون گے۔

(۱) اصلاح زبان یعنی اُردو زبان مین جو خرابیان پیدا ہوتی جاتی ہین انھین دفع کرنا اور غیر مانوس اجنبی الفاظ و محاورات جو غیر زبانون کے بلا ضرورت زبان مین داخل ہوتے جاتے ہین اُن سے بچنا اور صحیح اور فصیح زبان کے رواج دینے کی کوشش کرنا۔

(۲) جن اضلاع ہندوستان مین اُردو زبان کا رواج نہین ہے یا کم ہے اُن مین اُردو زبان کے رواج دینے کی کوشش کرنا - یا ایسی تجاویز کا سوچنا۔

(۳) قدیم کلام نظم و نثر کو ضایع ہونے سے بچانا اور جدید کو ترقی دینا۔

(۴) علمی کتب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اصطلاحات کا لغت مرتب کرنا۔

(۵) اُردو زبان کی قدیم و جدید تالیفات و تصنیفات کا ایک کتب خانہ قائم کرنا۔

(۶) ہر صوبہ کی اُردو ٹکسٹ بکس کو زبان کے لحاظ سے جانچنا اگر انمین نقائص ہون تو اُس صوبہ کی گورنمنٹ سے اصلاح کی خواہش کرنا

(۷) اور اگر انتظام ممکن ہو اور انجمن کا سرمایہ مساعدت کرے تو اُردو زبان و ادب کے متعلق ایک ماہوار رسالہ جاری کرنا۔

۳ - ان مقاصد کے عمل مین لانے کے لیے حسب ذیل تدابیر اختیار کی جائین گی۔

(۱) السنۂ مشرقی و مغربی سے ایسی کتابون کا ترجمہ کرانا جو ملک کے لیے مفید ثابت ہون اور تصنیفات و تالیفات کی ڈائرکٹری تیار کرنا۔

(۲) ایسی جدید تالیفات و تصنیفات کرانا جنکی اُردو زبان کو ضرورت ہے۔

(۳) قدیم اساتذہ کی ایسی قلمی کتابون کا شایع کرنا جو درحقیقت قابل قدر ہین اور جن کے ضایع ہونے کا اندیشہ ہے یا جو کبھی کسی زمانے مین طبع ہوئی تھین اور اب نایاب ہین۔

(۴) ماہرانِ علوم و فنون سے علمی کتب اور اصلاحاتِ علمیہ کا لغت مرتب کرانا۔

(۵) علاوہ اسکے جو صاحب اپنی کتاب کا حق تصنیف فروخت کرنا چاہین تو بشرطیکہ وہ کتاب انجمن کی راے مین مفید اور عمدہ ثابت ہو، مناسب صلہ دے کر اسے خرید کرنا۔

(۶) انجمن کے لیے ایک ایسا سرمایہ قائم کرنا جو اسکی ضروریات کے لیے کافی ہو۔

(۷) انجمن کے مقاصد کی اشاعت و امداد کے لیے مختلف صوبون اور مناسب مقامات مین انجمن کی شاخین قائم کرنا۔

۴۔ انجمن اُن تمام تالیفات و تصنیفات اور ترجمون کے لیے جو انجمن کی تحریک سے کرائے جائین گے یا جن کا حق تالیف وہ خریدنا چاہے گی معقول صلہ دے گی۔ صلہ کی دو صورتین ہون گی۔

(۱) یا تو انجمن نقد معاوضہ دے گی اس صورت مین حق تصنیف انجمن کو حاصل ہوگا۔ یا

(۲) انجمن کوئی نقد معاوضہ نہ دے گی۔ لیکن کتاب اپنے صرف سے طبع کر دے گی۔

۵۔ انجمن کے ارکان حسب ذیل ہون گے۔

سرپرست۔ (۱) امرا و روساے ملک جو انجمن کو یکمشت ایک ہزار روپیہ یا ماہانہ یا سالانہ معتدبہ امداد عطا فرمائین گے وہ انجمن کے سرپرست کہلائین گے۔

ارکان دوامی۔ (۲) جو یکمشت پانسو روپیہ عنایت کرینگے وہ رکن دوامی (لائف ممبر) قرار پائین گے۔

ارکان معمولی۔ (۳) جو صاحب کم سے کم ایک روپیہ ماہانہ (عـــہ روپیہ سالانہ) یا اس سے زائد چندہ دین گے وہ رکن معمولی ہون گے۔

(۴) وہ نامور ارباب قلم و صاحبان علم و فن انجمن کے ارکان شوریٰ قرار دیے جائین گے جن کی خدمت مین انجمن کی طرف سے کوئی کتاب بغرض اظہار راے یا دیگر امور متعلقۂ انجمن مشورۃً پیش کیے جائین۔ اور وہ اسپر اظہار راے اور مفید مشورہ دینے کی زحمت گوارا فرمائین۔

۶۔ انجمن کا دفتر اور حساب کتاب آنریری سکرٹری کے پاس رہے گا۔ اور انجمن کے متعلق ہر قسم کی

خط وکتابت سکرٹری سے کی جاے گی۔ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس مین سکرٹری سال بھر کی کارگزاری وحسابات کے متعلق رپورٹ پیش کرے گا۔ اور ایسی رپورٹ عام طور پر شایع کی جاے گی۔

(۸) انجمن کی جو شاخین ملک کے مختلف مقامات مین قائم ہون گی اُن کے سکرٹری انجمن کے جنرل سکرٹری کے اسسٹنٹ سکرٹری ہون گے اور اپنے اپنے صوبجات او رمقامات مین اُسکے مشورے اور صوابدید سے کام کرینگے۔ ایسی انجمنین یا شاخین بھی اپنی اپنی ایک سالانہ رپورٹ تیار کرین گی۔ فقط

(دستخط)	دستخط
عماد الملک (سید حسین بلگرامی)	عبدالحق
پریزیڈنٹ	آنریری سکرٹری

مولوی ظفر علی خان بی اے۔ ایڈیٹر زمیندار

کی تصنیف کردہ کتاب "برکات اسلام" کے اب بہت تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہیں۔ جلد نہ منگائیگا تو ایک بے بہا چیز سے محروم رہیگا جوش و خروش کا سیلاب ہے۔ قیمت صرف ڈھائی آنے (۲؍۰)

مولانا ابوالکلام۔ ایڈیٹر الہلال

کی لکھی ہوئی حضرت سرمدؒ کی اردو زبان میں پہلی سوانح عمری جس پر سید خواجہ حسن نظامی حسب ذیل رائے دیتے ہیں کہ باعتبار ظاہر اس سے اعلیٰ اور شاندار الفاظ آجکل کوئی نہیں جمع کر سکتا۔ اور باعتبار معانی یہ سرمد کی زندگی و موت کی بحث ہی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ مقامات درویشی پر ایک مستانہ اور البیلا خطبہ نظر آتا ہے۔ قیمت ڈھائی آنے (۲؍۰)

آنے والے انقلابات

کے دریافت کا شوق ہو تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ طلب فرما کر دیکھیے جو ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ نے نہایت فصیح اور سلیس اردو میں کیا ہے۔ پانچہزار برس پہلے ہمیں بحساب جفر و نجوم آجتک کی بابت جسقدر پیشین گوئیاں درج کی گئی تھیں وہ سب ہو بہو پوری اتریں مثلاً بعثت آنحضرت صلعم معرکہ کربلا۔ خاندان تیموریہ کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ۔ قیمت وہی ڈھائی آنے (۲؍۰)

شکوہ و فریاد

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔ اور مولانا سیماب اکبرآبادی کی دو مقبول خاص و عام نظمیں خدا اور رسول خدا سے راز و نیاز۔ درویش پریس کی چھپائی کا بہترین نمونہ قیمت وہی ڈھائی آنے (۲؍۰)

اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں

کہ اگلے زمانے کے بزرگوں کی مجالس میں کیا چرچے رہا کرتے تھے اور آجکل کے مشائخ نے کیا ڈگر اختیار کر رکھی ہے تو "بزم فرید" ملاحظہ کیجیے جسے ملا محمد الواحدی نے سلطان الاولیا خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی بےمثل کتاب راحت القلوب سے ترجمہ کیا ہے۔ ضخامت ۱۱۲ صفحے قیمت آٹھ آنے (۸؍)

المشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ درویش پریس کوچہ چیلان دہلی

مقوی اکسیر گولیان

ہماری ایجاد کردہ اتنگ نگرہ گولیون کا نام شاید آپ نے نہین سُنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین بڑے بڑے نامی و گرامی ڈاکٹرون حکیمون و ویدون نے تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے - ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین سینکڑون فرمائشین ان گولیون کی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانے مین پہنچتی رہتی ہین - اعصابی کمزوری کے دور کردینے مین اکسیر ثابت ہوی ہین اور [illegible] کرنا یا امید بنانا - اور مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا - ذہن مین جودت تیزی پیدا کرنا - حافظہ کو قوت دینا - جسم کو تندرست و توانا بنا نامردہ دلون کو [illegible] روح عمل کرنا ان کا ادنیٰ کرشمہ ہے - مردون اور عورتون کے ہر قسم کے ضعف کو دور کرنے اور عالم جوانی دکھانے مین یہ گولیان اکسیر کا کام دیتی ہین - اگر ان کو تندرست آدمی بھی کھائے تو بیشمار فائدہ جسم مین پائے جن لوگون نے سرٹیفکٹ دیا ہے اُن سے دریافت کرکے اطمینان خاطر کر لیجیے - یا خدا ایک بار تجربہ کر لیجیے **قیمت فی بکس** جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین **ایک روپیہ محصول** بذمہ خریدار چار ڈبہ کے خریدار کو ایک ڈبہ مفت اور آٹھ ڈبہ کے خریدار کو دو ڈبہ اور نو ڈبہ کے خریدار کو تین ڈبہ کمیشن مفت دیا جاتا ہے مزید اطمینان کے لیے ہماری کتاب **کام شاستر** جو راز تندرستی کا حلیہ ہے ۱۴۴ صفحہ مین قریب قریب ہر زبان مین چھپی ہوی ہے صرف ایک کارڈ لکھکر ہم سے بلا قیمت طلب کرلین -

طلائی واجی کرن

اس طلا کا ثانی ہماری نظرون سے ہنوز نہین گزرا یہ طلا بیمثل بلا چون و چرا ثابت ہوچکا ہے اعضاے تناسل کے پتلی ہوی جڑ کو موٹا کرنے مین اور سستی اور نامردی کو بہ سبب ڈھیلا پڑجانے رگون کے درست اور صحیح کرنے مین مجرب و بیمثیل ہوا ہے اسکی شہادتین اور سرٹیفکٹ بھی ہمارے پاس موجود ہین چند اُن مین سے کتاب مذکور مین درج کیے گئے ہین فی شیشی نسبت تولہ صرف دو ہفتہ کا **پانچ روپیہ** ایک شیشی کے خریدار کو ایک ڈبہ آتنگ نگرہ کمیشن مفت -

وید شاستری منی شنکر گووندجی جام نگر کاٹھیاواڑ

نوکری مین ہون، لیکن یہ تینون کے تینون میرے مالک تو کیا خدمت کے قابل بھی نہین ہین۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے ایسے گنوار تین مل کر بھی آدمی نہین کہلا سکتے، کیونکہ بارڈلف، دیکھنے کو چہرہ تو اُسکا سُرخ ہے، پر خون مین بہادری کی گرمی نام کو نہین، اسی واسطے ہر بات مین اکڑفون تو بہت دکھاتا ہے، مگر مقابلہ مین کوئی اڑ جاے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ پسٹل کی پوچھتے ہو، تو زبان اُسکی زخم لگانے مین بڑی تیز ہے، مگر تلوار بالکل کند، اسی واسطے بہادری کی ڈینگین بڑھ بڑھ کے مارتا ہے، دھمکیان خوب دیتا ہے، لیکن تلوار کے قبضے پر بھول کے بھی ہاتھ نہین پڑتا۔ اب رہا نم، بیوقوف نے کہین یہ سُن لیا ہے کہ جو لوگ بہت کم بولتے ہین، وہ بڑے سورما ہوتے ہین، اسی واسطے دعا اور نماز تک کے لیے بھی اُسکے لب نہین کھُلتے کہ کوئی ڈرپوک نہ سمجھ لے! غرض یہ کہ جیسی وہ باتین کم کرتا ہے ایسی ہی اُسمین خوبیان بھی کم ہین، بہادری تو اُسکو چھو تک نہین گئی۔ اتنی عمر اُسکی ہونے کو آئی، کیا مجال جو کسی کو زخمی کیا ہو۔ ہان کئی دفعہ نشہ کی ترنگ مین ستون سے ٹکرا کے اپنا ہی سر پھوڑ لیا ہے۔ اور سُنیے ایک چیز لاتے تو ہین چُرا کر اور بتاتے ہین مال غنیمت۔ ابھی کی بات ہے، بارڈلف نے ایک بربط کا خانہ چُرایا اور یہان سے پچیس تیس کوس جا کے ڈیرہ آنے مین بیچ آیا۔ نم اور بارڈلف نے اس چوری چکاری مین ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی قسم کھا رکھی ہے اور کیلاس مین انھون نے ایک پھاوڑا بھی چُرایا تھا۔ اس بات سے مجھے معلوم ہو گیا کہ جس کسی کو یہ کم بخت چوری کی لت پڑ جاتی ہے، تو پھر وہ اپنے کو اس سے روک نہین سکتا۔ موقع ملے تو سوئی بھی نہین چھوڑتا اور پھر یہ مثل کسے معلوم نہین کہ چور چوری سے جاے، ہیرا پھیری سے نہ جاے۔ خیر آپ تو ایسے تھے ہی، چاہتے ہین کہ مین بھی اُنھین کے رنگ مین مل جاؤن اور مین بھی لوگون کی جیبون سے یون واقف اور باخبر رہون، جیسا کہ اُنکے رومال اور دستانے۔ مگر خدا نہ کرے میری طبیعت ایسی بات کیون پسند کرنے لگی تھی اگر مین دوسرے لوگون کی جیبون سے روپیہ پیسہ نکال کے اپنی جیب مین ڈال لون، تو کیا یہ گناہ کی بات نہین؟ استغفراللہ، مجھے چاہیے کہ اُنکی نوکری پر لات مارون، اور کہین دوسری جگہ ملازم ہو جاؤن، اُنکی بدمعاشیان دیکھ دیکھ کے تو میرا خون کھولنے لگتا ہے، ایسون کی نوکری کو سات سلام! لاحول بلا قوت!

[جنرل فلولین پھر آتا ہے، گور پیچھے پیچھے]

گور "کپتان صاحب، سرنگون کی طرف چلیے، جلد، نواب گلاؤسٹر آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہین"

فلولین "سرنگ کی طرف! نواب صاحب سے کہو کہ وہان جانا ٹھیک نہین ہے۔ دیکھتے نہین کہ یہ سرنگین اصول جنگ کے خلاف ہین گہرائی اُنکی کافی نہین ہے، تم بھی دیکھو، اور نواب صاحب سے کہنا کہ دشمن نے بھی ہمارے

جواب مین جا رگز عمیق سرنگین کھود رکھی ہین، سُنا آپ نے؟ مسیح کی قسم مجھے خوف اسکا ہے عقل سے کام نہ لیا گیا تو نواب صاحب ہم سب کو کہین بھک سے نہ اڑا دین!"

گور" نواب صاحب جنکو افواج محاصرہ کی کمان دی گئی ہے، بالکل ایک آرلنڈی کے ہاتھ مین ہین۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہے بھی وہ بڑا بہادر"

فلولین" ہان ہان مجھے معلوم ہے اُسکا نام میکمورس ہے نہ؟"

گور" جی ہان، شاید یہی نام ہے"

فلولین" مسیح کی قسم وہ تو نرا گدھا ہے، مین اُسکے مُنھ پر کہدون گا۔ اُسے تو صحیح اصول جنگ کی، سمجھے رومانی اصول جنگ کی ایک بازاری کُتّے سے بھی زیادہ واقفیت نہین ہے"

[کپتان میکمورس اور کپتان جامی آتے ہین]

گور" دیکھیے وہ خود چلے آرہے ہین۔ اسکاٹ لینڈ کے کپتان جامی بھی ساتھ ہین"

فلولین" بیشک کپتان جامی تو غضب کا شجاع اور مرد میدان ہے۔ اسمین کسی کو کلام نہین۔ اور بڑا صاحب ہمت اور لڑائی کے قدیم اصول سے واقف۔ اسکا مجھے ذاتی علم ہے۔ مسیح کی قسم، دنیا بھر مین، بڑے سے بڑا فوجی افسر بھلا اُس سے بہتر، روما کے اصول جنگ کیا جانتا ہوگا"

جامی" آداب عرض ہے کپتان فلولین صاحب"

فلولین" اوہو! کپتان جامی صاحب ہین، تسلیمات و کورنشات"

گور" این، یہ کیا کہا! کپتان میکمورس صاحب، آپ سرنگون کو چھوڑ کے چلے آئے؟ اور سپاہی بھی چھوڑکر چل دیے؟"

میکمورس" مسیح کی قسم، بہت بُرا ہوا، سرنگین چھوڑ دی گئین، اور واپسی کا بگل بجا دیا گیا۔ اپنے سر کی قسم، اور اپنے باپ کے روح کی قسم کھا کر کہتا ہون، بہت بُرا ہوا، سرنگون کو ناحق چھوڑا، نہین تو مین قلعہ کو ایک گھنٹے مین، مسیح کی قسم، ایک گھنٹے مین اُڑا دیتا! بہت بُرا ہوا، بہت بُرا ہوا" ارے ارے ارے! مسیح کی قسم بہت بُرا ہوا"

فلولین" کپتان میکمورس صاحب، دیکھیے بُرا نہ ماننا میری ایک عرض ہے، مہربانی کرکے آپ مجھ سے چند باتین ہین اُنپر بحث فرمایئے، ایک تو اصول جنگ پر یعنی اہل روما کے اصول و ضوابط جنگ پر، محض بطریق مباحثہ اور دوستانہ، سُنا آپ نے؟ دوسرے اس بارے مین میری جو رائے ہے، دیکھیے وہ کس پایہ کی ہے، سُنا آپ نے؟

تیسرے میرے دل میں جو قدیم قواعد جنگ کی وقعت ہے وہ بے جا تو نہیں ہے؟ بس یہی تکلیف دینا چاہتا ہوں آپ کو۔ آیا خاطر شریف میں؟

جامی "واقعی یہ بحث تو بڑی مزے دار ہوگی، ایک طرف کپتان فلولین، دوسری طرف کپتان میکموریس اور قسم ہے مجھکو، اگر آپ صاحبوں کی اجازت ہوئی، تو اس پرلطف بحث میں میں بھی شریک ہوں گا، موقع ہوا تو۔"

میکموریس "بھئی واہ خوب! یہ موقع کوئی بحث مباحثہ کا ہے۔ خدا خیر کرے۔ گرمی اس غضب کی موسم ایسا خراب اور پھر لڑائی! بادشاہ اور افسر ادھر اُدھر گھنٹے بھاتے پھر رہے ہیں۔ بگل پکار رہا ہے کہ شگاف پر حملہ کرو اور ہم یہاں کھڑے ہوئے باتیں بنا رہے ہیں! شرم! شرم! شرم! ہمیں تو یہ چاہیے کہ جا کر دشمنوں کے گلے کاٹیں اور لڑائی کو سر کریں، اپنے سر کی قسم ابھی ہوا ہی کیا ہے۔ خدا سمجھے ہم سب سے!"

جامی "صلیب کی قسم، قبل اسکے کہ میری آنکھیں نیند سے بند ہوں، میں بڑی نمایاں خدمت کرونگا اور نہیں تو مردوں کے ڈھیر میں جا سوؤں گا۔ یا تو مر جاؤں گا اور اس بہادری سے کا رزار کرونگا کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ جائیں اور میں جو کہتا ہوں کر کے نہ دکھلا دوں تو سپاہی نہ کہنا۔ اچھا تو اب چلتے چلتے آپ دونوں صاحبوں میں دو دو باتیں تو ہو جائیں"

فلولین: "ہاں میکموریس صاحب، میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے زیر کمان آپ کے قوم کے زیادہ سپاہی نہیں ہیں"

میکموریس "میری قوم کے! میری قوم سے تمہیں کیا سروکار؟ کیا غرض؟ تم ہو کون؟ جو میری قوم کا نام لے وہ بدمعاش ہے! حرامزادہ ہے! حرام خور ہے! بد اصل ہے!

فلولین "دیکھو صاحب، اگر آپ نے اسکا کچھ اور مطلب لیا ہے، تو میں کہوں گا کہ تم نے میرے ساتھ اس حسن ظن سے کام نہیں لیا ہے جو تمہارے جیسے صاحب تمیز کو زیبا تھا۔ آیا خاطر شریف میں؟ اور کپتان صاحب جیسے شریف آدمی آپ ہیں میں بھی ایسا ہی ہوں فنون جنگ میں بھی، حسب نسب میں بھی، اور ہر طرح سے آپ نے سمجھا کیا ہے؟"

میکموریس "میں نہیں جانتا، شرافت میں تم میرے ہمسر ہو، مسیح کی قسم میں تمہارا سر قلم کر دوں گا"

گوور "صاحبو، آپ ایک دوسرے پر بڑا ظلم کر رہے ہیں"

جامی "ایں! یہ تو بڑی ناپاک بات ہے!"

[قلعہ سے گفتگو کے لیے بگل بجتا ہے۔

گوور "یہ لو سنتے ہیں آپ؟ قلعہ والے کچھ کہنا چاہتے ہیں"

فلولین "کپتان مکموریس صاحب، جب مناسب موقع آئے گا تو آپ کو باور کرا دون گا کہ مین بھی فنون جنگ
مین کسی سے کم نہین ہون" [جاتے ہین

سین تیسرا

قلعہ کے پھاٹک کے سامنے

[قلعہ دار اور چند اہل شہر فصیل پر۔ افواج انگلستان نیچے، بادشاہ ہنری مع اسٹاف کے آتا ہے]

بادشاہ "ہان تو حاکم شہر کا کیا ارادہ ہے۔ دیکھو یہ آخری موقع ہے گفتگو کا جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے یہی مناسب ہے
کہ تم اپنے آپ کو ہمارے رحم پر چھوڑ دو۔ ہان اگر تم اسقدر رجاحمیت اور مغرور ہو کہ اطاعت پر مقاومت کو ترجیح دیتے ہو
تو تمھین اختیار ہے، مقابلہ کرو مگر ساتھ ہی بدترین نتائج کے منتظر بھی رہو، کیونکہ مین مرد سپاہی ہون اور اس نام کو
اپنے لیے بہترین اور باعث افتخار سمجھتا ہون۔ پس سن رکھو اب کی جو توپ خانہ سے آتش باری شروع ہوئی تو پھر
اُسوقت تک تھمے گی جبتک کہ تمھارا پیارا، نیم مسخر ہارفلور جل کر خاک سیاہ نہ ہو جائے گا۔ رحم کے دروازے تم پر
بند ہو جائین گے اور ہوائے نفسانیت سے بھرے ہوئے سنگدل اور تندخو سپاہی تو کلان دوزخ کی طرح تمھاری نوعمر
نازنین بہو بیٹیون پر بلا ہراس دست تعدی دراز کرین گے اور نہایت بے رحمی سے تمھارے پیارے پیارے گلعذار
شیرخوار بچون کو گھاس کی طرح کاٹ کر پاؤن تلے کچل ڈالین گے۔ خیر مجھے الزام نہ دینا اگر لڑائی کی خونخوار
جادوگرنی تمھین اپنی سیاہ کاریون کا تختۂ مشق بنا کے تہس نہس کر ڈالے۔ اگر تمھاری دوشیزگان باعصمت کا پردۂ ناموس
ظلم و درازدستی سے پارہ پارہ ہو جائے، تو اسکا سبب تم ٹھہروگے نہ کہ مین۔ تم ہی بتاؤ بھلا نفس کا تند و وحشی
بُھتنا کسی طاقت کے روکے رُک سکتا ہے جبکہ وہ اپنے بے دست و پا شکار پر مستانہ اور دیوانہ وار جھپٹ رہا ہو
جہان سپاہی ایک مرتبہ قتل و غارت پر آمادہ بن کر تل پڑے، پھر ہزار منع کیا جائے، ہرگز باز نہ آئین گے۔ پس اے
اہالی ہارفلور اب بھی سمجھ جاؤ، اپنے شہر اور اپنے لوگون پر رحم کرو۔ ابھی تک سپاہی میرے کہنے مین ہین۔ مہر ایزدی
کی لطیف و معتدل ہوا مصیبت و ہلاکت اور ذلت کے بھاری بھاری غلیظ بادلون کو روکے ہوئے ہے پھر
نہ کہنا۔ ایک لمحہ مین تم اپنی آنکھون سے دیکھ لوگے کہ ان شوریدہ سر اور بے باک سپاہیون کے ناپاک ہاتھ تمھاری
ناچار و نالہ کنان مستورات کے ملائم اور سنہری کاکلون سے کیا کیا گستاخیان کرتے ہین اور کس بے ادبی سے
تمھارے بزرگون کی ریش ہائے مبارکہ کو پکڑ پکڑ کے انکے سرون کو دیوارون اور پتھرون پر [illegible] رہے ہین
اور کس بے دردی سے تمھارے [illegible]

تمھاری بہن اور ضعیف خواتین کے ہوش گم ہو جائینگے، انکی فریاد و بکا کی پُر درد صداؤن سے گنبد فلک بھی
تھرتھرا اُٹھے گا اور جس طرح ہیرڈ کے سفاک اور خونی سپاہیون نے عورات یہود کے شیون و شین پر مطلق اعتنا
نہین کی تھی اُسی طرح تمھاری بے وقت منت و زاری بھی بالکل عبث ثابت ہوگی۔ کہو کیا ارادہ ہے، اطاعت
اور عفو و مہربانی یا مدافعت اور ہلاکت و رسوائی ؟"

قلعہ دار "ہماری امیدون کا آج خاتمہ ہو گیا۔ شہزادہ ڈافن نے (جن سے ہم نے کمک طلب کی تھی) کہلا بھیجا ہے
کہ ایسے زبردست محاصر کے دفعیہ کے لیے بالفعل اُسکی فوجین تیار نہین ہین۔ اس واسطے اے اقبال مند بادشاہ
ہم اپنے شہر اور اپنی جانون کو تیرے لطف و ملاطفت پر چھوڑتے ہین۔ دروازے کھُلے ہین، شوق سے داخل ہو جائیے
اور ہماری جان و مال سے درگذر فرمایئے کیونکہ اب ہم مین تاب مقاومت باقی نہین ہے"

کنگ ہنیری "اچھا تو پھاٹک کھول دو۔ چچا ایگزٹر جایئے۔ آپ شہر پر قبضہ کرلین اور وہین قیام فرمایئن اور
قلعہ کو خوب دیکھ بھال کے عندالضرورت مزید قلعہ بندی بھی کرلی جائے تاکہ غنیم کا دوبارہ قبضہ نہ ہو سکے اور اہل
شہر سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے، ہم سب کو امان دیتے ہین۔ اور عمو جی بزرگوار! ہماری حالت آپ پر ظاہر ہے
جاڑے کا موسم قریب آپہنچا اور سپاہیون مین بیماری بڑھتی جارہی ہے۔ اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہین کہ ہم کیلے
کو مراجعت کرین۔ صرف آج رات یہان ہارفلور مین آپ کے مہمان رہینگے اور کل کوچ"

[بادشاہ ہنیری مع لشکر شہر مین داخل ہوتا ہے

سین پانچوان

روئین محل سرائے شاہی کا ایک کمرہ

[بادشاہ فرانس، شہزادہ ڈافن، ڈیوک آف بوربن، سپہ سالار اور دیگر اُمرا آتے ہین]

بادشاہ "یہ صحیح ہے کہ دشمن دریائے سومی سے اس پار اُتر آیا ہے !"

سپہ سالار "اس مین شک نہین کہ اگر اس سیل بے ہنگام کو نہ روکا گیا تو ہم اس قابل نہ رہین گے کہ فرانس مین
رہین، ہمین لازم ہوگا کہ یہان سے منھ کالا کرین اور اپنے باغات اور مرغزار ایک وحشی قوم کے لیے چھوڑ جائین"

ڈافن "اللہ اکبر! کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے؟ کہ ہمارے چند قطرے، ہان ہمارے اسلاف کے چند ناپاک قطرے
ایک شہوت پرست اور بہایم صفت قوم کی سرزمین مین ٹپک کر اسقدر نشو و نما پا جائین کہ دفعۃً خوف و ہراس کے

ڈراونے بادل بن کر ہم پر چھا جائین، اور ہمارے مطلع اطمینان وراحت کو یون مکدر کر دین!

جوہین "بجا ارشاد ہوا" یہ نارمن ہی تو ہین، حرام زادے اور نطفہ حرام نارمن۔ اگر وہ یون بے روک ٹوک بڑھے چلے آئین، تو لعنت ہے مجھپر جو اپنی جاگیر کو فروخت کر کے اُس بیڈول جزیرہ مین ایک غلیظ اور دلدلی کھیت نہ خریدلون"

سپہ سالار"..... کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ اُن مین یہ دلاوری کہان سے آگئی - ؟ کیا اُنکی آب وہوا دھندلی ناگوار اور غفلت آفرین نہین ہے ؟ اور کیا آفتاب بھی اُس سرزمین پر زرد رو نظر نہین آتا اور حقارت سے تیوری چڑھاکے اُس پر ترچھی نگاہین نہین ڈالتا رہتا ؟ کیا وہ جو کے ساتھ اُبلا ہوا پانی وہ سڑا ہوا بوزہ، اُنکے ٹھنڈے لہو مین اسقدر حرارت پیدا کرسکتا ہے ؟ کہ اُسکے مقابلہ مین ہمارا سیال خون جس مین پیرس کی انگوری شراب نہین بلکہ آتش تر کی حدت و تیزی ہو، بالکل سرد اور منجمد نظر آئے! اگر ہمین اپنے ملک کی بقاے عزت منظور ہے تو تف ہے ہم پر، جو سنگ ریزون کی طرح یون ایک جگہ احدی بن کر پڑے رہین اور ٹھکرائے جائین، جبکہ ایک ٹھٹھری ہوی سرزمین کے رہنے والے اس بہادری اور سرگرمی کے ساتھ اپنی ہمت وسعی کا ثبوت دے رہے ہون اور ہمارے جواہر نگار میدانون مین اُنکی پیشانیون سے عرق جد وجہد کے آبدار موتی ٹپک رہے ہون ---"

شہزادۂ ڈافن "مجھے اپنے ایمان اور عزت کی قسم، اب تو ہماری عورتین بھی ہم پر نفرت سے طعنہ زن ہونے لگین اور صاف صاف کہتی ہین کہ تمھاری مردانگی تو جاتی رہی، اب ہم بھی کھلم کھلا جوانمردان انگلستان کا پہلو گرم کرینگے فرانس مین پھر جنگجو پیدا ہوسکتے ہین تو یون ہی پیدا ہوسکتے ہین!"

بورین "وہ ہمین کہتی ہین کہ جاؤ، انگلستان کے ناچ گھرون مین جاؤ، اور وہان اپنے اس قابل فخر کمال مین جیتی اور پھرتی دکھا کے اپنی اُستادی کا ڈنکا بجاؤ! بھلا تم نامردون کو اس تھرکنے اور مٹکنے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے ؟"

بادشاہ "مانٹ جا ..... کہان ہے ؟ وہ فوراً جائے اور شاہ انگلینڈ کو ٹوک دے! اے شہزادو! اُٹھ کھڑے ہو اور اپنی عزت قائم رکھنے اور ناموری حاصل کرنے کا جوش سینون مین لے کر دشمن کو روکو ہمت مردانہ کے ساتھ، جو وقت نبرد تلوار کی برش سے بھی زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ اور اے امرا اے اولوالعزم اے افسران فوج تم ہی ملک و تاج کے حامی ہو۔ اپنے حفظ مراتب اور تحفظ ننگ وناموس کے لیے غیرت اور ہمت سے کام لو۔ ہان ہینری کے جھپکتے جھنڈے دور کیا نہین دیکھتے وہ ہمارے ملک مین کیونکر دراتا بڑھا آرہا ہے۔ ہارفلور کی فتح سے اُسکے خونخوار سپاہی اور بھی دلیر ہو گئے ہین۔ اُنکی ننگی تلوارون سے شہدائے ہارفلور کے قطرات خون ٹپک ٹپک کر

ہماری زمین کو سرخ کیسے دے رہے ہین۔ اُنکی سعانین، آہ ہمارے سپاہیون کے خون جگر سے جلا پائی ہوی سنانین ہوا مین بلند ہین، اور اُسی بے گناہ خون مین رنگے ہوے پھریرون نے مطلع فرانس کو خونی بنا رکھا ہے۔ ہان اگر انتقام لینا چاہتے ہو تو اُسکے لشکر پر یون جا پڑو جس طرح آتش فشان پہاڑ سے آتشین مادہ کی سیل فنا دفعتہً نکل کر آس پاس کے وادیون اور بستیون کو جلا کے خاک سیاہ کر ڈالتی ہے۔ ہان بس تم بھی ایسا ہی جوش و خروش دکھا کر اُس ہار فلور کی خونریزی کا بدلہ لو۔ تم اُس سے کچھ کم طاقتور نہین ہو جاؤ اُسے زندہ گرفتار کر لو، اور قیدی بنا کر ہمارے حضور مین حاضر کرو۔"

سپہ سالار" وہ اسی قابل ہے۔ فوج اُسکی اسقدر قلیل سپاہی اُسکے ایسے خستہ و درماندہ یقین ہے کہ ہمارے لشکر گران کو دیکھتے ہی مارے خوف کے جی چھوڑ بیٹھے گا اور بچاؤ کے لیے فوراً زرفدیہ پیش کرنے کی آمادگی ظاہر کریگا"

بادشاہ" اسی لیے تو ہم کہتے ہین کہ اُوٹ جا کے بھیجنے مین جلدی کی جاے اور اُسے سمجھا دو کہ ہیزی سے پوچھے وہ کسقدر زرفدیہ ادا کرنا چاہتا ہے۔ شہزادہ ڈافن تم ہمارے ساتھ یہین روئین مین ٹھہرو"

شہزادہ ڈافن" حضور مجھے بھی لشکر کے ہمراہ جانے کی اجازت ہو، مین نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہون"

بادشاہ" صبر سے کام لو، تمہین ہمارے ساتھ رہنا ہوگا۔ سپہ سالار اور تم سب لوگ فوراً کوچ کرو اور بہت جلد زوال انگلینڈ کی خوشخبری لاؤ۔"

سین چھٹا

گور" فرمایئے کپتان فلولین کیا خبرین ہین؟ آپ پُل کی طرف سے آرہے ہین نہ؟"

فلولین" ہان، آپ کو یقین نہین آئے گا، وہان پُل پر خوب ہاتھ دکھائے!"

گور" نواب صاحب ایگزیٹر بھی صحیح سلامت ہین؟"

فلولین" نواب صاحب کی کیا پوچھتے ہو، وہ تو اسقدر ارکا سا اولوالعزم ہے۔ اور مین تو اپنی جان سے، دل سے خدمت سے، طاقت سے غرض ہر طرح سے اُنکی عزت کرتا ہون۔ خدا کے فضل و کرم سے اُنکا بال تک بیکا نہین ہوا اور وہ پل کو بڑی بہادری اور انتظام سے روکے ہوے ہین۔ ہان پُل پر ایک نشان بردار بھی ہے اور مین سچ سچ کہتا ہون، وہ بھی بہادری مین رستم ہے، مگر تذکرہ اُسکی کچھ بھی نہین۔ پل پر اُس نے کیا کیا کام کیے ہین"

گور" آپ کو اُس کا نام بھی معلوم ہے؟"

فلولین "اُسے پسٹل پسٹل کہکے پکارتے ہین"
گور "تو مین اُس سے واقف نہین"

[پسٹل آتا ہے

فلولین "لو وہی شخص چلا آرہا ہے"
پسٹل "کپتان صاحب مین آپ کو کچھ تکلیف دینے کی خاطر آیا ہون آپ کی نواب صاحب ایگزیٹر بہت سُنتے ہین"
فلولین "ہان مین خدا کا شکر کرتا ہون، کہ نواب صاحب مجھپر بہت مہربان ہین"
پسٹل "آپکو شاید علم ہو کہ بارڈلف ایک سپاہی مرد ہے دل کا بڑا مضبوط اور جوان ہمت - اُس بچارے نے، تقدیر کے پھیرسے، ہاے کم بخت یہ تقدیر بھی کیا اندھی ہے! اُسکے پاؤن مین چکر رہتا ہے کہ ایک جگہ اُسکے قدم ہی نہین ٹھہرتے؛ ہان تو تقدیر کے پھیرسے . . . . .
فلولین "معافی چاہتا ہون، قطع کلام ہوتا ہے - مین نے تقدیر کی تصویر دیکھی ہے، اندھی، آنکھون پر اُسکی پٹی بندھی ہوی ہے - یہ بتانے کو کہ تقدیر اندھی ہوتی ہے - اور ایک گھیرے پر اُسکو کھڑا کیا ہے، مطلب اُسکا یہ کہ وہ ہمیشہ گھومتی رہتی ہے، کہین اُسکو قرار نہین - پھر ایسی ہرجائی کا کیا بھروسہ کیا اعتبار؟ سُنا آپ نے؟ اُسکے پاؤن ایک گولے پر ٹکے ہوے ہین جو ہر وقت لڑکتا ہی رہتا ہے - ابھی دیکھو تو یہان ہے اور ذرا آنکھ جھپک کے دیکھا تو پتہ نہین! سُنا آپ نے؟ شاعر نے ایسی اُسکی تعریف کی ہے کہ سبحان اللہ!"
پسٹل "ہان تو یہی تقدیر، بارڈلف کی عدوے جان ہوگئی ہے اور قہرآلودی نگاہون سے اُسے گھور گھور کے تک رہی ہے، خصوصاً بچارے سے یہ ہوگیا کہ گرجے مین سے تبرک رکھنے کا برتن اُٹھالیا، اور اب غریب کو پھانسی کی موت ملے گی ایسی بُری موت تو خدا دشمن کو بھی نہ دے، یہ تو کُتے بلی کی موت ہے کُتے کی! انسان یون اور کسی طرح جان مرے پر پھندے مین لٹک کر اُسکی بولتی بند نہ ہو - بھلا اُس برتن کی بھی کچھ حقیقت ہے؟ ایک کوڑی کا مال اور نواب صاحب نے اس مامولی سے جُرم پر پھانسی کا حکم دیدیا! واہ یہ بھی کوئی انصاف ہے؟ بس آپ جائین وہ آپ کی سفارش سُن لینگے - ایسا نہ ہو بچارہ بارڈلف کا رشتۂ زندگی دو پیسے کی دوڑی سے کٹ جاے اور اُسکی گردن مین ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے نالت (لعنت) کا طوق پڑجاے - میرے اچھے کپتان صاحب! ذرا نواب سے بول دو ایک غریب کی جان بچ جاے گی اور پھر ہم آپ کو خوش کرنے کے واسطے بھی تیار ہین"

فلولین "پسٹل صاحب، مین آپ کا مطلب سمجھ گیا ہون"

پسٹل "بس تو پھر اب کیا دیر ہے؟ بڑی خوشی کی بات ہے"

فلولین "ہرگز نہین، پسٹل، یہ بات ایسی نہین کہ اسپر کوئی خوشی کرے، سُنا آپ نے؟ میرا بھائی بھی ہوتا، تو مین نواب صاحب کے کامون مین دخل نہ دیتا، سُنا آپ نے، قانون کی خلاف ورزی نہین ہوسکتی کسی طرح"

پسٹل "جا جہنم مین ملعون، نالت (لعنت) ہے تیری دوستی پر!"

فلولین "خوب!"

پسٹل "نالت ہے تری دوستی پر!" [جاتا ہے

فلولین "بھئی واہ!"

گور "ارے مین نے اب پہچانا، یہ تو چھٹا ہوا خدائی خوار بدمعاش - دنیا بھر کا جیبکٹا، ڈوم بھڑوا"

فلولین "گور تمھین یقین نہ آئے گا، اُس پُل پر اس نے ایسی بہادرانہ تقریر کی، گویا ایک بلبل ہے جو موسم بہار مین پھولون کی ڈالی پر بیٹھا چہکار رہا ہے - مگر اب سمجھا - اور اُس نے جو یہ نامعقول باتین کی ہین، یاد رکھنا ایسا مزا چکھاؤن گا کہ بچا ساری سٹی بھول جائے گا"

گور "تمھین نہین معلوم، ایسے بھی بہت سے نالایق دغاباز شہدے دیکھنے مین آتے ہین جو کبھی کبھار کسی جنگ مین شریک ہوجاتے ہین اور لندن مین واپس جاکر ڈینگے مارتے ہین کہ ہم بھی بڑے مرد میدان ہین سنو کرتے یہ ہین کہ بڑے بڑے افسرون جنیلون کے نام دریافت کرلیتے ہین اور یہ بھی خوب دیکھ بھال اور پوچھ گچھ لیتے ہین کہ کس کس موقع پر، کون سے قلعہ کون سے محاصرہ مین کس کس نے بہادری کے جوہر دکھائے ہین، کون فتحیاب آیا، کون مارا گیا، کس کی ذلت ہوئی، غنیم کی کیا حالت تھی، کیا کیا موقف تھے، ان سب باتون کو سپاہیانہ لہجے مین ما و شما سے بیان کرتے پھرتے ہین اور بات بات پر قسمین کھا کھا کے اور بھی نمک مرچ لگاتے رہتے ہین؛ پھر خیال کیجیے کہ ایک ایسی جگہ جہان بوتل پر بوتل چڑھائی جا رہی ہو اور عقلین گم ہوگئی ہون ان مسخرون کی جنرل نما مصنوعی ڈاڑھیون اور پھٹی پرانی جنگی وردیون کا کیا اثر نہ ہوتا ہوگا - حضرت آپ کو زمانہ مین ایسے لوگون سے باخبر رہنا چاہیے نہین تو بڑا دھوکہ اُٹھاؤگے"

فلولین "سچ کہتے ہو، بات یہ ہے، مین اُس شخص کو آدمی ہی نہین سمجھتا جو دیدہ دلیری سے دنیا سے زبردستی منواتا پھرے کہ مین بھی کوئی چیز ہون - اور بھئی ہم تو ایسے کھرے ہین کہ جس کسی مین کوئی بات دیکھ پاتے ہین،

صاف صاف، اُسکے مُنھ پر کہہ دیتے ہین۔ [طبل بجتا ہے۔

سُنتے ہو بادشاہ سلامت آرہے ہین اور مجھے پُل کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے

[طبل اور علم، بادشاہ ہینری، گلاوسٹر اور کچھ سپاہی

خدا حضور کو سلامت باکرامت رکھے"

بادشاہ "کیسے ہو فلولین، کیا پُل پر سے آرہے ہو؟"

فلولین" جی حضور، وہین سے آرہا ہون۔ نواب صاحب ایگزیٹر بڑی بہادری سے پُل کو روکے ہوے ہین۔ ہمارے آدمیون نے بڑی بہادری دکھائی، ایسی کہ دشمنون کے پاؤن اُکھڑ گئے۔ غنیم بہتیرا پل پل کر آیا کہ پُل چھین لے، مگر کچھ پیش نگئی آخر اپنا سا مُنھ لے کر بھاگ کھڑا ہوا، اب پُل نواب صاحب کے قبضے مین ہے مین اتنا ضرور عرض کرون گا کہ نواب صاحب بڑے جنگ آزما اور کار آزمودہ ہین،،

بادشاہ" فلولین ہمارے کتنے لوگ کام آئے؟"

فلولین" نقصان دشمن کا بہت ہوا، بہت ہی زیادہ اور نواب صاحب کا تو مین خیال کرتا ہون ایک آدمی بھی ضائع نہین ہوا۔ ہان گرجا کا مال چرانے کے جرم مین ایک شخص بارڈلف نامی کی گردن ضرور ملدی گئی ہے۔ شاید حضور واقف بھی ہون، اُسکا مُنھ سُرخ سُرخ دانون، چھٹون اور آبلون سے بھرا ہوا تھا، معلوم ہوتا تھا کہ ایک انگیٹھی ہے جس مین سے دھوان اور شعلے نکل رہے ہین۔ ہونٹ اتنے بڑے کہ نتھنون مین گھسے ہوے اور ناک ایک دہکتا ہوا کوئلا تھا جو کبھی سُرخ ہوجاتا تھا اور کبھی نیلگون۔ مگر اب اُسکی ناک کٹ گئی اور وہ آگ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی۔

بادشاہ" ہم ایسے بدمعاش اور آتش کے پرکالون کا یون ہی خاموش کر دیا جانا پسند کرتے ہین۔ اور قطعی حکم جاری کیے دیتے ہین کہ جب ہم اس ملک مین آگے بڑھین تو اثنائے کوچ مین اہل دہ سے کوئی شے جبراً یا بلاقیمت نہ لی جائے اور نہ کوئی سپاہی کسی فرانسیسی سے تشدد یا بدزبانی سے پیش آئے، کیونکہ جب کسی سلطنت کی تسخیر و تالیف منظور ہو تو بجائے ظلم و جور کے ملاطفت زیادہ سودمند ثابت ہوتی ہے،،

[نجل ساؤنٹجا حاضر ہوتا ہے]

ماؤنٹجا "حضور نے مجھے وردی سے پہچان ہی لیا ہوگا"

بادشاہ" ہان کیا خبر لائے ہو"

ماؤنٹ جا "اپنے بادشاہ کا پیام"

بادشاہ "بیان کرو"

ماؤنٹ جا "ارشاد فرمایا ہے کہ "ہینری، انگلستان سے کہنا، ابتک ہماری نقل و حرکت مین جو یہ تاخیر ہوئی اس سے شاید تو نے ہمین بے پروا اور غافل سمجھ لیا ہوگا، نہین، ایسا نہین ہے، ہم صرف موقع اور محل کے منتظر تھے۔ جلد بازی کو ہم اچھا نہین سمجھتے۔ اگر چاہتے تو ہم تجھے ہارفلور ہی مین کچل ڈالتے ؛ مگر نہین ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ تا وقتیکہ ناسور خوب پک نہ جاے۔ نشتر سے کام نہ لین اب ہمارا وار ہے اور پہلے سے ہشیار کیے دیتے ہین۔ عنقریب تو ہمارے صبر و تحمل کا قائل ہو جاے گا اور ضعف و زوال مین مبتلا ہو کر اپنی حماقت پر افسوس و ندامت کے آنسو بہاے گا۔ دیکھ اب بھی کچھ نہین بگڑا، ہمارے نقصانون، ہمارے مقتولون اور ہماری توہین کی مناسبت سے اپنا زر فدیہ تجویز کر، گو اُنکی ما وجبت تلافی سے تو بالکل قاصر ہے۔ ہمارے نقصان کے سامنے تیرا ناچیز خزانہ کچھ قیمت نہین رکھتا، ہمارے مقتولون کی جان کے بدلے مین تیرے ملک کی کل آبادی حقیر اور ناکافی ہے اور ہماری جو اہانت ہوی ہے اُسکی معافی کے لیے اگر تو اپنے سر پرغرور کو ہمارے پاؤن پر بھی ڈال دے تب بھی ہمارے خشمگین دل کی تسکین نہ ہوگی۔ اگر تجھے جنگجوئی اور اپنی تباہی پر ایسا ہی اسرار ہے تو سنبھل جا۔ تو اپنے پاؤن سے موت کے منھ مین آیا ہے، تیرے سپاہیون کی زبون حالت ہم پر پوشیدہ نہین رہی، تو اور تیرے ساتھی بہت جلد کیفر کردار کو پہنچنے والے ہین" یہ ہے ہمارے بادشاہ کا پیام اور میری خدمت"

بادشاہ "تیری قابلیت تو مجھے معلوم ہو گئی تیرا نام کیا ہے ؟"

ماؤنٹ جا "ماؤنٹ جا"

بادشاہ "تو نے اپنا حق خدمت خوب ادا کیا۔ اب واپس جا کے اپنے بادشاہ سے کہہ کہ بالفعل مین مقابلہ کرنا نہین چاہتا۔ ہان یہ چاہتا ہون کہ کیلاس کی طرف بلا مزاحمت پلٹ جاؤن۔ اور اگرچہ حیلہ جو دغاباز دشمن کے آگے اس بات کا ظاہر کرنا خلاف عقل ہے مگر اصل یہ ہے کہ بیماری نے مرے سپاہیون کو ڈھال کر رکھا ہے اور اُنکی تعداد گھٹ گئی ہے اور جو رہ گئے ہین وہ بھی اپنے مساوی فرانسیسی سپاہیون سے بہتر حالت مین نہین ہین، حالانکہ میرا یہ خیال تھا کہ صحت و توانائی کی حالت مین یہی اپنے سے تگنی فرانسیسی سپاہ کو تلوار کے آگے دھر لین گے۔ خدایا مجھے معاف کرنا، مین ایسے بڑے بول بول رہا ہون۔ یہ تمھاری آب و

ہوا کا اثر ہے جو مجھ مین سرایت کر گیا ہے، مین توبہ کرتا ہون۔ جا اپنے بادشاہ سے کہہ کہ مین تیرے ملک مین موجود
ہون۔ میرا زر فدیہ یہی پیکر نحیف و زار بدن ہے اور میرا لشکر، مریض و ناتوان۔ اسپر بھی مین کہتا ہون کہ فضل ایزدی
سے ہم تجھپر حملہ آور ہونگے، خواہ ہمارے رستے مین خود فرانس اور اُس کا کوئی اور حامی بھی حائل کیون نہ ہو۔
لے ماؤنٹ جا، یہ تیرا انعام ہے جا اور اپنے بادشاہ سے کہہ کہ عقل و خرد سے کام لے۔ اگر کسی نے ہم کو روکا تو یاد رکھنا
کہ تمھاری زرین سر زمین تمھارے لہو سے لال ہوجائے گی۔ ہمارے جواب کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ بحالت
موجودہ ہم لڑائی کے خواہان نہین۔ لیکن باین ہمہ گریز بھی نہ کرین گے۔ جا اپنے آقا سے یہی کہدے
ماؤنٹ جا " مین یہی عرض کردون گا۔ حضور کے عطیہ کا شکریہ ادا کرتا ہون" [جاتا ہے
ڈیوک آف گلاسٹر " مین سمجھتا ہون اب وہ ہم پر حملہ نہ کرین گے"
بادشاہ " جان برادر، ہم خدا کے قبضۂ قدرت مین ہین۔ کہ اُنکے پُل پر چلو، رات آرہی ہے، دریا پر ڈیرے
ڈال دو، کل کوچ ہے"

سین ساتوان

فرانسیسی کیمپ، ایجن کورٹ کے قریب

[سپہ سالار، لارڈ رام بورس، ڈیوک آف آرلینز اور شہزادہ ڈافن اور دوسرے لوگ آتے ہین]

سپہ سالار " دنیا بھر مین میری سی زرہ نہین مل سکتی۔ ہائے اس وقت دن نہ ہوا۔
آرلینز " واقعی تمھاری زرہ بہت اچھی ہے، مگر میرے گھوڑے کی تعریف تو کرو"
سپہ سالار " بے شک تمھارا گھوڑا بھی تمام یورپ مین ثانی نہین رکھتا"
آرلینز " کیا آج صبح نہ ہوگی؟"
شہزادہ ڈافن " لارڈ آرلینز اور سپہ سالار صاحب آپ بھی اپنے گھوڑے اور زرہ کی تعریفین کر رہے ہین!"
آرلینز " آپ کے پاس بھی یہ دونون چیزین ایسی نفیس ہین جیسی کہ ایک شہزادہ کے پاس ہونی چاہئین"
شہزادہ ڈافن " اف! کیسی طولانی رات ہے یہ! روے زمین پر میرے گھوڑے کا جواب نہین۔ زمین پر اسکی حسبت و خیز
کی یہ کیفیت ہے، گویا رگون مین پارہ بھرا ہوا ہے۔ گھوڑا نہین آتش کا پرکالہ ہے۔ جب مین اسپر سوار ہوتا ہون تو
مثل سلیمان کے فضاے عالم کی سیر کرتا ہون اور یہ شہباز صفت ہوا مین طرارے بھرتا ہے اور جب اسکے قدم

زمین پر پڑتے ہین، تو زمین گانے لگتی ہے، کیون نہ ہو اسکے سُم لحن داؤدی سے بھی زیادہ ترنم خیز ہین!"[۱]

آرلینیز "اور اسکا جانفل نارنگ کیسا پیارا ہے!"

ڈافن "اور اسکا مزاج ادرک کا سا گرم ہے، یہ تو سکندر کی سواری کے قابل ہے۔ خالص ہوا اور آگ سے بنا ہے۔ پانی اور مٹی کے سے کثیف عناصر تو اسے چھو تک نہین گئے۔ ہان ان کا صرف اُسوقت کچھ اثر دیکھنے مین آتا ہے جب کہ یہ اپنے راکب کے سوار ہوتے وقت نہایت صبر و متانت سے کھڑا ہوتا ہے، فرس یہ ہے باقی اور تو سب گدھے ہین"

سپہ سالار "بے شک حضور، یہ نہایت ہی نفیس اور نایاب گھوڑا ہے"

ڈافن "یہ کیون نہین کہتے کہ مرکبون کا شہزادہ ہے، اسکی ہنہناہٹ بادشاہ کی ہیبت ہے اور اس کی صورت سے شاہانہ رعب و اجلال ٹپکتا ہے،

آرلینیز "بس، بس اتنا کافی ہے"

شہزادہ "وہ شخص عقل و ذکاوت سے بالکل بے بہرہ ہے جو صبح سے شام تک میرے رخش رعنا کی مختلف عنوانون سے مدح سرائی نہ کرسکتا ہو۔ یہ سمندر کا سا وسیع مضمون ہے، ریت کے ذرے شیرین اور فصیح زبانون مین بھی بدل جائین، تو بھی اُن سے میرے اشہب بے مثال کی تعریف کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔ یہ تو اس قابل ہے کہ بادشاہ اسکا ذکر کرین اور بادشاہون کے بادشاہ اسپر سوار ہون اور تمام لوگ، خواہ وہ ہمین جانتے ہون یا نہ جانتے ہون، اپنا کاروبار چھوڑ دین اور بہ حیرت و استعجاب سے اسکو دیکھتے رہین۔ مین نے ایک مرتبہ اسکی تعریف مین ایک غزل کہی تھی، اُسکا مطلع یہ تھا ؎ نقاش ازل ہیچون این صورت رعنا . . . . . .

آرلینیز "مین نے ایک غزل سُنی ہے جو کسی نے اپنی محبوبہ کی تعریف مین کہی ہے۔ اُسکا مطلع بھی یون ہی شروع ہوتا تھا"

شہزادہ ڈافن "مین نے جو اپنے شبدیز خوشخرام کی تعریف مین کہا، کسی نے وہی مضمون اپنی معشوقہ کے لیے چرالیا"

---

۱ جب شکسپیر کا اسپ خوش قدم زمین پہ پاؤن رکھتا تھا تو زمین سے گانے کی آوازین سُنائی دیتی تھین۔ مگر میرانیس کا شبک سیر سمند

مرکب قدم زمین پہ نہ رکھتا تھا ناز سے + اور . . . . اُڑتا تھا پہ صدا نہ نکلتی تھی ساز سے!

"لحن داؤدی" (The Pipe of Hermes) کا ترجمہ ہے۔ اگرچہ ہمارے یہان کنھیاجی کی بانسری مشہور ہے مگر اپنے ملکی بھائیون کی دل آزاری کے خیال سے اس کا استعمال ہم نے پسند نہ کیا۔

بات ہی کون سی ہے اور مین اپنے مرکب کو بھی اپنی نازنین محبوبہ ہی تو سمجھتا ہون"

آئرلینز "آپ کی محبوبہ سواری تو خوب دیتی ہے"

شہزادہ ڈافن "صرف مجھے اور یہی ایک باوفا محبوبہ کی سچی تعریف اور خوبی ہے"

سپہ سالار "بجا ارشاد ہوا، مین سمجھتا ہون کل آپ کی باوفا محبوبہ نے دیدہ و دانستہ آپ کو نیچے دے مارا اور خوب آپ کی پیٹھ ٹھونکی"

ڈافن "معلوم ہوتا ہے آپ کی محبوبہ نے ایسا ہی کیا ہوگا"

سپہ سالار "اُسکے لگام نہین تھی"

ڈافن "تو یون کیون نہین کہتے کہ وہ بوڑھی اور غریب مزاج ہے اور تم اُسپر ایک آئرلینڈ کی پیادے کی طرح سوار ہوتے ہو بر جس اُتار کے اور چست پائجامہ پہن کے"

سپہ سالار "آپ کو شہ سواری مین بڑا دخل ہے"

ڈافن "ایسا سمجھتے ہو تو میری ایک نصیحت یاد رکھو، جو لوگ اس طرح سوار ہوتے ہین اور ہشیار نہین رہتے وہ ایک نہ ایک دن دلدل مین پھنس رہتے ہین۔ کیا اچھا ہوتا اگر میری محبوبہ بھی میرے توسن تازی کی طرح تیز و طرار ہوتی"

سپہ سالار "اگر میری محبوبہ گدھے کی سی سست اور مٹھی ہوتی تو مین اسی مین زیادہ خوش ہوتا"

ڈافن "جناب عالی آپ کس خیال مین ہین، میری محبوبہ جھوٹے بال اور مصنوعی گیسو نہین لگاتی"

سپہ سالار "مین بھی بجا طور پر یون ہی فخر کر سکتا تھا اگر میری محبوبہ سورنی ہوتی"

ڈافن "..................؟"

سپہ سالار "مگر مین اپنے رہوار سے محبوبہ کا کام نہین لیتا اور نہ کسی ایسی ضرب المثل سے جو موقع اور محل سے بقدر دور ہو"

لارڈ رام بورس "حضور کانسٹیبل صاحب رات مین نے جو زرہ آپ کے خیمے مین دیکھی تھی، اس مین ستارے لگے ہوے یا سورج؟"

سپہ سالار "ستارے جناب"

ڈافن "مجھے ڈر ہے کہ ان مین سے چند کل کے دن ٹوٹ جائین گے"

سپہ سالار" مگر میرے آسمان پر پھر بھی کمی نہ ہوگی"

ڈافن" سچ کہتے ہو، کیونکہ بہت سے زائد بھی ہین، وہ گر گئے تو زمرہ کی شان اور بھی زیادہ ہوجاے گی"

سپہ سالار" ایسا ہی آپ کے سمند کی تعریفون کا حال ہے کہ اگر اُنمین سے کچھ کم ہوجائین تو اُسکی خوشخرامی مین اور بھی زیادتی ہوجاے گی"

ڈافن" اے کاش، مین اُسکی تعریف کا حق ادا کرسکتا۔ کیا اب قیامت تک دن نہین نکلے گا۔ کل مین تمھین پورے ایک میل تک اسکی چال دکھاؤن گا اور تمام راستہ انگریزون کے سرون سے پٹا پڑا ہوگا"

سپہ سالار" مین تو ایسا بڑا بول نہ بولون گا، کہین کل کے دن میرا ہی سر ٹھبّا سا نہ اُڑ جاے۔ لیکن کیا اچھا ہوتا اگر اسوقت صبح ہوتی، کیونکہ میری یہی آرزو ہے کہ میری تلوار ہو اور دشمنون کے سر"

لارڈ رام بورس" کون ہے جو کل میرے ساتھ بیس قیدی پکڑنے کی شرط باندھتا ہے؟"

سپہ سالار" کہین اُنکے پکڑنے سے پہلے تمھین اس بازی مین اپنی ہی جان نہ لگانی پڑے"

ڈافن" اب آدھی رات آئی ہے، مین اسلحہ سجنے جاتا ہون" [جاتا ہے

آرلینز" شہزادہ کو دن نکلنے کی بڑی جلدی ہے"

لارڈ رام بورس" وہ تو انگریزون کے خون کا پیاسا معلوم ہوتا ہے"

سپہ سالار" مین سمجھتا ہون، اُسکی تلوار جس قدر خون بہائے گی، وہ سب یہی پی جائے گا"

آرلینز" مجھے اپنی لیڈی کے ساعد سیمین کی قسم، شہزادہ ہے تو بڑا شجاع"

سپہ سالار" اُنھ! اُسکے پاے حنائی کی قسم کیون نہین کھاتے جو وہ تمھاری سوگند کو ایڑی تلے کچل ڈالے"

آرلینز" یہ تو ضرور کہون گا کہ فرانس مین اُس سے بڑھکر کوئی مستعد اور باہمت نہ ہوگا"

سپہ سالار" مستعدی کام سے ظاہر ہوتی ہے، اور اُن سے تو کوئی کام ہوتا نظر نہین آتا"

آرلینز" خیر، مین نے تو نہین سنا کہ اُن سے کسی کو کچھ نقصان پہنچا ہو"

سپہ سالار" دیکھ لینا کل بھی وہ کسی کو نقصان نہ پہنچاے گا۔ کیا مجال جو وہ اپنی نیکنامی مین ذرا بھی فرق آنے دے"

آرلینز" مگر مین تو اُسے بہادر سمجھتا ہون"

سپہ سالار" جی ہان! یہی مین نے ایک اور شخص سے بھی سنا ہے جو اُسکو تم سے زیادہ پہچانتا ہے"

آرلینز" ۔۔۔ کون ہے؟"

سپہ سالار "خوب، خود اُسی نے مجھ سے کہا تھا۔ اور ہان یہ بھی کہا تھا کہ اس بات کا کسی کو یقین نہ آئے تو مجھے کچھ بھی پروا نہین"

آرلینیز "بے شک اُسے کیا پروا ہوتی، اسکا یہ وصف کچھ چھپا ہوا تھوڑا ہی ہے"

سپہ سالار "جناب سچ فرماتے ہین، اُس کی شجاعت کا حال یا تو جناب کو معلوم ہے یا اُسکے خدمت گار کو، تیسرے کو خبر نہین اُسکی بہادری باز کے مانند ہے جسکی آنکھون پر ٹوپی چڑھی ہوی ہو اور جو بازو تولتا رہ جاتا ہے"

ایکٹ چوتھا

پرولوگ

[کورس آتا ہے

اب ذرا اس وقت کا تصور کیجیے جبکہ فضائے محیط مین سنسناتی تاریکی چھائی ہوی ہے۔ دبی دبی سرگوشیون[1] تیرگی کے سمندر مین ہلکا ہلکا تموج پیدا کر رکھا ہے۔ ظلمتکدہ شب کے ہولناک سناٹے مین دونون لشکرون کے دھیمے دھیمے باہم خوشی سے گونج رہے ہین اور خط مقابل فوجون کے اتصادم پریشان سے موقع پا کر طلایہ کے سنتری اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوئے چپکے چپکے ایک دوسرے کو پیام پہنچا رہے ہین۔ شعلین آنکھون آنکھون مین اشارے کر رہی ہین اور آگ کی ٹمٹماتی ہوی مدھم روشنی مین ایک لشکر دوسرے لشکر کا بھیانک چہرہ دکھائی دیتا ہے۔ ہانپتے گھوڑے الگ ایک دوسرے کو ڈرا دھمکا رہے ہین اور اپنے پرجوش صہیلون سے رات کے بہرے کانون کو پھاڑے ڈالتے ہین۔ خیمون مین آہن گر سپاہیون کو زرہ بکتر اور جوشن پہنا کر خود و مغفر کے زیرین حصے کو چھوٹے ہتھوڑون سے جوڑ رہے ہین اور انکی آواز دن کی دلدوز صداؤن سے جنگی تیاریون کا خوفناک پتہ دے رہی ہے۔ دیہات کے گاؤن سے مرغ کی بانگ سنائی دی اور سنو گجر پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اونگھتی اور لڑکھڑاتی ہوی صبح کی سست رفتار سواری قریب آ پہنچی۔ فرانسیسی کثرت فوج پر نازان ہین۔ دل بڑھے ہوے ہین اور فتح کا ایسا یقین ہے کہ ابھی سے کم عیار انگلستانیون کو جنکے گرفتار ہونے کا انھین گمان غالب ہے بازی مین لگا رہے ہین اور ساتھ ہی رات کی سست رفتار لنگڑی بُڑھیا کو

---

[1] اس پرولوگ مین محض اتفاق سے تکرار لفظی کی اکثر مثالین جمع ہو گئی ہین :- دبی دبی سرگوشیان، ہلکا ہلکا تموج، دھیمے دھیمے، اپنی اپنی جگہ، چپکے چپکے، آنکھون آنکھون مین، پھاڑے پھاڑ ڈالتے ہین، پکار پکار کر، آہستہ آہستہ، ہیکی ہیکی چاندنی، دیکھ دیکھ کر، ایک ایک جز، ایک ایک خیمہ، تل تل کر، اسکی ضرورت اور مختلف پہلوؤن پر نظر ڈالو — مترجم

کتب مندرجہ ذیل منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

مولانا آزاد دہلوی مرحوم کی تصنیفات

دربار اکبری ... ے
سخندان فارس۔ شعرائے فارسی کا جامع و مفصل تذکرہ عما
آبحیات۔ مستند شعرائے اردو کا تذکرہ تعریف سے بالاتر۔ عہ
دیوان ذوق۔ مرتبہ آزاد مع مقدمہ و سوانح عمری ذوق عہ
نظم آزاد۔ کل نظموں کا مجموعہ ۸
نیرنگ خیال۔ استعارہ کے لطیف مضامین ... مه
قند فارسی۔ ایران کی مروجہ حال زبان ... ۱
نصیحت کا کرن پھول ...
مکتوبات آزاد ...
بیاض عشاق۔ زودہ آخری
شاہ [illegible] کا دیوان ...
دفتر شگرف۔ دہلی کے مشہور شگفتہ [illegible]
قلعہ [illegible] کا پورا دیوان ...

حکیم محمد علی کی لاجواب تصانیف

عبرت۔ جن و پری کا لطیف قصہ۔ مثل ناول کل تین حصہ ... ہے
اختر و حسینہ۔ عورتوں کی تعلیم
کے متعلق ایک مستقل رسالہ ہے۔ عمدہ پیرایہ میں
تاریخ تعلیم دو حصے ... ہے
جعفر و عباسہ۔ ہارون رشید کے زمانے کا قصہ پردہ نہ کرنے کے برے نتائج ... ۸
نیل کا سانپ۔ ملکہ قلوپطرہ کی پردہ دوستان کلوپطرا ... جب سنو گے ... ۸
حسن سرور۔ پہلے [illegible] جانے کے نقصانات لطیف طرز ادا کے ساتھ کل تین حصے ... ہے
گل بانشاہ حسین [illegible]
کی ضرورت تحقیق [illegible] عما
مسیحات عالم ...
اہرام مصر ...
زبول لیوی۔ اسلام کے ایک [illegible]
بیان [illegible] علاؤالدین سکندر ثانی کا طرز حکومت جس [illegible]
آثار الصنادید۔ سرسید مرحوم کی نہایت مشہور و مستند تصنیف مع نقشہ جات عمارت دہلی ... عما
ترجمہ تاریخ فرشتہ ...
مفصل و معتبر تاریخ ...
قیصر التواریخ یعنی سلاطین [illegible] کی مبسوط تاریخ ... عہ
اردو ترجمہ حیاۃ الحیوان جاحظ۔ انسانوں اور حیوانات تمام مخلوقات کے تاریخی حالات دو جلد فی جلد عما
ترجمہ تاریخ مصر۔ قدیم مصری طرز تمدن کا قابل دید فوٹو ... عما
ترجمہ منتخب التواریخ۔ ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور تصنیف کا اردو ترجمہ ... عہ
دبستان مذاہب۔ دنیا کے مختلف مذاہب زبان فارسی ... عہ
سوانح عمری اورنگ زیب مصنفہ محمد لطیف صاحب بی۔ اے ۱۲
سوانح عمری اکبر۔ اکبر کے تعصبات اور عادات طرز حکومت کا بیان ۸
شاہجہان نامہ۔ شاہجہان بادشاہ [illegible] حکومت کے مفصل کوائف سے
مطلع العجائب مترجمہ نواب محسن الملک مرحوم باتصویر عہ
فسانہ برطانیہ۔ انگلستان کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی خدمت قیمت ... عما
مصائب غدر۔ حالات غدر مفصل ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی ۸
معلم السیاست۔ انگلستان کے مشہور فلسفی مصنف [illegible] کی کتاب متعلق سیاست مابین دستوری حکومت اور سیاسی پر عالمانہ اور مفصل بحث کی گئی ہے۔ عما
اعمال نامہ روس یعنی روسیوں کے تمدنی حالات اور معاشرتی کیفیت اور سیاسی تواریخ کا صحیح نقشہ ہے
طلسم فرنگ۔ انگریزوں کے عجیب شعبدوں کا بیان ... ۸
عقل و شعور۔ لڑکوں، لڑکیوں مردوں عورتوں کی تعلیم کے لیے دلچسپ افسانے کے پیرایہ میں اخلاقی حکیمانہ و فلسفیانہ نہیں ختم کیے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ... عما
اردوئے معلی یعنی حضرت غالب کے رقعات نثر طرز تحریر کے بے مثل نمونے ... ۸
[illegible] ہندی بشرح [illegible]
[illegible] معروف بہ [illegible] انگریزی طرز پر [illegible]
[illegible] امیری یعنی سوانح عمری امیر عبدالرحمن خان مرحوم کابل عما
آئین اکبری۔ علامہ ابوالفضل کی ضخیم تصنیف جس میں اکبر کی ذاتی خوبیاں اور [illegible] کے حالات و سوانح عمری درج ہیں [illegible]

النّاظر

نمبر ۵۲ جلد ۹ — یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء

بسم

نمبر ۸

یہ کیا؟ اس کا نصف صفحہ کیون خالی ہے ؟

رہنے دیجیے اس مین کیا ہے۔

سبب ہم صرف یہ تبلانا چاہتے ہین کہ بچون سے ضعیف تک سے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوی چالیس سخت امراض کی ان ادویات

کی پوری فہرست اپنے پاس کیون نہین رکھتے۔

اس کے رکھنے سے سواے نفع کے نقصان نہین ہو سکتا

کیا ایک فہرست آپ کی خدمت مین روانہ کر سکتا ہون۔

ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر مین مل سکتی ہین۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ

کلکتہ

النّاظر

نمبر ۵۲ جلد ۹ — یکم اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسائل مافوق الفہم

(ہربرٹ اسپنسر کے خیالات)

پروفیسر ہکسلے کے بعد اب ہم نہ صرف بیسوین صدی بلکہ عصر جدید کے مشہور ترین فلاسفر ہربرٹ اسپنسر کی طرف رجوع ہوتے ہین جسکے خیالات اور آرا اہل فکر اور ارباب بحث سند کے طور پر نقل کرتے ہین۔ حکیم اسپنسر کئی اعتبارات سے اپنے پیشرو حکما و فلاسفہ کے زمرہ مین سب سے نرالا نظر آتا ہے۔ اسکا طریقہ تحقیقات ان سے مختلف ہے۔ زمانہ حال کی سائنس اور قدیم فلاسفۂ یونان کا طریقۂ استدلال اور ازمنہ وسطی کے حکما کا طرز بحث اسکی تصانیف مین نمایان ہے۔ یون کہو کہ وہ فلسفرون کے ہر سہ گروہون کا نمائندہ ہے۔ مگر ان مین سے کسی سے خصوصیت سے تعلق نہین ہے۔ وہ قدیم زمانے سے کر انیسوین صدی کے علوم و فنون سے بہرہ یاب تھا۔ اور اُس نے انکو ایک جگہ اکٹھا کر کے انکی جماعت بندی کی۔ اور ان سے استخراج نتائج کر کے اپنے معرکۃ الآرا فلسفی مسائل قائم کیے۔ اس اعتبار سے وہ سب سے مختلف ہے۔ اسکے فلسفہ کی خصوصیات پر آیندہ بحث ہوگی۔ سردست اسکے خیالات ناظرین و معاونین النّاظر کے لطف ذوق کے لیے نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے تاکہ وہ بعد ازان اسپنسر کے فلسفہ کی خصوصیات کو بآسانی سمجھنے کے قابل ہو جائین۔

ہربرٹ اسپنسر سنہ ۱۸۲۰ء مین پیدا ہوا۔ اور ۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء مین فوت ہوا۔ اسکا باپ شہر ڈربی انگلستان کے ایک سکول مین استاد تھا۔ ہربرٹ کچھ عرصہ تک سول انجینیر کے فرائض انجام دیتا رہا مگر بعد کو اس سے دستبردا

ہو کر علمی پیشہ اختیار کر لیا کچھ عرصہ تک مشہور رسالہ اکانومسٹ کا سب ایڈیٹر رہا۔ ان ہی دنوں اسکی پہلی کتاب "سوشل اسٹیٹکس" شائع ہوئی۔ یہ ۱۸۵۱ء کا واقعہ ہے۔ پھر ۱۸۵۵ء مین "پرنسپلز آف سائکولوجی" شائع ہوئی جسمین ڈارون کے اُن مسائل کا اشارۃً ذکر تھا جن پر اُسنے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "اوریجن آف اسپیشیز" مین خوب شرح و بسط کے ساتھ بحث کی تھی۔ "فلسفۂ ترکیبیہ" کی اول جلد ۱۸۶۲ء مین طبع ہوئی تھی اور آخری دسوین جلد ۱۸۹۶ء مین چھاپی گئی تھی۔ جسکے یہ معنی ہین کہ اسپنسر نے اپنا فلسفہ مکمل کرنے مین چھتیس سال صرف کیے تھے۔ آج کل کے اہل قلم کی طرح نہین کہ سال بھر مین دو چار کتابین لکھ ڈالین اور اپنے زعم مین اپنے کو ارسطاطالیس کا ہم پایہ سمجھنے لگے۔ برعکس اسکے اسپنسر نے اپنے فلسفہ کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایک زمانہ صرف کر دیا۔ یا بالفاظ دیگر یہ کہنا واجب ہے کہ ہربرٹ اسپنسر نے عمر بھر کی دماغ سوزیون اور دیدہ ریزیون سے اپنے فلسفہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ جسکی وجہ سے اقلیم فلسفہ مین اس نے ایک نہایت ممتاز جگہ حاصل کر لی ہے جس سے اسے مدت دراز تک کوئی محروم نہین کر سکتا۔ اسکے فلسفہ سے ایک دور جدید کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسپنسر کا فلسفہ لاادری فلسفہ کہلاتا ہے اور لاادریت اسکا امتیاز خصوصی ہے۔

ذیل کے خیالات اسپنسر کے فلسفۂ ترکیبیہ کی جلد اول سے ماخوذ ہین۔ صفحے وغیرہ کا حوالہ دینا غیر ضروری سمجھا گیا ہے کیونکہ "اصول اولیہ" اسکے فلسفہ کے اصل الاصول اور بنیادی پتھر ہین۔ جن دقیق مسائل پر تمام فلاسفر اپنے اپنے طریقے اور عقل کے مطابق بحث کر چکے ہین۔ اسپنسر کی انکی بابت کیا رائے ہے۔ یہ ان مضامین سے بخوبی عیان ہو جاتا ہے۔ جو راقم نے یہان پر بیان کیے ہین (اسپنسر کے طرز تحریر اور الفاظ کو بجنسہ قائم رکھا گیا ہے)

ظرف و زمان کیا ہین؟ ان کی نسبت دو قسم کے خیالات رائج ہین ایک قسم کے خیالات کی رو سے ظرف و زمان خارجی (Objective) مانے جاتے ہین فریق مخالف کے خیالات کی رو سے انکا وجود صرف معنوی (Subjective) ظرف و زمان ٹھہرتا ہے یعنی ظرف و زمان حکما کے ایک گروہ کے مطابق وجود فی خارج الذہن اور دوسرے کے رو سے موجود فی الذہن سمجھے جاتے ہین۔ ہم ان پر محققانہ بحث کر کے یہ دیکھنا چاہتے ہین۔ کہ آیا انکے خیالات مین کیا عیب اور کیا نقائص ہین۔

اگر ظرف و زمان کا وجود خارجی مانا جائے تو گویا وہ جداگانہ ہستیان قرار پاتی ہین۔ لیکن اگر یہ مطلب

وجود نہین ہین۔ تو دعویٰ لایعنی ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جو وجود نہین ہے۔ اُسکی ہستی بھی نہین۔ اور عدم وجود کو موجود فی خارج الذہن ماننے سے اجتماع ضدین لازم آتا ہے۔ آگے چلو۔ اگر تم ظرف و زمان کے وجود سے انکار کرتے ہو اور انھین لاشے (Nothings) ٹھہراتے ہو۔ تو اس سے دو قسم کے لاشے متمیز ہوتے ہین۔ علاوہ ازین ہم انھین کسی وجود کے خواص بھی قرار نہین دے سکتے۔ کیونکہ صفت کے لیے موصوف کا ہونا لازم ہے۔ اگر موصوف ہے تو اُسکے ساتھ صفت بھی ہوگی۔ محض صفت بلا موصوف محال عقلی ہے پس ظاہر ہوگیا کہ ظرف و زمان نہ تو عدم وجود (non-entity) ہین اور نہ کسی وجود کے خواص۔ بلکہ انھین عقلاً وجود ماننے کو مجبور ہین۔ اگر ظرف و زمان کو موجود فی خارج الذہن مانتے ہین۔ تو انھین اشیا ماننا لازم آتا ہے۔ مگر بحیثیت اشیا (Things) انھین تخیل مین لانا ناممکنات سے ہے۔ کیونکہ جیسا ہم کسی شے کو تصور کرتے ہین تو پہلے خواص کا تصور لازماً ذہن مین پیدا ہوجاتا ہے اور بغیر ان کے کسی شے کا تصور محال ہے۔ شے اور لاشے کے درمیان ہم کس طرح امتیاز کرسکتے ہین؟ صرف شے کی اس قوت سے۔ جو ہمارے شعور پر اثر ڈالتی ہے اس سے جو فوری یا دوری اثر ہمارے حاسۂ ذہنی پر نمایان ہے۔ انھین ہم شے کے خواص سے منسوب کرتے ہین۔ جب یہ خواص نہون تو ہمارے شعور پر کوئی اثر نمایان نہین ہوتا اور ہم اس عقلی اساس کو لاشے کہتے ہین۔ اور لاشے کا تصور محال ہے۔ اب ذرا غور کرو۔ کہ ظرف (خلا) کے کیا اوصاف ہین اسکا ایک بڑا وصف وسعت ہے۔ اور ظرف سے وسعت منسوب کرنا صفت اور موصوف کا وجود قائم کرنا ہے کیونکہ وسعت اور ظرف ہم معنی الفاظ ہین یعنی اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ظرف خلا مین واقع ہے۔ گویا ظرف مکان کے اندر ہے۔ اور یہی کیفیت زمان کی ہے۔ اگر ظرف و زمان اوصاف سے محروم کردیے جائین۔ تو انکا تصور محال ہے۔ بالفاظ دیگر اسکے یہ معنی ہین کہ وہ حقیقی ہین اور اوصاف سے آراستہ ہین۔ ایک اور امر قابل غور ہے جو اہل فکر کے ذہنی تجربہ مین آتا ہے وہ یہ ہے کہ موجودات بظاہر محدود ہین لیکن جب ہم کسی وجود کو غیر محدود تصور کرتے ہین تو ہم اسے موجودات سے خارج کرتے ہین۔ مگر ہم ظرف و زمان سے حد یا عدم حد منسوب نہین کرتے۔ ہم لامحدود ظرف کا تصور قائم کرنے مین قاصر ہین۔ مگر ہم یہ بھی نہین سمجھ سکتے کہ اسکی حد کہان پر جاکر ختم ہوتی ہے۔ اسی طرح اسکی تقسیم کرنا یا اسے قاعدۂ تقسیم سے بالاتر سمجھنا بھی ناممکنات سے ہے۔ اور جبتک اسکا یقین نہوجائے۔ زمان کے بارے مین بھی یہی مشکلات عقلیہ حائل ہین۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہم ظرف زمان کو وجود بھی قرار نہین دے سکتے

اور نہ ہی انھین وجود یا عدم وجود کے خواص سمجھ سکتے ہین ہم انکے وجود کو ماننے کو تیار تو ہین مگر ہم ان سے ذہنی اوصاف اور قیود منسوب نہین کر سکتے جو موجودات کے تعلق مین ذہن مین پیدا ہوتے ہین۔

تو کیا ہم کانٹ کے اصول کو قبول کرین۔ جسکے رو سے ظرف وزمان ذہن کی پیدا کردہ صورتین ٹھہرتی ہین یعنی انکا وجود محض ذہنی ٹھہرتا ہے۔ اگر اس اصول کو تسلیم کیا جاے تو ہم کئی مشکلات سے بچ جاتے ہین مگر ہم پر تاڑ سے گر کر ببول مین اُلجھنے کی مثل درست آتی ہے ہم اس سے بھی بڑی مشکلات مین مبتلا ہو جاتے ہین۔ کانٹ ظرف زمان کو موجود فی الذہن مانتا ہے جسکے یہ معنی ہین کہ انکا خارجی وجود نہ دارد ہے اگر ظرف وزمان جنکا تصور ہمارے ذہن مین موجود ہے۔ شیو سے تعلق رکھتے ہین۔ تو لازماً وہ غیر الشیو سے کوئی علاقہ نہین رکھتے۔ مگر یہ بھی محال عقلی ہے۔ کانٹ کا مسئلہ اس امر پر مبنی ہے کہ ظرف وزمان کے احساس سے گریز ممکن نہین ہے۔ اس سے یہ لازم ٹھہرتا ہے کہ وہ خارجی وجود ہین۔ ہمارا حاسۂ ذہنی کیا بتاتا ہے۔ یہ کہ ظرف وزمان جو ذہن کے اندر ہین وہ باہر بھی ہین۔ اگر ذہن کا وجود معدوم ہو جاے تو انکا وجود اسکے ساتھ محو نہین ہو جاتا۔ بلکہ وہ اسکے بغیر بھی موجود ہین۔ کانٹ کہتا ہے کہ ظرف وزمان حاسۂ ذہنی کا موضوع ہین کیونکہ بدون اسکے انکا ادراک کرنا ناممکن ہے۔ اب اگر وہ شعور کے موضوع ہین۔ تو وہ اسکی کیفیتین بھی کیسے ہو سکتے ہین۔ یہ ممکن نہین ہے کہ کوئی شے ایک ہی وقت مین شعور جبلی (Intuition) کی کیفیت اور اسکا موضوع ہو اگر ظرف وزمان کیفیتین ہون جنکے مطابق ہم تخیل کر سکتے ہین۔ تو جیسا ہم انکی نسبت سوچتے ہین ہمارے تخیلات بھی تمام کیفیتون اور شرطون سے بالاتر ہونا چاہیے۔ اب اگر خیالات بے قید اور غیر مشروط ہون تو نظریہ کا کیا حشر ہوگا۔ اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ ظرف وزمان ہماری عقل کی پہنچ سے بالاتر ہین جو فوری علم ہمین ان دونون کا ہوتا ہے جب ہم اسپر غور کرتے ہین تو محض جہل معلوم ہوتا ہے۔ انکے وجود خارجی کا اعتقاد تو ہمارے ذہن مین پیدا ہوتا ہے۔ اس سے انکار محال ہے۔ مگر یہ کیسے ہوتا ہے۔ اسکی توجیہ دشوار ہے اور اگر اسکے برعکس مانا جاے۔ جس کا بیان کرنا آسان مگر اسکا ادراک محال ہے۔ تو ہم نامعقولات کو بڑھاتے ہین اور بڑی بڑی عقلی مشکلات مین پھنس جاتے ہین۔

تفریق مادہ کا مسئلہ بہت پرانا ہے اور اسکی بحث بہت دیرینہ ہے یا تو مادہ بالکل تقسیم نہین ہو سکتا یا ہو سکتا ہے ان دو جہتون کے سوا اور کوئی تیسری جہت نہین ہے۔ اگر یہ مانا جاے کہ مادہ کی تفریق درحقیقت [illegible] ہے ۔۔۔ [illegible] جدا ہو کر سکتے ہو۔ تو یہ مفروضہ خیال مین نہین آ سکتا۔ اگر ہم کسی جسم کو پیس [illegible]

چلے جائیں۔ تو آخیر میں اسکی ایک ایسی صورت پیدا ہوگی کہ اسکے ذرہ کی تفریق عملی محال ٹھہرے گی۔ چاہے
ذہن میں اسکے جتنے ننھے ٹکڑے کر ڈالو۔ لیکن یہ عمل حقیقت سے نا آشنا ہوگا۔ اسکی تصدیق ناممکن ہوگی۔
اگر یہ تصور کرلو۔ کہ مادہ کی غیر متناہی تقسیم در تقسیم ہوسکتی ہے۔ تو اسکے لیے بے انتہا وقت درکار ہوگا۔ اسکے برعکس
یہ نظریہ ہے کہ مادہ کی تقسیم در تقسیم سے آخیر میں اسکے ذرے اتنے چھوٹے ہوجائینگے کہ کسی قوت سے انکی
تفریق ممکن عمل نہوگی مگر عقل میں اسکی کوئی صورت نہیں ہوسکتی اور دوسرے نظریہ کی طرح یہ بھی محال
عقلی ہے کیونکہ جزو لا یتجزی کی بھی کوئی صورت ہونا چاہیے نیچے اوپر دائیں بائیں کا حصہ ہوگا
اور ذرے کی ایسی صورت تخیل سے بعید ہے۔ جسکے پہلو ایسے قریب ہوں کہ ان میں اتصال ٹھہرے۔ قوت
اتصال چاہے کیسی بڑی ہو۔ مگر ہم ایسی قوت کا تخیل کیے بغیر نہیں رہ سکتے جو اسپر غالب آسکے۔ پس اس بحث
سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ عقل انسانی کے نزدیک دونوں حجتوں میں سے ایک بھی معقول نہیں ٹھہرتی۔ اور اسکے
ساتھ ہی یہ سمجھنا بھی محال ہے کہ ان دونوں میں سے ایک [illegible] نتیجہ [illegible] سے موافق ہونا چاہیے۔

اب اس بات پر غور کرنا چاہیے کیا مادہ میں درحقیقت ذاتی سختی ہے جس کا ہمیں ادراک ہوتا ہے؟
[illegible] ت کا کوئی ٹکڑا اٹھاؤ جو ہماری آنکھوں اور انگلیوں کو معلوم ہوتا ہے ایک بہت سخت دوسرے
[illegible] ٹھوس صورت نظر آتی ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مادہ فی الحقیقت [illegible]
[illegible] اس کے اجزا کہیں ہر جگہ ایک دوسرے سے متحد و پیوستہ ہیں [illegible] اس خیال کو
تسلیم کرنے سے ہم دو طرح کی مشکلات میں جا پھنستے ہیں۔ اگر مادہ بالکل ٹھوس ہے تو وہ بالکل سخت ہوگا۔ اور
سختی سے یہ لازم آتا ہے کہ اسکے اجزائے ترکیبی متحرک نہیں [illegible] یہ بھی خلاف قیاس ٹھہرتا ہے۔ مادہ کو
ٹھوس اور سخت قرار دینا بھی محال عقلی ہے۔ [illegible] ہمارے [illegible] نیوٹن کی مسلمہ [illegible] جاتا ہے جس کے
[illegible] سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مادہ کے ذرے سخت ہیں مگر قوت کشش اور قوت انفصال سے جو ذرات کے مطابق
کم و بیش ہوتی ہے ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں۔ اگر بالفرض اس نظریہ کو بھی تھوڑی دیر کے لیے صحیح مان لیا
جائے کہ اجزائے مادہ ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے یا دور دور بھاگتے رہتے ہیں تو بھی یہ سوال پیدا ہوگا کہ
ان اجزا کی ماہیت کیا ہے ہمیں ہر ایک ذرہ کو ایک ننھا سا جسم ماننا پڑتا ہے حسب ذہنی خوردبین کے وسیلے
سے دیکھیں۔ تو ہر ایک ذرہ بجائے خود ایک جسم معلوم ہوگا جسکی نسبت ہم تصور قائم کرنے کی کوشش
کر رہے ہیں۔ پھر ایسے اجزا کی نسبت بھی وہی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا پہلے ذکر ہوا ہے اور پھر جو جواب ہم

پہنچا یا جاے گا اسکی راہ مین بھی اسی قسم کی مشکلات پیدا ہونگی۔ اگر یہ کہو کہ ہر ایک ذرہ بے انتہا ناچیز ریزون کا مجموعہ ہے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ بے انتہا ناچیز ریزے کس چیز سے بنے ہین وعلے ہذا

اب باسکووچ کے نظریہ پر غور کرنا چاہیے۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ جرمن فلاسفر لائب نٹس اور نیوٹن کے تصور مادہ مین بہت سے نقص ہین تو اس نے اپنا نظریہ قائم کیا جو ان دونون کے بین بین ہے۔ باسکووچ کہتا ہے کہ مادہ کے اجزاے ترکیبی قوت کے مرکز یعنی نقطے بلا طول و عرض ہین۔ وہ ایسے ڈھنگ سے ایک دوسرے سے کشش پذیر ہوتے اور دور بھاگتے ہین کہ وہ ایک دوسرے سے خاص فاصلے پر رہتے ہین۔ باسکووچ کہتا ہے کہ ان مرکزون کی قوت فاصلہ کے مطابق ہوتی ہے خاص حالتون مین انکا توازن قوت مساوی رہے گا اور بعد لسما مین بھی یکسان رہے گا مگر مبدل حالات مین یہ مرکزون کا درمیانی فاصلہ کم و بیش ہوجاے گا۔ باسکووچ کے نظریہ مین یہ خوبی ہے کہ وہ ان تمام ممکنات سے خالی ہے جو اور مسائل کے متعلق پہلے مذکور ہوی ہین صرف ایک امر بعید الفہم باقی رہتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مرکز قوت جو وسعت سے محروم ہو محال عقلی ہے ہم اندفاع اور دافع کو ایک دوسرے سے تخیل مین علٰحدہ نہین کرسکتے اور دافع شے چاہے کوئی ہو وہ خلا کو گھیرنے والی ہوتی ہے۔ یہ ماننا ناممکن ہے کہ نقطون کے اندر قوت مرکزی تو ہو مگر وہ وسعت سے بیگانہ کیونکہ نقطہ چاہے کتنا چھوٹا کیون نہو مگر وہ جگہ ضرور گھیرتا ہے اسلیے باسکووچ کا خیال بھی نامعقول ثابت ہوتا ہے

مادہ کا یہ تصور کہ وہ ٹھوس ناقابل تقسیم ذرون سے مرکب ہے محال عقلی ہے لیکن اگر اسے نشان سمجھ لیا جاے تو کیمسٹری کی سچائیون سے اسکی تائید ہوتی ہے اسکے رو سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مادہ کے ذرون کا خاص وزن اور خاص حجم ہوتا ہے اس اعتبار سے نیوٹن کے خیال کو باسکووچ کے مسئلہ پر ہر طرح ترجیح دی جاسکتی ہے باسکووچ کے شاگرد اسکے جواب مین کہین گے کہ باسکووچ کا مسئلہ نیوٹن کے مسئلہ مین شامل ہے۔ وہ شاید پوچھینگے کہ اجزاے لایتجزیٰ ایک دوسرے سے پیوست کیونکر رہتے ہین۔ انکے مخالف کہینگے "قوت اتصال سے" وہ پھر پوچھین گے "کسی ٹکڑے کے اجزا جو آخری ذرون مین منقسم ہوسکتے ہین کس طرح ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہین؟" جواب مین پھر کشش اتصال کی طرف اشارہ کیا جاے گا وہ پھر پوچھین گے "اگر جزو لایتجزیٰ من ذرونی تفریق کی جاے ا وہ مادہ کی محسوس صورت کے تناسب کے مساوی ہو تو ذرہ کس طرح اپنا جداگانہ وجود قائم رکھ سکتا ہے؟" اسکے جواب مین کشش اتصال کے سوا اور کچھ نہین کہا جاسکتا اس عمل کو عقلاً جہان تک چاہو وسعت دو اور آخر کار ہم ایک ایسے تصور پر پہنچین گے جس کے بموجب

قوت کے مرکز بلا وسعت ٹھہرینگے۔ پس اس بحث سے یہ نتیج ہوتا ہے۔ کہ مادہ کی ماہیت آخری ظرف و زمان کی طرف مافوق الفہم ہے۔ جو تصور چاہو قائم کر لو۔ ہم محالات کے چکر سے رہائی حاصل نہین کر سکتے۔

اگر کسی جسم کو دھکا دو تو وہ اپنی اصل جگہ سے آگے یا پیچھے سرکتا ہے۔ اسکی حرکت مین کوئی شبہ نہین ہوسکتا۔ گر بسا اوقات ہم اس مین بھی دھوکا کھاتے ہین۔ مثلاً ایک جہاز خط استوا مین کسی بندرگاہ پر ٹھہرا ہے

حرکت کی حقیقت

اسکا منھ مغرب کی طرف ہے جب کپتان اگلے حصہ سے پچھلے حصہ کی طرف آتا ہے تو وہ کدھر کو جاتا ہے؟ جواب مین مشرق کہا جائے گا اور بظاہر اس جواب مین کوئی نامعقولیت ظاہر نہین ہوتی۔ لیکن جب جہاز لنگر اٹھا کر مغرب کی طرف اسی تیزی سے چل دیتا ہے جس سے کپتان مشرق کی طرف جاتا ہے تو اب بتاؤ وہ کس جانب کو جا رہا ہے؟ تم جواب مین مشرق نہین کہہ سکتے کیونکہ جہاز اسے بڑی سرعت کے ساتھ مغرب کو لے جا رہا ہے مگر تم مغرب بھی نہین کہہ سکتے کیونکہ وہ تو تیز تیز قدم جہاز کے پچھلے حصہ کی طرف آ رہا ہے۔ جہاز والون کو وہ متحرک اور باہر والون کو ساکن معلوم ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ درحقیقت ساکن ہے؟ اگر زمین کی گردش محوری پر غور کیا جائے۔ تو وہ ایک ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے مشرق کو جا رہا ہے۔ اسلیے باہر کے دیکھنے والون اور جہاز والون کا خیال کپتان کی نقل و حرکت کی بابت درست نہین ہے۔ غور مزید سے ہمین معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا خیال بھی ٹھیک نہین ہے۔ کیونکہ ہم نے کرۂ ارض کے مدار کی حرکت کو ہمین شامل نہین کیا ہے۔ اور یہ تریسٹھ ہزار میل فی گھنٹہ ہے۔ اب اگر کپتان کی چال کا وقت دوپہر قرار دیا جائے۔ تو وہ ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے نہین۔ بلکہ (۶۲۰۰۰) میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مشرق کو جا رہا ہے مگر اب بھی ہمین اسکی رفتار کی تیزی اور اسکے رخ کا پتہ نہین لگا ہے۔ زمین کی رفتار کے ساتھ تمام نظام شمسی کی رفتار کو شامل کرنا پڑتا ہے۔ جو بڑی سرعت کے ساتھ ہرقلس نام کنشتری کی طرف جا رہا ہے جب ہم اس امر پر غور کرتے ہین تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ تو مشرق کو اور نہ مغرب کو جا رہا ہے بلکہ اس خط کی طرف جو طریق الشمس (Ecliptic) کے خطہ کی طرف مائل ہے اور غیر معین تیزی کے ساتھ جو سال کے موسم کے مطابق کم و بیش ہوتی رہتی ہے اگر ہمین اپنے نظام سیارگان کی ماہیت اور ترکیب کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگ جائے تو ہمین کپتان کی حرکت کا صحیح رخ اور رفتار معلوم ہو جاتی ہے۔

اس ساری بحث کا یہ مقصد ہے کہ ہمین شے کی اصل حرکت کا علم نہین ہوتا۔ کہ وہ کس رفتار سے

اور کس جانب کو ہو رہی ہے۔ بلکہ اسکی حرکت ایک مقام مقررہ سے شمار ہوتی ہے۔ چاہے وہ اس مقام سے ہو جہان ہم کھڑے ہین۔ یا دوسرے مقام سے لیکن ہم اس استدلال سے یہ سمجھتے ہین کہ جو حرکتین ہمین معلوم ہوتی ہین وہ اصلی نہین۔ اسکے معنی یہ ہین کہ حقیقی حرکتین بھی ہوتی ہین۔ ہم اس بات کو تسلیم کر لیتے ہین کہ حرکت کا رخ اور تیزی ہوتی ہے۔ اور اس خیال سے انحراف کرنا ہمارے لیے دشوار ہے خلا مین حرکت کے جو نشانات نمایان ہین اور جو ہم اس سے منسوب کرتے ہین اسکے سوا حرکت کی بابت کوئی خیال قائم کرنا مشکل ہے۔ حرکت کیا ہے۔ حرکت تبدیل مقام ہے لیکن خلا مین تبدیل مقام نشانات کے بغیر ناممکن الفہم ہے کیونکہ جگہ بجائے خود محال عقلی ہے۔ مقام کا خیال صرف اسوقت تک ہو سکتا ہے جب اسے اور مقامات کے ساتھ شامل کیا جائے۔ اگر خلا مین اشیا نہون تو جگہ کا خیال خلا کی حدود کے تعلق ہی مین پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ خلاے غیر محدود مین مقام کا تصور نہین ہو سکتا یعنی تمام مقام حدود سے یکسان فاصلہ پر ہوتے ہین لیکن خلا مین حدود کہان پس ظاہر ہوا کہ ہم حرکتِ مطلق کا تخیل تو کرتے ہین مگر حرکتِ مطلق کے تخیل مین کوئی صورت قائم نہین ہو سکتی۔ جب ہم انتقال حرکت پر غور کرتے ہین تو ایک اور مشکل سے دوچار ہوتے ہین۔ عادت ہمین اس عجوبہ سے بے خبر رکھتی ہے۔ ہم بچپن سے یہ دیکھتے چلے آتے ہین۔ ایک متحرک شے ساکن چیز مین حرکت پیدا کر دینے کی قابلیت رکھتی ہے مگر اسکی حقیقت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ تصادم کے بعد کسی جسم مین اسکی پہلی حالت سے کیا فرق واقع ہو جاتا ہے؟ اسکے اندر کیا شے داخل ہو جاتی ہے جو اسکے خواص مین انقلاب پیدا کیے بغیر اسے آگے ڈھکیل دیتی ہے؟ ایک شے ابھی ساکن ہے اور ایک لمحہ کے بعد وہ متحرک ہو جاتی ہے۔ ایک حالت مین وہ اپنی جگہ سے آگے نہین سرکتی مگر دوسری حالت مین وہ ہر لمحہ اپنی حالت بدلتی جاتی ہے۔ وہ کیا شے ہے جس سے یہ اثر ہمیشہ تک پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ مگر وہ ختم ہونے مین نہین آتی۔ اور وہ اس شے کے اندر کیسے واقع ہے؟ تم کہوگے حرکت اسکے اندر داخل کی گئی ہے۔ مگر کیسے؟ ٹکرانے والی شے نے کوئی شے اس جسم کے اندر منتقل نہین کی ہے! اور یہ خیال بھی بالکل لایعنی ہے۔ کہ تصادم سے شے ساکن مین ایک خاصہ منتقل ہو گیا ہے۔ مگر کیا شے اس مین منتقل کی گئی ہے؟

یہان پر ہمارے سامنے وہی پرانا مسئلہ پھر آتا ہے۔ کہ حرکت و سکون کے مابین ایک خاص علاقہ ہے جو جسم ایک خاص رفتار سے حرکت کر رہا ہے وہ ساکن نہین ہو سکتا جبتک وہ تمام درمیانی تیزیون سے نہ گزرے۔ جو اسے حرکت دینے کے لیے لازم آتی ہین۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ اسکی حرکت نہایت دھیمی ہونے

ہوتے آخرکار بالکل بند ہوجاتی ہے۔ مگر یہ غلطی ہے۔ ذہن میں چاہے یہ سمجھ لو کہ رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی ہے مگر
اصل یہ ہے کہ متحرک جسم کے اندر کچھ تیزی باقی رہتی ہے۔ اور ہلکی سی ہلکی گردش کا خاتمہ ناقابل گزر حرکت پر ہوتا ہے
کیونکہ شے چاہے جتنی بے مقدار ہو۔ مگر وہ لاشے سے بڑی ہے اسی طرح ادنیٰ ترین حرکت بھی سکوت سے بڑھکر
ہے۔ اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ حرکت کا چاہے خلا۔ چاہے مادہ۔ چاہے سکون کے تعلق میں تصور
قائم کرو۔ مگر وہ فہم و ادراک سے بعید ہے۔ اسکی ماہیت کو سمجھنے کی جتنی کوششیں کرو۔ مگر ہم عقلی عقدین میں پھنسے
بغیر نہیں رہ سکتے۔

جب ہم کرسی کو اوپر اٹھاتے ہیں تو ہمیں اتنا زور لگتا ہے جو قوت مخالف (جسے کرسی کا وزن کہا جاتا ہے) کے مساوی
ہوتا ہے۔ اور انکی نوعیت تسلیم کیے بغیر انھیں ایک دوسرے کے مساوی سمجھنا دشوار ہے کیونکہ مساوات کا درجہ تو
قوت کیا ہے انھیں چیزوں میں ہوتا ہے۔ جو نوعیت میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں برعکس
اسکے یہ امر قیاس سے بعید ہے کہ کرسی کے اندر کی قوت اس قوت سے مشابہ ہے جس کا ادراک ہمارے ذہن کو
ہوتا ہے۔ یہ جتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ قوت جس کا ہمیں علم ہے وہ شعور کی ایک کیفیت ہے۔ اس لیے ہم اسے
کا ... اسی صورت میں صورت آراستہ کیے بغیر نہیں سمجھ سکتے۔ قوت کو بجائے خود اپنے تجسس کی طرح سمجھنا
فضول ہے لیکن اگر ہم اسکا ادراک کرنا چاہیں تو اسے فعل تجسس کی طرح سمجھنا ضروری ہے

ہم قوت اور مادہ کے تعلق فیما بین کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں؟ مادہ کا علم ہمیں قوت کی مختلف صورتوں سے
ہوتا ہے۔ اسکی فوری یا دوری مزاحمت دور کردو تو پھر خلا ہی خلا باقی رہ جاتا ہے۔ مگر مادہ کے بغیر مزاحمت بھی محال
ہے۔ قوت کے مرکز وسعت کے بغیر ناممکن الفہم ہیں۔ اگر مادہ درمیان میں حائل ہو۔ تو یہ قوت کے مرکز دوسرے مرکزوں
کو اپنی طرف نہ کھینچ سکتے ہیں اور نہ دھکیل سکتے ہیں۔ حاصل کلام یہ قوت بجائے خود کیا ہے۔ اسکا کوئی تصور ہم
قائم نہیں کرسکتے اور نہ ہم جان سکتے ہیں کہ اسکا عمل کس طرح ہوتا ہے۔

عالم اسباب اور محسوسات سے قطع نظر کرکے ہم عالم معنوی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ ہم اس امر پر
غور نہیں کرینگے کہ کن وسائل سے ہمیں اشیائے خارجی کا ادراک ہوتا ہے۔ بلکہ اس بات سے بحث ہوگی کہ
حاسۂ ادراک معنوی ادراکات بجائے خود کیا ہیں؛ یہ حس کے ایک خاص طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں انکی
اصلیت کو جاننا بہت مشکل ہے تب بھی یہ امر مسلم ہے کہ ادراک کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں اور وہ یکے بعد
دیگرے ... ہوتی ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کیا مدرکہ کیفیت محدود ہے یا غیر محدود؟ ہم انہیں غیر محدود قرار نہیں دے سکتے کیونکہ ہم تجربہ سے جانتے ہین کہ اسکی ابتدا ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ غیر محدودیت کا ادراک ہی ناممکن ہے۔ اگر ہم اسے محدود قرار دین۔ تو یہ صرف نتیجہ کے طور پر کہہ سکتے ہین وجہ یہ ہے کہ ہمین اسکے دونون سرون کا پتہ نہین لگتا۔ آپ ذہن مین کتنا ہی پیچھے جائیے آپ یہ نہین معلوم کر سکتے کہ پہلا عمل حس کیا تھا۔ اسی طرح اپنا تصور آگے دوڑاؤ پھر بھی پتہ نہین لگتا۔ ہم استدلال سے یہ تو معلوم کر سکتے ہین کہ شعور آگے جا کر کسی موقع پر اختتام قبول کرے گا۔ مگر ہمین براہ راست اسکا علم نہین ہو سکتا۔ اور جن چند لمحون مین انتہا تک یہ پہنچتا ہے۔ ہم انکا بھی تعین نہین کر سکتے۔ کیونکہ ہم جسے ادراک کا آخری حصہ کہتے ہین وہ دراصل عارضی نہین ہوتا۔ کیونکہ تخیل اور شعور ذاتی مسلسل قائم رہتا ہے۔ جب مین یہ سوچنے لگتا ہون کہ ایک منٹ پہلے میرے دل مین کیا خیال تھا تو یہان پر سوچ کا دوسرا حصہ شروع ہو جاتا ہے۔ الغرض یہ سلسلہ یون ہی جاری رہتا ہے۔ جب ہم اسکی کڑی پر غور کرنے لگتے ہین تو اسکا اگلا حصہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسے اپنے تصور مین قید و محدود نہین کر سکتے جب پچھلی بات کو سوچنے لگتے ہین تو اگلی شروع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس ادراک کا خاصہ سوچنا اور تصور کرنا ہے اس سبب سے شعور کا تصور محال ہے۔ ہم اسے گھیرنے اور تخیل کی حد مین لانے کی کوشش کرتے ہین۔ مگر یہی کوشش اسے آگے بڑھانے کا باعث ہوتی ہے۔

شاید یہ کہا جاے کہ گو ہم براہ راست ادراک کو نہین جان سکتے کہ یہ اپنے قیام مین محدود ہے۔ کیونکہ اسکی دونون انتہاؤن کو جاننا دشوار ہے مگر ہم اسکی محدودیت کا تصور کرتے ہین" مگر یہ بھی درست نہین ہے جس شعور کو ہم جانتے ہین۔ اسکی انتہاؤن کا تصور محال ہے۔ کیونکہ تخیل مین انکا اختتام نہین ہوتا۔ مگر انکی صورت ثانی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ خیال کیا جاے کہ شعور کا ہمارے اندر خاتمہ ہوتا ہے تو اسکے یہ معنی ہونگے۔ کہ شعور کا پچھلا مرحلہ ختم ہو گیا اور بالواسطہ اس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پچھلے مرحلہ سے شعور کا سلسلہ پھر شروع ہوا جو محال عقل ہے۔ اسلیے ہم نہ تو مان سکتے ہین اور نہ تصور کر سکتے ہین کہ آیا شعور کا قیام محدود ہے یا غیر محدود۔ اسی طرح ہم اسے محدود بھی نہین مان سکتے البتہ ثبوت بالواسطہ سے وہ محدود ٹھہرتا ہے اور جب شعور کی ماہیت پر غور کرتے ہین۔ تو بھی ہمین کچھ معلوم نہین ہوتا۔ یہ کیا ہے جو سوچتا ہے؟ ہمین اسکی بابت بھی شعور کے سلسلہ کی حد یا عدم حد کی طرح کچھ معلوم نہین ہو سکتا۔

اسکی بابت کسی کو شک نہین ہو سکتا کہ ہر ایک آدمی اپنی ذات اور شخصیت کا پورا پورا علم رکھتا ہے "مین انسان ہون" اسکی حقیقت کا علم مجھے پورا پورا ہے۔ اور یہ شعور ذاتی تمام آدمیون مین پایا جاتا ہے۔ اور اسپر غور کرنے سے بہت سے فلسفے پیدا ہو گئے ہین۔ انانیت کا احساس ہر ایک آدمی کو ہے۔ اس سے گریز دشوار ہے گیہان

مسلسل ذہنی صورتون اور خیالون کی بابت کیا جانتے ہین جو شعور کے لیے لازمی ہین ؟ کیا وہ ذہن کی اُپج و تجربات ہین ؟ کیا یہی حقیقی "مین" ہے ؟ اگر ہم یہ کہین تو بالواسطہ ہمین یہ ماننا پڑتا ہے کہ مین ایک ہستی ہے - تو کیا ہم یہ کہین کہ صور علمیہ ایک قسم کے سطحی انقلابات ہین جو ایک متخیل وجود مین واقع ہوتے ہین - اور وہ بجاے خود اس وجود مدرک کا جسم ہین - اور الگ الگ علٰحدہ ترمیم شدہ صور علمیہ ہین جو لمحہ بہ لمحہ بدلتے رہتے ہین - اس خیال کے مطابق ذی عقل "مین" ایک مستقل اور مسلسل ہستی ٹھہرتا ہے کیونکہ انقلاب کے لیے منقلب کا مستقل وجود ضروری ہے پھر کیا ہم اہل شک کی طرح یہ مان لین کہ صور علمیہ بھی ہمارے نزدیک اکیلے وجود ہین اور شخصیت محض ایک بناوٹی شے ہے ؟ یہ بھی محال عقل ہے کیونکہ اس خیال کے مطابق جس امر سے انکار کیا جاتا ہے - دوسری صورت مین وہ ایک دعوے کی صورت پکڑ لیتا ہے - شعور کو ہم صور علمیہ کس طرح مان لین - اگر وہ شے موجود نہو جس پر انکا اثر اور نقش ہوتا ہے - اگر صاحب شک ہو جو اپنے شعور کو صرف صور علمیہ کا مجموعہ سمجھتا ہے تو وہ ان مین میرے خیالات اور تصورات کے نام سے کس طرح پکار سکتا ہے - جب سوال کرنے پر وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنی ذات کا پورا علم ہے تو پھر وہ اور باتون کے علم کو کس طرح مسترد کر سکتا اور اسے جھوٹا سمجھ سکتا ہے ! گو اس خیال سے گریز ممکن نہین تاہم عقلاً اسے معقول ثابت کرنا دشوار ہے جب عقل سے اسکی معقولیت کا مطالبہ کرو تو وہ اس سے انکار کرے گی - مسٹر مانسل کہتے ہین کہ حقیقی علم شعور ذاتی کا جزو ہے چنانچہ وہ کہتے ہین "فلاسفر جو چاہین قیاس کرین - مگر بنی آدم بالعموم یہ ماننے کو تیار نہین ہو سکتے کہ ذہن شعور کی کیفیتون کا ویسا مجموعہ ہے جیسا مادہ اوصاف مدرکہ کا ڈھیر ہے" مسٹر مانسل اور سر ولیم ہملٹن اور دوسرے آدمیون کا یہ خیال ہے کہ شعور کے لیے جو ابتدائی امر لازمی ہے وہ ذات اور سوے الذات کی نقیض ہے اس فعل ذہنی کے لیے جس سے مجھے اپنی ذات کا یا اور اشیا کا علم ہوتا ہے عالم اور معلوم یعنی جاننے والا اور موجود خارجی ضروری ہے - اب اگر شے مدرکہ ذات ہو تو مدرک ہستی کون ہے جو اسکا ادراک کرتی ہے ؟ اگر یہ کہو کہ مین سوچتا ہے - تو پھر یہ بھی بتاؤ کہ مین کس کا ادراک کرتا ہے ؟ مین کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہین کہ ذات مدرک مین عالم و معلوم ایک دم سے شامل ہوتے ہین - اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ شخصیت جس کا ہمین سب چیزون سے زیادہ علم ہے یعنی ہر ایک آدمی یہ بخوبی اور بلا شبہ جانتا ہے کہ مین انسان ہون - مجھے جو کچھ میرے دل مین گذرتا ہے اُسکا پورا علم ہے" باوجود اسکے بھی یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہمین شخصیت اور ذات کا کامل علم حاصل نہین ہو سکتا -

اس ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ مسائل لاینحل اُن حقائق کے نمایندہ ہین جو ممتنع الفہم ہین -

اور عقل انسانی انکے ادراک کلی سے ناچار ہے - چاہے جتنے واقعات جمع کرلو - اور پھر انکی بنا پر چاہے جیسے شاندار کلیات قائم کرلو مگر اصلیت سے پھر بھی دور ہی رہو گے - جو حقیقت ممکن التشریح ہے اسکی تشریح کے بعد یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اسکی تہ مین جو حقیقت غیر مرئی مضمر ہے ہم اسکے ادراک کے بالکل ناقابل ہین - چاہے عالم اسباب پر غور کرو یا عالم معنوی پر سائنس دان اپنے کو دونون جگہ ان مسلسل انقلابات کے درمیان پاتا ہے جنکی اسکے ابتدا اور نہ انتہا معلوم ہوتی ہے - اگر وہ یہ خیال تسلیم کرے کہ ابتدا مین عالم کی ہیئت غیر معین اور سحاب ایسی تھی تو پھر اسکی موجودہ صورت پذیر ہونے کے طریقہ کی لاعلمی ستاتی ہے - اسی طرح اگر وہ مستقبل پر نگاہ دوڑائے تو عالم اسباب کے شاندار جلوس و تبدلات کی انتہا کا خیال دیکھنے کے ناقابل بنجاتا ہے - اسی طرح اگر وہ اپنے گریبان مین منھ ڈالے تو اسے شعور کے دونون سرون کا پتہ نہین لگتا - اور گو ان دونون سرون کو تخیل مین لایا جا سکتا ہے - پھر جب وہ عالم اسباب یا مظاہر معنوی کی معنوی ہیئت پر غور کرتا ہے تب بھی اسے کچھ معلوم نہین ہوتا - فرض کرو اگر وہ موجودات کی تبدیلیون اور مختلف صورتون کو ظرف و زمان مین قوت کے مظاہر سے منسوب کرے - تو پھر اسکی عقل قوت ظرف و زمان کی نوعیت کا پتہ لگانے مین لڑکھڑاتی ہے - اگر عمل تفریق سے وہ یہ معلوم کرے کہ ذہنی عمل محض تحسسات ہین جن سے خیال پیدا ہوتا ہے تو بھی اسے حقیقت کا کچھ پتہ نہین لگتا کیونکہ وہ یہ نہین جان سکتا کہ بجائے خود تحسسات کیا ہین اور انکا کسکو علم ہوتا ہے - آخر کار وہ یہ خیال کرتا ہے کہ مظاہر خارجی و معنوی اپنی نوعیت اور ابتدا مین یکسان بعید الفہم ہین - چاہے محقق جدھر جائے اور تحقیقات کرے - وہ معمۂ لاینحل سے دوچار ہوے بغیر نہین رہ سکتا - بلکہ اسے دن پھر اسکے حل نہونے کا یقینی علم ہوجاتا ہے - اسے عقل کی بڑائی اور کوتاہی کا بھی ایک ساتھ علم ہوجاتا ہے یعنے جو اشیا تجربہ مین آسکتی ہین عقل ان سے خوب بحث کرکے اپنی عظمت ظاہر کرتی ہے - مگر جب وہ اشیاے فوق التجربہ سے بحث کرتی ہے تو اسکی کوتاہی اور ناچاری معلوم ہوجاتی ہے کہ "معلوم شد کہ ہیچ معلوم نیست" اور یہ کہ اسکی تہ تک پہنچنا انسان کی عقل و فہم سے بالکل باہر ہے -

جے آر - رائے

رباعی

فرقت مین الم کدہ ہے سینا افسوس | اب خون جگر پڑا ہے پینا افسوس
دن کو رونا ہے شب کو تارے گننا | یہ بھی جینا ہے کوئی جینا افسوس

تمنا عمادی

مہمانِ قفس

آہ! اے مرغ گرفتار مصیبت تیری — تو کہان اور کہان گوشۂ زندان قفس
کی ہے صیاد ستمگار نے دعوت تیری — کل تھا مہمان چمن، آج ہے مہمان قفس

آب و دانہ یہ کہان تجھکو کہان سے لایا — آہ! پھندے مین تجھے حرص و ہوا کے ڈالا
آگیا دام مین نادان تھا دھوکا کھایا — بخت واژون نے شکنجے مین بلا کے ڈالا

طوطی و فاختہ و زاغ و زغن تھے ہمراز — ہمصفیرون کا چھٹا ساتھ وطن بھی چھوٹا
سنبل و نارون و سرو سمن تھے دمساز — گھر ہوا کنج قفس صحن چمن بھی چھوٹا

سر شوریدہ کو دیوار قفس سے نہ پٹک — دل کو تڑپاتی ہے اب حسرت پرواز تری
شور نغمہ سے نمک زخم جگر پر نہ چھڑک — چٹکیان لیتی ہے منقار سے آواز تری

اب نہ کر صدمۂ بے بال و پری کا شکوہ — پا بہ زنجیر کو موقع نہین آزادی کا
اب ہے بیکار نسیم سحری کا شکوہ — کون ہمدم ہے کہ قاصد بنے فریادی کا

گلۂ قید عبث، شکوۂ صیاد عبث — لے خبر کون تری رام کہانی سُن کر؟
ماتم جور عبث، نوحۂ بیداد عبث — داد دے کون تری مرثیہ خوانی سُن کر؟

ایک تو ہی نہین منت کشِ آزارِ قفس — کون ہے وہ جو اسیر غم و حرمان نہ ہوا؟
دل گرفتہ ہین بہت تجھ سے گرفتارِ قفس — کون سا مرغ خوش الحان ہے کہ نالان نہ ہوا؟

باغبان کون سا ہے جس نے نہ کی ہو بیداد؟ — کون سا گل ہے کہ گلچین نے نہ توڑا ہو جسے؟
آشیان کون سا ہے جو نہ ہوا ہو برباد؟ — کون سا صید ہے صیاد نے چھوڑا ہو جسے؟

ضبط کر آہ و فغان صبر کر اے زندانی! — کیون ہے یہ گریۂ بیتابی و اشک افشانی؟
میزبان کہتا ہے شب بھر کی ہے اب مہمانی — صبح ہوتے ہی اُٹھے گا ترا دانہ پانی؟

کل چھُری پائین گے جتنے ہین اسیرانِ قفس
دن کو مہمانِ قضا رات کو مہمانِ قفس
(نسیم دہلوی)

شفق رضوی (عماد پوری)

اُردو کا حال اور مستقبل

مسلمانون کے ہندوستان مین آنے اور یہان بود و باش اختیار کرنے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ایک ایسی زبان پیدا ہو جاتی جس مین نووارد اجنبی اور اہل ملک تبادلۂ خیالات کر سکتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ فاتح اور مفتوح اقوام بالعموم ایک دوسرے مین مخلوط ہونے سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتی ہین۔ انگلستان کو جب نارمن قوم نے فتح کر لیا تو مفتوح قوم سیکسن نے حتی المقدور اپنے تمدن و معاشرت اور زبان کو فاتحین کے اثر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہندوؤن نے سیکسن قوم سے کہین بڑھکر اپنے قومی اور مذہبی خصائص کے تحفظ مین سعی بلیغ کی نارمن لوگون نے مفتوح قوم کی تہذیب و زبان کو حقیر جان کر اپنے تمدن اور زبان کی حفاظت کرنی چاہی۔ ہندوستان کے مسلمانون نے بھی عرصے تک اپنی نوعیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ ان دونون ملکون کی مثال مین فرق صرف اتنا ہے کہ انگلستان مین دونون قومین ایک مذہب کی پیرو تھین مگر ہندوستان مین دونون قومون کا مذہب ایک نہ تھا، اسی وجہ سے اُس ملک مین تو دونون قومین بہت جلد شیر و شکر ہو گئین اور طرز تمدن، و معاشرت اور زبان کی تفریق جلد اٹھ گئی مگر ہمارے ملک مین اس عمل ہم رنگی کی رفتار بہت سست رہی اور کم و بیش ایک ہزار سال کے اجتماع کے بعد دونون قومون کے طرز تمدن و معاشرت پر کچھ اثر پڑا اور ایک مشترک زبان نے متمائز شکل اختیار کی۔

۲۔ اسکے کہنے کی کچھ احتیاج نہین ہے کہ وہ مشترک زبان فی زماننا اُردو کے نام سے پکاری جاتی ہے ملک کی کثیر آبادی کی وہ مادری زبان ہے اور اسکی نسبت ملک کی عام زبان بن جانے کی قوی امید کی جاتی ہے، اسلیے کہ اُسکا تاریخی تعلق ملک کی دو بڑی قومون ہندو اور مسلمانون سے مساوی ہے، اور مزید بران اُس مین ترقی کن زبانون کی خصوصیات باحسن طرق موجود ہین ...... زبان کی پیدائش اور ترقی بھی تمدنی قوانین کی پابند ہے، اور اُسکے وجود مین آنے کے لیے جس طرح موافق اتفاقات کا بہم ہونا ضروری ہے اسی طرح اُس کے پھولنے پھلنے اور بڑھنے پھیلنے کے لیے مناسب حالات کے جمع ہونے کی ضرورت ہے، لیکن ساتھ ہی شخصی کوششین حالات کے تغیر و تبدل مین ویسی ہی موثر ثابت ہوتی ہین جیسے موزون مواقع کا اجتماع اشخاص و اشیا کی پیداوار مین[1]۔ لاریب ملک کی موجو

[1] اس موقع پر اتفاقات ان زبانون کا تذکرہ نامناسب نہوگا جو یورپ مین وقتاً فوقتاً اس غرض سے مخترع کی گئین کہ اپنی آسانی

حالت ایسی خوشگوار نہین ہے کہ اُردو کو ایسے سرپرست اور مربی میسر آجائین جیسے السنہ مغرب کے اولیا ہین
مگر ہماری پر از امید نگاہین ملک کی آئندہ بہبودی کا تصور اور توقع کرتے ہوے افق مستقبل کو زیادہ گرد آلود نہین پاتین

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) اور سادگی کی وجہ سے وہ ایک بین الاقوامی زبان بن سکین - اس تذکرے سے میرا مقصود چار امور ہین: (۱)
ضرورت یا موافق مواقع یا اتفاقات کے اجتماع نے اس قسم کی مشترک زبان کا احساس وادراک پیدا کیا (۲) سوا ے
اسپرانٹو (Esperanto) کے دوسری زبانین اس وجہ سے ناکام رہین کہ جس غرض کے لیے وہ مخترع کی گئی تھین وہ غرض
بطریق احسن پوری ہوتی نظر نہ آئی (۳) شخصی کوششون نے ہرچند کہ موافق اتفاقات سے ایک ایسی مشترک زبان کے لیے سامان
طیار کر دیا تھا، اسپرنٹو کی اشاعت اور مقبول بنانے مین حیرت انگیز کامیابی حاصل کی (۴) جب مصنوعی زبانون کو اس حد تک کامیاب
بنایا جانا ممکن ہے تو ایک ایسی زبان کی جو اس وقت ایک مستقل زبان کی حیثیت رکھتی ہو اور جس کی ولادت بھی قدرتی ہو کامیابی
کی کس قدر امید کی جا سکتی ہے - ان امور سے اُردو کے لیے سبق حاصل ہوتا ہے -

یورپ مین اس قسم کی مصنوعی زبانون کی ضرورت اُس وقت سے محسوس ہونے لگی جب سے لاطینی زبان کا استعمال تعلیم یافتہ طبقے سے اُٹھ گیا - چنانچہ لارڈ بیکن نے سترھوین صدی کی ابتدا مین اپنی ایک تصنیف مین ایک ایسی زبان کے ایجاد کیے جانے کی طرف اشارہ کیا تھا جو "چند مختلف زبانون کی چیدہ خوبیون کا مجموعہ" ہو لیکن سب سے پہلی عملی تجویز ایک شخص مسمی سام ہارٹلیب (Sam Hartlib) نے ایک رسالے مین پیش کی جو سنہ ۱۶۴۷ء مین لندن سے شایع ہوا تھا اسمین ایک عام رسم الخط پیش کیا گیا تھا جسکے ذریعے سے دو آدمی خواہ وہ ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف ہون اپنے خیالات کا تبادلہ کر سکتے ہین اسکے بعد اسکاٹ لینڈ کے باشندے جارج ڈلگارنو (George Dalgarno) نے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے گونگون اور بہرون کی گفتگو کے لیے علامات کا قاعدہ ایجاد کیا سنہ ۱۶۶۱ء مین ایک عام فلسفی زبان مخترع کی بشپ ولکنس (Bishop Vilkins) نے سنہ ۱۶۶۸ء مین اسکی تائید مین ایک مضمون لکھا اٹھاروین صدی مین ایسی ہی بہت سی تجاویز بالخصوص فرانس اور جرمنی مین متواتر پیش کی جاتی رہین لیکن اُنیسوین صدی مین تو انکی بھرمار ہو گئی - پچھلے پچاس سال ہی مین اتنی تجاویز ہوئین کہ ان سب کا تذکرہ بہت زیادہ جگہ گھیرے گا چند خاص کا ان مین سے بیان پر تذکرہ کافی ہے -

ایک شخص مسمی پیرو (Pirro) نے سنہ ۱۸۶۸ء مین فرانسیسی، انگریزی، جرمن، اطالوی اور ہسپانوی زبانون مین لکھکر اپنی "لسان عامہ" (Langue Universelle) مشتہر کی جس مین ایک سادہ صرف و نحو مرتب کر کے اور یورپ کی تمام بڑی بڑی زبانون بالخصوص لاطینی کی اصلی خصوصیات کو پیش نظر رکھکر اسکے لغات بنائے تھے سنہ ۱۸۸۵ء مین ایک روسی عالم ولہن بیرانووسکی (Von Baronovoski) نے ایک ایسا دستور العمل اُس کا

۳۔ اس پر غور کرنا کہ اس وقت اُردو کی کیا حالت ہے، اردو کے مستقبل کے متعلق بحث کرنے کا ضروری مقدمہ ہے، اس لیے سب سے پہلے یہ دیکھنا واجب ہی کہ ہماری زبان اور اسکے ادب کی اس وقت کیا حالت ہے اور کہانتک وہ ہماری امداد کے محتاج ہین۔ سب سے اول یہ بات ظاہر ہے کہ ہماری اُردو ایک مرکب اور مخلوط زبان ہے جسکے لغات عربی سنسکرت، فارسی، بھاشا اور ترکی سے لیے گئے ہین گو بعض لغات ایسے بھی ہین جن کی شکل و صورت اور معانی کو اقتضاے مدت نے تبدیل کر دیا۔ انگریزی حکومت کی وجہ سے جہان مغربی تمدن نے حیرت انگیز اثر ڈالا ہے انگریزی زبان کی رواج و اشاعت نے لوگون کے خیالات تحریر اور تقریر مین بڑا انقلاب پیدا کر دیا ہے، انگریزی کے چند الفاظ بہ تبدیل ہیئت یا بجنسہ ہمارے روزمرہ کے جزو لاینفک ہو گئے ہین، لیکن جہان ملک کو اس غیر زبان کی ترویج سے منافع عظیم پہنچے ہین یا پہنچ رہے ہین وہان ملکی زبان کو بحیثیت زبان نقصان بھی کچھ کم نہین پہنچ رہا ہے۔ ملک مین ایسے متوطنین کی تعداد اس وقت تماشی نکل آے گی جو انگریزی یا کسی دوسری غیر ملکی زبان کے فاضل ہون گے مگر جنھین مادری زبان مین گفتگو کرنا بھی نہ آتی ہوگی یا اگر دو چار لفظ بول لیتے ہون گے تو اس طرح کہ اس سے انھین واقف زبان نہین کہا جا سکتا۔ ایسے تعلیم یافتہ (میری مراد انگریزی تعلیم یافتہ لوگون سے ہے) لوگون کی تعداد کا تو اندازہ بھی نہین کیا جا سکتا جو اپنی مادری زبان مین تقریر یا نوشت و خواند مین ۔۔۔

نام (L'Ideographie) تھا پیش کیا جس مین بذریعہ علامات کے اظہار خیالات کیا جا سکتا تھا۔ سنہ ۔۔۔ مین ایک جرمن عالم شلیر (Schleyer) نے مشہور زبان وولاپیوک (Volapuk) ایجاد کی سنہ ۔۔۔ مین ایخاارن (Eichchorn) نے بزدو کے طریق پر ایک دوسری بین الاقوامی زبان کی طرح ڈالی جس کا نام (Weltsprache) لسان عالم تھا۔ سنہ ۔۔۔ مین جرمنی کے عالم یوجین لانڈا (Eugen Landa) نے اپنی زبان کا سامان (Kosmos) کو شایع کیا۔ اخازو اور لانڈا کی زبانین وولاپوک سے زیادہ مشکل تھین اسٹینر (Steiner) نے جو زبان پیسی لنگوا (Pasilingua) کے نام سے شایع کی تھی وہ بھی پیتو کے طرز پر تھی لیکن اُسے فرانسیسی، انگریز، اطالوی اور ہسپانوی بہت آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔ والپوک کسی زمانے میں بہت مقبول ہوئی تھی لیکن پسی لنگوا وغیرہ کو کامیابی نہین ہوئی مگر جب سے اسپرانٹو ایجاد ہوئی ہے اُسے دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے، اسکی اشاعت کے لیے کمیٹیان قایم کیجاتی ہین کمین کثرت سے تراجم وغیرہ کیے جاتے ہین اُسکے مکمل لغات بھی ملیا ہے، کچھ عرصہ گزر گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپرنٹو کو بہت استحکام حاصل ہو جائیگا۔ علاوہ ایک مشترک زبان کے ایک مشترک رسم الخط کی بھی کوشش ہو رہی ہے حال ہی مین جرمنی سے تین چار علیحدہ علیحدہ نئے رسوم الخط کے شایع ہوے ہین۔

دستگاہ رکھنے کے باوجود انگریزی الفاظ کے استعمال کے اس کثرت سے عادی ہوگئے ہیں کہ بعض اوقات انگریزی زبان سے ناواقف انکی بول چال بالکل نہیں سمجھ سکتے۔ باقتضائے قاعدہ انگریزی زبان کے روز بروز عام ہونے کے ساتھ اس خصوصیت میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اب بچوں کو کم سنی ہی سے انگریزی زبان کی تحصیل میں مصروف کردیا جاتا ہے اور ی زبان میں کم استعدادی کی وجہ سے ان لڑکوں کو مجبوری انگریزی الفاظ سے مدد لینا پڑتی ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک ایسا خطرہ ہے جس سے اُردو کو بچانے کے لیے عام احساس اور توجہ کی ضرورت ہے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تعلیم میں اہل ملک کی حالت روبہ ترقی ہے اور محبان ملک اس کو ہندوستان کے زرین مستقبل کا پیش خیمہ تصور کرتے ہیں۔ لیکن مغربی تعلیم کی توسیع کے ساتھ ہماری زبان میں انگریزی الفاظ کا بیجا اشتراک قدرتاً ہماری زبان کی ترقی میں بہت بڑا سنگ راہ ہے ۔۔۔۔۔ مغربی السنہ کا سرچشمہ تاریخی طور پر سنسکرت اور قدیم فارسی سے علاقہ توحد ہو لیکن بعد زمانہ اور تفاوت مقامات نے آپس میں زمین آسمان کا اختلاف پیدا کردیا ہے اور سوائے ابتدائی مماثلت کے جس سے اُنکی یک جنسی کا پتہ چلتا ہے، بادی النظر میں اُنکے ابنائے جنس ہونے کا یقین بھی نہیں آسکتا۔ جب یک جنس زبانوں میں ایسا تغیر و تبدل ہوگیا ہے تو ظاہر ہے کہ السنۂ مغربیہ و السنۂ ممقطعی میں جو بالکل غیر جنس ہیں اور جن میں ابتدائی علامات بھی مشابہت کے موجود نہیں ہیں کس قدر فرق ہوگا۔ ہماری اردو زبان کو ممقطعی زبان عربی سے براہ راست و بواسطہ فارسی وہی علاقہ ہے جو اُسے آرین زبانوں سنسکرت، فارسی قدیم اور بھاکھا سے ہے مگر اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ اپنے والدین میں وہ اول الذکر کی وضع و قطع پر بہت ہے گو موخرالذکر کی بہت ساری خصوصیات بھی اسمیں وراثتاً نقل ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود انگریزی زبان کے ایک طرح پر ہماری زبان سے دور کے رشتہ دار ہونے کے اُسکے الفاظ اردو میں نہیں کھپتے اور انکا اسمیں خواہ مخواہ داخل کرنا اُردو کے حسن و جمال کو بڑا نقصان پہنچاتا ہے۔ نظر بر واقعات سب سے پہلے ہماری زبان کو جو پہلے ہی سے کئی زبانوں کی شارکت کی وجہ سے معجون مرکب بنی ہوئی ہے جہاں تک ہو سکے مغربی لغات سے پاک و صاف رکھنے کی طرف خاص توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے ورنہ اسکے علاوہ کہ اُردو کی شخصیت کو بڑا صدمہ پہنچیگا اُسکے پڑھنے لکھنے اور سمجھنے میں بڑی ابتری پھیل جائے گی۔

۴۔ آج سے چالیس پچاس سال پیشتر اُردو کی جو حالت تھی اُسکے مقابلے میں اُسے اس وقت معتدبہ ترقی ہوئی ہے۔ فارسی کی تعلیم و تعلم کا مذاق ملک سے تقریباً بالکل اُٹھ گیا ہے اور لوگ یہ بخوبی سمجھنے لگے ہیں کہ اب اُردو فارسی کی خالی شدہ جگہ لینے کی ہر طرح قابل ہوگئی ہے۔ چنانچہ الی اُردو کتابوں کی تعداد میں ہر سال

اضافہ ہوا ہے اور فارسی مین اب اپنی کتاب لکھنے کی جانب شاذ ہی کوئی شخص مائل ہوتا ہے لیکن باوجود اردو
کی اس ظاہری ترقی کے ہماری زبان فی الحقیقت ابھی اپنی ہستی کے ابتدائی مراحل بھی طے نہین کر سکی ہے
اور بحالات موجودہ دنیا کی اعلےٰ ترقی یافتہ زبانون سے اُسے کچھ نسبت نہین ہے۔ ملک مین ادب کا مذاق نہایت
گرا ہوا ہے اور اردو نہایت بری حالت مین ہے۔ ملک کے تعلیم یافتہ طبقے کو بدقسمتی سے اُسکی سرپرستی کا جیسا
کچھ چاہیے خیال نہین ہے اور اردو مین تصنیف و تالیف کے وجود کا انحصار ان لوگون پر ہے جو اسے ترقی دینے
کی صلاحیت نہین رکھتے اسی وجہ سے کتابین شائع ہوتی ہین مگر اکثر بیکار اور فضول لوگ لکھتے پڑھتے ہین مگر غیر
مفید اور لا حاصل ہماری زبان کی کسی صنف کی کتب کو لے لیجیے بہرحال اردو کی بے مایگی کا نیا ثبوت
مل جاے گا۔ مذاہب، تجارت، سوانح، فلسفہ، حکمت، تواریخ، فنون لطیفہ، فنون مفیدہ ان مین سے جس صنف
کی کتب موجود ہین وہ بزبان حال ہمارے سرمایہ کی تہی دستی پر شاہد ہین۔

سب سے پہلے ان کتب کو لیجیے جن کا تعلق مذاہب سے ہے۔ یہ تین قسم کی ہو سکتی ہین ایک تو وہ
جو محض ہم مذہبون کے لیے اپنے مذہب کی واقفیت و اطلاع کی غرض سے لکھی جائین دوسرے وہ جو بحث یا
مناظرے کی نیت سے لکھی جائین تیسرے وہ جو غیر جانبداری سے مختلف مذاہب اور فرقون کے عقاید و
مذہبی مراسم کے تذکرے مین واقفیت عامہ کی غرض سے لکھی جائین۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ان مین سے ہر
قسم کی اردو کتابون کی کیا حالت ہے۔ ان تینون مین دوسری قسم کی کتابون کی تعداد سب سے زیادہ ہوتی
ہے اور اخیر قسم کی کتابین اس تعداد کا معدوم کا حکم رکھتی ہین۔ پہلی قسم کی کتابون مین اعلےٰ قسم کی تصانیف و
تالیفات بہت ہی کم شائع ہوتی ہین اور اکثر ادبی نقطہ خیال سے نہایت کم حیثیت ہوتی ہین دلچسپی اور نظم و
ترتیب ان مین اکثر معدوم ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی تصانیف کا حال ناگفتہ بہ ہے یہ ہمارے ادب کا
سب سے فضول اور مذموم حصہ ہین جس سے عوام کا بہت سا قیمتی وقت ضائع ہونے کے علاوہ ان کا مذہبی
و ادبی مذاق نہایت خراب ہوتا ہے تعصب، تنگ خیالی گالی گلوج، ہرزہ درائی اور سب و شتم انکی مشترکہ
خصوصیات ہین جس دریدہ دہنی کے ساتھ ایسی کتابون کے لکھنے والے ایک دوسرے کے مذہبی معاملات کے ساتھ
پیش آتے ہین اُسے دیکھکر کون ایماندار آدمی ان کتب کی اشاعت کے جواز کا فتوی دینے کی جرأت کر سکتا ہے
تحقیق حق کی جسکے دعوے پر ایسی کتابین لکھی جاتی ہین بو تک نہین آتی بلکہ وہ صریح بے انصافی ہٹ
دھرمی اور دانستہ دل آزاری سے پُر ہوتی ہین ایسی کتب کی اشاعت کے انسداد کی بس ایک یہی

صورت ہے کہ ہر قوم و ملت کے مصلح اپنے اصحاب اور اردو کے بہی خواہ شایستہ مذاق کے پیدا کرنے اور منافرت
و تنگ خیالی کو دور کرنے کی مستقل کوشش کرین جس قدر وہ اپنی ان کوششون مین کامیاب ہون گے
اسی قدر اُن کتابون کی تعداد گھٹتی جائے گی۔

۶ - ہمارے ادب کی صنف ثانی و ثالث کے تصانیف و تالیفات کا حال بدترین ہے۔ اعلی قسم
کی کتب کا کیا ذکر متوسط اور ادنی قسم کی کتب کا بھی نشان مفقود ہے۔ اسوقت تک کسی شعبہ علم مین جو ایک
آدھ کتاب لکھی گئی ہے اُس کا نام تک قدردانون کے محدود دائرے سے باہر کوئی شخص نہین جانتا۔ اس قسم
کی تصانیف کی نایابی و ناقدری کی وجہ سے اُردو پبلک کی معلومات اور قوائے دماغی کا جو حال ہے وہ
ظاہر ہے۔ ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

یہ ایسی بڑی کمی ہے جسکے پورا کرنے پر اُردو ادب کی قسمت کا سب سے زیادہ انحصار ہے اور بہی خواہان
اُردو کے لیے اب اس میدان کی مرحلہ پیمائی سے بڑھکر کوئی دوسری منزل درپیش نہین ہے۔ اُردو کو
معراج ترقی پر پہنچانے اور اُردو بولنے والی پبلک کے دماغی نشو و نما کے لیے ہماری زبان مین
ہر قسم کے علوم کا منتقل کرلانا بس ضروری ہے ہماری زبان اور ادب کے محسن وہی لوگ ہونگے جو اتفاق
و اشاعت علوم مین اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اردو زبان کی خدمت کو نباہتے ہین۔ جو لوگ علوم کی
موجودہ ترقی کے حال سے ناواقف نہین ہین وہ اس بات کو آسانی سے اندازہ کرسکتے ہین کہ یہ میدان کس قدر
وسیع ہے اور کتنے وقت محنت اور روپیہ خرچ کرنے کی اس عظیم الشان کام کے انصرام کے واسطے حاجت
ہے۔ فی الحال گنتی کے چند لوگ ہیں جو اپنی بساط بھر اردو کی خدمت کر رہے ہین مگر گنتی کے کارکنون سے
ایسا مہتم بالشان کام کیسے انجام پاسکتا ہے؟ اپنی قوت اور وسعت سے بڑھکر اول تو یہ لوگ کام کر نہین سکتے
دوسرے ملک مین صحیح مذاق کے نہونے کی وجہ سے ان کی قدر بھی کم کی جاتی ہے اور نہ کوئی ہمت افزائی۔ آخر
جو ہمت شکن نتیجہ نکلتا ہے وہ بالکل قدرتی ہے۔ ایسے دردمند دل اکثر اُس عام افسردگی کی بدولت سست
پڑجاتے ہین اور اُنکی ہمتین قاصر ہوجاتی ہین لیکن ابنائے ملک اور اہل زبان کی بے اعتنائی سے بڑھکر
اُردو کی موجودہ نہایت غیر مکمل حالت بھی اکثر ہی نرا ہونے کے لیے مانع عظیم ہے مثلاً کسی علم پر قلم اُٹھانے
کے لیے، یہان میری مراد جدید علوم مغربی سے ہے جنکے اُردو مین منتقل ہونے کا مسئلہ اسوقت ہمارے زیر غور
ہے، کسی شخص کو سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہوگی کہ وہ اپنا بیشتر وقت [illegible] مقابل اصطلاحات

علمیہ کے اختراع مین صرف کرے جب کہین جاکر وہ کچھ لکھ سکتا ہے۔ اگر بالفرض وہ اختراع اصطلاحات مقابل مین بے پروائی سے کام لے اور آزادی سے غیر ملکی و غیر جنس زبانون کی اصطلاحات کو بجنسہ اردو خط مین لکھ لینے پر اکتفا کرے، تو ایسا لکھنا لکھانا ہماری اردو کے لیے کیا مفید ہے؟ ظاہر ہے کہ اصطلاحات علمیہ کا موزون اور صحیح ترجمہ کرنا ایک بات ہے اور پہلے سے ترجمۂ اصطلاحات موجود ہونے پر کچھ لکھنا دوسری بات ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایک شخص پہلے کام کے کرنے سے معذور ہو (مجھے بہت سے ایسے قابل لوگون کی مثالین معلوم ہین) مگر دوسرے کام کو باحسن طرق انجام دے سکے۔ اب اگر کوئی شخص محض اختراع اصطلاحات پر قادر نہونے کی وجہ سے اردو کی خدمت نہ کر سکے تو بیشک ہماری زبان اور ادب کی بدقسمتی ہے۔ اردو زبان مین مختلف علوم کے اصطلاحات کا اسوقت تک کوئی لغت تیار نہونا حامیان اردو کی بہت ہی بڑی بے استنائی اور کاہلی پر دلیل لائے ہے جس غریب زبان مین علوم کا کیا ذکر انکے لغات تک بھی موجود نہون اسکی ترقی کس صورت سے ہو سکے؟ یہ سچ ہے کہ پہلے علوم پیدا ہوتے ہین اور بعد مین انکے لغات لکھے جاتے ہین مگر یہ کلیہ ہماری زبان کی بابت صادق نہین آتا بلکہ اسکا مخالف قول صادق آتا ہے اسلیے کہ ہمارے یہان ابھی نئے علوم کے پیدا ہونے کا تذکرہ نہین ہے بلکہ یہان تو غیر زبانون سے خزینہ علوم اپنے واسطے منتقل کرنے کی بحث ہے۔ وہ زمانہ بہت دور ہے جب ہمارے ملک اور زبان کی ایسی حالت ہو جائے گی کہ نقل اول اُنکا دور پر رہت آ سکے گا۔

۷۔ اصطلاحات کے ترجمے کا مسئلہ نہایت قابل غور ہے اور مین نے بدین وجہ اردو کے بہی خواہون کی دشواریون مین سے اُسے بالقصد منتخب کیا ہے۔ اس سے پیشتر بہت اہل الرائے غالباً اسکے متعلق بہت کچھ لکھ چکے ہین لیکن یہان بھی جو کچھ لکھا جاتا ہے امید ہے کہ ترقی خواہان اردو ناچیز کی بے بسی اور گمنامی پر خیال نہ فرما کر بغور ملاحظہ فرمائین گے ...... جیسا کہ ظاہر ہے اصطلاحات کا وجود علوم کی ولادت کے ساتھ وابستہ ہے۔ نئے ادراکات اور نئی معلومات کے اضافے کے ساتھ نئے الفاظ کے ازدیاد کی احتیاج پیدا ہوتی ہے۔ ہر زبان کی تین جداگانہ غرض ہوتی ہین

(۱) اپنے خیالات سے دوسرون کو آگاہ کرنا (گفتگو اور خط و کتابت)۔

(۲) بطور معاون غور و خوض کام مین لانا۔

(۳) بطور آلۂ یادداشت ارتجاع و ایا کے استعمال کرنا۔

ابتداءً ہر زبان غرض اول کے لیے مخصوص ہوتی ہے مگر ترقی کرنے پر اغراض دوم و سوم بھی اسکے

اجزا قرار پا جاتے ہیں اور کسی زبان کی ترقی کو دریافت کرنے کا یہ معیار ہے کہ آیا اُسکے بولنے والے اپنی تمدنی اغراض میں بآسانی کامیاب رہتے ہین یا نہین یعنی وہ زبان اتنی وسیع بھی ہے کہ ہرطرح کے خیالات اُس مین بلا کسی تکلف کے ظاہر کیے جا سکتے ہین یا نہین جس زبان مین ان مین سے کوئی غرض پوری نہوسکتی ہو وہ ابھی تک ناقص اور غیر مکمل زبان ہے۔ ...... جن لوگون نے زبانون کی تواریخ پر غور کیا ہے وہ اس سے بھی واقف ہین کہ کس طرح مرور دہور کے ساتھ الفاظ اپنی ہیئت اور معانی مین تغیر و تبدل پذیر ہین اور کس طرح الفاظ کثیر المعانی ہوجاتے ہین حتی کہ ہر زبان مین "لغات اضداد" پائے جاتے ہین۔ ایسے امور کا اندازہ ان لوگون کو زیادہ آسانی سے ہوسکتا ہے جو کسی زبان کے قدیم ادب کا مطالعہ کرین بعض لوگ قدما کے کلام کے سمجھنے مین اس قسم کی ناواقفیت کی وجہ سے بڑی بڑی غلطیان کر بیٹھتے ہین۔ الغرض الفاظ کی طرف سے یہ جائز اندیشہ رہتا ہے کہ ایک زمانے کے بعد وہ اپنے موجودہ معانی چھوڑ کر دوسرے معانی مین استعمال ہونے لگین۔ مزید برآن دوسرا نقص ہر زبان مین یہ بھی ہے کہ بالعموم لوگ الفاظ کے پورے معانی نہین سمجھتے اس کا امتحان اس طرح ہوسکتا ہے کہ معمولی سی معمولی لفظ کسی سے اُسکی تعریف پوچھو تو بہت صحیح جواب دینے مین اکثر ناکام رہے گا۔ ان عیوب اور دشواریون کو پیش نظر رکھتے ہوے تاوقتیکہ تدوین علوم مین ان کے دور کرنے کی جانب خاص توجہ نہ کی جاے تھوڑی ہی مدت مین علمی زبان کا بھی وہی حشر ہو جو عام زبان کا ہوتا ہے یعنی غلط فہمی کے بہت سے اسباب جمع ہوجائین اور علم بے علمی اور جہالت کا باعث بن جاے ضرورت نے مدونین علوم کو اس التزام پر آمادہ کیا کہ وہ حتی المقدور اپنی علمی زبان کو عام زبان سے جدا رکھین (گو بعض حالتوں مین نئی وضع اصطلاحات علمیہ اس ضرورت پر مجبور کرتی ہین) کم فہمی کے اندیشے کو دور کرنے کے لیے یہ اہتمام کیا کہ انکی ایسی جامع و مانع تعریفین کردین کہ جن پر بغیر عبور حاصل کیے ناظر علوم زبان علمی کے سمجھنے سے قاصر رہے۔ یہ تو وہ شکل ہے جس مین تدوین علوم کی منزل طے کرنا ہوتی ہے لیکن ترجمے کی حالت مین کیا کرنا پڑتا ہے؟ اس صورت مین مترجم کو سب سے بڑی دقت یہ ہوتی ہے کہ اصطلاح علمی کا مرادف وہ اپنی زبان مین ایسا لفظ (یا الفاظ) مقابل سوچے جو اُس اصطلاح کی کامل معانی رکھتا ہو جس سے نہ کم نہ زیادہ بات سمجھ مین آئے۔ بعض اوقات جب مترجم کو اپنی زبان مین کوئی مقابل لفظ (یا الفاظ) دستیاب نہین ہوتا تو وہ اُسے بعینہ صرف اپنے لب و لہجہ کے مناسب شکل مین اختیار کر لینے پر اکتفا کرتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات مترجم قصداً بجاے ترجمے کے غیر زبان کے مصطلحات ہی کو اس فائدے کی نیت سے قبول کر لیتا ہے کہ

لوگ دوسرے یا ناقص معانی مین اس لفظ کو سمجھنے سے باز رہین گے۔ گو یہ فائدہ میسر آجاتا ہے مگر زبان کو بہت بڑا نقصان پہنچانے کے مفید ہے اسلیے کہ اجنبی الفاظ کا آزادانہ اور بیجا اشتراک علمی زبان کو غیر معمولی طور پر مشکل الحصول۔ حسن سے معرا اور غیر ترقی پذیر کردیتا ہے۔

۸۔ اگر ناظرین نے ان مختلف امور مذکورۂ بالا کو بغور سمجھ لیا ہے تو اب ہم اپنے اصلی مبحث کی طرف متوجہ ہوسکتے ہین۔ جیسا کہ بحث بالا سے ظاہر ہے ابھی تک ہماری زبان غیر مکمل ہے اسلیے کہ وہ تمام اغراض پر کامل طور پر حاوی نہین ہوئی ہے۔ ثانیاً ہم انگریزی یا دوسری مغربی زبانون کے اصطلاحات کے اردو مین شریک کرنے کے اس وجہ سے مخالف ہین کہ وہ ہماری نیم منقطی زبان مین کسی طرح موزون نہین ہوسکتے اور اسکی حقیقی ترقی کو بھی یہ اشتراک بجاے فائدے کے نقصان پہنچاتا ہے۔ لیکن اگر ہم ان کے لینے سے انکار کرتے ہین تب بھی ہم کو ہمین ترجمۂ اصطلاحات مین انکے طرز اصول اور قواعد کے اوپر غور اور انکی تقلید کرنے سے نہایت بیش بہا فوائد حاصل ہوسکتے ہین۔ جن لوگون کو مغربی زبانون کی اصطلاحات علمیہ کی سرشت پر غور کرنے کا موقع ملا ہو وہ بخوبی جانتے ہین کہ اسی فیصدی جدید اصطلاحات بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ یونانی یا لاطینی الفاظ سے مستخرج ہین جس سے یہ بیش از قدر فائدہ منصور ہے کہ وہ اکثر نہایت مختصر ہونے کے ساتھ نہ بالکل بعید از فہم ہوتی ہین اور نہ عام دستبرد کی شکار ہوسکتی ہین۔ اس فائدے کا اندازہ مذکورہ قسم کی اصطلاحات کا کسی خاص مغربی دیسی زبان (مثلاً انگریزی) کی جدید اصطلاحات سے مقابلہ کرنے پر بہت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ دیسی الفاظ اصطلاحیہ مین بالعموم کوتاہ فہمی بلکہ غلط فہمی تک کا موقع مل جاتا ہے۔ پس ہی خواہان اردو جس وقت ترجمہ اصطلاحات کے لیے آمادہ ہون تو انھین ایک ایسی زبان کی اعانت کی ضرورت ہے جو ہماری زبان کے لیے لاطینی اور یونانی کا پایہ رکھتی ہو یعنی جس مین انکی طرح اصطلاحات کے قطع و برید کی بہت بڑی صلاحیت موجود ہو اور نیز ہماری زبان کے واسطے اجنبی بھی نہو۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ بالخصوص اس امر مین ہماری اردو کی دستگیری کے واسطے ایک ایسی زبان موجود ہے جس مین یہ تمام خوبیان بکمال و احسن وجوہ موجود ہین اسلیے کہ بقول فاضل ڈی بور عربی مین اصطلاحات کے

---

[1] اس بحث مین شروع سے آخر تک غیر زبانون سے مری مراد غیر جنس زبانین ہین ورنہ یک جنس گو مختلف النوع زبانون کی حالت مین ایک دوسرے سے ترجمہ کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مخارج سے فرق کے بعد وہی اصطلاح برقرار رہنے دیا جائے جیسا کہ یورپ کی مختلف زبانون مین ایک دوسرے سے ترجمہ کرنے مین اکثر کیا جاتا ہے

اختراع و ترتیب کی خاص قابلیت ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہ اُردو کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ عربی جیسی زبان سے اُسے وہی واسطہ ہے جو مغربی السنہ کو لاطینی اور یونانی زبان سے ہے۔

۹- الغرض علوم و حکمت کی کتب کی اشاعت مین اس وقت یقیناً آسانی ہو جائے گی جب یہ اصطلاحات کی بڑی دقت رفع ہو جائے لیکن ادب کا ایک دوسرا مشہور اور نہایت وسیع شعبہ ایسا بھی ہے جو اصطلاحات کا محتاج نہین اور جس کے لیے ہماری زبان کی موجودہ حالت ہر طرح قابل اطمینان ہے۔ میری مراد تواریخ و متعلقات تواریخ سے ہے۔ تعجب ہے کہ باوجود آسانی یہ شعبہ ہنوز بہت کچھ محتاج ترقی ہے۔ اور ملکون اور قومون کا کیا ذکر خود اپنے ملک اور اقوام کی مکمل و عمدہ تواریخ (میری مراد تواریخ سے محض شجرات نسب فہرست واقعات نفیسہ سلاطین نہین ہے بلکہ مین اسکو اس سے بہت زیادہ وسیع معانی مین استعمال کرتا ہون) ابھی موجود نہین۔ چند کتب مین جو قابل قدر سمجھی جا سکتی ہین ہمارے ادب کی عظیم ضروریات کو پورا کرنے والی نہین کہی جا سکتین۔ بالکل طبعزاد کتب اگر اس وقت نہین لکھی جا سکتی تھین تو محض ترجمہ بھی اس ضرورت کو بڑی حد تک پورا کر سکتا تھا۔ ترقی خواہان اُردو کے لیے یہ بھی کچھ تھوڑا کام نہین ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہر قسم کی تواریخ و متعلقات تواریخ سے بھر ڈالین چونکہ تاریخ اور جغرافیہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے جب تک تواریخ جغرافیے بھی ساتھ ہی ساتھ ہماری زبان مین نہ لکھے جائینگے اس شعبے کی کمی کبھی پوری نہ ہوگی۔

۱۰- ادب کا ایک شعبہ ضرور ایسا ہے جس مین بہ نسبت دوسرے شعبون کے بہت کچھ کام کیا گیا ہے لیکن بہت کچھ قوت ضائع گئی ہے۔ میرا مقصد اپنی زبان کے فنون لطیفہ سے ہے۔ سب جانتے ہین کہ ہنوز اُردو شاعری بہت کچھ محتاج اصلاح ہے اور اس وقت اس فن مین ہمارے ادب کے جو کچھ ہوا ہے وہ تاریخی عظمت سے زیادہ کا مستحق نہین ہے۔ مگر اس وقت ایسے آثار جمع ہو گئے ہین جو ہماری شاعری کے مفید انقلاب کی پیشین گوئی کرتے ہین۔ روز بروز طبائع اصلاح پسند ہوتی جاتی ہین جس سے بجا طور پر امید کیجاتی ہے کہ اُردو شاعری کا ایک وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ہماری شاعری پر لفظ شاعری کا صحیح اطلاق ہو سکے گا۔

حکایات و افسانہ کی کتابون کی تعداد اُردو مین معقول سے بہت زیادہ ہے اور چونکہ اُردو پبلک مین سنجیدہ مطالعہ کا اس وقت تک شوق پیدا نہین ہوا ہے اس وجہ سے ایسی کتابون کی مانگ بھی بہت زیادہ ہے۔ اس فن کی کتابین دو قسم کی ہین، ایک قدیم دوسری جدید۔ متقدیم کتابون مین یہ

بات بالعموم پائی جاتی ہے کہ سوائے جزئی اختلافات کے انکا پلاٹ ایک ہی ہوتا ہے اور انکے لکھنے والوں کا خاص منشاء بجائے پلاٹ کے صرف زبان ہوتی ہے۔ جدید کتب مین بھی جو "ادبِ جمیل" تصانیف ہوتی ہین انمین سے اکثر دو ایک مخصوص پلاٹون پر لکھی جاتی ہین۔ حکایات و قصص اور افسانہ دنیا کے ہر عمدہ ادب کا ضروری حصہ ہین اسلیے کہ تفریح و تفننِ طبع کے لیے انسان بالخصوص اُنکی طرف مائل ہوتا ہے اور ان کا مطالعہ کلفت کو دور کرتا ہے۔ نیز اُنکی مدد سے بہت سے اخلاقی علمی اور فلسفی نتائج حاصل کیے جاتے ہین۔ بچون کی تعلیم مین ان سے مدد لی جاتی ہے اور تاریخ کے بعض خاص واقعات کا نہایت دلکش مرقع اُنکے پیرایے مین پیش کیا جاتا ہے جس سے پڑھنے والون پر خاص اثر پڑتا ہے۔ مگر دیگر فنون لطیفہ کی طرح انکے شغل و مطالعہ کے لیے صرف اتنا وقت حکما نے مخصوص کیا ہے جو سنجیدہ مطالعہ یا محنت کے کامون کے بعد بطور فرصت کے بچ رہتا ہے قصص و فسانہ کے عمدہ تصانیف ہر ادب مین وقعت سے دیکھی جاتی ہین۔ اُردو مین قدیم طرز کی حکایات و افسانہ کے بجاے اب جدید طرز کی کتابون یعنی ناولون کا بیحد رواج ہوگیا ہے لیکن ہمارے ادب کے مخرب اخلاق جدید و قدیم قصے۔ کہانیون۔ ناول اور افسانون کو کون بالغ النظر ادب کا مایۂ ناز سمجھ سکتا ہے؟ افسوس ہے کہ انکی پیداوار مین ہر روز افزونی ہے۔ مین یہ نہین کہتا کہ دوسری زبانین اس نوع کے جزو سے بالکل خالی ہین بلکہ اس سے میرا منشا ہے کہ برخلاف اور ترقی یافتہ زبانون کے ہماری غریب زبان اس قسم کی کتابون کے لیے بالکل مخصوص ہوگئی ہے اور اسکی بے روک ٹوک اشاعت نے کم تعلیم یافتہ اور نیم جاہل لوگون کے دل و دماغ پر بہت ناپسندیدہ اثر ڈالا ہے۔ مغربی زبان انگریزی کے تعاون نے بہت سے ناکارہ لوگون کے ہاتھون دوسرے لوگون کے ردی سامان سے ہمارے گھرون کو بھر دیا ہے اور ایسا بھر دیا ہے کہ اُسے نکالنے پھینکنے اور اسکے بجاے اچھا سامان مہیا کرنے کے لیے وقت اور محنت درکار ہے۔ رہا ادب بحیثیت ادب (کہ وہ بھی فنون لطیفہ مین سے ہے) وہ اس وقت تک اعلیٰ مدارج پر پہنچ ہی نہین سکتا جبتک اردو پبلک کی معلومات کا افق فراخ نہو جائے۔ موجودہ بے مائگی کی حالت مین کسی شخص کی نظر [illegible] بیل کی طرح اسی لکیر کے اندر چکر لگایا کرتے ہین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن اس بحث سے یہ نتیجہ نہین نکالا جا سکتا کہ ہمارے قدیم ادب کے فنون لطیفہ کا تمام حصہ بیکار اور فضول ہے اور وہ ادب سے بالکل نکال کر پھینکدینے کے قابل ہے بلکہ اصلی منشا یہ ہے کہ دیگر اصناف کی طرح اسمین بھی ترقی اور اصلاح کی گنجایش ہے۔

ورنہ ہمارے اجداد کی بعض تصانیف ایسی بھی ہین جو اپنی خاص خوبیون کے لحاظ سے ہمیشہ تعجب اور تعریف کی نظر سے دیکھی جائین گی جو ہمارے ادب کے ترقی یا جانے پر بھی اس کا مستقل اور غیر فانی حصہ رہین گی اور جن مین سے بعض کی نظیرین پھر پیدا نہو سکین گی۔

۱۱۔ اردو زبان کی ہر قسم کی کتابون پر ایک اجمالی نظر کے بعد اب پھر اردو کی حالت پر ایک عام نظر ڈالنی چاہیے اور اسی ذیل مین ان تجاویز کو بھی ختم کر دینا چاہیے جن کے اوپر عمل کرنے سے اُردو ترقی یاب ہو سکے۔ بحث بالا سے صاف ظاہر ہے کہ اُردو کے ہر شعبے مین ابھی بہت کچھ کام کیا جانا باقی ہے بعض صورتون مین بالکل ابتدا کرنا ہے اور بعض حالتون مین بہت اصلاح کی حاجت ہے۔

اس وقت سب سے بڑی ضرورت ترجمے کی ہے لیکن محض ترجمے سے بھی بڑھکر اُردو کی سرسبزی کا انحصار خاندان اُردو کی انتخابی لیاقت پر ہے۔ آج کل جب کہ السنۂ مغرب مین ہر قسم کی کتابون کی بڑی بھرمار ہے اور ہر مضمون پر بیشمار کتب دستیاب ہو سکتی ہین مترجمین کی وہی کوششین بارآور ہو سکتی ہین جو بہترین تصانیف کے ترجمے مین صرف کی جائین ورنہ ناقص اور ادنیٰ قسم کی تصانیف کی اشاعت کا عدم و وجود ہماری زبان کے لیے برابر ہے موجودہ حالت مین ایک ایسا شخص جو انتخابی قابلیت کے ساتھ تناسب توازن اور شکست و بست کا مادہ بھی رکھتا ہو ہماری زبان کی آبیاری بخوبی کر سکتا ہے۔ یہی وجہ اُردو کی ترقی کے لیے نہایت مستقل اور با اصول کوشش کی ضرورت ہے۔ جب تک ہر علم کے ماہرین جو ساتھ ہی ہماری زبان کے بھی عمدہ ادیب ہون ترجمے یا تالیف کی جانب آمادہ نہ کیے جائین یا خود نہو جائین اُس وقت تک اُردو کی ترقی کی کوئی شکل نہین ہے۔ اسکے لیے تقسیم کار کے اصول پر متحدہ سعی ہونی چاہیے ہماری زبان کے انشا پرداز اور مصنفین و مؤلفین مل کر کام کرنے کے فوائد سے یا تو بالکل نا واقف ہین یا دانستہ اُسکے فوائد سے محروم رہنا چاہتے ہین۔ ہمارے ادب مین مشکل سے ایسی مثال نکلے گی جس سے یہ ثابت ہو کہ دو یا زائد اہل قلم نے مل کر تصنیف تالیف یا ترجمے کا کام انجام دیا ہو۔ برخلاف اسکے ان ترقی یافتہ ممالک مین جہان بیشمار افراد جداگانہ کام کرنے کی قابلیت رکھتے ہین ہر روز باکثرت ایسی کتب شایع ہوتی رہتی ہین جن مین سے ہر ایک دو یا اس سے زیادہ شخصون کی محنت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ان ہی ممالک مین سے ایسی ضخیم کتابین بھی شایع ہوتی ہین جن کا حجم بعض اوقات سیکڑون سے گزر کر ہزارون ماہرین کے

رشحات قلم کا ماحصل ہوتا ہے۔ ایک ہماری زبان ہے جس مین باوجود اسکی بیتی نئی ہستی کے آج تک ایک بھی
ایسی کوشش یا تحریک نہین ہوئی جس کا منشا یہ ہوتا کہ حامیان اُردو اپنی متحدہ قوتون سے ایک ایسا سلسلہ
تصانیف طیار کرلین جس سے نہایت ضروری ابتدائی معلومات کا ہی مختصر ذخیرہ جمع ہوجاے۔ مگر سوال یہ ہوتا
ہے کہ اسکا الزام کس کے سر ہے؟ اسکا الزام کسی کے سر نہین اور ہر اُس بہی خواہ اُردو کے سر ہے جو کچھ کرسکتا تھا
اور اُس نے کچھ نہین کیا۔

۱۲۔ ہماری تمام بحث اُردو کے متعلق ناکمل رہ جاے گی اگر ہم زبان کے نہایت مشہور صنعیہ اخبارات
ورسائل وغیرہ کو بغیر ذکر کیے چھوڑ دین۔ فی زمانہ اخبارات ہر مہذب متمدن ملک کی ایک عظیم الشان قوت ہین
سیاسی حیثیت (جو ہماری موجودہ بحث سے خارج ہے) کے علاوہ انکا زبان اور ادب پر بھی بڑا اثر ہے۔ حتیٰ کہ
کسی قوم یا اخباری حالت سے اُسکی سیاسی ترقی کی طرح ادبی ترقی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ہر قسم کے
مضامین و مباحث پر خامہ فرسائی ہونے کی وجہ سے زبان کے اظہار خیالات کی صلاحیت بڑھتی ہے اور اخبار
مین پبلک کی معلومات وسیع ہونے کے ساتھ خود انکی طلاقت لسانی بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ جو لوگ مغربی
دنیا کی اخباری حالت سے ناواقف نہین ہین وہ اس بارے مین اختلاف راے نہین کرسکتے کہ قابل تقلید
نمونے اپنے پیش نظر ہوتے ہوے اُردو زبان کا عالم اخباری فی الجملہ مستحق ستایش نہین سمجھا جاسکتا۔ سیاسی
نقطۂ خیال سے اُنپر کچھ کم نکتہ چینی نہین ہوسکتی لیکن ادبی اور زبانی حیثیت سے بھی اُن مین بہت سی عیب
جوئی کی گنجایش ہے۔ قطع نظر اسکے کہ فن اخبار نویسی (جرنلزم) سے عام طور سے ناواقف ہونے کے باعث
اخبارات کا نظام اور انکی ترتیب کس قدر پریشان بے اصول اور بعض اوقات خلاف قاعدہ ہوتی ہے
یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ اخبارات کی زبان سے بجاے ہمارے ادب کی موجودہ صلاحیت ہی کے آشکار ہونے کے
ہونے کے اسکے ناجائز انکسار اور حقارت ناک کمزوری کی علامات اکثر آشکارا ہوتی ہین۔ ایسی مثالین متعدد
بتائی جاسکتی ہین جنھین دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ بیسوین صدی مین ایسی ناکارہ اور قابل احتراز اردو کس طرح
اظہار خیالات کا جائز آلہ تصور کی جاسکتی ہے بلکہ بعضے اُردو اخبارات تو ایسے ہین جن کا کام اُردو کو مسخ کرنے
کے سوا دوسرا نہین ہے۔

یہ تو ایسے اخبارات (و رسائل) کا ذکر تھا جن کے اغراض مین ادبی خدمت مثل دیگر جلیل القدر ملکی و
قومی و مذہبی جذبات کے شامل نہین ہے۔ اب اُن (۱) اخبارات (۲) اور (۳) رسائل کو لیجیے جنکے اغراض کا لب لباب

اُردو کی ادبی۔ علمی۔ تاریخی۔ اخلاقی (اور خدا جانے کیا کیا) مہمات مین سب سے پہلے تو یہی افسوسناک امر ہے کہ انکی تعداد قلیل ہے جس کا مورد الزام بے شوقی اور بے توجہ پبلک کے سوا کس چیز کو بتایا جاسکتا ہے؟ یہ تھوڑے سے نام نمود کے علمی و ادبی رسائل بھی کچھ اچھی حالت مین نہین ہین۔ تجربے نے ثابت کیا ہے کہ اس قسم کے اکثر رسائل تھوڑی سی مدت بعد ایک خاص مرض کا شکار ہو جاتے ہین وہ یہ ہے کہ جب رسالہ کی اشاعت اچھی ہو جاتی ہے تو خادمان ادب یعنی کارکنان رسالہ ایسی بے پروائی برتتے ہین کہ بہت جلد پرچے کی حیثیت گھٹ جاتی ہے۔ آخر وہ رسالہ جو ایسی دھوم دھام سے نکلتا ہے نہایت خاموشی کے ساتھ تھوڑے ہی دنون مین روپوش ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ اس وجہ سے بھی رسالون کی جانب سے بدگمان ہو گئے ہین اور کسی اچھے سے اچھے نئے رسالے کو خریدتے ہوے ڈرتے ہین۔ ہمارے ادبی رسالون کے علاوہ کارکنان رسالہ کی بے پروائی کی ایک دوسری بدقسمتی بھی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ادب کے اکثر انشا پرداز مشہور و معتقد ہو جانے کے بعد اپنے مضامین کی تیاری مین اس محنت اور دماغ سوزی سے کام نہین لیتے جس سے وہ ابتدا مین کام لیتے ہین۔ کہنہ مشقی کے بھروسے اور شہرت کے سہارے پر انکے ادنی قسم کے مضامین "بہترین" رسالون کی صدر مین جگہ پا جاتے ہین۔ سخت ناانصافی ہوگی اگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی نہ کہدیا جائے کہ فی الحال اُردو کے معاونین انشا پردازون کی تعداد نہایت ہی محدود ہونے کی وجہ سے ہمارے مضمون نگار رسائل کی مانگ کو اچھے مضامین سے پورا نہین کرسکتے۔ بہرحال چاہے اس کا باعث وہ عیب ہو جو اکثر مصنفین مین پایا جاتا ہے یا انکی معذوری ہو، یہ نقص واقعی ہے جس سے بچنے کی ہماری زبان کے انشا پردازون کو ویسی ہی سخت ضرورت ہے جیسی کارکنان رسالہ کو مذکورۂ بالا خطرون سے بچنے کی۔

۴ اب صرف ایک بحث اور باقی رہگئی ہے اور وہ لکھائی چھپائی کے متعلق ہے۔ ہماری زبان کی واقعی یہ بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ اُسے ایک ایسے رسم الخط کا پابند بنلوایا گیا ہے جو اپنی اختصاری و جمالی خصوصیات کے باعث دنیا کے کسی رسم الخط کو اپنی جگہ نہین دے سکتا۔ بیشک کتابت مین تھوڑی سی اصلاح کی گنجایش ہے اور زیادہ صحیح اور صاف بنانے کے لیے چند علامات کی تعیین و ترویج باقی ہے۔ لیکن یہ ایسی بڑی دقت نہین ہے جسکے دور کرنے مین ترقی خواہ اُردو کو کچھ زیادہ دشواری کے پیش آنے کا اندیشہ ہو سکے۔ عربی اور مغرب کی علاماتِ حرکت، وقف و سکون مین سے چند مناسب علامات اُردو کے لیے بڑی آسانی سے منتخب ہو سکتی ہین جسکی ترویج بھی تھوڑی سی مدت مین ہو جانا ممکن ہے۔

رہی چھپائی اور کتابون کی ظاہری حیثیت اور نمایشی شکل و صورت اسمین ہماری زبان کی کتابین بیشک ابھی تک بہت پیچھے ہین جس کی وجہ یہ ہے کہ مطالعہ کرنے والون کی تعداد قلیل ہے اور اہل ملک بہت غریب ہین کوئی شخص اچھی شکل و صورت کی کتابین چھاپ کر یا چھپوا کر فائدہ نہین اُٹھا سکتا لیکن باوجود اس تمام خستہ حالی کے ملک مین اچھی چھپی ہوی کتابون کے چھاپنے اور خریدنے کے شوق کے آثار پیدا ہو چلے ہین اور پڑھنے والون کی تعداد مین اضافہ ہو جانے کے بعد ہمین قوی امید ہے کہ اعلےٰ قسم کی لکھائی چھپائی اور عمدہ کاغذ کی کتابین آیندہ اُردو زبان مین کثرت سے شایع ہونے لگین گی۔ لکھائی چھپائی کی اصلاح و ترقی کچھ پریشان کن عقدہ نہین ہے پریس کی حالت اب بغیر سنبھلے نہ رہ سکے گی سب سے زیادہ قابل توجہ مسئلہ اُردو زبان مین توسیع معلومات کا ہے بیکار اور فضول کتابون کا اعلےٰ خصائص کے ساتھ چھپنا نہ چھپنا ہمارے ادب کے واسطے برابر ہے۔ اُردو کی کامل ترقی تو جبھی ہو کہ جب لباس کے ساتھ ملبوس بھی باجمال ہو

۱۴- یہ امید کہ ایک دن لباس و ملبوس دونون دیدہ زیب اور دلکش ہو جائینگے کوئی شاعرانہ تخیل نہین ہے جن قدرتی اسباب کی بدولت اُردو کی ولادت اور اُسکا نشو و نما ہوا ہے اُن ہی کی بنا پر ایک دن اُردو ہندوستان کی مسلمہ بین الاقوامی زبان ہو کر رہے گی۔ ابناے وطن یکجہتی اور یگانگت کے ثمرات سے اب ناواقف نہین ہین۔ زمانہ سب سے بڑا معلم ہے وہ انھین بتا چکا ہے کہ وہ تمام سدباب چیزین جو اہل ملک کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہین معدوم کیے جانے کے قابل ہین۔ زبانون کا فرق بھی بہت کچھ مانع اتحاد ہے، اور دلدادگان اتحاد کا فرض ہے کہ وہ اہل وطن کو اتفاق کی برکتون سے آگاہ کرتے ہوے انھین یہ بتادین کہ حصول مقصد کے لیے سب سے پہلے انھین ایک مشترک ملکی بین الاقوامی زبان کی ضرورت ہے جسکے بغیر تبادلۂ خیالات اور یکرنگی ناممکن ہے

خدا کا شکر ہے کہ عملاً ہند کی تمام قومین اُردو کے لسان مشترک ہونے کی معترف ہین۔ ہندوون نے مسلمانون سے بڑھکر عملاً اُردو کی سرپرستی کی ہے اور عیسائیون نے سب سے بڑھکر اُردو کے خدمات انجام دیے ہین۔ اگر یہی مسعود لیل و نہار ہین تو ایکدن اُردو ضرور ہند کی مادری زبان ہو کر رہے گی جس طرح اُردو ہند کی ہر قوم و ملت کی نمک پروردہ اور خادمہ ہے اُسی طرح ملک کی ہر قوم و ملت کو اس کا مربی اور خادم ہونا چاہیے۔ اگر ہند کا مستقبل کسی طرح شاندار ہو سکتا ہے تو بلا شک و شبہ سب سے پیشتر اُردو کا مستقبل شاندار ہوگا۔

سید حسن برنی (علیگ)

کارنامۂ حُسن

ہے فلک پر قدرت باری کے یون نورفشان اک ماہ مبین
کہ منور جس سے سرتا سر مخلوق خدا کے دل کی زمین

کوئی اسکو ید بیضا سمجھا۔ بیمار اُسے عیسےٰ سمجھا
مجنون نے اُسے لیلےٰ سمجھا۔ فرہاد اُسے سمجھا شیرین

وامق نے اُسے عذرا سمجھا۔ ہاروت اُسے زہرہ سمجھا
موسیٰ نے نہ جانے کیا سمجھا۔ غش ہو کے گرے دکھا جو نہین

محمود ایاز اُسکو سمجھا۔ شہ کشور ناز اُسکو سمجھا
شایان نیاز اُسکو سمجھا۔ کیا قشقۂ طاعت زیب جبین

اُس نے سمجھا ہے اسکو صنم۔ تو نے جانا ہے شمع حرم
برق خاطف کہتے ہین ہم جسکی ہمین تاب دید نہین

بلبلون کے لیے ہے جام سبو۔ آہو کے لیے سبزہ کا نمو
قمری کے لیے سرو لب جو۔ بلبل کے لیے ہے گل رنگین

اک جا گُہر پر آب وفا۔ اک جا نور دل اہل صفا
اک جا تیغ پر خون جفا۔ اک جا شکن بالائے جبین

کہین زلف پری کہین ناگن ہے کہین چشم آہوئے پُرفن ہے
کہین باغ مین لالہ و سوسن ہے کہین زینت دامان گلچین

کہین نرگس چشم کہین گل رو۔ کہین غنچہ دہن کہین سنبل مو
کہین شعبدہ گر کہین عربدہ جو کہین شان خدا کہین روئے حسین

کہین غازۂ روئے زیبا ہے کہین روح روان تمنا ہے
کہین رحمت جان زلیخا ہے کہین ملک مصر مین تخت نشین

کبھی محسود ابنائے زمان۔ کبھی نور دہ چاہِ کنعان
کبھی روشنی کنج زندان۔ کبھی شمع ہدایت راہ یقین

کبھی مایۂ ناز تعلّی ہے۔ کبھی پرتو برق تجلّی ہے
کبھی مضطر دل کی تسلی ہے کبھی شان خدا کبھی روئے حسین

کبھی صحرا گردِ بن کا مہمان۔ کبھی زیب دہِ قصر سلطان
کبھی شیر فگن کا بلائے جان۔ کبھی تاج شاہ کا دُرِّ ثمین

گہہ دام پئے مرغ دل ہے۔ گہہ محو نظارۂ بسمل ہے
گہہ صید فگن گہہ قاتل ہے۔ گہہ تیر قضا گہہ خنجر کین

گہہ باعث الفت واثق ہے گہہ مقصد جذب صادق ہے
گہہ تپش قلب عاشق ہے۔ گہہ سوز دل شیدائے حزین

یہ مطلب ہر اہل دل ہے۔ یہ مراد فرد کامل ہے
زاہد بھی اسی پر مائل ہے۔ کہنے کو ہے طالب حور العین

یہ حسن بپاک روشن لو ہے۔ نظارہ سوز پر ضو ہے
مگر اسکا نور اک پرتو ہے یعنی روشن بالذات نہین

ہان جس سے ہے روشن نام اسکا جس سے ہے یہ شہرۂ عام اسکا
یون جس سے بڑھا اکرام اسکا وہ عشق ہے اور اسکا امین

ہے شان نمود حسن اس سے۔ یہ ہست و بود حسن اس سے
عالم مین وجود حسن اس سے بے عشق کے ہیچ ہین حسن و حسین

ایڈیٹر

اے عشق اے ثابت درخشندہ اے جوہر محض اے نور متین
تو شمس نظام قدرت ہے یہ حسن اگر ہے ماہ مبین

تو جنس نورانی منظر۔ تو لعل کا ہے رنگِ احمر — تو آبِ رخ تابان گُہر۔ تو داغِ دلِ مانیِ حزین
تیرے فیض سے حُسن کے جلوے۔ ایسے کچھ مشہور ہوے — آخر اُس کو جوہر سمجھے۔ جہان کے اکثر ظاہر بین
ارباب دل واقف ہین مگر یہ حسن ہے عرض اور تو جوہر — آتا نہ کسی کو حُسن نظر گر تیری ضیا ہوتی نہ معین
اوصاف اپنے اے عشق سُنے۔ اب ایک شکایت بھی سُن لے — ایسی کہ جواب اُسکا تجھسے ممکن ہی نہین ممکن ہی نہین
وہ حُسن نوازی کی تو نے۔ وہ حُسن کو عزت دی تو نے — وہ شان اسے بخشی تو نے۔ وہ ناز سہے وہ جفائین سہین
کہ تہ بانی جو۔ جفا۔ اور خوگر غمزہ و ناز و ادا — ہوا متحنِ تسلیم و رضا۔ غرض اس کی ترکیبین بدلین
وہ طرزِ ستم اسے یاد ہوے۔ کہ ہزارون دل ناشاد ہوے — آہ ارمان سب برباد ہوے سب آرزوئین پامال ہوئین
آ تجھکو دکھاؤن ایک سمان۔ اک حال پُر اندوہ و حرمان — عجب ایک قیامت کا سامان معاذاللہ عجب منظر خونین

قطعہ

وہ مریض جو بستر غم پہ ہے۔ کیا دکھ بیچارے کے دم پہ ہے — حسرت کی نظر کبھی ہم پہ ہے۔ کبھی سوے فلک کبھی سوے زمین
پڑے رونے اُسکے نصیبون کے نبضون پر ہاتھ طبیبون کے — نالے ہین لبون پہ غریبون کے۔ یون جمع عزیز سرہانے ہین
ہین نبضین ساقط حال دگر۔ نہ دوا کا عمل نہ دعا کا اثر — مہمان ہے دنیا کا دم بھر۔ ترہے عرق آخر سے جبین
جب یاس کا دریا چڑھتا ہے۔ حسرت کا تلاطم بڑھتا ہے — یہ میر کا مطلع پڑھتا ہے۔ با چشم پُر آب و صداے حزین

اُلٹی ہو گئین سب تدبیرین کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اُس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

حسن کے جور و تغافل سے نظارہ ہین نبض دم پہ اُسکے — لیکن تو اگر مجھ سے پوچھے۔ میرا تو یہ ہے ایمان و یقین
خون مریض اے عشق ستمگر تیری قسم تیری گردن پر — تو نے نازِ حسن اُٹھا کر۔ ایسی جفائین اُسکو سکھائین

مانی جائسی

جو بیکے الفاظ میں مسئلہ عشق کے عنوان سے حضرت مانی کی پاکیزہ نظم کسی قدر تحریف کے ساتھ چھپ گئی اور کتابت کی غلطیان بھی اسمین ہو گئین اسکا سبب جو تھا وہ یہی عجلت تھی ... بعد عصر دنیت تھی۔ وسعت اس قصیدے کے حضرت مانی تنقید سے بالا دلاویز نظم مرحمت فرمائی۔ ہم معذرت کے ساتھ شکر گزار اور معافی کے خواستگار ہین۔

سب اڈیٹر

میت اور عزا کے مراسم

۱۔ غور و ہستی کے خیال سے گزر کر اگر دیکھیے تو زندہ اور مردہ میں کچھ یوں ہی سا فرق معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے ایک خاص حالت کی شباہت پر نظر کر کے یہ کہا گیا ہے "النوم اخ الموت" سوئے اور مرے ہوئے آدمی کے پیکر خاکی میں صرف اتنا ہی تو فرق ہوتا ہے کہ ایک کے سینہ میں سانس چلتی رہتی ہے اور دوسرے کا جسم بے حس و حرکت ہوتا ہے۔ غشی اور مردنی کی حالتیں اس سے بھی زیادہ ناقابل امتیاز ہوتی ہیں جنمیں آدمی کو اپنی کچھ خبر تک نہیں رہتی اور جسم بالکل ٹھنڈا ہو جاتا ہے مگر چونکہ دیکھنے والوں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ ایک کے جسم میں روح ہے اور دوسرے کے جسم سے روح پرواز کر گئی ہے اسلیے بے حس زندہ اور بے حرکت مردہ کے ساتھ زمانہ میں کس قدر مختلف برتاؤ کیا جاتا ہے ایک کو پانی چھڑک کر، نخلخہ سنگھا کر، بید مشک میں ڈال کر ہوش میں لایا جاتا ہے اور دوسرے کو بہ تعجیل تمام سامنے سے ہٹانے کی فکر کی جاتی ہے۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جب ایک دم پہلے اسی شخص کی سانس چل رہی تھی تو کوئی اسکے پاس سے ہٹنا گوارا نہ کرتا تھا مگر جوہیں نبض ساقط ہوی اسی شخص کو ہمیشہ کے لیے جدا کر دینے کی فکریں ہونے لگیں انسان کا مزاج بھی کس قدر تغیر پسند ہے کہ وہ عزیز جنکی چند روزہ جدائی اسے اتنی شاق ہوتی تھی کہ ہنگام رخصت انکی طرف دیکھکر آنکھ سے آنسو بہہ پڑتے تھے انھیں کو ایکدن خود ہمیشہ کے لیے جدا کرتا ہے!! جنکی صورتوں کا آنکھ سے اوجھل ہونا اسے گوارا نہ تھا انھیں کے پیارے چہروں کو اپنے ہاتھ سے کفن میں لپیٹ کر ڈھانکتا ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ یہ کوشش کرتا ہے کہ مردے کے جسم کو اس طرح ناپید کر دے کہ کسی کو پھر دیکھنا نصیب نہ ہو۔

۲۔ ہر قوم ہر ملت اور ہر مذہب میں مردے کے ساتھ قریب قریب یکساں برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ موت کے اکثر مراسم کی بنیاد مذہب، اخلاق، فطرت اور طب کے اصول پر ہوی ہے۔ ملکی اور قومی ضروریات کے مطابق ان رسموں کی ترمیم ہوتی رہی مگر جہالت کے اثر سے اکثر خراب، لغو اور غیر ضروری رسمیں بھی رفتہ رفتہ ایسی جاری ہو گئیں کہ انکی پابندی کو عوام ضروری رسموں سے کچھ کم لازمی نہیں سمجھتے! اور یہ بُری اور اچھی رسمیں کچھ ایسا گھل مل گئی ہیں کہ انکو حسن و قبح کے لحاظ سے علحدہ کرنا اتنا ہی دشوار ہو گیا ہے جتنا گیہوں سے چھلکے کا جدا کرنا۔

۳۔ موت کے نتیجہ اثر میں سے پہلی چیز اعزا و اقربا کا رونا پیٹنا ہے۔ ادھر ایک عزیز کی سانس ٹوٹی اور ادھر میت کے گرد گھر والوں کا ہجوم ہو گیا۔ میت پر زیادہ رونا پیٹنا دنیا کے تمام بڑے مذاہب کے نزدیک مذموم ہے جیسا

کہ واللہ یحب الصابرین کے بلیغ الفاظ میں گریہ وزاری کے بے سود ہونے کی طرف خود قرآن اشارہ کرتا ہے
عیسائیون کے یہان بھی بآواز بلند رونا قطعاً ممنوع ہے۔ اہل ہنود اگرچہ گریہ وزاری کی تقسیم موتکی اہمیت پر کرتے
ہیں مگر انکو بھی ہدایت ہے کہ اگر کوئی معمر اور سن رسیدہ آدمی مرے تو اسکی عمر طبعی پر پہنچ کر مرنے کی خوشی کرو۔ یہ سب ہے مگر
غم رسیدہ دل جسکو کسی عزیز کی جدائی کا داغ نصیب ہوتا ہے۔ مذہب کی ہدایت کو پس پشت ڈال کر عالم بیتابی میں
بغیر روے قرار نہیں لیتا ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیون ۔۔۔ روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیون

یہ بیقراری سے رونا دھونا صرف تھوڑی دیر رہتا ہے اسکے بعد دفن وکفن کا سامان ہونے لگتا ہے مختلف قوام میں تجہیز وتکفین
کی رسم کے ادا کرنے کی صورتوں میں اختلاف ہے۔ کفن پورا یا آدھا سفید یا سیاہ سادہ یا بھڑک دار سب ہی دیتے ہیں۔ البتہ
دفن کرنے کے طریقے مخصوص ہیں۔ مسلمان غسل وکفن دینے کے بعد گہری قبر کھود کر ایک لحد میں مردہ کو بآرام لٹا دیتے ہین۔
اہل ہنود مین سے بعض فرقے لاش کو جلا کر راکھ برباد کر دیتے ہین یا زیر خاک دفن کر دیتے ہیں بعض نعش کو دریا برد کرکے بجاے
اسکے کہ تہ خاک دفن کریں تہ آب مدفن قرار دیتے ہیں اور اس طرح عضو عضو کی ہڈیاں ادھر ادھر جھٹک کر پانی کے نیچے
خدا جانے کتنے مدفن بناتی ہین جو کسی ہجران نصیب کے اس آرزو کا مصداق ہو جاتے ہیں۔ ؎

دل پارہ پارہ تجھکو کوئی یوں تو دفن کرتا ۔۔۔ وہ جدھر نگاہ کرتے ادھر اک مزار ہوتا

عیسائیوں کی میت پر نظر کیجیے تو وہ سیاہ کفن دے کر تابوت کو سیدھا کھڑا کرنے کے بعد قعر زمین مین چُن دیتے ہین۔
پارسی اپنی میت کو بجنسہ گنبد خموشی میں ڈال دیتے ہیں۔ طریقے جو کچھ بھی ہون اصل غرض سب کی یہی ایک ہوتی ہے کہ
جسم کو جلد سے جلد نیست و نابود کردین مصلحۂ رحم اور طبی اصول کو مدنظر رکھکر اہل اسلام خاک کے پتلے کو احتیاط کے
ساتھ سپرد خاک کرتے ہیں اہل ہنود اپنے اصول حکمت کے موافق مٹنے والے کو بالکل مٹا کر خاک میں ملا دیتے ہیں۔
عیسائی مردہ کو کھڑا رکھکر دوسرے دنیا کے فشار کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور پارسی یہ چاہتے ہین کہ مرنے کے بعد
بھی یکجائی رہے اور سب کا حشر ایک ہو۔ آخری نتیجہ سب کا ایک ہوتا ہے۔ ایک طرف بڑے بڑے نازک اندام
تہ خاک حشرات الارض کی غذا ہو جاتے ہیں اور انکی ہڈیاں سرمہ کی طرح پس کر قدرتی استحالہ سے جزو خاک
ہو جاتی ہین دوسری طرف جو اجسام کہ قعر دریا کے سپرد ہوتے ہیں وہ دریائی جانوروں کی غذا ہو جاتے ہین۔
پانی کے نیچے ان مسافران عدم کا چاہے خیالی مدفن سمجھ لیا جاے مگر حقیقت مین نہ انکی کہین قبر ہے نہ مزار سکینا مجسب
کہ دریائی پر شور لہروں میں انہیں کا ماتم بپا ہو رہا ہو اور انھیں کی بیکسی پر حباب کے پردہ میں پانی پھوٹ پھوٹ کر

مرات دن رہو تا ہو۔

اکثر مرنے والون اور بعض پسماندگان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ انکا یا انکے بزرگ کا نام و نشان کسی ظاہری یادگار سے باقی رہے۔ بقاے نام کے خیال سے بڑے بڑے مقبرے اور دوامی نشان کی غرض سے بڑی بڑی مستحکم قبرین بنوائی جاتی ہیں مگر آہ یہ خیال نہیں ہوتا۔

نہ ہے قبر دارا نہ گور سکندر مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

اسکی خبر نہین کہ ہماری بنوائی ہوی عمارتین بھی اول تو تھوڑے دنوں میں خود ہی منہدم ہو جائینگی اور اگر باقی بھی رہین تو ایک قرن کے بعد والی نسلین یہ بھی تو نہ جانینگی کہ یہ کس کی قبر یا کس کا مقبرہ ہے اگر عمارت کی شان و شکوہ نے اپنی طرف انکی نگاہ بھی پھیرلی تو وہ انکی کچھ بہت زیادہ پروا نہ کرینگے کہ یہ کس کے نام سے موسوم ہے اور اسکا بنیادی پتھر کون رکھ گیا ہے کاش وہ یہی اتنا سمجھے کہ صفحۂ ہستی پر سوا نیکیوں کے نقوش کے سارے نقش مٹنے والے ہیں اعمال حسنہ اور مکارم اخلاق کسی کی بہترین یادگار ہوسکتے ہین مقبرہ گرجاے قبر مٹ جاے مگر انکے کارنامے نسلاً بعد نسلٍ یادگار رہین گے انکی خوبیون کی تذکرہ ہمیشہ الفاظ خیر سے کیا جاے گا اور انکے اخلاقی اوصاف کی شہرت سلاطین کی ملک گیری کی شہرت سے زیادہ پایدار ہوگی انکی نیکیون کے صحیفے ستارون کے چمکتے ہوے پیکر کی طرح چم چم چمکتے رہین گے جیسا کہ لسان الغیب حافظ شیرازی فرماتے ہین ؎

بر این رواق زبرجد نوشتہ اند بہ زر کہ جز نکوئی اہل جہان نخواہد ماند

بڑی بڑی عمارتین کھڑی کرنے سے کہین بہتر ہے کہ مردے کے نام پر کارہاے خیر کیے جائین۔ ہر فرقہ یہ یقین رکھتا ہے کہ مردہ کے نام پر جو کارہاے خیر کیے جاتے ہین ان سے اسکی روح کو ثواب پہنچتا ہے اسی امید پر تو کوئی اسکے نام پر پُن کرتا ہے۔ کوئی مسکینون کو کھانا تقسیم کرتا ہے۔ کوئی فاتحہ خوانی کرتا ہے مسلمانون کے یہان موت کے دن سے چالیسوین تک صف ماتم بچھی رہتی ہے اور تیجہ یا سوم۔ پانچوین۔ دسوین بیسوین اور چالیسوین کی رسمین جنمین فاتحہ خوانی ہوتی ہے اسی دوران مین ادا کی جاتی ہیں۔ ان دنون مین میت کے سوگوار غم عزیز کو پُرسا دینے کے لیے خاص طور سے اعزا اور احباب آتے ہین۔ فاتحہ خوانی مذہباً اور پرسا دینا اخلاقاً اہم یہ فرض ہے مگر ہندوستان کے اکثر حصون مین فاتحہ خوانی اور پرسا دینے کو ظاہرداری اور دنیا سازی کی رسم قرار دیدیا ہے۔ ہفتہ کے کچھ دن مثلاً دوشنبہ جمعرات جمعہ ان کامون کے لیے موزون سمجھکر مخصوص کر دیے گئے ہین کچھ عجب بات ہے کہ فاتحہ خوانی کے لیے ایسے لوگ آتے ہین جنکے حرکات سکنات صورت اور حالت سے ہرگز یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کسی شخص کے لیے دعا

مغفرت کرنے کو جمع ہوے ہین جسکے قبول ہونے کا دارومدار خلوص نیت پر ہے جو لوگ پرسا دینے آتے ہیں انکے دل خواہ متاثر ہون یا نہون انکو آواز بلند رونا لازمی ہے یہی حال ان عورتون کا ہے جو اپنے اوپر فرض سمجھکر آتی ہین کہ منھ ڈھانپ کر زور زور سے کارن کیا جاے چاہے رونا آئے یا نہ آئے۔ منھ شاید اسلیے ڈھانپا جاتا ہے کہ چہرے سے یہ ظاہر نہو کہ اسیر حزن وملال کے اسقدر آثار نہین پاے جاتے جسقدر ظاہر کیے جاتے ہین اور اتنا جوش اشک نہیں ہے جتنی آواز بکا بلند ہے۔ سوگوار میت عزیز کا دل تو چوٹ کھایا ہوتا ہی ہے۔ اس تصنع کو اپنے وفور غم کی وجہ سے خلوص سمجھکر وہ بیساختہ رونے لگتا ہے اور گھر بھر میں ایک کہرام مچ جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد عذر یا پرسے والے صاحب توجیہ ہو کر پان تمبا کو کھانے اور باتین بنانے لگتے ہیں۔ مگر ریش خوردہ اور غم رسیدہ دلون کو جلد کیون صبر آنے لگا۔ ؎ تھمتے تھمتے تھمین گے آنسو + رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہین ہے۔

غمی کے گھر میں سوگوار مستورات بیچاری رویا کرتی ہیں اور ستم یہ ہے کہ دن رات میں بیسیوں مرتبہ ہر شخص کی آمد پر اسکی نوبت آتی ہے بقول شخصے ؎

صبر آتا دیکھکر ظالم نے پھر تڑپا دیا　　میرے قابو میں طبیعت اکی بار آنے کو تھی

دل کی حالت اسکے مصداق ہوتی ہے۔

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان غم رسیدوں کا کثرت گریہ وزاری سے کیا حال ہوتا ہوگا یہ مانا کہ اظہار ہمدردی انسانی فرض ہے مگر ایسی بھی کیا ہمدردی کہ پہلو میں بیٹھکر آتش غم سے سلگنے والے دل میں ایک اور لوکا لگا کے اُٹھ گئے۔ کیا محض اس طریقے سے صاحب عزا کی غمگساری کی جاسکتی ہے۔ کیا دلاسے کا کوئی اور طریقہ نہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ مرنے والے کا ذکر کسی اور عنوان سے کیا جاے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ اسکی زندگی کے اچھے واقعات۔ اسکے اوصاف کا ذکر خیر کیا جاے اور اس طرح ہمدردان غم خود بھی متاثر ہون اور اپنے خلوص بھرے ہوے الفاظ سے ان غم زدون کا بھی غم بٹائین جن کو عمر بھر رونا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ہم لوگ ایسے موقعون پر اپنے رویے سے تصنع کا اظہار کرتے ہیں جب ہماری ہر حرکت سے خلوص اور ہمدردی ٹپکنی چاہیے۔ وہ لوگ جو اصل نیت پر جاتے ہیں اور ظاہر داری پر نظر نہیں کرتے جانتے ہین کہ ان باتون کا اثر دل پر کیا ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بہت سی باتیں جن کی ابتدا خلوص اور ہمدردی سے ہاتھوں ہوی تھی آج دنیا سازی کے ہاتھوں میں بالکل کایا پلٹ ہوگئی۔ تعزیت یا پرسے کی رسم اسلیے رکھی گئی تھی کہ سوگوار میت کے غم میں دوسرے شریک ہون اور وہ تنہائی میں رو رو کر اپنی جان نہ کھوے بلکہ دوسرون کی غمخواری اور تسلی سے اسکو تسکین اور صبر آجاے

مگر برعکس اسکے موجودہ رسم تعزیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سوگوار میت تنہائی میں تو نہین ہمدردون کے ہجوم مین ہلاک ہو جاتا ہے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ایک موت گھر مین کئی اشخاص کو مریض بنا دیتی ہے۔ ایک طرف تو غم اور دوسری طرف منھ ڈھانپنا اور کارن کرنا میت کے گھر والون کو نیم مردہ کر دیتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ان سب باتون کا نتیجہ کچھ نہین کسی نے خوب کہا ہے۔

"ممکن ہے کہ رونے والون کے آنسو انکو قبر مین لیجائین لیکن وہ کو قبر سے لاکر اُن سے نہین ملا سکتے"

جب یہ حالت ہے تو پھر ہم کیون نہ خداوند جلیل کے زبردست وعدہ پر بھروسہ کرین جو "ان اللہ مع الصابرین" کے الفاظ مین ظاہر کیا گیا ہے اور یہ کیون نہ سمجھین "صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد" بیشک اپنے چھٹے ہوؤن سے ملنے کا اگر کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ ہم صبر کے ساتھ اُس دن کا انتظار کرین جب سب ملین گے۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا اس سے مطلب یہ ہے کہ ہماری معاشرت مین بہت سی باتین قابل اصلاح ہیں جہالت اور نقل کی عادت سے بہت سی قبیح رسمین مسلمانون کی نخل زندگی کا کیڑا ہو گئی ہین شادی ہو یا غمی ان سب میں ہمارے قومی زوال کی جھلک نظر آتی ہے شادیون کے دھوم دھڑکے اور فضول خرچیان ہماری مالی حالت کو درست نہیں ہونے دیتین اور غمی کا شور و غل اور سینہ کوبی ہماری صحت کی جڑین ہلا دیتی ہے۔ ان رسمون کا پورے طور سے مٹنا تو تعلیم کی اشاعت اور روشن خیالی پر منحصر ہے۔ پھر بھی جتنے کچھ تعلیم یافتہ اور سمجھدار لوگ ہین دوسرون کی اصلاح کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہین۔ مگر ہم مراسم کی زنجیرون مین ایسے جکڑے ہوئے ہین کہ انکو توڑنا گناہ عظیم سمجھتے ہین۔ واجبات مذہبی ترک ہو جائین۔ زکوٰۃ نہ دین مگر رسم کے خلاف کوئی کام نہ ہو۔ شادی مین ناچ ضرور ہو۔ غمی میں کارن ضرور ہو طرہ یہ ہے کہ اصلاح مراسم کے متعلق جب کبھی کسی صاحب سے گفتگو آئی تو اُنھون نے فوراً تسلیم کر لیا کہ ہان بہت سی رسمین ہم میں بُری ہین مگر ترک کرنے کا جہان سوال ہوا بغلین جھانکنے لگے

افسوس کہ اخلاقی ہمت جو کسی زمانہ مین شعار اسلام تھا آج ہم سے اتنی دور ہے کہ ایک چیز کو ہم برا کہتے ہین پھر اس سے پرہیز نہین کرتے۔ جانتے ہیں کہ آگے غار ہے مگر رسم کے تازیانے کے خوف سے خود بھی ہم اس مین گرتے ہین اور پیچھے آنے والون کو بھی گراتے ہین۔ اے کاش ہم مین کچھ اخلاق کے پکے نیک مثال قائم کرنے والے پیدا ہو جاتے۔

کلب عباس بی۔اے (علیگ)

تصویر عبرت

کل سو گیا مین فکرِ عذاب و ثواب مین ویرانہ ایک مجھکو نظر آیا خواب مین

یون دیکھنے مین تھا وہ بیابان ہولناک تھین بستیان زمین کے نیچے حجاب مین

مٹی کے پتلے خاک کی بالین پہ سر دھرے لیٹے تھے منھ چھپائے ردائے تراب مین

یون سنگریزے خاک پہ تھے منتشر تمام جیسے ہون داغ غم دلِ خانہ خراب مین

سر دھن رہے تھے آکے بگولے مزار پر اُٹھ اُٹھ کے گرد بیٹھتی تھی اضطراب مین

ملتا نہ تھا کوئی کہ جو پوچھین یہان کا حال حیران مین کھڑا تھا عجب پیچ و تاب مین

ناگاہ اک جوان مجھے آگیا نظر دنیا سے اُٹھ گیا تھا جو عہدِ شباب مین

صورت اُداس خاک مین زلفین اٹی ہوئین چہرہ نہفتہ گرد کی ہلکی نقاب مین

پوچھا یہ مین نے کچھ تو بتا اپنی سرگزشت کیون دیکھتا ہون تجھکو مین اس انقلاب مین

غربال تیر مصحفِ رخ ہو گیا تمام کیڑے یہ کیسے لگ گئے ساری کتاب مین

کچھ آبدیدہ ہوکے جو مین نے کیا سوال مغموم دل سے اُس نے کہا یہ جواب مین

اک دن وہ تھا کہ زینت بزم جہان تھے ہم رندون کے جمگھٹے تھے ہماری جناب مین

ساقی بریز بادہ و ساغر بہ گردش آر دن رات کا یہ ورد تھا عہدِ شباب مین

آتی کبھی نہ نیند فسانہ سُنے بغیر ملتی تھی روح نغمۂ چنگ و رباب مین

تہ کرکے رکھدیا تھا مصلے کو طاق پر دیکھا کبھی نہ کیا ہے خدا کی کتاب مین

اب یہ اندھیری قبر ہے اور ہم اسیر غم کیا پوچھتے ہو روح ہے کیسے عذاب مین

ممتاز حسین

رباعی

زاہد چہ بشوق خلد خمیازہ کشد باید قدحے ز بادۂ تازہ کشد

حقا کہ نخواہد برو زحشر ملزم آن شخص کہ جام مے باندازہ کشد

۱

تمنا عمادی پھلواروی

تذکرۂ سرخوش

محمد افضل سرخوش عالمگیر کے عہد مین ایک مشہور شاعر تھے شاہجہان آباد مین رہتے تھے انھون نے اپنے عہد کے فارسی شعرا کا ایک مختصر تذکرہ لکھا ہے جو آج تک چھپا نہین اور نادر ہے جس کا نام تو کلمات الشعرا ہے مگر تذکرۂ سرخوش کے نام سے مشہور ہے۔

مصنف صاحب دیباچے مین لکھتے ہین کہ حکما کا قول ہے آدمی مین دو چیزین عجیب ہین ایک نبض جس با سے بغیر کہے سنے صحت اور بیماری کا حال معلوم ہو جاتا ہے دوسرے کلام موزون جو مرنے کے بعد بھی آدمی کو زندہ رکھتا ہے اور اسی کی بدولت انسان مخاطب بہ تلمیذ الرحمن ہے بقول ظہوری سہ

زحیوان نطق آدمی بہتر است   بس آدم تر آنکو سخنور تر است

شاعر کی نسبت انبیا سے بہت قریب ہے دونون مبدء فیاض سے رجوع کرتے ہین بقول نظامی سہ

پیش و پس قلب صف کبریا   پس شعرا آمد و پیش انبیا

غرض تذکرۂ شعرا فائدے سے خالی نہین۔ قدیم شعرا نے جتنے تذکرے لکھے ہین حکیم رودکی کے احوال سے ابتدا کی ہے اور اکبر بادشاہ کے زمانے پر ختم کیا ہے لیکن ایسا تذکرہ لکھنا گویا نقل نویسی ہے۔ سہ

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد   طبیعت را ملال انگیز باشد

بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے زمانے کے شعرا کا حال لکھین لہذا تھوڑا احال عہد نور الدین جہانگیر کے شعرا اور عہد عالمگیر کے فصحا کا لکھا جاتا ہے اسمین اکثر وہی شعرا ہین جنکی صحبت سے مجکو فیض حاصل ہوا ہے انھین سے کچھ شاعرون کا تذکرہ نہایت اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے

میر الہی عہد جہانگیر بادشاہ مین ہمدان سے ہندوستان آیا نازک مزاج اور خوش خیال شاعر تھا سہ

مطلع خورشید می سازد رخت کاشانہ را   سودہ می گردد زبان در وصف زلفت شانہ را

روے درہم می کشند از روے ما آئینہ ہم   چین پیشانی ست گویا آئینہ در شان ما

مرزا ابراہیم ادہم سید عالی نسب صفوی شاہجہان کے زمانے مین ہندوستان آئے دلبرانہ مشرب اور آزاد رو تھے سہ

برای نثار رشتۂ زشت بندگی ہا — اگر جان نہ می داشتم مردہ بودم

نامی خان زمان خلف مہابت خان خان خانان طبیعت بہت رسا پائی تھی ؎

گر نیم مائل رخسار تو حیرانی چیست — ور ندارم سر زلف تو پریشانی چیست

در رہ عشق صلاح از من رسوا مطلب — کافر عشق چہ داند کہ مسلمانی چیست

برای کعبہ چہ سر می زنی خدا این جاست — بطوف مردہ کجا می روی صفا این جاست

ز پای تا بسرش ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جاست

احسن ظفر خان خلف خواجہ ابوالحسن شاعر عالی طبع تھے اکثر کابل اور کشمیر کی صوبہ داری پر معمور رہے جس زمانے مین کابل کے ناظم تھے مرزا صائب تبریزی ان سے ملنے ایران سے آئے اور مدت تک انکی صحبت مین رہے شعراء کے بہت قدردان تھے ایک تذکرہ اپنے زمانے کے شعرا کا اس طرح تالیف کیا کہ جو شاعر ان سے ملا اس کا حال اسی کے قلم سے لکھوایا کلام اچھا ہے. فرماتے ہین۔ ؎

بہ تیغ بے نیازی ناتوانی ترک ہستی کن — فلک تا افگند از پا ترا خود پیش دستی کن

ہر کجا کہ رسم وصف دوستان گویم — برای یار نہ ویشی دکان نمی باید

ز مہر مستقیم کہ کام با جام شراب افتد — مرا از گفتگوی تازہ سرخوش میتوان کردن

آصف قمی شاہجہان کے زمانے مین ہندوستان آئے تھے فرماتے ہین ؎

شعلہ ام آمادۂ دود دل سیہ پوشیم ما — چون چراغ لالہ میسوزیم و خاموشیم ما

اعجاز مولوی محمد سعید خلیق ملنسار تھے تمام عمر تحصیل علوم معقول و منقول مین صرف کی اکثر طلبہ کو درس دیا کرتے تھے کبھی شعر کہتے تھے۔

کشیدہ ام ز جنون ساغرے کہ ہوش نماند — گر معاملہ با پیر مے فروش نماند

اشرف ملا محمد سعید عالمگیر کے وقت مین ہندوستان آئے نواب زیب النسا بیگم کی سرکار مین ملازم ہوے۔

جلوۂ نازت رسائی داد بیداد مرا — کوہ تمکینت دو بالا کرد فریاد مرا

در نامۂ زمانہ بجز حرف جنگ نیست — گویا کہ از سیاہی لشکر نوشتہ اند

از پریشان حالی آخر کار من صورت گرفت — بسکہ مو آمد بہ کلکم خامۂ تصویر شد

ملا علی کورانی فقیر مشرب تھے۔

ہر کہ شد خاک نشین برگ و برے پیدا کرد سبز شد دانہ چو با خاک سرے پیدا کرد

بوالحسن یہ شاعر ہندوستان مین نہین آیا میر معز فطرت کے پاس دیوان تھا ۔

احوال شب از شمع سحر گاہ چہ پرسی از سوختگان قصۂ جان کاہ چہ پرسی

رفیع خان باذل وزیر خان کے بھتیجے عالمگیر کے عہد مین آئے تھے صاحب طبع رسا تھے کتاب معارج النبوۃ کو شاہنامہ کی بحر مین نظم کیا اور حملۂ حیدری اسکا نام رکھا جس مین چالیس ہزار اشعار ہین ۔

عشق را با ہر دلے نسبت بقدر جوہر است قطرہ برگل شبنم و در قعر دریا گوہر است

بسکہ شرح غم دل مضطرب احوال دہم ہم کبوتر چو دہم نامہ پر و بال دہم

چہ نشاط بادہ بخشد بمن خراب بے تو ہمہ دل گرفتہ ماند قدح شراب بے تو

ملا علی تجلی دور شاہجہانی مین شیراز سے ہندوستان آئے خوش خیال شاعر تھے فکر بلند تھی ۔

در قطرہ قطرہ خونم پیکان آبدار است چون استخوان کہ پنہان در دانۂ انار است

عبداللطیف خان صوبہ دار پنجاب مرزا جلال اسیر کے بھانجے تھے فکر اشعار بہت بلند تھی اور انشا پردازی مین طبع رسا رکھتے تھے ۔

یارم بہ کنج غمکدۂ تنہان اندر رفت گفتم کہ بس غبار تو دامن فشاند رفت

بے داغ عشق خون رود از چشم دل مرا آید بگریہ طفل چو خاموش شد چراغ

ہر شاعر چو موج بادہ گے گرید زبان من برنگ شیشہ از مے مغز دارد استخوان من

مست آن چنان خوش ست کہ گو یدبرو جعفر من کیستم شما چہ کسانید این چہ جا

جہانگیر بادشاہ باوجود اشغال سلطنت کبھی کبھی زبان فیض ترجمان سے گہار ارشاد فرماتے تھے طبیعت دشوار پسند خوردہ گیر دقت آفرین تھی کسی شاعر نے مدح مین قصیدہ پڑھا تھا ۔ اے تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتہا آپ نے شاعر سے پوچھا تم عروض جانتے ہو اس نے کہا نہین فرمایا اس مین تمھاری جان کی خیر ہوی ورنہ قتل کیے جاتے شاعر نے پوچھا حضور خطا آپ نے فرمایا خطا تقطیع مین ظاہر ہوی ۔

خان خانان نے مشاعرہ کیا جس کا مصرع طرح یہ تھا ۔ ہر یک گل رخت صد خار می باید کشید آپ نے باغ مین بیٹھکر مطلع کہا

ساغرے را بر رخ گلزار می باید کشید ابر بسیار است مے بسیار می باید کشید

ہرکس بضمیر دل صفا خواہد داد — آئینۂ خویش را جلا خواہد داد
ہرجا کہ شکستہ بود دستش گیرد — بت نو کہ ہمین کاسہ صدا خواہد داد

عید کا چاند دیکھکر ایک مصرع موزون کیا ع ہلال عید برادج فلک ہویدا شد۔
نورجہان بیگم موزون طبع اور خوش فکر تھین فی البدیہ یہ جواب دیا ع کلید میکدہ گم بود باز پیدا شد۔
کلید میکدہ کے نام سے بادشاہ کے مُنھ مین پانی بھر آیا اور بہت تعریف کی۔

ایکدن بادشاہ کے پیرہن مین تکمہ لعل کا ٹنکا ہوا تھا جو بہت خوشنما تھا بیگم نے کہا ؎

ترا نہ تکمہ لعل است بر لباس حریر — شدہ است قطرۂ خون منتِ گریبان گیر

جہانگیر بادشاہ کا زمانہ عیش و عشرت کا زمانہ تھا ہرایک کو اطمینان خاطر حاصل تھا
حکیم صادق ندماے رنگ پرست تھے کلام درد سے خالی نہ تھا۔

در سخن پنہان شوم مانند گل در برگ گل — میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بیند مرا
مُرد عاشق یہ آنسان کہ گوش گل نشنید — سکوت من سخن نارسیدہ برلب را

میر حسنی اکبرآبادی ایک رات ان سے ملاقات ہوئی تھی شیدا کے ملنے والون مین تھے قدیم طرز کے شاعر تھے

موے سر کردم سفید و ہیچ کارم سر نہ شد — دست و پاے نیز کم اکنون کہ آب سر گذشت

میرزا خلیل نواب زیب النسا بیگم کے ملازم تھے اور انکی تالیفات کو مرتب کرتے تھے۔

حاجت بگفتگو ست ندارد بیان ما — سوزد چو شمع بر سر حرفے زبانِ ما

خالص عالمگیر کے عہد مین آے تھے اور زندگی کا زیادہ حصہ دکن مین بسر کیا۔

غبار راہ گشتم سرمہ گشتم طوطیا گشتم — بچندین رنگ گشتم تا بچشمت آشنا گشتم
بہر صورت کہ گردیدم نہ بردم راہ در کویش — نواے بلبل بوے گل و بادِ صبا گشتم

میرزا رفیع دستور جہانگیر کے زمانے مین تھے

در عشق الہی است تقلید گفتگوے — این راہ را چو سایہ بپاے کسان مپوے
بر بند سنگ بر شکم از فاقہ چون گہر — بفروش خویش را و نگہدار آبرو
اضطراب اندر سخن عیب است اما چون ہلال — مصرع برجستہ باید کو مثل ابروے ماہ رسد

محمد امین ذوقی صاحب سخن تھا

گنہم را عذابے باید از دوزخ فزون ترسم — کہ سوزندم بہ داغ ہجر فرداے قیامت ہم

میر احسن بیگ رفیع نظر محمد خان والی توران کے میر منشی تھے ہندوستان مین آکر شاہجہان کے دربار مین پنج صدی منصب پر سرفراز ہوے اور عہد عالمگیر مین دیوانی بیوتات صوبۂ کشمیر کی خدمت پر ممتاز ہوے بادشاہ انکو اکثر اپنی صحبت مین رکھتے تھے اور جب کسی عہدے پر مقرر ہوکر صوبے مین جاتے تھے واپس بلاے جاتے تھے اس تغیر و تبدل پر برخواستہ خاطر ہوکر بادشاہ کی خدمت مین ایک شعر پیش کیا۔

یک نفس فاصلۂ نیست سفرہاے مرا — رفتن و آمدن من نفس می ماند

ایک شعر ان کا بہت مشہور ہے جس کو اکثر فخر سے سناتے تھے

عمر گر خوش گزرد زندگی خضر کم است — ور بنا خوش گزرد نیم نفس بسیار است

ایک مثنوی شاہجہان آباد کی تعریف مین کہی تھی تخت مرصع کی تعریف مین کہتے ہین

اگر پاسبانش سود مست خواب — بہ رویش نشاند زیاقوت آب

عمارات عالیہ کی تعریف مین کہتے ہین۔

قضا نقش را بجاے رساند — کہ نقش بہ ہمراہی سنگ ماند

باغ حیات بخش کے متعلق کہتے ہین

انار دلکش این تازہ بستان — بود بے دانہ ہم چون نارپستان

نواب عالیہ بیگم یہ شعر سن کر بہت خوش ہوئین اور پانچ سو روپے صلے مین دیے

چو رشتہ از گہرم گر لباس پوشانی — بر آورم سر خود را ہمہ بہ عریانی
چو غنچۂ کہ بود در میان خرمن گل — نشستہ ام بدل جمع در پریشانی

خوشم کہ غیرنہ گنجد میانۂ من و تو — چو خاتم دو نگین است خانۂ من و تو

از وطن یارے نیاید با من شیدا برون — آدم مانند دست از آستین تنہا برون

خویش را آشناے حرف مکن — نقطۂ امتحان کاتب باش

میر محمد علی راسخ قلندر وضع آزاد مشرب تھے مشق سخن پختہ تھی

جز ہواے نبود این ہمہ ما و من ما — خالی از تن چو حباب آمدہ پیراہن ما

میر محمد زمان راسخ خوش خیال بلند نظر نازک بند صاحب فکر رسا تھے

یاد از شام غم بزم خموشان کردیم مشتے از سرمہ گرفتیم و پریشان کردیم
جامۂ صبر بہ بالاے جنون تنگ آمد آنچہ از دست برآمد بہ گریبان کردیم

[illegible] ان کی حقیقت حال معلوم نہ ہوی صرف ایک شعر دستیاب ہوا۔

کیش سخت دلان ہم فسردگی تنگ است گواہ این سخن است آتشے کہ در سنگ است

[illegible] کشمیری خوش فکر تھے

محبت را پس از قطع محبت لذتے باشد کہ شاخ نخل پیوندی بہ از اول ثمر گردد

[illegible] ان کا حال معلوم نہین ہوا۔

نہ نکہتے نہ گلے نے پیام از خارے درین چمن بچہ دل خوش کند گرفتارے
غرض [illegible] بود از زخم ورنہ فرقے نیست میان چاک دلی و شگاف دیوارے
اگر حریف بلا نی ہلاک خویش مخواہ چرا کہ آرزوے مرگ عافیت طلبیست

[illegible] تلاش اچھی تھی

جو رفعت اگر چون سو می خواہی سر خود را مکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را
چو آفتاب لب بام آخر وصل ست رسیدہ بر سر ناخن حیات عشرت ما

ملا [illegible] جہانگیر بادشاہ کے عہد مین ہندوستان مین آئے تھے خوش طبع اور خوش فکر تھے ایک دن نواب قلیچ خان کی صحبت مین بیٹھے تھے نواب نے فرمایا ہم بھی کچھ شعر کہتے ہین تم نے ہمارا کلام سُنا ہے عرض کی ارشاد فرمایئے کہ مستفید ہون حکم دیا کہ ہماری بیاض لاؤ۔ بیاض ہاتھ مین لے کر چند اشعار پڑھے جو بے معنی بے ربط بے سر و پا تھے ملا نے کئی جگہ دخل دے کر اپنی استادی کا اظہار کیا۔ نواب آشفتہ ہوے اور فحش گالیان دین ملا سر جھکائے بیٹھے رہے جب نواب بک جھک چکے تو آپ نے اٹھکر نواب صاحب سے کہا کہ واللہ یہ نثر تو آپ کی نظم سے بہتر ہے ایک شعر ملا کا دستیاب ہوا۔

در چشم ترم رنگ جہان برق سراب است تا دیدہ بہم بر زنم این خانہ خراب است
مژگان من از گریۂ بسیار فرو ریخت آخر فلتان نخل کہ نزدیک بہ آب است

ملا شیدا شاہجہان کے عہد مین ہنگامۂ سخنوری رکھتے تھے شاعر پرگو اور خوشگو تھے اپنے عہد مین یکتاے زمانہ تھے ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ تھا

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے — حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

لوگون نے بہت پسند کیا بادشاہ کی سمع مبارک تک یہ مطلع پہنچا دینی جوش آگیا بہت خفا ہوئے اور کہا مے کفر کا کلمہ کہا ام الخبائث کی حرمت قرآن سے ثابت ہے اسکی ایسی تعریف کی ہمارے ملک سے نکل جائے جب حکم اخراج صادر ہوا شاعر نے معذرت مین ایک قطعہ لکھکر کسی مقرب کی معرفت پیش کیا جو قبول ہوگیا۔

جہان پناہا بادشاہا بقدر جاہ و جلال — نیافریدہ خدا چون ترا عدیل و نظیر
بوصف مے زدہ سراز من این دو مصرع خوش — کہ گشتہ ورد زبان ہمہ صغیر و کبیر
اگرچہ لطفش عام است وصفتش خاص است — بخاص و عام بود شہرہ ہم چو مہر منیر
چنین کہ میکشش اسرار مولوی جامی — کہ ہست گفتۂ او دور از در تقصیر
بوصف مے و صراحی دو بارہ قلقل مے — بہ از چہار قلش گفتہ فارغ از تکفیر
مرا ز کفر چہ نسبت بود کہ بہ زمنے — سخن چنین کند و ہیچ نایدش بضمیر

مرا چو شاہ براند کجا بخواہم رفت
بگاہ راندن از کف کجا رود شمشیر

مشہور ہے کہ آپ بہت ظریف طبع ہجوگو حاضر جواب تھے طالب آملی سے کچھ ان بن ہوگئی فوراً ہجو مین ایک قطعہ کہا۔

شب و روز مخدوم ما طالبا — پئے جیفۂ دنیوی در تگ ست
مگر قول پیغمبر آمد بجا — کہ دنیاست مردار طالب سگ ست

مرزا امر اللہ سپہر خان خانان کی ہجو مین لکھا ہے

نہ تنہا من ہمی گویم کہ امر اللہ مفعول است — خدا فرمودہ در قرآن کہ امر اللہ مفعولا

بادشاہ سیر کشمیر کو تشریف لے گئے تھے معلوم نہین وہان کچھ دوشالے یا رومال سرکاری گم ہوگئے یا اور کوئی آفت آئی حکم ہوا کہ تمام شاگرد پیشون کی چہارم تنخواہ کاٹی جائے۔ اس جرم سے بری کرنے کا اختیار اسلام خان دیوان اعلے کو حاصل تھا ملا شیدا بھی اس عذاب مین گرفتار تھے اپنی برأت کے لیے اسلام خان کے دربار مین گئے بساولون نے پاس تک نہ جانے دیا اور بہت بے حرمتی کی گردن مین ہاتھ دے کر سامنے سے ہٹانا چاہا دستار مبارک اس کشمکش مین گر پڑی آپ نے چیخ کر کہا نواب سلامت

خدا کے لیے ایک بات میری سُن لو بلائے گئے سامنے جاکر کہا ایک غزل مین نے تمھارے دیوان مین لکھی دیکھی ہے اور وہی میرے دیوان مین بھی لکھی ہے۔ (مراد یہ تھی کہ شاگرد پیشہ مین بھی ہون تم بھی ہو پھر تم کیون بری الذمہ ہو اور مین کیون مجرم ہون) نواب نے ہنس کر ان کو بری کر دیا۔

عشرت لکھنوی

گوشۂ تنہائی

کیا خوش قسمت ہے وہ انسان — جس کو ہے کچھ اندوہ نہ حرمان
تنہائی ہے مونس و ہمدم — رنج سے خالی فکر سے بے غم
نغمہ ہے نہ ترانہ کوئی — قصہ ہے نہ فسانہ کوئی
فرحت بھی ہے سکون بھی حاصل — گوشۂ دل ہے راحت منزل
رات کو میٹھی نیند میسّر — دن کو باغ کا دلکش منظر
کب ہے خوف خزان سے ترسان — طبع ہے شادان قلب ہے فرحان
بے فکری کا لطف نیا ہے — گوشۂ تنہائی مین مزا ہے
فکر کا غم کا نام نہین ہے — رنج و الم سے کام نہین ہے
دنیا کا ہے منظر فانی — ٹھہرے کیونکر بہتا پانی
آنکھون پہ کب تک پردۂ غفلت — دیکھ یہ گھر ہے مقام عبرت
کوئی جگہ ملتی ہین اکثر — گوشۂ تنہائی سے بہتر
یہ ہے غیرتِ صحن گلستان — یا ہے بہارِ گلشنِ رضوان
دیکھین کب رہبر ہو مقدر — دیکھین کب طالع ہو یاور
عمر دو روزہ چین سے گزرے — مرجائین تو کوئی نہ روئے

(ماخوذ از انگریزی)

اوج گیاوی

رباعی

یارب! ہمین ایک بات درکار ہے صرف — یعنے اپنی نجات درکار ہے صرف
ہان در پہ ترے پہنچ کے مرنے کے لیے — تھوڑی سی ہمین حیات درکار ہے صرف

حسن تخیل

اردو رسائل کے ناظرین کے لیے منشی رشید احمد صاحب ارشد تھانوی کا نام نامی تعارف کا محتاج نہین ہے۔ آپ کی لطیف نظمین اور پاکیزہ مضامین اکثر ادبی پرچون مین شائع ہوکر ہدیۂ ناظرین ہوتے رہتے ہین صدیون کا بگڑا ہوا ہندوستان کا مذاق شاعری گو اب نکھرتا جاتا ہے لیکن ابھی وہ وقت بہت دور ہے جب یہ کہنا خلاف واقعہ نہوگا کہ اردو لٹریچر مہذب ممالک کی شائستہ زبانون سے بازی لے جاچکا ہے۔ اور شعرائے اردو کی نازک خیالیان یورپ کے نکھرے ہوے مذاق شاعری سے کسی طرح کم نہین۔

تاہم اس گرے ہوے زمانہ مین ایسے شعرا کا موجود ہونا ہندوستان اور بالخصوص زبان اردو کے لیے کچھ کم باعث افتخار نہین ہے جن کی مضمون آفرینیان اردو مین اعلےٰ قسم کا لٹریچر پیدا کر رہی ہین اور ایشیائی و مغربی شاعرانہ خیالات مخلوط ہوکر نئی مگر دلچسپ صورت اختیار کرتے جاتے ہین۔

جناب ارشد تھانوی کا شمار بھی اُنھین بزرگان قوم مین ہے جن کی قلم فرسائی کا زبان اردو پر بار احسان ہے اس مضمون کی جو دلفریب سرخی مین نے قائم کی ہے وہ حضرت ارشد ہی کے اُن نظمون کے مجموعہ کا نام ہے۔ جو وقتاً فوقتاً اردو رسائل کے صفحات مین زینت افروز ہو کر علمی حلقون مین بنظر استحسان دیکھی گئی ہین۔

کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کی نفاست اُس کمی کو پورا کر رہی ہے جسکی عموماً تعلیم یافتہ طبقہ مین شکایت ہے۔ اور وہ اچھی سی اچھی کتاب کو یہ کہکر میز پر رکھ دیتے ہین کہ لکھائی چھپائی ایسی خراب ہے جس کی وجہ سے پڑھنے کو جی نہین چاہتا"

کتاب کے شروع مین خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب وزیر مال ریاست بھاولپور کا ہاف ٹون فوٹو بھی شامل ہے۔ اور سب سے زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ "حسن تخیل" جناب مرزا صاحب جیسے بلند خیال اور بہترین عالم کے نام پر ڈیڈیکیشن کیا گیا ہے۔ تاہم جناب مصنف کی خدمت مین ہمین اسقدر عرض کرنا ضروری ہے کہ اُنھون نے ڈیڈیکیشن کرتے وقت کتاب کی نوعیت کا پورا خیال نہین کیا۔

کتاب "حسن تخیل" نظمون کا مجموعہ ہونے کی حیثیت سے اس بات کی مستحق تھی کہ کسی سخن سنج* اور باکمال شاعر کے نام پر معنون کی جاتی۔ ہمارے خیال مین خان بہادر اکبر حسین صاحب الہ آبادی اسکے بہترین

* خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب اگرچہ شاعر باکمال ہین۔ مگر باکمال سخن سنج ضرور ہین۔ ایڈیٹر

مستحق تھے" خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب گو ایسے ہی نکتہ شناس اور سخن گستر ہوں لیکن انکا اصلی مذاق فلسفیانہ ہے۔ اگر حسن تخیل = چند خشک مضامین کا مجموعہ ہوتی تو مضائقہ نہ تھا۔

"حسن تخیل" کا دوسرا فوٹو "تصویر ارشد" ہے۔ جو مصنف کے اس شاعرانہ غراق پر پوری روشنی ڈال رہا ہے جس کی تفصیل جناب محوی لکھنوی نے اپنی نظم موسومہ "تصویر ارشد" میں فرمائی ہے۔ اور جو رسالہ تمدن میں شائع ہو کر اپنی دلچسپی و نفاست کی پبلک سے کافی داد لے چکی ہے۔ لیکن ناظرین الناظر کی دلچسپی کے لیے یہاں ہم ایک اور غیر مطبوعہ نظم درج کرتے ہیں۔ جو اسی عنوان سے ایک فطرت پرست خوشگو نے تصویر مذکور کو دیکھکر لکھی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ شاعر فن ہمیں فروگزاشتیں ہوں۔ مگر جناب ارشد کی قبولیتِ عامہ کا اس سے پورے طور پر پتہ چلتا ہے کہ وہ ہوئی ہیں۔

اے معانی آفرین جلوہ نمائے شاعری حسن افروز عروس دلربائے شاعری
موجبِ طرز سخن، رونق فزائے شاعری

صاحبِ "حسن تخیل" ارشد شیریں زباں ناظم جدت طراز و شاعر رنگیں بیاں
مالکِ ملک سخن فرمانروائے شاعری

کہہ رہی ہے تیری صورت فطرتاً شاعر ہے تو کہہ رہی ہے تیری حالت قدرتاً شاعر ہے تو
شاعری تیرے لیے ہے تو برائے شاعری

کس لیے جنگل میں ہے بیٹھا ہوا زیر شجر لوٹتا ہے حسن فطرت کی بہاریں تو مگر
کر رہا ہے اس طرح نشو و نمائے شاعری

تیری آنکھوں سے ہے جذبات لطیفہ کا ظہور شاہد مضمون کا جلوہ دیکھتا ہے تو ضرور
ہے نظر کے سامنے ہر ہر ادائے شاعری

کچھ نشان افسردگی کا بھی ہے کیوں معلوم ہے تیری خوش گفتاریوں کی تو بہت کچھ دھوم ہے
جانتے ہیں لوگ تجھکو رہنمائے شاعری۔

تیرے ہی دم سے بڑھی ہے آج توقیر سخن ذات سے تیری ہی وابستہ ہے تعمیر سخن
تو نے ہی کی ایسی مستحکم بنائے شاعری

کیسی کیسی پیاری غزلوں کا ہے مجموعہ بیاض دلکش فردوس ہے انکا ترے رواں

جبکہ تو سینچے نہ کیون پھر گل کھلائے شاعری

شروع کتاب مین مسٹر پیارے لال صاحب شاکر اڈیٹر العصر کا لکھا ہوا مقدمہ بھی شامل ہے۔ عزیز اڈیٹر نے گو مقدمہ مین شاعری کے خاص پہلوون پر دلچسپ بحث کی ہے تاہم مین اسقدر کہونگا کہ شاکر صاحب اپنے مقصد مین پورے طور پر کامیاب نہو سکے۔ مقدمہ مین ایسے دعوے اور دلیلین لکھی ہین جن پر نہین آدمی بھی بغیر مسکرائے نہین رہ سکتا۔ کچھ مثالین نظیراً پیش ہین۔

آغاز مقدمہ مین فرماتے ہین۔

"زبان عرب کا مقولہ بالکل صحیح ہے کہ "شعرا خدا کے شاگرد ہین" یعنے بے واسطہ انکو مبدء فیاض سے فیض پہنچتا ہے غور کیجیے کہ جب کوئی شاعر یا انشا پرداز نظم یا نثر لکھنے بیٹھتا ہے تو اُسکے ہاتھ مین صرف قلم اور سفید کاغذ ہوتا ہے۔ وہ یہ ضرور سوچ لیتا ہے کہ مجھے فلان عنوان پر لکھنا ہے۔ لیکن اُسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ مین کیا لکھونگا۔ اور عنوان پر کیا کیا دلائل لاؤنگا کس کس پہلو سے بحث کرونگا۔ مگر جب تھوڑی دیر مین طبیعت متوجہ ہوتی ہے اور قلم جولانیان دکھاتا ہے تو وہی سادہ کاغذ سیاہ ہوجاتا ہے۔"

حالانکہ شاعر اور انشا پرداز جب تک اپنے دلائل اور مبیش با افتادہ مضامین پر اچھا غور نہین کرلیتے اور جب تک لکھنے سے پہلے اپنے دل و دماغ سے عنوان اور اُسکے نتائج و براہین وغیرہ کے متعلق اسکی کوئی قرارداد نہین دیکھا تب تک کچھ نہین لکھتا۔ ہان لکھنے کے ساتھ ساتھ مبدء فیاض سے "بیان مفصل" کا فیض ہوا کرتا ہے۔

"الشعراء تلامیذ الرحمن" کے صحیح ہونے مین کوئی شک نہین۔ علم اجمالی ہو یا تفصیلی دونون کا فیضان مبدء فیاض ہی کے فیض سے ہوتا ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ اجمالی تخیل مین حاصل ہوتا ہے اور تفصیلی حالت تحریر مین صفحہ ۷ مین جناب مقدمہ نگار صاحب رقم طراز ہین۔

"موزون اور مقفی کلام سے انسان کو بالطبع اُنس ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حرکات نبضیہ دوران خون کے ساتھ ساتھ ہر وقت تڑاق پڑاق چلتی ہین۔"

لیکن واقعہ علمی اسکی تصدیق سے قاصر ہے۔ فیلسوف اسلام خواجہ نصیر الدین طوسی شرح اشارات مین ایک جگہ لکھتے ہین

"چونکہ مقفی اور موزون کلام طرز بیان کے لحاظ سے عجیب اور پاکیزہ ہوتا ہے اس لیے نفس ناطقہ اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے"

حکیم وقت ابن مسکویہ کی رائے سنیے۔ تہذیب الاخلاق میں کہتا ہے۔

"جس طرح طبیعت انسانی اپنی تکمیل کے درپے ہوتی ہے۔ اسی طرح نفس ناطقہ اپنی کمی کو پورا کرنا چاہتا ہے"

"یہی کمی اُسے ہر اُس چیز کی جانب متوجہ کردیتی ہے جسمین تکمیل کی صورت موہومی بھی پائی جائے اور یہی شعر ہے"

اسی بناء پر حکیم ابن سینا اشارات مین مشورہ دیتا ہے کہ عارف کو موزون اور مقفیٰ پند و نصائح کی طرف توجہ کرنی چاہیے سلاست بیان کی وجہ سے وعظ مین دل لگے گا اور طبیعت امور حیوانیہ سے تھوڑی دیر کے لیے علیحدہ ہوکر اس طرف متوجہ ہوجائے گی۔ ایسے عارف پر عمدہ اثر پڑے گا۔ طبی اصول سے دیکھیے تو وہ بھی جناب شاکر کے ہم آہنگ نہین۔

شرائین مین خون اتنی قلیل مقدار مین ہوتا ہے جس سے روح حیوانی کو تحلیل ہونے کے بعد غذا مل جاتی ہے۔ اور فضلات دخانیہ کے تدافع اور اچھی ہوا حاصل کرنے کے لیے شرائین کو حرکت انبساطی و انقباضی ہوتی رہتی ہے قوت زندگی کا کام یہ ہے کہ انسان کو زندہ رکھے۔ لیکن شوق اور ادراک یہ قوت نفسانی سے متعلق ہین اور اس قوت کا مرکز دماغ ہے۔

صفحہ (۱۰) مین شاعر کے متعلق فرماتے ہین۔

"وہ جو کچھ لکھتا ہے تحقیق انکشاف کے بعد لکھتا ہے"

مگر ارسطو جیسا استاذ الکل اور منفرد دقیقہ سنج حکیم کہتا ہے "مقتضائے شعریہ مضامین خیالی کا نام ہے" اسلیے شعر ایسی چیز نہین ہے کہ مواعظ و معاملات مین بکار آمد ہو۔ کیونکہ ان مسائل کے ثبوت کے لیے مبادی یقینیہ چاہیے۔

نظامی کا مبلغ شعر ایسا نہین ہے جسمین کسی کو گفتگو کی گنجایش ہو۔ وہ شعر کے متعلق اپنی رائے اس طرح ظاہر کرتے ہین ؎

در شعر مپیچ و در فن او	چون اکذب اوست احسن او

ایک عالم شعر سے رنجیدہ ہوکر کہتے ہین۔

ولولا الشعر بالعلماء یزری	لکنت الیوم اشعر من لبید
اگر شعر علما کے لیے عیب نہ ہوتا	تو مین آج لبید سے بہتر شعر کہتا

زبان کی کہ وہی مضمون کی جان ہوتی ہے) مقدمہ مین کئی جگہ غلطیان موجود ہین۔ مثلاً ملاحظہ ہون۔

خیالات ورلے۔ اور چھوٹے پھول بعض ترکاریون کدو وغیرہ کو بھی لگتے ہین اور انسانون کے سینے ان جواہر کے گنجینے تو ہین

جناب شاکر نے مقدمہ کے آخر مین کلام ارشد پر بھی اعتراض کیے ہین۔ عوام لکیر کے فقیر ہوتے ہین۔ جو کچھ لکھا

پاتے ہین۔ اُسے سچ سمجھتے ہین۔ اس طرح پر اکثر باکمال اور نغز گو شعرا کی نسبت غلط فہمی پھیل جاتی ہے۔

کلام ارشد پر جو کچھ نکتہ چینی کی گئی ہے افسوس ہے اسمین ہم اکثر کیا سب کو قابل گرفت اور غیر صحیح پا رہے ہین۔ ذیل مین اُنھین ملاحظہ فرمائیے۔

جناب ارشد۔ آتا نظر نہین ہے گو آستان تیرا لیکن بنا ہے سب کے دل مین مکان تیرا

جناب شاکر۔ مصرعہ اولی کی بندش مین الجھن اور تقدیم و تاخیر ہے۔ اور دوسرے مصرع مین خود دل کو مکان بنانا چاہیے۔ نہ کہ مکان کے اندر مکان مثلاً ع لیکن ہر اک بشر کا دل ہے مکان تیرا۔

جناب ارشد۔ پہلے مصرع مین گو تعقید ہے لیکن مطلب سمجھنے مین دقت نہین ہوتی ایسی تعقیدون سے احتراز مشکل ہے تلاش سے اساتذہ کے کلام مین ایسی مثالین بکثرت ملین گی۔ جناب غالب کے ایک قصیدہ کا شعر ملاحظہ ہو ؎

توسنِ شہ مین ہے وہ خوبی کہ جب تھان سے وہ غیرتِ صرصر کھلا

غالب کا مدعا یہ ہے کہ جب بادشاہ کا غیرت صرصر گھوڑا کھلا تو اُسکی خوبیان ایسی پائین کہ مین بیان نہین کر سکتا۔ شعر کو ملاحظہ فرمائیے تو تعقید کی وجہ سے بات دیر مین سمجھ مین آتی ہے۔ شاکر صاحب کا اصلاحی مصرع ع لیکن ہر اک بشر کا دل ہے مکان تیرا بھی اُسی تعقید کا مرہون منت ہے جسکے لیے اُسے عالم ناسوت مین آنا پڑا دل مین مکان بنانے سے جناب ارشد کا مدعا یہ نہین ہے کہ فضائے دل کے کسی گوشہ مین مکان بنا لیا گیا ہے۔ ہم رات دن بولتے ہین کہ "آپ کے دل مین جگہ کرلی" = "آپ کے دل مین گھر کرلیا" مکان بنانا بھی اسی معنی مین مستعمل ہے اور اگر مکان بنانا ناجائز ہے تو دل مین گھر کرلینا بھی ناجائز ہوگا۔

جناب ارشد۔ ہر ایک کو عطا کی اک شان خاص تو نے رکھا ہر اک طبیعت مین اختصاص تو نے

جناب شاکر۔ خاص اور اختصاص مین ایطا ہے۔ لہذا پورا مصرع تغیر طلب ہے ع قدرت پہ اپنی رکھی ہے ان خاص تو نے حالانکہ خاص اور اختصاص مین نہ تو حرف روی ایسا ہے جسمین اصل حرف ہونے کی صلاحیت نہو اور نہ مضارع ہے۔ اسکے علاوہ خاص اور اختصاص کا مادہ گو ایک ہی ہے۔ لیکن دونون علحدہ علحدہ ہین۔ خاص صفت کا صیغہ ہے اور اختصاص مصدر ہے۔ ایطا کے لیے دونون کا فرق بھی مٹ جانا ضروری ہے البتہ اصلاحی مصرع مین بر ہان رکھنا بالکل خلاف محاورہ ہے۔

جناب ارشد۔ بلبل کو گلستان مین آہ و فغان ہی ہے پا کر ہنسی چمن کی ہر اک کلی کھلی ہے

جناب شاکر۔ مصرع اولیٰ مین گلستان کے ہوتے دوسرے مصرع مین چمن حشو ہے اور ہنسی پانا محاورہ نہین

ع کرنے کو خندہ اُس پر اک کلی کھلی ہے - فیضانِ الٰہی کے ذکر مین شاعر ہر چیز کے انعام کے درپے اظہار ہے
اسلیے اُسے کلی کے لیے بھی چمن کے لفظ کی ضرورت ہوی - اگر دوسرے مصرع مین چمن حشو قرار دیا جاے تو دونو
لطف شعر بھی جاتا رہتا ہے - ہنسی پانا بھی اُسی فیضانِ الٰہی کے اظہار کو پوری طرح ظاہر کر رہا ہے لیکن شاکر صاحب کے
مصرع مین یہ بات میسر نہین اور خندہ کرنے کی ترکیب پر شاکر صاحب پھر غور فرمائین -

جنابِ ارشد   دی سرو کو بلندی نرگس کو چشمِ حیران   لالہ نے داغ پایا سنبل نے زلفِ پیچان

جنابِ شاکر   دونون مصرعے مربوط نہین بصرنہ اول مین تعدیہ - دوسرے مین لزوم - ع لالہ کو داغِ حسرت سنبل کو زلفِ پیچان

مسٹر شاکر کی جودتِ طبع نے اس جگہ جو دقیق فرق پیدا کیا ہے - مین اُسکی مبارکباد دیتا ہون تاہم اسقدر اور [illegible]
رتبانی کو ملحوظ رکھکر جنابِ ارشد کا مصرع بھی قابلِ گرفت نہین - جنابِ ارشد کا مصرع بلند اور جنابِ شاکر کا مصرع بلند تر ہے
جسکی وجہ اشتہار مین حضرات سے پوشیدہ نہین -

جنابِ ارشد   تپشِ دل نے عجب شان بنا رکھی ہے   شررِ عشق نے اک آگ لگا رکھی ہے

جنابِ شاکر   تپشِ دل اور شررِ عشق مین کوئی فرق نہین - ع جگر و سینہ مین اک آگ لگا رکھی ہے

میرے نزدیک نہین اہلِ لغت کے نزدیک تپش اور شرر علیحدہ علیحدہ چیزین ہین - اول گرمی کے معنی مین مستعمل ہے
دوسرا چنگاری کے معنے مین تعجب ہے کہ جنابِ معترض نے ڈکشنری دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہین فرمائی -

جنابِ ارشد   فرطِ سوزش سے ہوے آبلے پیدا دل مین   شمع کی طرح گدازی ہے مجھے محفل مین

جنابِ شاکر   مطلق گدازی محاورہ نہین - البتہ دلگدازی جگر گدازی محاورہ ہے یا صرف گداز ع شمع سان سینہ گدازی
ہے مجھے محفل مین -

وسعتِ زبان کو روکنے کے لیے اس سے بہتر اعتراض واقعی نہین ہو سکتا - لیکن خلافِ محاورہ ہونے کے الزام سے یہ
مصرع لکھکر شاکر صاحب خود بھی محفوظ نہین رہے سینہ گدازی اور شمع سان جیسے متروک الاستعمال دور موجودہ مین
غرابت کا درجہ رکھتے ہین -

جنابِ ارشد   ہمہ تن داغ ہون داغون سے نمایان ہون مین   چشمِ ناظر کے لیے سرو چراغان ہون مین

جنابِ شاکر   چشمِ ناظر محاورہ نہین ہے ع چشمِ بینا کے لیے سرو چراغان ہون مین - اور حشو کا خیال ہو تو یون ہے ع
چشمِ عبرت کے لیے سرو چراغان ہون مین -

چشمِ بینا کی ترکیب توصیفی صرف آنکھ ہی کی خصوصیت مین اضافہ کر رہی ہے - حالانکہ شاعر نیرنگیِ قدرت کا تماشا

اہل جہان کو دکھلانا چاہتا ہے جسکے لیے کچھ چشم ناظر ہی موزون ہے۔ کریلا اور پھر نیم چڑھا جناب شاکر کا اصلاحی مصرع تو اور بھی سقیم تھا۔ چشم عبرت کے لیے کھنڈر، زمانہ کے انقلاب کا۔ نامے او، حوادث یومیہ درکار ہین۔ سرو جہان کے لیے اور ہی آنکھ چاہیے۔ ایک ایسے شخص کے قلم سے (جو ادیب کا ایڈیٹر رہ چکا ہو اور اب لکھنؤ مین رہکر جس کا قلم العصر کے صفحات پر گلکاریان کر رہا ہو) فقرہ مین یہ ایسی غلطیان سرزد ہوی ہین جن کو ایک باخبر آدمی کسی حال مین نظر انداز نہین کر سکتا۔ بالخصوص آخری حصہ یعنی تنقید مین تو سعی باطل کا شائبہ صاف طور پر نمایان ہوکر تجدید خیالات کا پتہ دے رہا ہے۔

مین یہ نہین کہتا کہ مصنف حسن تخیل سے غلطی نہین ہوی۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان جن لوگون نے فلسفیانہ نگاہ ڈالی ہے۔ انکا عقیدہ ہے کہ غلطی اور نسیان، ہونا فطرت انسانی مین داخل ہے۔ جناب ارشد نے غلطیان کی ہین لیکن جو نذکورہ بالا فرد قرارداد جرم جناب شاکر نے مصنف حسن تخیل پر قائم کی ہے غلط ہے۔

مصنف موصوف کی غلطیان ملاحظہ ہون۔

آتا نظر نہین ہے گو آستان تیرا   لیکن بنا ہے سب کے دل مین مکان تیرا

آستان اُردو مین منفرد ہوکر مستعمل نہین ہوتا۔

چاند کی کرنین سمندر مین گرا کرتی ہین   جوش الفت مین اُسے چوم لیا کرتی ہین

شاعر کا مطلب یہ ہے کہ چاند کی کرنین سطح دریا پر گرکر اُسے چوم لیتی ہین۔ لیکن "گرا کرتی ہین" اس مفہوم کو ادا کرنے کی صرح ہے اور اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو دوسرا مصرع پہلے مصرع سے مربوط نہین رہتا۔

کچھ ہوا ایسی چمن کی ہے دل بلبل مین   خوف صیاد نہین شوق لقائے گل مین

یہان "ہوا" محبت کے معنی مین مستعمل ہے۔ فارسی مین گو "ہوا" کا منفرد استعمال جائز ہو لیکن اُردو اس بار کی متحمل نہین۔ اردو مین جب بولین گے تو۔ ہوا و ہوس۔ بولین گے۔

"ترانہ محبت" مین فرماتے ہین۔

یا بیل درخت پیچاپن کی مینائے پر چھا جاتی ہے   ملنے کو تجھسے روح مری اس جوش مین یون ہی آتی ہے

جوش مین آنا محاورہ کے خلاف ہے۔ اس موقع پر تم سے ملنے کو بہت جی بہت چاہتا ہے۔ یا دل بیچین رہتا ہے بولین گے۔

غلطی ہائے مضامین مت پوچھ   لوگ نالہ کو رسا باندھتے ہین

غالب کی اتباع کی ہوا چل گئی ہے۔ ہم نہین کہتے کہ غالب پرستی بُری چیز ہے اگر موانی [illegible] زگی الفاظ مین تتبع کیا جائے

تو کیا کہنا غضب تو یہ ہے کہ نامانوس ترکیبین غریب الفاظ استعمال کیے جاتے ہین اور بعض اشعار مین فارسی رنگ اسقدر غالب ہوجاتا ہے کہ بمشکل کوئی انھین اُردو کہتا ہے ؎

وحشت ہمین تتبع غالب ہے آرزو دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

چنانچہ حضرت ارشد اپنی نظم "خاطرِ مایوس" مین فرماتے ہین

آہ نادانستگیہائے دلِ نابردہ غم سادگیہائے دلِ ناآشنائے فکر و ہم

سادہ لوحیِ دلِ نادیدۂ رنج و الم ناشناسیِ دلِ ناواقف جور و ستم

حُسنِ عالم سوز کا یہ بھی تماشائی ہوا

بہترینِ آفرینش کا تمنائی ہوا

بند کے چارون مصرعے کچھ تغیر سے فارسی کے اشعار بن سکتے ہین۔ اول مصرع مین نابردہ غم کی ترکیب قابل توجہ ہے

بچپن کی مسرت ہے عیان شور و شغب سے وہ پھولے سماتے نہین افراط طرب سے

افراط جمع مفرد کی جگہ پر مستعمل ہوا ہے۔ اس موقع پہ فرط طرب کی ترکیب سے شاعر کو مدد لینی تھی۔

آہ کیسا رنگ لائی یہ مری بداختری آہ کیسی جل گئی اُمید کی کھیتی ہری

دوسرے مصرع مین تعقید ہے۔

"افسردۂ خاموش" اور "حسن اجل" دو نظمون کی سرخیان ہین۔ اول مین آخر لفظ اور دوسرے مین پہلا لفظ قابل حذف ہین لیکن یہ ایسی غلطیان ہین جن سے اساتذہ کا کلام بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ اس سے بھی قطع نظر کر لیجیے تو حسن تخیل کی خوبیان اسقدر ہین جن کے سامنے یہ چند غلطیان ہیچ میرز ہونے کا دعوی کرتی ہین۔

جناب ارشد کو قدرت نے خداداد طبیعت عطا کی ہے جس نگاہ سے وہ سیاسی اور علمی معاملات کو دیکھتے ہین۔ وہی نظر مناظر قدرت کے دلفریب نکتون کو دریافت کرتی ہے تعلیم نسوان۔ سہرا باغ۔ اور سانچی۔ ایسی نظمین ہین جن سے جناب ارشد کی بلند خیالی کا بین ثبوت ملتا ہے۔

حضرت ارشد کا دل بظاہر کسی کی خدنگ نظر کا زخم خوردہ ہے۔ کیونکہ جو آواز نکلتی ہے درد آمیز اور نہ صدائے شاعرانہ بلند ہوتی ہے وہ سوز و ساز سے بھری ہوئی ع نہین ہے شاعری میری مگر حسرت بیان دل کا حُسن تخیل مین کثرت سے عاشقانہ نظمین ہین مثلاً سوز نہان۔ خاطر مایوس۔ بیان آرزو۔ تصویر غم۔ افسردۂ خاموش وغیرہ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔ نظم "دوست کو پیام" مین فرماتے ہین

یہ عطا کیا ہے تم نے مجھے سوز و ساز کیسا
مرے دل میں بھر دیا ہے غم جانگداز کیسا

یہ کشاکشِ تمنا یہ امید کامیابی
یہ تخیلات باطل یہ نمود اضطرابی

"خاطرِ مایوس" میں فرماتے ہیں

دل کشا قصرِ تمنا تیرا ہر اک باب ہے
اے گلستانِ تصور تو بھی کیا شاداب ہے

واہ کیا پیارا تخیل کیا مزے کا خواب ہے
یہ اگر سچ ہو تو جنت عالمِ اسباب ہے

مرتے دم تک دلکشی زندگانی ہے یہی
سچ اگر پوچھو حیاتِ جاودانی ہے یہی

نظم "افسردہ خاموش" کے صرف دو اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

اکدم سے ہائیں یہ تری حالت کو کیا ہوا
ارشد شگفتگیِ طبیعت کو کیا ہوا

کیا ہوگیا ہے کیوں یہ ترا چہرہ زرد ہے
خاموش کیوں ہے ہونٹوں پہ کیوں آہ سرد ہے

الغرض تمام نظمیں نہایت عجیب ہیں۔ جنکے لفظ لفظ سے درد ٹپک رہا ہے۔ حضرت محوی لکھنوی نے بھی اس خاص امر کو حضرت جناب ارشد کے کلام ہی میں محسوس فرمایا ہے۔ بلکہ انکی تصویر سے بھی پتہ پتہ کی باتیں پوچھ لی ہیں ملاحظہ ہو فرماتے ہیں

لگی ہے چوٹ شاید دل میں عشقِ حسنِ جاناں کی
خبر دیتی ہے ہر اک نظم تیرے سوزِ پنہاں کی

✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢

تری ہر نظم جو گلدستہ ہے گلہائے رنگین کا
دلِ دردآشنا کے واسطے موجب ہے تسکین کا

ترے افکار ہیں ذوقِ سخندانی سے آلودہ
ترے اشعار ہیں جذباتِ پنہانی سے آلودہ

✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢

نظر آتا ہے تو مدت کا پامالِ جفا ارشد
تبسم سے بھی تیرے لب نہیں ہیں آشنا ارشد

یہ بگڑی مانگ سر کی نقشۂ چاک گریباں ہے
شبیہِ اضطرابِ قلب ہر موئے پریشاں ہے

کھُلی صدری تو پردہ کھُل گیا سینہ کی دھڑکن کا
ترا چاکِ جگر ہے معجزہ اک شوخ چتون کا

سچ یہ ہے کہ حضرت ارشد ایک سچے شاعر ہیں۔ اور انکی نظموں کا مجموعہ "حسن تخیل" ایسی کتاب ہے جسے انسان اول سے آخر تک پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسکی ضرور زیارت کریں۔

منشی رشید احمد صاحب ارشد تھانوی بھوپال یا الناظر بک ایجنسی لکھنؤ کے پتہ سے صرف ۸ ر کو مل سکتی ہے۔

ابو الحسن

سیاحت سلطانی

(رقم زدۂ جناب مولوی سید ضمیر الدین احمد آنریری مجسٹریٹ پٹنہ و سابق چیف سکرٹری ریاست بھوپال)

کتاب "سیاحت سلطانی" جو ابھی شایع ہوی ہے ہماری نظر سے گزری۔ اسکی مؤلفہ جناب شاہ بانو صاحبہ (بیگم صاحبۂ جناب صاحبزادہ کپتان حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بھوپالی) ہین - ہم نے اس کتاب کو اچھی طرح اول سے آخر تک پڑھا - حیرت ہوتی ہے کہ جناب مؤلفہ نے اس کم عمری مین بلا کی ذہانت و ذکاوت پائی ہے ہر زبان کے طبقۂ مصنفین و مؤلفین مین یہ بات نمایان طور سے پائی جاتی ہے کہ مرد و عورت کے طرز ادا ۔ استعمال الفاظ ۔ ترکیب جملہ ۔ محاورات مین علی العموم کچھ نہ کچھ فرق ہو ۔ البتہ خال خال مصنفین و مؤلفین طبقۂ اناث مین ایسے بھی گزرے ہین اور اسوقت بھی موجود ہین اس کلیہ سے باہر اور استثنایات مین داخل ہین ۔ مگر یہ بات انھین بھی اسوقت حاصل ہوی ہے جبکہ ایک معتد بہ حصہ اپنی عمر کا اسی کام مین صرف کر دیا ہے ۔ اس ننھی سی عمر مین یہ قدرالکلامی یا تو بالکل خداداد بات ہے یا ہم اسکو کلیتہً ہر ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال دام اقبالہا کے طرز و عنوان تعلیم کا نتیجہ سمجھین ۔ غرض یہ کہ اگر خود کتاب مین نہ جتلایا جاتا کہ اسکی مؤلفہ ایک عورت ہین تو شاید مشکل اسکا حس ہوتا ۔ ہم جناب مؤلفہ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہین۔

اب اگر مضامین کتاب کو دیکھیے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بالغ النظر و دقیقہ رس سیاح اپنا سفرنامہ تحریر کر رہا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ سیاحت کرنے والے دو طبقے کے ہوتے ہین ایک تو وہ جو آنکھ رکھکر بے آنکھ کے ہوتے ہین اور ایک وہ جو آنکھ بھی رکھتے ہین اور اس سے کام بھی لیتے ہین ۔ بڑا گروہ سیاحت کرنے والون کا اول ہی طبقہ مین داخل ہے ۔ مگر ہماری جناب مؤلفہ دوسرے طبقہ کے صف اولین مین ہین جس جگہ جس چیز کو دیکھا ہے بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ساری باتون پر حاوی ہو گئین ۔ شہر تو شہر وہان تو انسان چندے ٹھہرتا بھی ہے اور کچھ زمانہ بھی اسکو دیکھنے ۔ اسکے حالات دریافت کرنے اسکو جاننے کے لیے پاتا ہے ۔ یہان تو راہ چلتے بھی جس وادی جس پہاڑ جس دریا جس مرغزار جس صحرا جس آبادی پر نظر پڑ گئی ہے اسکے متعلق بھی ساری باتین نوٹ بک مین درج ہین ۔ اور نہ صرف خالی درج ہی نہین کر لی گئی ہین ۔ ان پر مناظری جاذبی مالی ۔ اقتصادی اور کہین کہین مذہبی پہلو سے بھی نظر کی گئی ہے ۔ اسمین کوئی شبہ نہین کہ ان باتون مین بہت

کچھ خود سر ہائینس نے بھی جیسا کہ مولفہ نے اعتراف کیا ہے مدد کی ہے تاہم یہ زود رسی اور بالغ نظری کچھ کم تعجب خیز نہین -

چونکہ یہ سفر ہی مغرب کے ساتھ حسن عقیدت کے ساتھ شروع ہوا تھا اسلیے اتنی بات لابُد ہے کہ مغربی و مشرقی دونون ہی ممالک اور سلطنتون کو مغربی ہی عینک سے دیکھا گیا ہے - اور مغربی ہی معیار سے انکی تمدنی تہذیبی اور مذہبی حالتین جانچی گئی ہین - اسمین مولفہ معذور ہین - ہم ہندوستانیون کو خواہ راجا ہون خواہ پرجا مغربی سلطنت و اقتدار کی وجہ سے مغرب کی ہر بات دل آویز - قابل تقلید اور مناسب و برجا معلوم ہوتی ہے اور جو بات اہل مغرب کے نزدیک بُری ہے وہ ہمین بھی دکھائی دیتی ہے - پس جہان جہان مشرقی ممالک یا مشرقی تہذیب یا مشرقی معاشرت یا مشرقی تمدن اور مشرقی انتظام کو نہایت ہی بھونڈی اور کریہ صورت مین دکھایا گیا ہے یا جہان کہین کوئی مشرقی چیز باوجود مسکت طور سے عمدہ اور قابل تحسین پائے جانے کے بھی کسی نہ کسی مغربی ملک کے دست امداد کی جناب مولفہ کی نظر مین مرہون منت نظر آتی ہے وہ اونھین اثرات کا نتیجہ ہے جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے - ہم یہ نہین کہتے کہ مشرقی ممالک بے عیب ہین یا مشرقی معاشرت و انتظام بے نقص - نہین - ایسا نہین ہے - اگر ایسا ہی ہوتا تو یہ روز بد ہی انکو دیکھنا کیون نصیب ہوتا لیکن جہان ان مین خرابیان ہین وہان سیکڑون ایسی خوبیان بھی ہین جنکا مغربی ملکون اور معاشرت مین پتہ تک نہین ملتا - چاہیے تھا کہ یہ سب باتین بھی بیان کردی گئی ہوتین اور یہی اصول مغربی ممالک و معاشرت کے ساتھ بھی برتا گیا ہوتا -

اکثر جگہ اس کتاب مین جناب مولفہ نے مذہبی امور پر بھی جنکا ذکر آگیا ہے رائے زنی کی ہے اور ایسے اہم کام کی اہلیت کا خیال ایکدم سے نظر انداز کردیا گیا ہے - یہ بھی اُسی مغربی طرز تعلیم کا اثر ہے جو آجکل ہم ہندوستانیون مین دائر و سائر ہے -

اگر اس کتاب کو معلومات جدیدہ کے خیال سے دیکھا جائے تو آجکل کی عورتون کے لیے معلومات کا یہ ایک نہایت ہی منفعت دہ ذخیرہ ہے - حضرت مولفہ نے اپنی ہندوستانی بہنون پر نہایت ہی گران بار احسان کیا ہے جس کے بوجھ سے بہت زمانہ تک وہ سبکدوش نہین ہوسکتین -

ہم امید کرتے ہین کہ ہماری معزز مولفہ آیندہ بھی اپنی خداداد ذکاوت اور بہرہ علمی سے اپنی ہمجنسون کی خدمت کو اسی طور سے تیار رہین گی اور ملک و قوم دونون کے حق مین مفید ثابت ہون گی -

غزل حضرت عزیز لکھنوی

کہیں وعدہ بھی کریں وہ کہ ذرا قرار آئے
کہیں ختم زندگی ہو شب انتظار آئے

مجھے کیا غرض ہے اس سے کہ چمن میں گل کھلائے
جو چراغ قبر ہنس دے تو مجھے قرار آئے

مری دردمند قبر پر وہ ہیں کون ہنسنے والے
کوئی نوحہ خوان آئے کوئی اشکبار آئے

دل بیقرار میرا ہے خزانہ بجلیوں کا
جو خدا ہی کردے ساکن تو اُسے قرار آئے

انھیں کیا غرض کہ سنتے وہ غریب کی صدائیں
یہ جنون بیخودی تھا کہ جو ہم پکار آئے

یہ زبان کی نقص کیا ہے فقط انکی چشم [illegible]
وہ نقاب اگر الٹ دیں تو ابھی بہار آئے

دل گمشدہ نہ بولا کہ کھلی ہوئی تھیں زلفیں
اس اندھیری رات میں بھی اُسے ہم پکار آئے

یہ وصیت آخری ہے اسے سن لیں سب احبا
کوئی دل کا ذکر کرتا نہ سر مزار آئے

کچھ اثر ہوا بھی تونے کبھی او نہ ملنے والے
یوہیں آنے والے در پر ترے لاکھ بار آئے

ادب فنا سکھی نہ اُسے آنے والی دنیا
کوئی بندۂ محبت جو سر مزار آئے

ترے وعدوں کی حقیقت کو ہمیں سمجھ رہے ہیں
وہ حریص زندگی ہے جسے اعتبار آئے

کوستے جاتے ہین جو بدشکل اور منحوس ساحرہ کی طرح یون آہستہ آہستہ قدم اُٹھا رہی ہے۔ بیچارے اجل گرفتہ انگریز قربانی کے بکرون کی طرح دھونی کی آگ کے ارد گرد بیٹھے ہین اور آنے والی صبح کا خطرہ اُنکے دلون کو محسوس رہا ہے۔ ماہتاب کی پھیکی پھیکی چاندنی مین اُنکی اضطرار آمیز حرکتون، اُنکے اُترے ہوے چہرون اور اُنکی رزم دیدہ وردیون کو دیکھ دیکھکر اُنپر غول بیابانی کا دھوکا ہوتا ہے۔ اتنے مین اس واژگون بخت قافلے کا اقبال مند سالار اپنے لشکر کے معاینہ کے لیے نکلتا ہے، وہ ایک ایک چوکی اور ایک ایک خیمے پر جاتا ہے ملاطفانہ مسکراہٹ کے ساتھ سپاہیون کو جنگ مین کامیاب ہونے کی دعا دیتا ہے اور اُنھین "میرے بھائیو" "میرے دوستو" "میرے ہم وطنو" کہکر خطاب کرتا ہے۔ اُسکے بشرہ پر شاہانہ جلالت جلوہ افگن ہے وہ مغرور بے ہیبت دشمنون مین گھرا ہوا ہے مگر اُسکے چہرہ سے مطلقاً خوف کے آثار نہین پاے جاتے۔ ساری رات آنکھون مین کٹ گئی مگر کیا مجال جو اُسکے رخ کی سرخی مین تل بھر بھی فرق آیا ہو۔ اُسکی روشن آنکھون سے جرأت و اُمید کی شعاعین نکل نکل کر سپاہیون کے رگ پٹھے مین نفوذ کر رہی اور اُن مین ہمت و جانبازی کی گرمی پہنچا رہی ہین۔ اُسکے بشاش اور مطمئن تیور دیکھتے ہی وہ سپاہی جو ایک ساعت پہلے خوف و ہراس سے زرد اور نڈھال ہو رہے تھے شگفتہ اور تازہ دم ہو گئے۔ اُسکی خورشید تمثال فیاض نگاہین ہر لشکری کے دل کو گرماتی اور اُسکی تاب و توان کو متحرک کرتی ہوی ترس و بیم کے مہیب کُہرے کو چھانٹ رہی ہین ہر ادنیٰ و اعلیٰ سپاہی نے جس جوش افزا انداز مین ہینری کو اس رات دیکھا ہے، ہمارے ایکٹر اُسکا شائبہ تک نہین دکھا سکتے۔ اب ہم اپنے سین کو رزمگاہ مین لیے جاتے ہین لیکن افسوس اسکا ہے کہ ہم کو مسخرون کی طرح چند ٹوٹی ہوی تلوارین لے کر ایجن کورٹ کے نام کی تحقیر کیا چاہتے ہین مگر غریب بیٹھے رہیے اور نقل سے اصل کا اندازہ کر لیجیے۔ [کورس جاتا ہے]

سین پہلا

ایجن کورٹ، انگریزی کیمپ

[کنگ ہینری، بیڈ فورڈ اور گلاوسٹر]

کنگ ہینری: گلاوسٹر، کیا ہوا جو اس وقت ہم شدید خطرہ مین مبتلا ہین۔ لازم ہے، ہماری جرأت بھی المضاعف ہو جاے۔ خدا کل ہم سب کو سرخرو رکھے وہ قادر مطلق ہے اُسکے فضل و کرم سے کچھ بعید نہین۔

امورِ شر میں بھی کچھ نہ کچھ خیر و نکوئی کا جوہر ضرور ہوتا ہے، بشرطیکہ انسان عقل و تمیز کی کسوٹی پر کس سکے۔ دیکھو ہمارے عیار حریف نے ہمیں صبح خیز بنا دیا ہے، جو صحت بخش ہونے کے علاوہ حسنِ انتظام میں بھی ممد ہے۔ جس طرح ضمیر ہمارا باطنی ناصح ہے، اسی طرح غنیم ہمارا کھلا ناصح ہے اور ہم سب کے لیے سبق آموز۔ یہ اسی کی نصیحت کا سبب تو ہے کہ ہم مآل کار کے لیے اس وقت بالکل مستعد ہیں۔ پس ہم کانٹوں سے شہد نکال سکتے ہیں اور خود شیطان سے بھی کچھ نہ کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

[ارفنگھم آتا ہے

میرے معمر اور ضعیف نائٹ، ارفنگھم، خدا کی رحمت نازل ہو تجھ پر۔ یہ نیک و نورانی سر اور فرانس کی سخت گھاس! اس کے لیے تو نرم و نازک تکیہ زیادہ موزوں تھا۔"

ارفنگھم "نہیں حضور، ایسا نہ فرمایئے۔ میں اسی کو بہتر سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اب میں فخریہ کہہ سکتا ہوں کہ میرا اور بادشاہ کا بستر ایک ہے۔

بادشاہ ہینری "انسان کو چاہیے کہ اوروں کو اپنی سی حالت میں مبتلا دیکھ کر اپنے مصائب سے نفرت نہ کرے۔ دل کو مسرت اسی طرح تسکین دی جا سکتی ہے اور جب دل زندہ و بشاش ہو جائے تو اس میں کلام نہیں دوسرے اعضا کیسے ہی بے حس اور مردہ کیوں نہ ہوں غفلت و بیہوشی کے بندہائے کفن کو توڑ کر نئی قوت اور روح کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور کاہلی کی مکروہ کینچلی چھاڑ کر پھر تازہ اور چست و چالاک ہو جاتے ہیں۔ سر تھامس! مجھے اپنا لبادہ تو دیدو۔ سر جان فورڈ ادر گلاؤسٹر سے، تم دونوں جاؤ اور شہزادوں سے کہو کہ تمہیں یاد کیا ہے۔ سب ہمارے خیمے میں جمع ہو جائیں"

گلاؤسٹر "بہت خوب۔ ہم جاتے ہیں"

ارفنگھم "کیا میں حضور کے ہمرکاب رہوں؟"

کنگ ہنیری "نہیں ضرورت نہیں۔ آپ بھی ان کے ساتھ سرداران لشکر کے پاس جایئے۔ میں چاہتا ہوں کہ تنہائی میں ذرا اپنے دل سے دو دو باتیں کر لوں۔"

ارفنگھم "خدا کا سایہ رہے تجھ پر اے شریف دل بادشاہ!" [سوائے بادشاہ کے سب جاتے ہیں

سلہ خاص شاعرانہ لطیفہ ہے۔ یہ میں حضرت عیسیٰ اس رمز کو یوں بیان کرتے ہیں "بدی میں بھی کچھ خوبی ہوتی ہے اگر تیرے دانا میں اسے کوئی کھولا جانتا ہے" مترجم

جراح کے لیے تڑپ رہا تھا۔ کوئی جورو بچون کی بیکسی کا خیال کرکے آہین بھر رہا تھا۔ اور کوئی مرتے دم ادائے قرض کی فکر مین ایڑیان رگڑ رہا تھا تم ہی کہو بھلا وہ اپنے حقوق سے باحسن وجہ کیونکر سبکدوش ہو سکتے تھے جبکہ جنگ و پیکار کے سودے نے اُنکے دل و دماغ کو مختل کر رکھا تھا۔ یا در کھو کشتگان جنگ مین بہت کم ایسے ہوتے ہین جنکی موت کفران و معصیت اور تشکیک و ناراضگی کی آلودگی سے ملوث نہو۔ اب اگر یہ لوگ مرگ میمونت سے محروم رہین تو اسکا سیاہ دھبا بادشاہ کے دامن اعمال پر رہ جاتا ہے جس نے اُنکو بُری موت کی ہدایت کی اور جسکی نافرمانی کرنا اُنکے فرائض محکومی اور حقوق ملازمت سے بالکل خلاف تھا۔"

بادشاہ "اچھا اگر کوئی لڑکا، جسے اُسکے باپ نے کسی کام پر بھیجا ہو راہ مین بحالت معصیت مر جائے تو تمھارے اصول کے موافق اُسکی بداعمالیان باپ کی طرف منسوب کی جائینگی، جس نے اُسے بھیجا تھا یا اگر کسی نوکر پر جو اپنے آقا کے حکم سے کوئی رقم لے کر کہین جا رہا ہو قزاق آپڑین اور وہ اپنی سابقہ غلطکاریون سے بے توبہ کیے قتل ہو جائے تو تم آقا کے حکم کو نوکر کی عقوبت و سزا کا موجب ٹھہراؤگے، حالانکہ ایسا نہین ہے جس طرح باپ اپنے بیٹے اور آقا اپنے نوکر کی طرف سے قابل مواخذہ نہین ہو سکتا اسی طرح بادشاہ پر بھی اُسکے سپاہیون کے اعمال قبیحہ کی وجہ سے جوابدہی عائد نہین ہو سکتی۔ علاوہ ان کے تو

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ — عمر "حاکم کے حکم سے کوئی ہو منحرف اگر | قطعی یہ حکم ہے کہ جدا کر بدن سے سر
حاکم ہون مین سزا کا مجھے اختیار ہے | دُرّہ ہے بیڑیان ہین اسیری ہے دار ہے
ناحق ہی مجھکو خوف ہے اور اسقدر ہراس | جاؤ بلا کے لاؤ ابھی حر کو میرے پاس
[شمر جاتا ہے

عمر ابن سعد — "گھوڑون کی باگ لڑائی کا ہو جلد بندوبست | دریا پہ جائین اور جوانان تیغ دست
آل نبی کو تشنہ دہن ذبح کیجیو | گر پیاس آبرو ہے تو پانی نہ دیجیو"

ایک افسر — "لشکر مین یان چھ لاکھ دلاور جوان ہین | وان ایک صف ہی جسمین بہتر جوان ہین!
ان مین بھی چھوٹے چھوٹے ہین کچھ طفل نونہال | تلوار جنکے ہاتھ سے اُٹھے گی اور نہ ڈھال"

دوسرا — "گھوڑے بہت ہین یاور سلطان ارجمند | پس جائینگے اُٹھائے سوارون نے جب سمند
کیا جانے دل مین سوچے ہین کیا شاہ خوش خصال | روکین گے پہلوانون کے حربے یہ خردسال
فوجون کے ریلے ہونگے جو دشت نبرد مین | دب جائینگے سوارون کے گھوڑون کی گرد مین"

سلہ مبارک موت کشتی اور جنگ کی اصطلاح ہے ۱۲

صرف انکی خدمات درکار ہوتی ہین اسمین خواہ وہ مرین یا زندہ رہین قطع نظر اسکے۔ ایسا کوئی بادشاہ نہوگا جس کا قضیہ خواہ کیسا ہی بے لوث کیون نہ ہو۔ جب اُسکا فیصلہ تلوار پر آپڑے، تو اپنی فوج مین بالکل پاک اور منزہ سپاہیون کی خدمات حاصل کرسکے۔ ممکن ہے کہ اُن مین سے بعض کے ہاتھ ظلم و غارتگری مین رنگے ہوے ہون، بعض کے دامن اعمال فریب، زنا اور پیمان شکنی کی ناپاک آلایش سے داغ آلودہ ہون اور بعضون نے جو پہلے نقض امن، سرقہ یا خون وغیرہ کے مرتکب ہوچکے ہین جنگ کو اپنے بچاؤ کا ذریعہ قرار دے لیا ہو۔ اگر یہ قانون کو زک دینے اور سزایابی سے بچنے مین کامیاب ہوگئے تو حکام مجازی کے پنجہ سے تو چھوٹ گئے مگر اُس احکم الحاکمین کی دسترس سے کیونکر نکل سکتے ہین؟ جنگ خدا کا گرز گران ہے انتقام کا ذریعہ ہے کیونکہ اسمین لوگون کو اپنے بادشاہ کی سابقہ خلاف ورزیون کی پاداش مین سزا مل جاتی ہے۔ جہان اُن کو موت کا ڈر تھا، وہان سے وہ جان سلامت لیگئے اور جہان وہ اپنے آپ کو محفوظ و مامون سمجھتے تھے، وہان اُنھین موت و تباہی نے آگھیرا۔ پس اگر وہ دفعتہً موت کا شکار ہوجائین تو جس طرح بادشاہ انکی سابقہ بدیون کا

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ

عمر: وہ بچ کر مرے ہاتھون سے کہان جائینگے سرور — پنجون مین ہے شیرون کے یہ سادات کا لشکر

کھولون گا کمر لوٹ کے گھر سبط نبی کا — بچہ بھی نہ چھوڑون گا حسین ابن علی کا

دوڑاؤن گا گھوڑے جسد شاہ امم پر — چادر نہین رہنے کی سر اہل حرم پر

[حر آتا ہے مع برادر و فرزند و غلام

حر: بس بس کہین بجلی نہ گرے تجھ پہ سما سے — باز آ ستم و ظلم و تعدی و جفا سے

شہزادون سے اپنے نہین دیندار کرو ہین — سادات ہین یہ انکے حق امت پہ بڑے ہین

چھوڑا ہے پیمبر نے امانت انھین ہم مین — اللہ ترحم مین خوشی ہے کہ ستم مین؟

سادات کے بدخواہ نہ پھولے نہ پھلین گے — چھد جائے گا دل؟ کس کا؟ جو تیر انپہ چلین گے"

برادر حر: ہے جس طرف حسین وہ راہ نجات ہے — ظلمت یہ کفر کی ہے وہ آب حیات ہے

وجہ قبول توبۂ آدم ہے انکا نام — جن پر درود بھیجے یہ وہ ہین والسلام

انکے عدو کو رحمت حق دنیا و دین نہین — حامی جو یہ نہون تو ٹھکانا کہین نہین"

حر: ہمت کی آبرو ہین مرض کی دوا ہین یہ — ہادی ہین یہ امام ہین یہ مقتدا ہین یہ

یہ خانۂ کرم ہین یہ رحمت کے باب ہین — مانند خضر ہادیٔ راہ ثواب ہین"

ذمہ دار نہین تھا۔ جن کا انجام اُنکو اب پیش آیا ہے، اُسی طرح اُنکی موجودہ بے وقت موت کا بھی جوابدہ نہین ہے۔ ہر فردِ رعایا کی خدمات پر بادشاہ کو حق حاصل ہے، مگر وہ اپنی اپنی روح کے خود مالک و مختار ہین۔ اسلیے اگر تائب مریض کی طرح جو بستر بیماری پر موت و حیات کی کشمکش مین اپنے افعال ماضیہ پر متاسف و پشیمان ہوتا ہے، میدان جنگ مین ہر سپاہی اپنے نفس کو خبث ضلالت سے پاک کرے، تو موت اُسکے لیے آیہ رحمت ہوگی ورنہ سمجھو کہ وہ مبارک ساعت اُسکے ہاتھ سے نکل گئی جسمین اُسکو ایسا اچھا موقع بہم پہنچا تھا اور اگر وہ بعد توبہ کے زندہ رہے تو اُسکے متعلق یہ خیال کرنا بیجا نہوگا، کہ چونکہ اُس نے خدا کے حضور مین عجز و معافی کا ہدیہ پیش کیا تھا۔ اسلیے خدا نے اُسکو بچا لیا کہ وہ اُسکی رحمت و بزرگی کا مشاہدہ کرے اور دوسرون کو موت کے لیے ہر وقت تیار رہنے کا سبق دے"

مائیکل "بیشک یہ امر یقینی ہے کہ جو شخص بحالت گناہ مرتا ہے تو اُسکا عذاب خود اُسکے نفس پر ہوگا، بادشاہ بالکل بری الذمہ ہے"

بیطس "میری یہ خواہش نہین کہ بادشاہ کو میری طرف سے جوابدہی کرنی پڑے، مین اُسکے لیے پوری سرگرمی کے

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ

عمر اللہ یہ ادعا اور یہ مرحلہ خو شخو — مین خوب سمجھتا ہون ہر اک بات کا پہلو

جابر ہے یزید اسکا بھی کچھ خوف نہین ہے — ہین لوگ رسالے کے کمین آپ کمین ہے!

صالح ہو کہ طالح ہو کسی سے ہمین کیا کام؟ — طالب ہین کہ ہاتھ آئے زر و خلعت و انعام

برسون سے ہے تو شام کے حاکم کا نمکخوار — سرکار کا جو حکم مناسب نہین تکرار"

شمر "مانا کہ حسین ابن علی ہین شہ ابرار — آپڑتی ہے جب بات تو ہٹتے نہین جرار

جنگ احد و بدر مین کیا کھیت پڑے ہین! — وہ کون تھے آخر؟ جو پیمبر سے اڑے ہین!

مٹ جائیگا دفتر سے شجاعون کے ترا نام — سکتے مین ہے سن کر تری باتین سپہ شام

فرقہ یہ پیادون کا ہے آفت نہ بپا ہو — ڈنکا ابھی لشکر مین جو ہو جائے تو کیا ہو؟"

حُر "کیا حاکم شقی کی محبت کا اعتبار؟ — نامرد بد زبان جبان ننگِ روزگار

دن رات اسکو شغل شراب و غنا کا ہے — غیطان کا مطیع ہے عادی زنا کا ہے"

برادر حُر "باپ اسکا بھی ہمیشہ رہا پر سر فساد — بغض علی مین بھول گیا تھا خدا کی یاد

پہنچائے رنج قبر مین خیر الانام کو — دلوا کے زہر جان سے مارا امام کو"

ساتھ جنگ کرون گا"

بادشاہ "مین نے خود بادشاہ کو کہتے سُنا ہے کہ میرے فدیہ کی فکر نہ کرو"

مائیکل "ابھی یہ صرف اسلیے کہا ہے کہ ہمارے جوش یا عزم مین فرق نہ آنے پائے - لیکن جبکہ ہم تلوار کے گھاٹ اُتر جائینگے تو کون دیکھنے آئے گا کہ فدیہ دے کے اُسے قید سے چھڑایا ہے یا نہین - ہم تو بیوقوف کے بیوقوف رہے"

بادشاہ "اگر مین یہ دیکھنے کے لیے زندہ رہا تو پھر کبھی اُسکے قول کا اعتبار نہ کرون گا"

مائیکل "بڑے کو بھی دعویٰ ہوا کہ مین بھی بڑا تو بچی ہون حضرت، بادشاہ کے مقابلہ مین آپ کیا اور آپ کا اعتبار کیا؟ کل تم یہ کہو گے کہ مین مورکا پر جھل کر آفتاب کو سرد کرنا تو معمولی سی بات ہے، کرہ بنا دونگا "پھر کبھی بادشاہ کے قول کا اعتبار نہ کرون گا" بس آؤ - ایسی حماقت کی باتین نہین کیا کرتے"

بادشاہ "تمھارا طنز ذو معنی ہے، اگر اور موقع ہوتا تو مین تم سے لڑ پڑتا"

مائیکل "اچھا جیتے بچے تو یہی سہی - یہان کیا دیر ہے"

بادشاہ "منظور"

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ

حُر

لالچ نہ کر حکومت رے کا خدا سے ڈر — کعبہ کو ڈھا کے کوئی بناتا ہے اپنا گھر؟

عقبیٰ بخیر جسمین ہو وہ کام چاہیے — گو صاحب نگین نہو پر نام چاہیے

ادم ہو دل مین مُنھ کو گریبان مین ڈال — ایمان کس کے گھر ہے ملایہ نہین خیال!

اُس شے سے آدمی کو صدا چاہیے حذر — جسکی طلب مین دولت ایمان کو ہو ضرر

دنیا مین کیا خبر کہ رہے یا نہ تو رہے — وہ کام کرکے جا کہ صدا آبرو رہے

سو نچا اگر تو عاقل و ہشیار ہے بشر — شر ہو کہ خیر فاعل مختار ہے بشر

جس کام مین ہو شر بشر اُس سے جدا رہے — لازم ہے امر خیر کہ راضی خدا رہے

ایمان کا فیض رب علا کی طرف سے ہے — شر اس طرف سے خیر خدا کی طرف سے ہے

کتنے ہوا پرست ہین کتنے خدا پرست — انکے لیے ہے فتح تو اُنکے لیے شکست

لے رائے نیک ہے تجھے ہی اگر پسند — فرزند فاطمہ کو نہ پہنچا کوئی گزند

سید علیا اداز مسافر، شکستہ حال — نے ملک جس کے پاس نہ دولت نہ زر نہ مال

مائیکل " مین نہین کیونکر پہچانون ؟ "
بادشاہ " اپنی کوئی نشانی دو۔ اُسے مین اپنی ٹوپی مین لگا کر نکلون گا۔ اگر تم نے کبھی اُسکا دعویٰ کیا تو پھر مین تم سے سمجھ لون گا "
مائیکل " لو یہ میرا دستانہ، اپنا مجھے دو "
بادشاہ " لو "
مائیکل " مین بھی اسے اپنی ٹوپی مین لگاؤن گا۔ اگر تم نے کل کدھار کو اسکو دیکھا اور کہا میرا ہے تو ایک ایسی دھول رسید کرون گا کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا "
بادشاہ " اگر مین اس لڑائی مین زندہ بچا۔ تو ضرور دعویٰ کرون گا "
مائیکل " مگر یہ یاد رہے جان کے لالے پڑ جائین گے "
بادشاہ " مین ضرور دعویٰ کرونگا خواہ تم بادشاہ کے ساتھ کیون نہ ہو "
مائیکل " اچھا تو بھول نہ جانا۔ خدا حافظ "

بقیہ نوٹ صفحۂ گذشتہ

یہ تشنہ لب حبیب الٰہی کا ہے حبیب	تو سا تھا اُس امام کا دے تو زہے نصیب
فیض محبت شہِ نامی نصیب ہو	گر ہو تو پنجتن کی غلامی نصیب ہو
مین بے تقیہ کہتا ہون سن لے گر بش دل	جاتا ہون دیکھ جاتا ہون آقا کے متصل
چھوڑا کنشت صاحب مسجد کے ساتھ ہون	تیرا خریک لیئین سید کے ساتھ ہون "
عمر " نام حسین منھ سے نہ لیس بار بار سے	کہدون کہ تن سے کوئی ترا سر اُتار لے
کیا جانتا نہین کہ ہے اس نام سے عناد	دشمن سے کیسی دوستی اور کیسا اتحاد ؟
نعلین پائے شہ کو سمجھتا ہے سر کا تاج	محتاج مین وہ آپ کدہر ہے ترا مزاج
دم مین کرینگے باغ محمد کو پائمال	لوٹین گے گھر علی کا ملے گا متاع و مال
ہونگی علی کی بیٹیان بلوائے عام مین	بہدی نبی کی آل کی جائے گی شام مین
جانے دے جلا جائیگی جانے مین کدنہ کر	اچھا یہی ہے گر تو کسی کی مدد نہ کر "
حر " شیطان تجھے سمجھنے نہین دیتا مری تقریر	بنتا ہے وہ سو جھے جسے انجام کی تدبیر
گر سبط پیمبر پہ ترا زور چلے گا	تو نابہ ابد نار جہنم مین جلے گا "

بیطس "تم بھی عجب آدمی ہو۔ ارے لڑنے کے لیے دشمن کیا کم ہیں جو آپس میں جوتی پیزار کرنے لگے۔ لو بس اب مصافحہ کرو"

بادشاہ "سچ کہتے ہو۔ فرانسیسیوں کو اس بات کا غرہ ہے کہ بس اب کے میدان اُنکے ہاتھ رہے گا لیکن دیکھنا کل کیا منھ کی کھاتے ہیں"

[سپاہی جاتے ہیں

بادشاہ (اپنے آپ سے) "بادشاہ کے سر پر! ہماری جانیں، ہماری روحیں، ہمارے قرض، ہمارے اہل و عیال، ہمارے گناہ، ان سب کا بار گران بادشاہ کی گردن پر! خوب یہ بوجھ ہمیں اُٹھانا پڑے گا۔ آہ اے سنگین ذمہ داری تو حکومت کی ہمزاد ہے، جسکی طرف ایک جاہل گنوار کو بھی انگشت نمائی کرنے میں باک نہیں ہوتا، حالانکہ اس سر خدا کو بجز اپنی تکالیف و مایحتاج کے غیر کی شکایتوں کا احساس تک نہیں ہوتا۔ کسقدر رحمت اور طمینان قلب ہے جس سے عوام متمتع ہوتے ہیں، مگر بادشاہ محروم! ہاں ایک ظاہری شوکت و اعزاز تو ہے جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے مگر اے اعزاز سلطانی! اے شوکت شہریاری! تو کیا چیز ہے؟ تو کون فرشتہ ہے؟ تو کیسا معبود ہے؟ کہ اس دنیاے فانی میں اپنے بندوں کی نسبت مصائب و آلام میں زیادہ حصہ لیتا ہے۔

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ

بے لعن نہ لے گا کوئی دنیا میں ترا نام | کام آئے گی خلعت یہ پس از مرگ نہ انعام
ناشاد و دل آزردہ و مغموم رہے گا | دنیا کے تمتع سے بھی محروم رہے گا
کہتا ہے بآواز رسا شاہ دیں کا نام | میں حرز جان سمجھتا ہوں نام شہ انام
بھولا ہے اپنی فوج کی کثرت پہ تند خو | نامرد میرے سر کو اٹھائے گا تن سے تو؟
کیا ڈر مجھے پسند ہو یا ناپسند ہو | میں حق پہ ہوں زبان مری کس طرح بند ہو
لعنت ترے یزید پہ کرتا ہوں برملا | آنکھوں میں بھی ہاتھ لگا دے کوئی بھلا؟
کب تو لڑے گا نال سے میدان کے دلیر | وہ شیر ہیں جنہوں نے بہایا ہے مرکے شیر
چھوڑا ہے سیدوں نے کہیں آن بان کو | اُٹھیں جو حسین اُلٹ دیں جہان کو
ہو قطع یہ زبان تری او دشمن امام | لیتا ہے تو اسیری نسبت علی کا نام!
ہوئے میں قید دختر شیر الہ ہوں | ویران شہر شام ہو کوفہ تباہ ہو
عقبیٰ خراب ہوتی ہے فوج ستم کے ساتھ | ہے سر برہنہ دو جہان کے قدم کے ساتھ
چھوٹے گا روح سے بھی نہ دامن حسین کا | ڈھونڈے گی میری خاک بھی دامن حسین کا

تجھے کیا فوائد اور کیا حقوق حاصل ہین؟ ذرا مجھ سے اپنی قدر و قیمت تو بیان کر اے شاہی کر و فر آخر مجھ مین کیا جوہر ہین جو تو اتنا عزیز سمجھا جاتا ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ اور بھی ہے سوا تاج و تخت اور ظاہری طمطراق کے جس سے لوگ مرعوب ہو کر رہجاتے ہین؟ اور کیا تجھے ان لوازمات سے سچی خوشی حاصل ہوتی ہے؟ بتا تیری غذا بجاے اطاعت مندی اور خلوص کے محض سم آلود خوشامد ہی ہے یا علاوہ اسکے کچھ اور بھی ہے؟ اے حکومت اے بزرگ و محسود حکومت، تھوڑی دیر کے لیے بیمار ہو جا، اور اپنی سطوت و جلالت کو ذرا حکم دے کہ تجھے اچھا تو کرے۔ کیا تو خیال کرتی ہے کہ تپ سوزان تیرے ان خطابات و القابات کے فسون سے ٹھنڈی ہو کر ہمیشہ کے لیے تیری مطیع و منقاد ہو جاے گی۔ جب ایک عاجز و درماندہ تیری جناب مین گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہوتا ہے کیا تو اس حکم کی تعمیل کرا سکتی ہے کہ وہ اپنی صحت و تندرستی بھی تیری نذر کر دے؟ نہین! بالکل نہین۔ اے حکومت اے خواب باطل، تجھے تو صرف بادشاہون کے آرام و سکون پہ شبخون مارنا آتا ہے۔ مین بھی ایک بادشاہ ہون مین نے تجھے خوب دیکھا بھالا ہے۔ تیری خاتم فرمان دہی، تیری شمشیر جوہردار، گرزگرانبار، طرۂ دستار، حلہ ہاے جواہر نگار، مطلا کار، سب سامان تکبر و افتخار ہے۔ یہ مانا کہ تو اپنے منظور نظر کی راحت رسانی مین بظاہر کوئی کوتاہی نہین کرتی۔ وہ گرانبہا تخت پر جلوس کرتا ہے، ایک ہاتھ مین اُسکے عصاے سلطنت ہوتا ہے، دوسرے

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ

کیا اتحاد فرق ہو جب تو سوار کا؟ | مین دوست پنجتن کا ہون تو چار کا:
سمجھا ہے تو ثواب جسے وہ گناہ ہے | تیری ہے اور راہ مری اور راہ ہے
کیا اُن شقی کے ساتھ جو پاس نمک کرون | بیکس کا ساتھ چھوڑ کے تیری کمک کرون؟
کیا اُس کا ساتھ جسکی اطاعت گناہ ہو | حاکم ہو یا رئیس ہو یا بادشاہ ہو

سرتد ہون منھ کو قبلۂ عالم سے موڑ کر:
مسکن بناؤن دیر مین کعبے کو چھوڑ کر

فرزند حر " سامع سخن حق کا یہ مردود نہ ہوگا | جاہل کو نصیحت سے کبھی سود نہ ہوگا
ہوتی ہے بس اب دیر جہنم سے نکلیے | چل کر چمن فاطمہ مین پھولیے پھلیے "

برادر حر " ہان جہل مرکب مین سیہ رو ہے گرفتار | عقبیٰ سے غرض کیا ہے سگ دنیا ہے یہ غدار
سو بار جنین مر کے تو ہمت کو نہ ہارین | دنیا کے لیے بندۂ مقبول کو مارین!
ہمراہی غدار و بدافعال یہ لعنت | دین کھو کے جو ہاتھ آے تو اُس مال یہ لعنت

ہین کرۂ جہانبانی اُسکے نام کو خودی اور تفخر بھرے القاب سے زینت دی جاتی ہے۔ آوازۂ شہرت اور کوس لمن الملک سے زمانہ گونج اُٹھتا ہے اُس کا محلسرا اسباب زینت و عیش سے مملو ہوتا ہے مگر باوجود اسکے اُسے اُس خاک نشین کا سا خواب راحت نصیب نہین ہوتا جس کا دماغ خالی معدہ دن کی محنت و مشقت سے کمائی ہوی روکھی روٹی سے پُر ہوتا ہے۔ خواب پریشان اُسے جہنم کے ہولناک مناظر نہین دکھاتے صبح سے شام تک مزدوری کرتا اور سیرون پسینہ دھوپ کو نذر دیتا ہے، رات کو جب پاؤن پھیلا کے سوجاتا ہے تو عالم رویا مین باغ عدن کے مزے لوٹتا ہے۔ علے الصباح تازہ دم ہوکر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، شہسوار فلک کی رکاب تھامتا ہے اور پھر اپنے دن کے کام مین لگ جاتا ہے۔ اسی طرح محنت و مشقت کی سالانہ منزلین طے کرتا ہوا گور کی آخر منزل تک جا پہنچتا ہے۔ اے گرانبار اے رحمت سوز حکومت تو ہی بتا آیا یہ تیرے انعام واکرام سے ناآشنا محنت کش مزدور جو دن کو سختی اور رات کو راحت مین گزار دیتا ہے، ایک بادشاہ پر فوقیت نہین رکھتا؟ وہ ملک کے امن وامان اور قانون کی حفظ وحمایت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ نمایشی تزک واحتشام نہ ہوا نہ سہی! افسوس ایک عام اور جاہل دماغ کو کیا خبر کہ بادشاہ کو حفظ امن اور رعایا کی بہبودی وکامرانی کے لیے ذاتی آرام اور خواب وخورش کی کس قدر قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اسکی بیخواب راتین تو فکر جمہور مین بسر ہوتی ہین اور وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر امروز وفردا کے سودے سے مستغنی نیند کے مزے لوٹتا ہے [ارفنگھم آتا ہے

ارفنگھم "جہان پناہ" سرکردان فوج خیمۂ حضوری کے سامنے مشتاق نیاز کھڑے ہوے ہین اور حضور انور کے

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ

غلام خرد دنیا مین نہ ہوگا عمر سعد سا بے پیر — کہیے تو کرون اسکے شانے کی مین تدبیر
حافظ ہے خدا زور سے تلوار کے چلیے — اُس فوج مین چلیے تو اسے مار کے چلیے
گر ہو تو حق پرست کے دامن پہ ہاتھ ہو — ساتھ اُس ولی کا دے کہ خدا جسکے ساتھ ہو

شکسپیر کی تعلیم کا یہ منشاء ہے کہ ہر فرد رعایا پر نیک ہو یا بد اپنے بادشاہ کی اطاعت واجب ہے۔ ہر شخص اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے کسی گنہگار سپاہی کے لڑائی مین مارے جانے کا بادشاہ پر کچھ مظلمہ نہین۔

میر انیس یہ فرماتے ہین چونکہ ہر فرد بشر اپنی زندگی مین آزاد اور "فاعل مختار" ہے اس لیے اگر وہ چاہتا ہے کہ اسکی عقبیٰ بخیر ہو تو شر سے محترز رہے اور حاکم مجازی کی اطاعت کے بہانہ سے حاکم حقیقی کو ناخوش نہ کرے۔

ہمارے نزدیک تو دونون شاعرون کی تعلیم کا یہی مقصود ہے۔ اب ان مین جو نازک اور لطیف فرق ہے، اسکا معنوی لطف نکتہ سنج ناظرین کے حسن فہم پر موقوف ہے۔ ناشر

رونق افروز نہ ہونے سے نہایت فکرمند ہین"

بادشاہ "خیمہ مین بٹھائیے، مین ابھی آتا ہون"

ارفنگھم "بہت خوب، حضور،" [جاتا ہے

بادشاہ "اے خداے حرب وپیکار، اے نصرت وفیروزی بخشنے والے، میرے سپاہیون کے دلون کو فولاد کی طرح مضبوط بنادے، اُن سے خوف وہراس کی صلاحیت سلب کرے، ان سے شمار اعداد کی قوت چھین لے کہ وہ غنیم کی کثرت سپاہ سے مرعوب نہ ہوسکین۔ بارالٰہ! آج کے روز، میرے باپ کے اُس قصور کو بھلا دے جو اُس سے تاج وتخت کے تصرف مین سرزد ہوا تھا۔ بارالٰہ، مین نے رچرڈ کی میت کو شاہی اعزاز کے ساتھ ایک متبرک مقبرے مین منتقل کرادیا ہے اور جتنے قطرے خون کے اُسکے جسم سے گرے تھے، اُن سے زیادہ تاسف وتوبہ کے آنسو میری آنکھین اُسکی قبر پر چھڑک چکی ہین۔ پانسو محتاج، جنکی سالانہ کفالت مین نے اپنے ذمہ لی ہے، روزانہ دو، دو وقت اپنے کانپتے ہوے ضعیف ہاتھون کو تیری بارگاہ صمدیت کی جانب اُٹھاتے ہین کہ اس خون سے درگزر فرما۔ اور مین نے دو عبادت گاہین بنوائی ہین، جن مین صالح اور پاکباز زاہد شب وروز رچرڈ کی مغفرت روح کے لیے دعائین مانگتے رہتے ہین۔ بارالٰہ مین اسکی یادداشت مین ابھی اور بہت کچھ کرنے والا ہون۔ لیکن جو کچھ مین کرسکتا ہون، وہ سب ہیچ ہے۔ ہان اپنے تائب اور پشیمان دل کی ارادت سے کسی قدر دعا رس بندمتی ہے جو تیری جناب مین ہروقت گڑگڑا کر عفو ورحم کا ملتجی رہتا ہے"

گلاوسٹر "حضور!

بادشاہ "میرے بھائی، گلاوسٹر کی آواز ہے! ہان، مین تمھارا مطلب سمجھ گیا۔ اچھا چلو طلوع آفتاب میری سپاہ اور سب چیزین میری منتظر ہین ۔ کانون مین کیتک غم فرداے حشر من + مونا جو ہر وہ ہو مے پرور دگار ہیچ

سین دوسرا
فرانسیسی کیمپ

ڈافن، آرلینز، رام بورلیس، اور دیگر اُمرا آتے ہین

آرلینز "آہا! دیکھتے ہو، سورج نے اپنی سنہری کرنون سے ہمارے سلاح جنگ کو ملمع کرکے اُنکی آب وتاب کو کس قدر بھڑکا دیا ہے!"

ڈافن "سائیس! ارے سائیس! لا ہمارا تازی لا - دیر نہ کر"

آرلینیز "یہ بادیا نہیں، یہ تو صرصر مجسم ہے ۵ اُڑنے مین لپکنے مین ہے شعلہ تر آتش + یہی تھہرکہ دیا ہی مواد مین ہی ہوا ہے + (نظم)

ڈافن "ہان آج خاک و آب کو اپنے سمون سے گوندھ ملا کر ایک کر دے !"

آرلینیز "بس اتنا ہی، ہوا اور آگ کو کیون چھوڑ دیا ؟"

ڈافن "ابھی یہی نہین، بلکہ ملا و اعلے بھی !" [سپہ سالار آتا ہے

ڈافن "او ہو! سپہ سالار صاحب !"

سپہ سالار "دیکھتے ہین آپ، ہمارے گھوڑے شوق جنگ سے بیتاب ہو کر کیسے ہنہنا رہے ہین"

ڈافن "تو بس سوار ہو جائیے، اور ممیز لگائیے کہ اُن کا کھولتا ہوا خون، اُچھل اُچھل کر دشمنون کی پتلیون مین آبلے ڈال دے انکو پھوڑ دے اور انکی ساری بہادری پیپ بن کر بہ جاے "

رام بوریس "واہ صاحب کیا آپ یہ چاہتے ہین کہ ہمارے پیارے گھوڑون کا خون ان انگریزون کی آنکھون سے ٹپک کر گرے۔ ایسا ہے تو پھر ہم اُنکے اصلی آنسوون کو کیونکر دیکھین گے ؟"

[جاسوس آتا ہے

جاسوس "انگریزون کی سپاہ صف بستہ ہو کر آمادۂ پیکار ہو گئی ہے"

سپہ سالار "اے افسران فوج، سوار ہو جاؤ، ہان فوراً سوار ہو جاؤ۔ اس مصیبت زدہ، بھوکی، ننگی و جل سیدہ جماعت کو ایک نظر اور دیکھ لو تھوڑی ہی دیر مین تمھاری پُر ہیبت و قیامت خیز آمد کی ایک نگاہ غلط انداز انکے خرمن ہستی پر بجلیان گرانے والی ہے۔ سواے چند کالبد سوختہ اور تودۂ خاکستر کے کوئی نشان انکا باقی نہ رہیگا اسکی ضرورت ہی کیا ہے کہ ان سرگشتگان وادی اجل کو ٹھکانے تک پہنچانے کے لیے ہم سب لوگ زحمت گوارا کرین۔ افسوس ہماری تشنہ کام شمشیرین بشوق تمام نیام سے نکلین گی اور پھر اُسی طرح خشک لب میان مین چلی جائینگی، ان بدبختون کی سوکھی رگون مین اتنا خون کہان کہ ایک ایک قطرہ ہی اُنکے حصہ مین آسکے۔ ہم سب مل کر ایک ایک پھونک ماردین تو ہمارے طوفان خیز سینون سے نکلی ہوئی ہوا کے زور ہی سے ایکدم مین اُنکے قدم اُکھڑ جائینگے۔ بلکہ اے سرداران لشکر اسے مبالغہ نہ سمجھنا، ہمارے عسکر ظفر پیکر کے بیرونگاہ کے جو بیکاری اور دہقانی ہین، یہی بیکار لوگ میدان مصاف کو دشمنان شوم سے

ٖ۵ میرا دل شیشہ ء تھا دیتا بعد جو ٹوٹ کر بہ گیا ساتھ آنسوون کے آبلہ سا پھوٹ کر (سودا)

مولوی ظفر علی خان بی اے۔ ایڈیٹر زمیندار

کی تصنیف کردہ کتاب "برکات اسلام" کے اب تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہین۔ جلد نہ منگائیے گا تو ایک بے بہا چیز سے محروم رہیے گا جوش و خروش کا سیلاب ہے۔ قیمت صرف ڈھائی آنے (۲؍ ۲)

مولانا ابو الکلام۔ ایڈیٹر الہلال

کی لکھی ہوئی حضرت سرمد کی اُردو زبان مین پہلی سوانح عمری جس پر سیدی خواجہ حسن نظامی حسب ذیل رائے دیتے ہین کہ باعتبار ظاہر اس سے اعلےٰ اور شاندار الفاظ آجکل کوئی نہین جمع کرسکتا۔ اور باعتبار معانی یہ سرمد کی زندگی و موت کی بحث ہی نہین معلوم ہوتی بلکہ مقامات درویشی پر ایک مستانہ اور العبیلا خطبہ نظر آتا ہے قیمت ڈہائی آنے (۲؍ ۲)

آنے والے انقلابات

کے دریافت کا شوق ہو تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ طلب فرماکر دیکھیے جو ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ نے نہایت فصیح اور سلیس اُردو مین کیا ہے۔ پانچہزار برس پہلے آمین بحساب جفر و نجوم آجتک کی بابت جسقدر یہ پیشین گوئیان درج کی گئی تھین وہ سب ہو بہو پوری اُترین مثلاً بعثت آنحضرت صلعم معرکہ کربلا خاندان تیمور یہ کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ قیمت وہی ڈھائی آنے (۲؍ ۲)

شکوہ فرہاد

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے۔ اور مولانا سیماب اکبرآبادی کی دو مقبول خاص و عام نظمین خدا اور رسول خدا سے راز و نیاز درویش پریس کی چھپائی کا بہترین نمونہ قیمت وہی ڈھائی آنے (۲؍ ۲)

اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہین

کہ اگلے زمانے کے بزرگون کی مجالس مین کیا چرچے رہا کرتے تھے اور آجکل کے مشائخ نے کیا ڈگر اختیار کرلی ہے تو بزم فرید ملاحظہ کیجیے جسے ملا محمد الواحدی نے سلطان الاولیا خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی بےمثل کتاب راحت القلوب ترجمہ کیا ہے ضخامت ۱۱۰ صفحے قیمت آٹھ آنے (۸؍)

المامون - دو حصہ مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین ہارون رشید کے زندگی کے واقعات عجیب پیرایہ مین درج ہین قیمت عہ

فلسفۂ ازدواج - کے متعلق خواجہ حالی تحریر فرماتے ہین میرے نزدیک ہر متاہل اور غیر متاہل شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک بار بار پڑھے اور اسکی ہدایتون پر عمل کرے اور جس ہدایت پر خود نہ عمل کر سکتا ہو اسپر اپنے متاہل دوستون اور عزیزون اور ان نوجوانون کو جو عنقریب اس جوے کو اپنی گردن پر رکھنے والے ہین اُس پر عمل کرنے کی تاکید کرے کیونکہ یہ ہدایتین ماؤن اور بچون کی صحت اور انکی بقائے نسل کے لیے ایسی ضروری ہین کہ انسے کسی طرح مفر نہین قیمت صرف عہ

ریاض سحر - شیخ امان علی سحر کا دیوان قیمت ... ۸ر

دیوان بحر - شیخ امداد علی صاحب بحر کا دیوان قیمت .. عہ

دیوان وزیر - خواجہ وزیر صاحب کا دیوان قیمت ۱۲ر

دیوان صبا - میر وزیر علی صاحب صبا کا دیوان قیمت ۸ر

الاحسان جسمین لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اسکی رفتہ رفتہ ترقی کا ذکر کیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام شعبوں اور اسلام سے تطبیق اور اسکی حقانیت و اصول پر بحث کی گئی ہے قیمت ۸ر

نظم نگارین - حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کا چوتھا دیوان .... عہ

نظم بے نظیر - شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا دلچسپ مجموعہ قیمت .... عہ

اسرار رنگون - رنگون کے باشندون کی معاشرت اور اخلاق کی حالت کا آئینہ قیمت عہ

پھوپا علیگڈھ کالج کے تعلیم یافتہ سید سجاد حیدر بی۔ اے کی دلچسپ فرسے دار نظم قیمت ...... ار

خیالات آزاد ولایت مین پڑھنے والے بیٹے کے دلچسپ

خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام مولانا آزاد کی عجیب و غریب لکھنوی خمارستان مین ٹڈر جسن کی مالیخولیا پنجاب کونسل کی کارروائی اور دیگر مزہ دار نتیجہ خیز مضامین قیمت عہ

انشاے اردو - دلچسپ اور پُر از نصائح مکتوبات کا مجموعہ جس مین مولانا نذیر احمد کا نواب محسن الملک اور ہندوستانی بیگمات کے خطوط ہین قیمت ۸ر

اردو ڈکشنری دو ترکیب نمبر اردو کی سرگزشت خود اردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین زبان پاکیزہ قیمت ۴ر

بی جی کی خوشی - زنانہ میلاد شریف لڑکیون اور بی بیون کے پڑھنے کے قابل قیمت فی جلد ۱۰ر

ایک نادان دوست اور بیچارے گدھے کی کہانی مصنفہ سید مرحوم۔ لڑکون اور لڑکیون چھوٹون اور بڑون سب کے پڑھنے کے قابل اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکی کس کو کہتے ہین قیمت فی جلد ..... ر

آئینہ مشاعرہ - مرزا غالب کی مشہور غزل جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا کی طرح پر بھوپال مین ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس کے واسطے ہندوستان کے تمام استادون نے نہایت زوردار غزلین لکھی ہین یہ اسی کا پُر لطف مجموعہ ہے قیمت ۴ر

حسن تخیل - حضرت ارشد تھانوی کی بے نظیر نظمون کا لطیف مجموعہ مع تصویر مصنف ۸ر

ریاض ارشد - موصوف کا ابتدائی کلام اور رنگ تغزل کے نمونے ۴ر

عروس سخن مشہور شعرائے اردو کی بہترین غزلون کا مجموعہ ۲ ار

مرقع لیلیٰ و مجنون - مرزا محمد ہادی بی۔ اے رسوا کا بے نظیر ڈراما قابل دید ہے ....

کتب مندرجۂ ذیل منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

مولانا آزاد دہلوی مرحوم کی تصنیفات

دربار اکبری - ...
سخندان فارس - شعرائے فارسی کا جامع و مفصل تذکرہ ...
آبحیات - مستند شعرائے اردو کا تذکرہ تعریف سے بالاتر - ...
دیوان ذوق - مرتبۂ آزاد مع مقدمہ و سوانح عمری ذوق ...
نظم آزاد - کل نظموں کا مجموعہ ...
نیرنگ خیال - استعارہ کے لطیف مضامین ... ...
قند فارسی - ایران کی مروجہ حال زبان ... ...
نصیحت کا کرن پھول ...
مکتوبات آزاد - ...
بیاض حسّان - نعت آنحضرت
غاہ اودھ کا دیوان - ...
دفتر شگرف - دہلی کے مشہور ...
شاعر نسیم دہلوی کا پرانا دیوان ...

حکیم محمد علی کی لاجواب تصانیف

عبرت - جلی دہنیا کا لطیف قصہ مکمل اول کل تین حصے ...
دختر حسینہ - عورتوں کی تعلیم کے لیے ...

کسقدر رچا ہے - عمدہ پیرایہ میں نتائج تعلیم - دو حصے ...
جعفر و عباسہ - ہارون رشید کے زمانے کا قصہ پردہ نہ کرنے کے بُرے نتائج ... ...
نیل کا سانپ - ملکہ حسن کلوپیٹرا کی پرورد و داستان - کلیجہ تھام لوگ جب سُنو گے ... ...
حُسن سرور - بیاہے ٹھیلے جانے کے نقصانات لطیف طرز ادا کے ساتھ کل تین حصے .. ...
گورا نشار حسین - عقد بیوگان کی ضرورت پر تحقیقی ناول ...
مسیحائے عالم .. ...
اہرام مصر ... ...
دیول دیوی - اسلام کے ایک جاہلِ عالم علاؤالدین سکندر ثانی کا طرز حکومت و حُسن انتظام وغیرہ ...
آثار الصنادید - سرسید مرحوم کی نہایت مشہور و مستند تصنیف مع نقشہ جات عمارت دہلی .. ...
ترجمہ تاریخ زٹنسٹہ - نہایت مستند و مفصل و معتبر تاریخ - ...
قیصر التواریخ یعنی سلاطین اودھ کی مبسوط و مکمل تاریخ .. ...

اُردو ترجمہ حیاۃ الحیوان جانوروں انسانوں اور دنیا کے تمام دیگر مخلوقات کے تاریخی حالات دو جلد فی جلد ...
ترجمہ تاریخ مصر یعنی مصری طرز تمدن کا قابل دید فوٹو .. ...
ترجمہ منتخب التواریخ - ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور تصنیف کا اردو ترجمہ ... ...
دبستان مذاہب - دنیا کے مختلف مذاہب زبان فارسی ... ...
سوانح عمری اورنگ زیب مصنفہ محمد لطیف صاحب ... ...
سوانح عمری اکبر - اکبر کے غیر متعصبانہ اور عادلانہ طرز حکومت کا بیان ...
شاہجہان نامہ - شاہجہاں بادشاہ کے دور حکومت کے مفصل کوائف ...
مطلع العجائب - ترجمۂ نواب محسن الملک مرحوم باتصویر ...
عنایۂ برطانیہ انگلستان کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی حالت قیمت ... ...
مصائب غدر - حالات غدر مفصل ترجمہ علی نذیر احمد دہلوی ...
معلم السیاست انگلستان کے مشہور فلسفی مصنف مل کی کتاب متعلق سیاست مدن جمہوری شوری.

حکومت اور امور سیاسی پر عالمانہ اور مفصل بحث کی گئی ہے - ...
اعمال نامہ روس یعنی سوسائٹی کے تمدنی حالات اور معاشرتی کیفیات اور سیاسی تغیرات کا صحیح نقشہ ...
طلسم فرنگ - انگریزوں کے عجیب شعبدوں کا بیان ... ...
عقل و شعور - لڑکوں، لڑکیوں مردوں عورتوں کی تعلیم کے لیے عجیب افسانہ کے پیرایہ میں نصائح حکیمانہ فلسفیانہ بغیر ختم کیے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ... ...
اردوئے معلیٰ یعنی حضرت غالب کے رقعات نثر طرز تحریر کے بے مثل نمونے ... ...
عود ہندی یشرح صدد ...
لشہار طبعورون پنگانامہ انگریزی طرز پر اردو میں ... خطوط نویسی ...
دبدبۂ امیری یعنی سوانح عمری علیم عبدالرحمن خان امیر کابل ...
آئین اکبری - علامہ ابوالفضل کی ضخیم تصنیف جس میں اکبر کی ذاتی خوبیاں اور صحیح حالات و سوانح عمری درج ہیں فارسی ...

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۷۴

ھوالمستعان

الناظر

جامیست جہان نماے ہر صفحہ درین

۱۳۲۷ھ

اڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

الناظر پریس واقع خیالی گنج لکھنؤ مین طبع ہوکر

دفتر رسالۂ الناظر فلاورملز لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت فی پرچہ [illegible]

کتب مندرجۂ ذیل میجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے منگوائیے

رسائل شبلی۔ مولانا شبلی کے
مختلف مضامین کا نادر مجموعہ عہ
الکلام حصۂ اول۔ مولانا شبلی
کی مشہور تصنیف ۔ ۔ ۔ عہ
ایضاً حصۂ دوم ۔ ۔ ۔ عہ
شعر العجم مولانا شبلی کی تازہ تصنیف
شعرائے فارس کے کلام پر تفصیلی
و تنقیدی نظر جلد اول ۔ ۔ عما
جلد دوم ۔ ۔ ۔ ۔ عہ
جلد سوم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ
جلد چہارم ۔ ۔ ۔ عما
مسدس حالی۔ قابل دید ہے سہ
دیوان غالب۔ اردو ۳ر
کلیات نظم فارسی غالب ۱۲ر
مرآۃ الغیب۔ ملک الشعراء آمیر
مینائی کا پہلا دیوان ۱۰ر
قاسم و زہرہ۔ حضرت شوق
قدوائی کی بے انصافت ویسے
بدل مثنوی ۔ ۔ ۔ ۸ر
مرآۃ العروس۔ مولوی نذیر احمد
مرحوم دہلوی کی امور خانہ داری کے
متعلق نو تحریر دلپذیر پرکشش
قصے کے پیرایے میں ۔ ۔ ۶ر
بنات النعش۔ تعلیم و تربیت نسواں
کے متعلق مولانا کا دوسرا قصہ

جسمیں نہایت سلاست سے علوم
عقلیہ سمجھائے گئے ہیں ۶ر
توبۃ النصوح۔ نصوح کا خواب
اور اسکے معاشرتی اصول ۔
کتاب بھی فروہے ۔ ۔ ۔
بہشتی زیور۔ کل دس حصے
مولانا اشرف علی تھانوی کی
تصنیف مذہبی تعلیم کے لیے لاجواب
کتابیں فی حصہ ۔ ۔ ۔ ۳ر
خزینۃ الامثال۔ فارسی ۸ر
محاورات و امثال۔ زبان
عربی و فارسی و اردو ۔ ۸ر
عفیفہ طاہرہ بیگم۔ نہایت
اخلاقی اور سراپا تربیت عہ
افسانۂ نادر جہان۔ مصنفہ کے
خود نوشت حالات عہ
پیاری سہیلی۔ دلچسپ زنانہ
طرز کے خطوط ۔ ۔ ۔ ۸ر
قصۂ گلاب چمیلی۔ عورتوں کے
لیے مہذب اور مفید بکر وزہ داری
قصہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر
کنیز فاطمہ۔ نہایت پر اثر اور
عبرت خیز و مہذب ناول ۶ر
نشتر۔ سچا قصہ مرزا محمد اشرف
میں ڈوبا ہوا ۔ ۔ ۔ ۶ر

مارآستین۔ منشی جوالا پرشاد
برق بی اے جج عدالت خفیفہ لکھنؤ
آنجہانی کا نہایت عمدہ ترجمہ ۱۲ر
مرنالنی۔ ایضاً بنگالی سے ترجمہ
دیکھنے کے قابل سننے کے لائق ۱۰ر
بنگالی دلہن۔ ایضاً ۱۲ر
الف لیلہ۔ بطرز ناول جادو
نگار رتن ناتھ سرشار کی تصنیف
وحدت طرازی حصۂ اول عما
ایضاً حصۂ دوم ۔ ۔ ۔ ۱۲ر
جام سرشار۔ دیدنی خریدنی عہ
معشوقۂ عرب۔ اپنی لطافت
و سلاست کے اعتبار سے
اچھوتا ناول ۔ ۔ ۔ ۔ ۶ر
محبوس گنشت۔ ایک مجبور عورت
کی دردانگیز داستان ۴ر
ہم خرما و ہم ثواب۔ دیکھیے اور
حظ حاصل کیجیے ۔ ۔ ۔ ۱۲ر
جذبۂ عشق۔ ایک یونانی لڑکی
کا قصہ جس نے اپنے حسن تدبیر
سے ایک وحشی کو مہذب
بنایا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ عہ
سہام زہر۔ ایک اچھوتا ناول
مصنفہ محمد حسن صاحب
حسنی نگرامی ۔ ۔ ۔ ۱۲ر

حرمان نصیب۔ منشی احمد علی بی
اے مرحوم کا پر لطف ترجمہ عہ
خون ناحق۔ سراغ رسانی
پولیس اور دیگر پر لطف باتیں
قابل ملاحظہ ناول ہے ۱۰ر
مرقع اودھ۔ اسم با مسمیٰ ۶ر
شباب لکھنؤ۔ شاہی زمانے کے
عجیب حالات انگریزی سے ترجمہ عہ
عروس ہرن۔ حضرت نادر
مرحوم کاکوروی کا جمیل ناول ۸ر
ہیرے کی کنی ۔ ۔ ۔ ۵ر
طلسم شرر۔ عرف گلاب کنور
صاحبزادہ محمد مصطفےٰ علی خان قیصر
کا دلفریب ناول ۔ ۔ ۱۲ر
شاہد طناز۔ ایک فرنچ ناول کا
سلیس ترجمہ ۔ ۔ ۵ر
فریب نیرنگ۔ فریب وفا
دلچسپ واقعات مصنفہ سید
عاشق حسین عاشق لکھنوی ۱۰ر
لال کپتان۔ نہایت دلچسپ
انگریزی ناول کا ترجمہ اسمیں سے
ترکی روالی جبل سود کی جنگ ۱۱ر
شہید وفا۔ سر والٹر اسکاٹ کے
انگریزی ناول کا ترجمہ عہ
نامقار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶ر

انکے علاوہ ہر طرح کی کتابیں بھیجی جا سکتی ہیں۔

نمبر ۶

یہ کیا ؟ اس کا نصف صفحہ کیون خالی ہے ؟

رہنے دیجیے اس مین کیا ہے۔

سبب ہم صرف یہ تبلانا چاہتے ہین کہ بچون سے ضعیف تک کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوئی چالیس سخت امراض کی ان ادویات کی پوری فہرست اپنے پاس کیون نہین رکھتے۔

اس کے رکھنے سے سوا نفع کے نقصان نہین ہو سکتا۔

کیا ایک فہرست آپ کی خدمت مین روانہ کر سکتا ہون۔

ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر مین مل سکتی ہین۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

الناظر

نمبر ۵۳ جلد ۹ یکم نومبر سنہ ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ تحقیق الجہاد

(مصنفہ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم)

واشنگٹن آئرونگ امریکہ کے ایک مشہور مصنف اور ادیب نے آنحضرت صلعم کی بھی لائف لکھی ہے۔ اسکے پہلے ہی صفحہ پر آنحضرت کی ایک تصویر دی ہے جسکے ایک ہاتھ مین قرآن اور دوسرے ہاتھ مین تلوار ہے۔ یہ تصویر مصنف کے اصلی خیال کا فوٹو ہے جسکی پہلے سے یہ رائے ہو وہ ایک ایسے بڑے مصلح اور نبی اور سچی نوع انسان کے محسن کی لائف کیا خاک لکھے گا۔ اور یہ کچھ آئرونگ ہی پر موقوف نہین۔ یورپ میں یہ خیال عام طور پر پھیلا ہوا ہے اور پولٹیکل وجوہ نے وہی کام کیا ہے جو تعصب یہ بدنگاری کرتی ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانون اور عیسائیون میں صدیون سے جنگ و جدل چلی آرہی ہے اور اگرچہ یہ جنگ و جدل ملکی ہے لیکن اس نے اپنے ساتھ مذہب کو بھی سان لیا ہے۔ تلوار والے تو تلوار سے کام لیتے ہیں اور اہل قلم اپنے دل کی بھڑاس یون نکالتے ہین۔ غرض یہ منحوس جنگ ایسی ٹھنی کہ ختم ہونے کو نہین آتی۔ کمزور کا قاعدہ ہے کہ جب ہاتھ سے کام نہین نکلتا تو زبان سے کام لیتا ہے۔ عیسائیون کو شکستین کیا ہوئین کہ اُنھون نے مسلمانون کو بدنام کرنا شروع کیا۔ اور بدنام بھی کیسا کچھ کہ تتمہ لگا نہ رکھا جس زمانہ مین آنحضرت صلعم کی شہرت ہوئی تو روما کے ایک پوپ نے آنحضرت کے حالات دریافت کرنے کے لیے ایک مشن عرب کو بھیجا۔ معلوم نہین وہ مشن عرب پہنچا یا نہین پہنچا مگر جو رپورٹ اُس نے لکھکر بھیجی وہ کذب و افترا کی ایک پوٹ ہے۔ سچ نام کو نہین۔ اور ایسی ایسی باتین اور واقعات تصنیف کیے ہین کہ الف لیلہ بھی اسکے سامنے مات ہے۔ اور افسوس کہ یہ رسم اب تک جاری ہے کوئی دن ایسا نہین جاتا کہ کوئی نہ کوئی کتاب یا اخبار یا رسالے مین کوئی ایسا مضمون شائع نہوتا ہو جس سے مسلمانون کی

دل آزاری نہ ہوتی ہوسا گر وہ تمام کتب و تحریرات جمع کی جائین جو عیسائیون اور خاص کر اہل یورپ نے اسلام، بانی اسلام، اور اہل اسلام کے خلاف لکھے ہیں، تو وہ ایک ایسا بڑا انبار کذب و افترا، دروغ و بہتان کا ہوگا کہ روئٹرو ٹائمز اسکے ایک صفحہ کی برابری بھی نہین کر سکتے۔ بات یہ ہے کہ مسلمانون کو کامیابی ہوی آناً فاناً، اور کامیابی پیدا کرتے ہی حسد اور خصوصاً جب عیسائی اُنکے آگے ہر جگہ ناکامیاب اور پسپا ہوتے گئے تو حسد کی آگ اور بھڑک اٹھی اور بغض و کینہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہ سارا فساد اسی کا ہے۔ گو اسوقت یورپ کی تہذیب و شائستگی اور سائنس کا آفتاب عین نصف النہار پر ہے مگر تعصب کے جراثیم رگ رگ اور ریشے ریشے مین کچھ ایسے سرایت کر گئے ہین اور گوشت پوست مین کچھ ایسے پیوست ہوگئے ہیں کہ تیز سی تیز شعاعین بھی انھین ہلاک نہین کر سکتین۔ آجکل اسے مذہبی تعصب نہین کہتے بلکہ یہ تعصب ایک دوسری ہولناک اور مکروہ صورت مین ظاہر ہوا ہے، جسکے کاٹے کا منتر نہین۔ اسے پالیٹکس یا ڈپلومیسی کہتے ہین۔ اسکے لیے ہماری زبان مین کوئی لفظ نہین، اور ہو کہان سے، ہمارے یہان یہ سیاسی چالبازیان اور عیاریان تھین کہان، جو لفظ ہوتا۔ اگرچہ صدہا انقلاب ہوگئے، حالات بدل گئے، اور جو آگے تھے وہ پیچھے اور جو پیچھے تھے وہ آگے ہوگئے، مگر افسوس ابھی تک دلوں میں کدورت وہی چلی آتی ہے۔ درد جاتا رہا مگر کسک باقی ہے۔ سانپ کبھی کا نکل گیا، مگر یہ کمبخت ابھی تک لکیر پیٹے جاتے ہین، اور کوئی دن ایسا نہین گزرتا کہ کچھ کے پر کچوکا نہ دیتے ہون۔

اسلام کی ترقی اشاعت کو، جو بجلی کی رو کی طرح تمام عالم مین دوڑ گئی، عیسائی دیکھ دیکھکر حیران و ششدر تھے اور جب وہ اپنے نبی علیہ السلام کے حالات عہد جدید مین پڑھتے تھے تو اُنکی حیرت اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ حضرت عیسیٰ وعظ کرتے کرتے اس دنیا سے اُٹھ گئے مگر اپنی قوم پر کچھ اثر ڈال نہ سکے۔ یہانتک کہ انکے حواریون کی یہ حالت تھی کہ پتا کھڑکا اور بندہ بھڑکا، خطرے کے نام سے بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور یہان یہ حالت تھی کہ جو لوگ اسلام لائے، اُنھون نے ہر طرح کی صعوبتین، اذیتین اور ظلم سہے، گھر بار چھوڑا، بال بچے چھوڑے مگر مذہب نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ اپنے مذہب کے لیے جانین تک قربان کر دین۔ وہ بت جو گھرون مین خدا بنے بیٹھے تھے اور جو یہودیوں کی کوشش سے نکلے نہ عیسائیون کی سعی سے، انھین وہ خود بخود پھینک پھینک کر اسلام مین داخل ہونے لگے۔

اس غیر معمولی ترقی اور اثر کو دیکھ دیکھکر عیسائی حیران ہین کہ یہ کیا معاملہ ہے جو کوئی نبی نہ کر سکا وہ پیغمبر اسلام سے کیونکر ہو گیا۔ بس اس پر سے یہ قیاس کر لیا کہ رسول اللہ صلعم نے اسلام بجبر پھیلایا اور اپنے ذہنون مین وہ تصویر کھینچ لی جو آئرونگ واشنگٹن نے اپنی کتاب کے پہلے صفحہ پر دی ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ ہے اور ایسا کھلا واقعہ ہے کہ جسکے لیے مزید تحقیقات یا پرانے کھنڈرون یا قدیم کتبون یا بھوج پترون کی تلاش کی ضرورت نہین ہے،

کہ اسلام کبھی آنحضرت کے زمانہ مین یا اسکے بعد بجبر یا بزور شمشیر نہین پھیلایا گیا - بلکہ جس رواداری، سالمت اور اعتدال کے ساتھ مسلمانون نے دنیا پر حکومت کی اور جو فیاضانہ برتاؤ انھون نے غیر اقوام کے ساتھ روا رکھا، دنیا مین اسکی نظیر کہین نہین ملتی مجھے اسکے متعلق اس مختصر مقدمے مین کسی شہادت کے پیش کرنے کی ضرورت نہین ہے اسپر دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہین اور ان واقعات سے ہماری اور غیرون کی تاریخین بھری پڑی ہین - اور جسے مذہبی پہلو سے اس مسئلے کو دیکھنا ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کرے -

معترضین کو جہاد کا حربہ ایسا مل گیا ہے کہ اُسے جا و بیجا ہر موقع پر پیش کر دیتے ہین گویا اُسے مسلمانون کی طرف سے نفرت پیدا کرانے کے لیے ایک ہتھیار بنا رکھا ہے اور یہ ایک ایسا ڈراونا اور خوفناک لفظ ہو گیا ہے کہ اہل یورپ اسے سن کر اس طرح چونک اُٹھتے ہین جیسے کبھی نپولین کے نام سے وہان کے تاجدار سہم جایا کرتے تھے - لیکن کیا درحقیقت یہ لفظ ایسا خوفناک ہے ؟ جہاد کیا ہے ؟ اپنی حفاظت کے لیے ہاتھ پیر ہلانا اور حتی المقدور کوشش کرنا - کب ؟ جب جان و مال، ننگ و ناموس اور مذہب پر آبنے - کون سا قانون ہے جو اسکی اجازت نہین دیتا اور کونسا انسان ہے جو ایسے وقت اپنی حفاظت نہین کرتا - مدافعت اور اپنی حفاظت ایک قدرتی فعل ہے اور بڑے بڑے انسان سے لے کر ادنے سے ادنی کیڑے مکوڑے تک وقت پڑنے پر اپنی حفاظت اور مدافعت مین سعی کرتے ہین - اسلام نے کہین بجبر یا بزور شمشیر کسی کو مسلمان بنانے کی اجازت نہین دی اور نہ آنحضرت صلعم نے کبھی ایسا کیا نہ کسی دوسرے کو ایسا کرنے کا حکم دیا جن لوگون نے آنحضرت کے حالات کا مطالعہ کیا ہے انھین معلوم ہے کہ ابتدائی تیرہ سال آپ پر کیسے مصیبت کے گزرے ہین - قریش نے انکے ساتھ کیا کیا نہ کیا - طرح طرح سے آپ کی توہین و تحقیر کی، جسمانی، مالی اور روحانی صدمے پہنچائے، ادائے نماز سے روکا، یہانتک کہ تھوکا، کوڑا کرکٹ اور گندگی ڈالی، آپ کی گردن مین آپ ہی کے عمامے کا پھندا ڈال کر کعبہ سے باہر نکال دیا، تلقین و تعلیم سے باز رکھا اور ہر قسم کی اذیتین اور صعوبتین پہنچائین - آپ کے پیرون پر بڑے بڑے ظلم توڑے اور کوئی دقیقہ ان کے ستانے اور انکی زندگی تلخ کرنے کا اُٹھا نہ رکھا - آپ کے اور تمام مسلمانون کے خلاف سازشین کین ایک جتھا قائم کیا، اور آمد و رفت، میل جول اور تمام تعلقات باہمی قطع کر دیے - آخر انھین مایوس و مجبور ہو کر اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہنا پڑا - اور آوارہ وطن ہو کر مکّہ سے دور جا کر پناہ لی - مگر ظالمون نے وہان بھی پیچھا نہ چھوڑا - اور پہلے سے زیادہ ظلم و تعدی پر آمادہ ہو گئے اور فوجین لے کر حملہ آور ہوے - اسپر بھی اگر آنحضرت صلعم خاموش صبر و تحمل کیے بیٹھے رہتے تو وہ اپنے فرض کے ادا کرنے مین کوتاہی کرتے - اس وقت آپ کا فرض عین تھا کہ اپنے تئین اور اپنے رفقا کو ہلاکت سے بچاتے

اور یہی کیا، اور یہی کرنا چاہیے تھا، اور ایسا کرنا بدرجہ مجبوری تھا کیونکہ سوائے اسکے کوئی چارہ نہ تھا۔ اسلیے آنحضرت صلعم کے تمام غزوات دفاعی تھے۔

اس مسئلہ پر جس شرح و بسط اور تحقیق و تدقیق کے ساتھ مولوی چراغ علی مرحوم نے اس کتاب میں بحث کی ہے آجتک کسی نے اسپر ایسی غائر نظر نہیں ڈالی تھی۔ اس زمانہ میں جبکہ جدید خیالات اور جدید فلسفہ ہمارے ممالک میں گھر کرتا جاتا ہے اور اسلام اور اہل اسلام میں نئے نئے اور دلاویز طریقوں سے حملے کیے جا رہے ہیں اور مسلمان انھیں پڑھ پڑھ کر اپنے اعتقادات و خیالات میں ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں، ایک ایسی محققانہ کتاب کی بیحد ضرورت تھی۔ نئے تعلیم یافتہ تو خیر نشانہ ملامت ہیں ہی، مگر ان پرانے علما کا کیا کیا جائے جو اپنے کلام سے (خواہ وہ کسی نیت سے ہو) معترضین کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک عالم محدث کو جنھوں نے علوم دینی کو اردو میں شایع کرکے اسلام کی بڑی خدمت ادا کی ہے اور خاص کر کل صحاح ستہ کا اردو میں ترجمہ فرما کر ہند کے اہل اسلام پر احسان کیا ہے جب کوئی صحیح حدیث نہ ملی تو اپنی طرف سے ایک حاشیہ اس مضمون کا جڑ دیا کہ رسول کریم کے غزوات حصول فتح اور بجبر اشاعت اسلام کی غرض سے تھے[1]

میں نہیں جانتا کہ اسے کیا کہا جائے۔ بہرحال ایسی حالت میں مولوی چراغ علی مرحوم کی کتابیں پیاسے کے لیے آب حیات، مریض کے لیے نسخہ شفا اور مردہ اگر کوئی ہو تو اسکے لیے تریاق کا کام دیں گی۔ مرحوم اس ضرورت کو بہت پہلے سمجھ چکے تھے اور جبکہ مقلد و غیر مقلد سنی و شیعہ تو تو میں میں میں مصروف تھے وہ ایک ایسی عظیم الشان خدمت اپنے دین و ملت کی ادا کر رہے تھے گو اسکی قدر اس وقت بہت کم لوگوں کی نظر میں آئی۔ بعض مدعیان حمایت دین و ملت کی آنکھیں اب کھلی ہیں اور دن ڈھلے پر ایک جدید علم کلام کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں، اور اسکے متعلق مشورے اور کمیشن ہو رہی ہیں لیکن انھیں خبر نہیں کہ مدت ہوئی اسکی بنیاد سرسید ڈال چکے اور مولوی چراغ علی مرحوم اسکی تکمیل بھی کر چکے۔ اور خبر کیوں نہیں شاید اسکا اعتراف کرتے شرماتے یا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اعتراف کرو یا نہ کرو چلنا اسی نقش قدم پر پڑے گا۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا دو مگر بنیاد وہی ہوگی۔

مولوی صاحب مرحوم کا طریقۂ تحریر سب سے الگ اور نرالا ہے وہ کبھی جوش میں آکر فصاحت کے دریا نہیں بہاتے، دوسروں کو الزام نہیں دیتے عبارت کی رنگینی یا لطائف ادبی کا خیال نہیں کرتے اور نہ ناظرین کے جذبات کو اشتعال دے کر اپنی بات سنواتے ہیں۔ وہ نفس معاملہ کو نہایت ٹھنڈے دل اور غور سے دیکھتے ہیں اس کے

---

[1] دیکھو ترجمہ صحیح بخاری حاشیہ صفحہ　　مترجمہ مولوی وحید الزمان (دفتر نولہ جنگم)

متعلق تمام واقعات جمع کرتے ہیں اور سوائے قرآن پاک اور افعال و اعمال آنحضرت صلعم کے کسی دوسری خبر پر اپنے استدلال کی بنیاد نہیں رکھتے۔ ان کا مطالعہ ایسا وسیع، اُن کی نظر ایسی غائر، اور اُن کی تحقیق ایسی گہری اور اُنکی منطق ایسی مستحکم ہوتی ہے کہ جس مضمون پر وہ قلم اٹھاتے ہین، پھر کسی دوسرے کے لیے ایک لفظ کی گنجائش نہین چھوڑتے۔ انکا زور جذبات انسانی پر نہیں بلکہ استدلال عقلی پر ہے۔ وہ جذبات کو اُبھار کر جوش میں لانا نہیں چاہتے کیونکہ یہ ناپائدار ہے، بلکہ از راہ تحقیق وہ مضمون کو اس پہلو سے پیش کرتے ہیں کہ اگر پڑھنے والا غور سے پڑھے تو اسکی صداقت اس طرح ذہن نشین ہو جائے کہ پھر اسکا نقش نہ مٹ سکے وہ شاعر نہیں محقق ہیں۔ وہ فسانہ نگار نہیں منطقی ہیں۔ وہ واقعات اور اصل حقیقت سے بحث کرتے ہیں تخئیل و بلند پروازی سے کام نہین لیتے۔ وہ اپنی تائید مین شاہان اسلام کے تاریخی واقعات اور فقہا کی رائیں پیش نہین کرتے، بلکہ آیات قرآنی افعال و اعمال رسول صلعم کو سند گردانتے ہیں۔ وہ کسی الزام یا اعتراض کو الزامی جواب دے کر یا لفظی ہیر پھیر سے ٹالتے نہین بلکہ جرأت کے ساتھ اسکا مقابلہ کرتے اور زور سے اسکی تردید کرتے ہیں۔ اور یہی طریقہ اُنکی تمام تصانیف مین پایا جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اُن کی تصانیف تعلیم و تحقیق دین اسلام کا ایک ایسا بے بہا مجموعہ ہین کہ ان کو غور سے پڑھنے کے بعد حقیقت و حقانیت دین اسلام پر اسقدر عبور ہو جاتا ہے کہ سالہا سال کی محنت اور صدہا کتب کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسمین ذرا شبہ نہین کہ مرحوم نے اسلام کی ایسی بڑی خدمت کی ہے کہ ہم سب کو اُن کا بہت شکر گزار اور ممنون ہونا چاہیے۔ یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ مولوی عبداللہ خان صاحب اُنکی کتابون کا ترجمہ کرا کر اور بڑی محنت سے اُن کے مضامین ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جو ابتک طبع نہیں ہوئے تھے، ترتیب دے رہے اور شائع کر رہے ہین۔ اب لوگون کو معلوم ہو گا کہ جن موتیوں کی تلاش مین بڑے بڑے شناور غواصی کر رہے ہیں مرحوم اُن سے بہت پہلے پرو چکے ہیں۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ آئندہ اسلام پر جو کچھ لکھا جائے گا وہ زیادہ تر مرحوم کی خوشہ چینی ہوگی خواہ کوئی اعتراف کرے یا نہ کرے، خواہ انکی کتابون کا حوالہ دے یا نہ۔

اس کتاب مین مرحوم نے کمال تحقیق سے کام لیا ہے اور اس مضمون کے مختلف پہلوؤن پر ایسی خوبی سے بحث کی ہے کہ پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون کسی قدر وسیع ہے، اور فاضل مصنف کی جانفشانی، دماغ سوزی اور انتہائی تلاش کا حال کھلتا ہے۔

اس کا ترجمہ مولوی خواجہ غلام الحسنین صاحب (مترجم فلسفۂ تعلیم ہربرٹ اسپنسر) نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بہت بامحاورہ صاف اور شگفتہ ہے۔

پبلشر نے بھی اس کتاب پر بہت محنت کی ہے۔ جا بجا ایسے حوالون کا اضافہ کیا ہے جو مصنف کی نظر سے

رہ گئے تھے اور بجائے ایک آدھ کے کئی کئی حوالے ہو گئے ہیں جس سے مصنف کے خیال کو بہت تائید ملتی ہے بعض حوالے جو انگریزی کتاب میں غلط چھپ گئے تھے اُن کی بھی تصحیح کی ہے۔ عربی اسمار و اعلام کی جیسی کچھ مٹی انگریزی کتابوں میں خراب ہوتی ہے وہ ظاہر ہے، ان ناموں کی صحت میں بھی بڑی احتیاط کی گئی ہے۔ کہنے کو تو یہ معمولی سا کام معلوم ہوتا ہے، لیکن دراصل اس میں بڑی محنت اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور بہت وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ کام ایسا مشکل ہے کہ بعض مترجمین تو اس مشکل سے ڈر کر ترجمے ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مولوی عبد اللہ خان صاحب کا ممنون ہونا چاہیے کہ اول تو اُنھوں نے اس بے نظیر کتاب کو انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرایا اور پھر اسکی صحت اور چھپائی میں خاص طور سے محنت کی۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب ہر لحاظ سے مقبول ہوگی۔

عبد الحق

ترانۂ وحدت

ابر نیسان مشیت سے جو قطرہ نکلا
صدف کُن سے وہ اگوہر دنیا نکلا

کوئی جنبش نہ ہوئی جب تو بیابان بنے
حرکت کی لبِ قدرت نے تو دریا نکلا

اک تعلق سے ترے عشق جنون خیز بنا
اک تبسم سے ترے حُسن خود آرا نکلا

مختلف رنگ میں جلوے نظر آئے تیرے
اور ہر جلوہ مری آنکھ کا تارا نکلا

ایک وادی مقدس میں بنا جلوۂ برق
دستِ موسیٰ میں چراغِ یدِ بیضا نکلا

رنگ وحدت کو نہ چھوڑا تری یکرنگی نے
جلوہ کثرت میں دکھانے پہ بھی یکتا نکلا

تجھ کو خلوت میں نظر کی تو ہر اک شے میں ملا
کی نظر غور سے مجمع میں تو تنہا نکلا

ماسوا اللہ ہے اک قشقۂ دیرِ فانی
لوحِ پیشانیٔ دنیا پہ فقط لا نکلا

جم گیا قلزمِ رحمت کا ترے کف جس دم
ماہ و خورشید لیے گنبدِ مینا نکلا

جب یہ چاہا کہ ہو قدرت کا صحیفہ کامل
لے کے کونین دلِ حوصلہ فرسا نکلا

میرا مذہب ہے زمانے میں پرستاریٔ حسن
لے کے دیوان قضا سے یہی طغرا نکلا

جب عزیزِ سخن آرا کو دیا دل تجھنا
وادیٔ حُسن میں یوں زمزمہ پیرا نکلا

دے کے ہستم را شیفتہ و ہرجائی
عاشق عشق پرستی ہنرش شیدائی

عزیز لکھنوی

حسیّاتِ قلبی

علم کی افزائش کے ساتھ ساتھ ہمارے احساسات کی ماہیت مین نمایان تغیرات وقوع پذیر ہوتے ہیں جس قدر تجربہ ہم اپنی ذات - موجودات اور اُن سے باہمی تعلقات کی ماہیت حاصل کرتے جاتے ہیں - اسی نسبت سے ہمارے محسوسات بھی زیادہ دقیق اور پیچیدہ ہوتے جاتے ہین حسیات کی مفرد اور سادہ اشکال یا تو باہم متجانس ہوتی ہین یا متناقض ہوتی ہین - یہی وجہ ہے کہ وہ حالتِ کمال کو پہنچ کر اس قدر متفاوت اور مختلف النوع ہوجاتے ہین مزید بران جو احساسات بالخصوص زیادہ قوی اور پُر زور ہوتے ہین وہ نفسِ انسانی کی حالت مین عظیم الشان تغیر پیدا کردیتے ہیں یہ انقلابات قلب (یا نفس انسانی) پر اپنا اثر ڈالتے ہین - اور پھر یہی احساسِ نفسی ان احساسات کی نئی اور جدید صورتون کی تدوین کا باعث ہوتا ہے - علاوہ ازین چونکہ احساسات کسی نہ کسی فعل کی ترغیب ضرور دیتے ہین - وہ بذاتِ خود یا تو درد انگیز اور المناک ہوتے ہین - یا فرحت بخش اس لیے ان ہی کی وساطت سے ہمین محذورات اور ممتنعات کا علم ہوتا ہے بادی النظر مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ حسیات قوتِ ارادی کو تحریک دیتے ہین اور صدورِ افعال کا باعث ہوتے ہین - اور ان کا یہ اثر نفس بڑے زور کے ساتھ محسوس کرتا ہے -

یہ حسیاتِ قلبی اس قدر متفاوت اور پیچ در پیچ ہیں کہ انکی کوئی تقسیم قطعی نہین کیجاسکتی - بہرحال ہم ان چند اصولون کی بنا پر جن کی تشریح بعد مین آے گی "جذبات" اور "تخیلات" مین تمیز کرسکتے ہین - اور جب یہ دونون ارادہ کو برانگیختہ کرین اور ہمین کسی عملی کارروائی پر آمادہ کرین تو ایک تیسری قسم جسے "میلان" یا "رغبت" سے تعبیر کرسکتے ہیں ممیز ہوسکتی ہے - یہ تینون اقسام حسیات کی تین مختلف صورتین[1] ہین - اس مضمون مین ہم ان ہی

[1] پروفیسر جیمس کا عقیدہ ہے کہ ہماری ذہنی بیداری ایک قوت محرکہ ہے - اس لیے ہمارے تمام ممکن الوقوع احساسات کے لیے حرکت کا پیدا کرنا ایک امر ضروری ہے - یہ حرکت محدود نہین ہوتی بلکہ سارے نظامِ جسمانی کی اجتماعی حرکت ہوتی ہے - یہ حرکت جو احساسات کے ذریعے پیدا ہوتی ہے تین اقسام مین منقسم کی جاسکتی ہے :-

(۱) جذبات (ب) الہام فطری (ج) افعال ارادی - پھر جذبات دو قسم کے ہوسکتے ہیں - (۱) جذباتِ کثیفہ یہ وہی جذبات ہین جن کا ذکر مضمون مین ہے یعنی غم و غصہ - محبت و عداوت وغیرہ - (۲) جذباتِ لطیفہ یہ اخلاقی عقلی اور مذاقی احساس پر مشتمل ہین یہ وہی احساسات ہیں جنکو ہم نے اپنے مضمون میں تخیلات کے نام سے موسوم کیا ہے - پروفیسر جیمس اُن کو جذبات مین شامل کرتے ہین

ہر سہ اقسام پر خامہ فرسائی کرینگے۔ ہان یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نوع سوم یعنی میلان اُن کوائف پر مبنی ہے جنمین
احساس مجرد کا رجحان ارادہ کی صورت مین منتقل ہونے کی طرف ہو۔

(۲) جذبات

کسی احساس کے لیے جذبہ کی صورت اختیار کرنے مین دو امور اشد ضروری ہین پہلی بات تو یہ ہے کہ اُس احساس
مین ایک مخصوص شدت اور تیزی آجاے۔ سب جانتے ہین کہ اگر آواز مدہم اور بہت خفیف ہوگی تو ممکن ہے کہ ہمین سنائی
نہ دے یعنی اعصاب سمعی پر اس کا کچھ اثر نہوگا۔ اعصاب سمعی پر اثر ڈالنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ آواز ایک حد مخصوص
سے متجاوز ہوجاے۔ جب وہ آواز اسقدر تیز ہو کہ اس حد مخصوص سے متجاوز ہوسکے تو ہم اسے سماعت کرسکین گے۔
اب یہ آواز جس قدر زیادہ تیز ہوتی جاے گی۔ اسی نسبت سے اسکا احساس بھی زیادہ تیز ہوتا جاے گا۔ بعینہ یہی حال
جذبات کا ہے۔ جب تک کوئی احساس اُس حد مخصوص سے متجاوز ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا۔ اس وقت تک وہ جذبہ
کی صورت بھی اختیار نہین کرسکتا۔ ہان۔ جب اُس مین اسقدر تیزی آجاے کہ وہ حد فاصل سے گزر جاے تو اُس وقت
وہ جذبہ کہلاے گا۔ حسیات کے ذہنی اور باطنی ہونے کی وجہ سے ان کی شدت کا اندازہ نہین کیا جاسکتا جیسے کہ
حواس ظاہری کی شدت کا کیا جاسکتا ہے جب کسی احساس کی قوت مین تیزی و زیادتی نمودار ہوتی ہے تو وہ زیادتی
مختلف اعضاے جسمانی مین گوناگون انقلابات کا باعث ہوتی ہے یعنی اسکی وجہ سے جلد۔ عضلات۔ حرکت قلب و تنفس
مین تغیر پیدا ہوجاتا ہے۔ انسان اب ان تغیرات کو محسوس کرتا ہے۔ یہی احساس جذبات کی دوسری اہم خاصیت ہے

حسیات کی غیر معمولی شدت و تیزی اور انکا مادی یا جسمانی احساس

جذبات کے دو بڑے خواص ہین اور جذبات کے لیے ان دونوں کی موجودگی ضروری اور لازمی ہے۔

انسانی احساس کی بعض فروعات جو جذبات کی ذیل مین آسکتی ہین بالکل ابتدائی اور عمومی حالت مین
ہوتی ہین۔ اُن کا وجود جملہ مخلوقات مین پایا جاتا ہے۔ اور وہ صرف انسان ہی کی ذات سے مخصوص نہین ہین۔ ادنے
قسم کے حیوانات مین بھی اس قسم کے محسوسات کا علانیہ طور پر اظہار ہوتا رہتا ہے۔ شاید انہین نہایت ضروری فروعات
یہ ہین۔ غصہ۔ خوف۔ رنج۔ انبساط۔ حیرت۔ شوق۔ رشک اور ہمدردی۔ یہ سب نفس کی ادنے ترتیب پر مشتمل ہین

(نوٹ بسلسلہ اسبق) لارڈ ابرکیمبری صاحبہ جو پروفیسر سٹوٹ کی مداح ہین جذبات اور تخیلات مین تمیز کرتی ہین۔ انکے نزدیک تخیلات
کی ہستی محض خیالی ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ وہ ایک تیسری قسم جذباتی میلان بھی بیان کرتی ہین۔ جذباتی میلان سے وہ میلان مراد ہے
جو کسی شے کی موجودگی مین تو جذبہ مین مبدل ہوجاے مگر اسکی عدم موجودگی مین ایسا نہو۔

مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب خیالات اور تجربہ کی نشو و نما کے ساتھ اُسی ترتیب سے وابستہ ہین جس ترتیب سے ہم نے ان کے تمام تحریر کیے ہین - بالفرض اگر کوئی شخص کسی ننھے بچے کا ہاتھ پکڑ لے یا کسی اور طریقہ سے اسکو آزادی سے ہلنے نہ دے تو احساس کی وہ تمام مادی صورتین پیدا ہو سکتی ہین جو سانپ کے سامنے بیت پھینکنے سے پیدا ہون - بچے اکثر خوف کا اظہار کیا کرتے ہین جبکہ وہ جانتے بھی نہین کہ کونسی چیز خوفناک ہے - چنانچہ ایک شخص کا بیان ہے کہ اُس نے تین ماہ کی لڑکی کو بلی سے خوف زدہ پایا - حیرت انتہائی تعجب کا جذبہ ہے اور خوف و نشاط سے یکسان وابستہ ہے - شوق کا جذبہ بھی خاص خاص جانورون اور بچون مین یکسان پایا جاتا ہے اور اسکا اظہار جسمانی اور دماغی اضطراب سے ہوتا ہے - ہمدردی بھی ایک فطری جذبہ ہے جو انسان اور ادنیٰ حیوانات مین مشترک ہے - ہم سب اپنے رنج و غم یا خوشی و انبساط کے اظہار مین ایک دوسرے کے شریک حال رہتے ہین -

ہر ایک جذبہ بتدریج ظہور پذیر ہوتا ہے - اگرچہ بادی النظر مین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی تخلیق طرفۃ العین مین ہوی ہے بعض واہمہ یا خیال یا فقط حسی اضطراری ہی سے دماغ کے خاص خاص عصبی مراکز مین ایک تلاطم برپا ہو جاتا ہے - پھر یہ طوفان ایک مرکز سے دوسرے مرکز عصبی کی طرف منتشر ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ اُن عصبی شاہراہون پر ہو لیتا ہے جو جسم کے بیرونی حصص کی طرف جاتے ہیں یعنی کھال عضلات - مفاصل - قلب و شش وغیرہ - جلد پر تمتماہٹ یا لرزہ نمودار ہو جاتا ہے اور اعضاے زیرین پر جو اسکی کشش ہوتی ہے اسمین فرق آجاتا ہے - عضلات یا تو غیر معمولی طور پر سخت ہو جاتے ہین یا نرم پڑ جاتے ہین - جبڑے کشادہ ہو جاتے ہیں یا باہم پیوست ہو جاتے ہیں - حرکتِ قلب مین کمی و بیشی آجاتی ہے - اور یہ طائر مذبوح کی طرح پھڑپھڑاتا ہے یا ساکت ہو جاتا ہے یعنی غشی طاری ہوتی ہے - تنفس اور حجاب حاجز (ڈایافرغمہ) اور دیگر اعضا کی حالت مین نمایاں فرق آجاتا ہے - آہ و زاری - گریہ و بکا وقوع پذیر ہوتے ہین - اور عجیب و غریب باطنی اضطراب محسوس ہوتا ہے - بحیثیتِ مجموعی ہم اس تمام کارروائی کو جسمانی احساس کے نام سے تعبیر کر سکتے ہین - جو دماغی تزلزل کی وجہ سے اعضاے جسمانی پر بذریعہ حسیات کے اثر سے پیدا ہوتا ہے - یہ مادی احساس خالص ذہنی احساس سے مل کر اُسے حقیقی جذبہ کے رنگ مین رنگ دیتا ہے -

جذبات کے اِن جسمانی[1] اثرات کی بے انتہا صورتین ہین - ہر ایک جذبہ ایک خاص وصف سے متصف ہوتا ہے -

---

[1] جذبات کے متعلق پروفیسر جیمس کی تھیوری بہت دلچسپ ہے - پروفیسر موصوف کا قیاس ہے کہ مادی تغیر جذبات کے اثر سے نہین پیدا ہوتا - بلکہ ذہن پر حالات جذباتی طاری ہونے سے پیشتر ایک مادی تغیر اعضاے جسمانی میں واقع ہوتا ہے - اور یہ مادی تغیر ہی جذبات کو تحریک میں لاتا ہے - ہم کہتے ہین کہ ہماری دولت جاتی رہی ہے اسلیے ہم غمگین ہین اور روتے ہین - یا ہم ناگاہ ایک ریچھ دیکھا

لیکن باین ہمہ ایک ہی جذبہ کا اثر مختلف اشخاص پر مختلف ہوا کرتا ہے۔ مزید بران جذبات ایک دوسرے سے ممتزج ہوکر گوناگون جذبات پیدا کرتے ہین اور مختلف صورتین اختیار کرتے ہین غصہ کی حالت مین جبڑے باہم مل جاتے ہین اور دانت جڑ جاتے ہین اور جسم مین کپکپی اور لرزہ پیدا ہوجاتا ہے جن عضلات کی مدافعت یا حملہ میں ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اُن میں صلابت آجاتی ہے۔ مگر باوجود اسکے بعض اشخاص کا رنگ غصہ کی حالت میں فق ہوجاتا ہے اور بعض کا چہرہ تمتما اُٹھتا ہے بعض کا میلان ڈر کی وجہ سے فراری کی طرف ہوتا ہے یا باطنی اضطراب کی وجہ سے انکی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ درانحالیکہ دیگر اشخاص مقابلہ پر آمادہ ہوجاتے ہین۔ علی ہذا انتہائی خوف کے وقت گردن جُھک جاتی ہے۔ جبڑون اور رخسارون کے عضلات مین رخاوت آجاتی ہے۔ ٹانگین بیٹھی۔۔ جاتی ہین۔ بدن مرتعش ہوجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان مادی تغیرات کا احساس جذبات کو تقویت دیتا ہے اور تیز کرتا ہے۔

لیکن ان تمام قوی جذبات کا ایک خاص انتہائی درجہ ہوتا ہے جس پر پہنچنے کے بعد یہ تلاطم اور تیزی فرو ہونے لگتی ہے اور "عمل بازگشت" یا "رجعت قہقری" شروع ہوجاتا ہے۔ منتہائی جذبات کی صورت میں جملہ حسیات ایک قسم کی مادی زندگی بسر کرتے ہین۔

حسیات کی ان قوی اور پر زور صورتون (یعنی جذبات) سے فقط اعضائے جسمانی ہی اثر پذیر نہین ہوتے۔ بلکہ ہمارا تجربہ اس امر کو واضح اور بدیہی طور پر ثابت کرتا ہے کہ ہمارے تفکرات و خیالات بھی ان سے امن مین نہین ہین جو لوگ راسخ العادۃ اور خوددار ہوتے ہین۔ ان کی قوت متفکرہ ان ہی حسیات کی بدولت ترقی پذیر ہوتی ہے اور جبکہ وہ محبت و خوف یا غم و غصہ کے جذبہ سے متاثر ہوتے ہین تو وہ اپنی بہترین حالت مین ہوتے ہین۔ مگر قلم خیالات

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) اور ڈر کر بھاگ آتے۔ ایک شخص نے ہماری بے عزتی کی ہمین غصہ آیا اور ہم نے اُسکو مارا۔ یہ تمام ریمارک غلط ہین کیونکہ انکا طریقۂ استدلال درست نہین۔ اصل واقعات یون ہین۔ ہم غمگین ہین اس لیے ہم روتے ہین ہمارا غصہ مارنے کی وجہ سے ہے۔ ہمارا خوف بھاگنے کی وجہ سے ہے۔ احساس کے بعد اگر مادی تغیر واقع نہو تو جذبات کا ظہور کسی طرح ممکن نہین۔ مادی تغیر ہی جذبات کا محرک ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی پر زور جذبہ کا تصور باندھین اور پھر اُس کے جسمانی تغیر کے احساس کو اپنے ذہن سے خارج کرنے کی کوشش کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ کچھ باقی نہین رہا اور اُس جذبہ کا شائبہ تک کالعدم ہوگیا۔ یہی قیاس جذبات کے اختلاف اُن کے اور گوناگون ہونے کی تشریح بھی کرتا ہے۔ کیونکہ جذبات مادی تغیر سے پیدا ہوتے ہین۔ یہ تغیرات ہر شخص مین مختلف ہوتے ہین اور ان کا اثر بھی مختلف ہوتا ہے۔ اس وجہ سے جذبات بھی اس قدر مختلف اور متفاوت ہوتے ہین۔

جذبات کی مداخلت کا اثر بالعموم اچھا نہیں پڑتا۔ اور ان دو باتون مین سے ایک بات ضرور منتج ہوتی ہے۔ یا تو ذہنی تصورات اور قوت استدلال ذہن مین ناگفتہ بہ ابتری پھیل جاتی ہے اور یا وہ قوی مفلوج ہو کر بیکار ہو جاتے ہیں۔

ذہنی تصورات اور قوت استدلال و خیال کی اس بے ترتیبی اور سراسیمگی کو انسان مادی تغیرات کے ہمراہ اصلی احساس کی نئی اور تبدیل شدہ صورت کے طور پر محسوس کرتا ہے۔ سب لوگ واقف ہیں کہ بے ہوشی یا حواس باختگی کے احساس سے کیا مراد ہو سکتی ہے۔ بیہوشی کا احساس اصلی احساس کی نئی اور تبدیل شدہ صورت ہے جو ان حالات مین انسان محسوس کرتا ہے بعینہ یہی حالت بعض ادویہ کے استعمال سے بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور یہ تمام دیوانگی کی مختلف صورتین ہین۔ بعض دیوانے فطرتاً ایسی مجذوبانہ حالت مین دیکھے گئے ہین۔ جو خیالات کی ابتری اور پراگندگی کے احساس سے متعلق ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض دیوانے دماغی اور ذہنی عنایت کے مایوسانہ احساس سے متاثر ہوتے ہین۔

حسیات کی یہ تمام صورتین جو پہلے ہی کم و بیش پیچیدہ اور مختلط ہین۔ اور بیشمار مختلف طریقون مین باہم امتزاج پا سکتی ہین۔ اور ایک دوسرے کی پیروی کر سکتی ہیں۔ یہ بات اکثر دیکھی گئی ہے کہ نفس انسانی ایک انتہائی جذبہ سے دوسرے انتہائی جذبہ مین فوری انتقال کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس امر سے اس اصول کی تشریح بھی ہوتی ہے کہ کوئی احساس خواہ وہ کیسا ہی ناگوار اور ناپسندیدہ کیون نہو اپنے منتہائی درجۂ کمال سے گزر کر کس طرح مرغوب اور خوشگوار ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات انتہائی درجہ کی نفرت صادق جذبۂ الفت سے مبدل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ایک ہی ادراک روحانی مین بظاہر متباین اور متناقض جذبات باہم مخلوط اور ممتزج ہو سکتے ہین چنانچہ افلاطون سقراط کے شاگردون کی اُس عجیب حالت قلبی کو جب وہ اُسے مرتے ہوے دیکھ رہے تھے "شادی وغم کے مخلوط جذبہ" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ بعض اوقات ہمین بھی اُس حالت کا تجربہ ہوتا ہے جبکہ ہم مطلق تمیز نہین کر سکتے کہ آیا ہم رنجیدہ ہین یا مسرور۔ ایک جذبہ کا دوسرے آنے والے جذبہ پر جو مصلیانہ اثر پڑتا ہے وہ بھی بہت ضروری اور اہم ہے۔ فوری انقلاب یا تغیر جذبات کی حدت و تیزی کو اور زیادہ کر دیتا۔ بمصداق ع سمند نازکو اک اور تازیانہ ہوا۔ چنانچہ وہ رنج وغم جو عین خوشی کی حالت مین اچانک پیش آ جاتے ہین غیر معمولی طور پر تلخ و تند محسوس ہوتے ہین۔ اسی طرح کوئی راحت اُس راحت کا مقابلہ نہین کر سکتی جو بعد از رنج نصیب ہو[1]

[1] جس طرح یہ ذہنی تغیر جذبات کی حدت کو زیادہ کر دیتا ہے اسی طرح عادی تغیرات بھی جذبات کے لیے تازیانہ کا کام دیتے ہین۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مادی احساس جذبہ کی ایک اہم خاصیت ہے۔ اگر ہم مادی تغیر سے اپنی توجہ ہٹالین اور خود ضبطی کو کام مین لائین تو

ہمارے جذبات بجائے خود دو طرح کے ہو سکتے ہیں ایک تو یہی معمولی جذبات جو پیدا ہوتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ ان کو ہم فوری یا عارضی جذبات کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کا وجود دیرپا نہیں ہوتا۔ لیکن ایسے جذبات کے لیے جن کے ہم بوجہ کثرت تکرار کے عادی اور خوگر ہو جائیں اور جن کی پشت و پناہ ہماری قوت ارادی ہو۔ استمراری جذبات کا نام زیادہ موزون معلوم ہوتا ہے۔ اسی امتیاز کی بنا پر ایک مصنف لکھتا ہے: "تکرار عارضی اور مستقل جذبات پر مختلف اثر رکھتی ہے۔ ایک تو یہ کمزور کرتی ہے اور دوسرے کو تقویت دیتی ہے" فوری جذبات شدید۔ عارضی اور ناگہانی ہوتے ہیں۔ اور جب وہ زیادہ شدت اختیار کریں تو ضبط و اختیار کی حد سے بھی متجاوز ہو جاتے ہیں مستقل جذبات مخفی اور دیرپا ہوتے ہیں۔ اور انسان کی مرضی اور اختیار کے تابع ہوتے ہیں۔ ان میں ایک تو رعد و برق کے طوفان کے مانند ہے اور دوسرا منطقۂ حارہ کی شدید اور مستقل تمازت کے مشابہ ہے۔ عورتیں فوری جذبات سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں مگر مردوں میں مستقل جذبات خصوصیت سے زیادہ ہوتے ہیں۔ شدید فوری جذبات اخلاقی کمزوری کو ظاہر کرتے ہیں۔ بحالیکہ زبردست مستقل جذبات اخلاقی تقویت کا باعث بھی ہو سکتے ہیں۔

(ب) تخیلات

کمال پذیر احساس کی وہ صورتیں جو تخیلات کے نام سے موسوم ہیں جذبات سے اس امر میں اختلاف رکھتی ہیں کہ ان میں جذبات کے تمام خواص ضروری مفقود ہوتے ہیں۔ ان میں جذبات کی سی غیر معمولی شدت و تیزی اور مادی تغیر کا احساس نہیں پایا جاتا۔ اور یہ بالعموم خیالی اور ذہنی ہوتے ہیں بعض تخیلات احساس کی ایسی مخلوط صورتوں پر مبنی ہیں جنکی تخلیق محض واہمہ کی امداد سے ہوتی ہے اور اُن کا وجود ظاہری کچھ نہیں ہوتا۔

یہاں بھی تخیلات[1] اور جذبات کا امتیاز قطعی نہیں ہے۔ مذاقی اور مذہبی احساسات اسقدر

(بسلسلہ نوٹ صفحہ ماسبق) وہ جذبہ کافور ہو جاتا ہے۔ برخلاف اسکے اگر ہم مادی احساس کو تقویت پانے دیں تو جذبہ میں بھی تیزی آجاتی ہے۔ چنانچہ خوف بھاگنے سے اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ اگر ہم خوف و غم کی علامات ظاہری کو اپنے اوپر قبضہ پانے دیں تو وہ جذبات زیادہ تیز ہو جائینگے۔ آہ وزاری ٹھنڈی سانسیں بھرنا اور اسی قسم کی اور علامات غم و اندوہ کی توفیر کا باعث ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے اگر ہم اس قسم کی باتوں سے احتراز کریں اور اپنی طبیعت دوسری طرف لگائیں تو غم و خوف کے جذبات بجائے تقویت پانے کے معدوم ہو جائیں گے۔

[1] تخیلات (Sentiments) سے وہ خیالات مراد ہیں جو احساس کے ذریعہ معرض وجود میں آئے ہوں۔ اس قسم کے محسوسات کی ہستی فقط ذہنی اور خیالی ہوتی ہے۔ تخیلات بھی جذبات کو برانگیختہ کر سکتے ہیں جوں جوں ہماری عمر زیادہ ہوتی ہے۔ اسیقدر ہمارے جذبات ضعیف اور کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ اور انکی جگہ تخیلات لے لیتے ہیں۔ جو ہماری ذہنی بیداری میں معتدبہ حصہ لیتے ہیں۔

قومی اور شدید ہو سکتے ہیں کہ وہ مختلف اعضائے جسمانی کو تحریک دے سکین - اس وقت وہ درحقیقت جذبات کی ذیل مین آجاتے ہین - چنانچہ علم الموجودات یا علم النفس کے بعض طلبہ اپنے علمی مشاغل مین اسقدر ذہنی اور جسمانی انتشار کے ساتھ منہمک ہوتے ہین کہ حالاتِ جذباتی تک نوبت پہنچ جاتی ہے - مزید برآن مادی انتشار کی علامات اکثر اوقات لطیف خیالات کے احساس کے ساتھ بھی موجود ہوتی ہین - اس قول کی صداقت اُس وقت پورے طور پر منکشف ہوگی جبکہ ہم رفعتی اور اخلاقی تخیلات پر بحث کرین گے -

تخیلات کی تقسیم بھی ایک نہایت دشوار امر ہے - لیکن اُنکے حدوث کے اسباب و محرکات اور اُن ذہنی تغیرات کو (جو انکی وجہ سے ظہور مین آتے ہین) مدنظر رکھکر ہم اُنھین آسانی سے تقسیم کرسکتے ہین - اس طرح اُنکی تین بڑی قسمین تمیز کی جاسکتی ہین -

(ا) عقلی (ب) مذاقی (ج) اخلاقی اور مذہبی

ذہنی بیداری کی مختلف صورتون یعنی ادراک حافظہ - تصور اور فکر کے ہمراہ ایک عجیب و غریب احساس بھی ہوا کرتا ہے جو یا تو محرک کے طور پر ہوتا ہے یا شریک کے طور پر - اسی احساس ذہنی کو عقلی تخیل کے نام سے تعبیر کرتے ہین - یہ تخیلات جیسا کہ بیان ہوا دو طرح کے ہوتے ہین ایک صورت مین تو یہ ذہنی بیداری کو تحریک دیتے ہین اور اُسکی رہنمائی کرتے ہین - دوسری صورت مین بحیثیت ایک احساس ذہنی کے اُسی ذہنی بیداری کی معیت و شرکت اختیار کرتے ہین -

ذہنی تشویق کا تخیل نوعِ اول سے متعلق ہے - اگر ہم اُسے کسی فعل کے ارتکاب کا باعث قرار دین تو وہ خواہش علم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - اُس تخیل کا اظہار اس حیوانی اضطراب و بیقراری کے ساتھ ہوتا ہے جس کا ذکر جذبات کے بیان مین آچکا ہے - جس وقت تصورِ علم کو اپنا تختۂ مشق بناتا ہے - اُس وقت علم کے فوائد اور خوبیون کی ایک لاجواب اور خوشنما تصویر ذہن کے سامنے آجاتی ہے - اس خیالی تصویر کو مجازاً عقلی عطر کرا سکی بطور ایک علم کی دیوی کے نہایت جوش و خروش سے پرستش کی جاسکتی ہے - اسی کا نام خیال پرستی ہے -

نوعِ ثانی کے تخیلات پر غور کرتے وقت اس امر کو خوب ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ ہم اپنی ذہنی بیداری کی حرکات کو واقعی محسوس کرتے ہین اور انہی حرکات کے اختلاف کے مطابق ہمارے احساس کی صورت بھی مختلف ہوتی ہے - مثلاً مشابہت کا ادراک جو شناخت کے تخیل کو برانگیختہ کرتا ہے تعجب کے اُس احساس سے بالکل متباین ہوتا ہے جو اختلاف کے ادراک سے پیدا ہوا ہو جب انسان کسی نئے مسئلے کی تحقیق کرلیتا ہے تو

اُسے حیرت و مسرت کا یکجائی احساس ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح جب کسی بات کو یاد میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے تو انسان متحیر سا ہو جاتا ہے اور جب تک اسکی یاد داشت بالکل صحیح نہ ہو اُسکی تسلی نہین ہوتی۔ جب وہ بات پورے طور سے ذہن مین آ جاتی ہے اسوقت کامل اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ فی الحقیقت اس قسم کا احساس منطقی دلائل و براہین کی نسبت حافظہ کی زیادہ رہنمائی کرتا ہے۔ ان سب سے بالا اور اہم بالشان وہ تخیل ہے جس کی وساطت سے انسان حق بات کی شناخت کرتا ہے۔ اسکو ہم تخیل امتیازی کہہ سکتے ہین کیونکہ وہی حق و ناحق مین تمیز کرتا ہے اور یہ بات بالکل بجا ہے کہ ہم بسا اوقات ذھنی احساس (تخیل) ہی کی امداد سے حق بات کا استدراک کرتے ہین بجاے اسکے کہ منطقی استدلال کے ذریعہ نتیجہ اخذ کرین۔

مذاقی تخیلات حسن کے احساس سے متعلق ہین۔ جب کہ انسان کسی قدرتی منظر یا تصاویر کو دیکھتا ہے یا نغمہ ہاے خوش آیند کو اصغا کرتا ہے۔ یا شعر خوانی مین مصروف ہوتا ہے تو وہ تحسین و آفرین کے عجیب و غریب احساسات سے متاثر ہوتا ہے۔ یہی احساسات مذاقی تخیلات کے نام سے موسوم ہین۔ علم النفس کے لحاظ سے ان محسوسات کی تدقیق و تحقیق خالی از دلچسپی نہین لیکن اس تحقیق میں ابھی صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی ہے حسین اشیاء اور فنون لطیفہ کئی طرح سے تقسیم کیے جا سکتے ہین۔ مگر علم النفس کی رو سے اُن کی تقسیم محض اُن اختلافات پر مبنی ہوتی ہے جنھین ہم ان اشیاء پر غور کرتے وقت محسوس کرتے ہین۔ یہان لفظ حُسن اپنے وسیع ترین معانی مین استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً حسن کی ایک صورت رفعت یا عظمت بھی ہے۔ رفیع الشان اشیاء کے سامنے ہماری ذہنی حالت مین ایک خاص رفعت کا احساس معلوم ہوتا ہے یہی خصوصیت جسمانی احساس مین بھی پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ جب انسان کسی ارفع و اعلے شے کا مطالعہ کرتا ہوتا ہے تو سر آپ سے آپ ملبند ہو جاتا ہے اور گہرے تنفس سے سینہ پھیل جاتا ہے ذہنی بیداری مین بھی وسعت آ جاتی ہے اور اس مین کامل توجہ اور غور نہین رہتا۔ تصور بھی رفعت پرواز اختیار کرتا ہے اور تمام معلومہ خوبیون کو بڑھا چڑھا کر پیش نظر کرتا ہے حتیٰ کہ ناممکن الفہم اور غیر متناہی اشیاء تک جا پہنچتا ہے۔ عجز و نیاز کے احساسات جو مذہبی اور اخلاقی رنگ لیے ہوے ہوتے ہین۔ پیدا ہو جاتے ہین بعینہ اسی قسم کے احساسات اُس وقت برانگیختہ ہوتے ہین جب کہ ہم کسی بحری طوفان کی عظمت کو محسوس کرتے ہین۔ یا جب برق و باران یا برفانی چوٹیون کی رفعت سے متاثر ہوتے ہین۔ کسی بڑے جنگی کارنامے یا مذہبی اشیاء کے فعل کے خیال سے بھی ہم پر یہی حالت طاری ہو سکتی ہے۔

لیکن اگر وہی شے جس کا انسان حظ اُٹھا رہا ہو محض خوبصورت ہی ہو تو یہ تخیلات کس قدر مختلف

ہوتے ہین - اسمین جسمانی توریج کا احساس مطلق نہین ہوتا - توجہ اس شے کی خوبی اور رنگینی پر منعطف ہوجاتی ہے
تصور بھی اس سے بالاتر اور کچھ نہین چاہتا - اور عجز و نیاز و پرستش کا ارادہ بھی پیدا نہین ہوتا بلکہ اکثر اوقات حد سے
زیادہ خوبصورتی نفرت کا احساس پیدا کرنے کا موجب بھی ہوسکتی ہے - اسی طرح رعنائی و زیبائی کا احساس
ان دونون سے بالکل جداگانہ ہوا کرتا -

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے بعض مذاقی تخیلات اخلاقی اور مذہبی تخیلات سے بہت مشابہ ہین - عجز و نیاز کے
خیالات جو رفعت کے احساس سے پیدا ہوتے ہین اسی قبیل سے ہین - اسی طرح اکثر جذبات مثلاً غم و غصہ
محبت و ہمدردی اور خوف سب کے سب نیک و بد ہوسکتے ہین - اور یہ نیکی و بدی انکے اسباب پیدائش پر منحصر ہے
غصہ کا فطری جذبہ فکر و تجربہ کی معاونت سے تربیت پاکر ایک اخلاقی تخیل کی صورت اختیار کرسکتا ہے اور بانصافی
ظلم و تشدد اور دیگر ناروا افعال کے برخلاف اشتعال پذیر ہوسکتا ہے - اسی طرح کا غصہ خدا تعالی کی ذات
سے بھی بجا طور پر منسوب کیا گیا ہے - خوف کا جذبہ عجز و نیاز کے تخیل مین تبدیل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے
دغابازی یا افترا پردازی سے بعض اشخاص حد سے زیادہ خوف کھاتے ہین اور وہ کبھی بھی انکے مرتکب نہین
نہین ہوسکتے - اسی طرح بائیبل مین مذکور ہے کہ "خداوند کا خوف دانائی کا شروع ہے" ہمدردی کا خام جذبہ
جذبہ بھی تکمیل کو پہنچ کر بے غرضانہ ہوجاتا ہے اور محبت و الفت حب الوطنی اور حب قومی مین مبدل ہوجاتا ہے -

باین ہمہ چند احساسات ایسے بھی ہین جو خالصۃً اخلاقی تخیلات کہلاسکتے ہین - ان ہی تخیلات کی
موجودگی انسانی خیالات کو پاکیزہ بناتی ہے - اور انسان کو ادنی حیوانات سے ممتاز کرتی ہے - فرض اخلاقی کا
تخیل انمین سب سے پہلا خیال ہے یعنی وہ احساس جس کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ مجھے لازم ہے -
اسے واجب ہے وغیرہ یہ تخیل سب سے جداگانہ ہے اور اسکی ندرت و یکتائی مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا جس قدر
تحقیقات ہوچکی ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادنی حیوانات مین اس قسم کا کوئی احساس نہین پایا جاتا -
دوسرا خیال اخلاقی پسندیدگی و ناپسندیدگی کا تخیل ہے - جو کہ پہلے خیال کی طرح خالصۃً اخلاقی خیال ہے
یہ احساس بھی انسان ہی تک محدود ہے - جب کوئی جانور مثلاً کتا کوئی چیز چراتا ہوا پکڑا جائے تو وہ ایک
طرح کی شرم و ندامت کا اظہار کرتا ہے - بعینہ اسی طرح ایک ہزیمت خوردہ فٹ بال ٹیم بھی اپنا فرض ضروری
بجا لانے کے باوجود اسی قسم کا انفعال محسوس کرتی ہے لیکن وہ خالص اخلاقی احساس جو انسان کے دل
مین عین خطرے کے وقت پیدا ہوتا ہے - اور جس کی وجہ سے انسان امر حق کی خاطر جان پر کھیل جانے کو تیار

ہوتا ہے فقط انسان ہی کا حصہ ہے۔

(ج) میلان یا رغبت

نفس کی وہ کیفیتیں جنھیں ہم نے میلان یا رغبت کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ جذبات اور تخیلات کی نسبت ارادہ سے زیادہ تعلق رکھتی ہیں۔ فی الحقیقت میلان کی اصلیت و ماہیت کو سمجھنے کے لیے ہمیں تحریکات سے شروع کرنا چاہیے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ طبعی جذبات کی مختلف صورتیں مختلف حرکات کا باعث ہوتی ہیں مثلاً غصہ کا جذبہ مار پیٹ پر آمادہ کرتا ہے۔ محبت کی تحریک لاڈ پیار کی طرف ہوتی ہے تجسس کا جذبہ سراغ رسانی و جاسوسی کی تحریک دلاتا ہے۔ لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام تحریکات افعالِ ارادی پر مشتمل ہیں یعنی کوئی ایسا کام کرنا جسکی علتِ غائی اطمینان دلی حاصل کرنا ہو۔

خالص میلان کے لیے جو ایسی تحریکات سے ممتاز ہو تعقل کی کافی نشوونما کی ضرورت ہے۔ اور ایسے تجربہ کی بھی ضرورت ہے جو افعال کے نتائج اور اُن طریقوں کے اثرات سے بھی باخبر ہو جنکی حصول مقصد کے لیے پیروی کی جاتی ہے۔ میلان کی بنیاد کسی ایسے انجام یا غایت پر ہوتی ہے جسکی تصویر ہمارے ذہن میں موجود ہو۔ اور جس کے اثرات و نتائج کا ہمیں اپنے سابقہ تجربہ کی بنا پر علم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میلان قوائے باطنی کی کامل نشوونما اور استعمال پر منحصر ہے۔ میلان کا مخصوص وصف احساس قلبی کا وہ دباؤ ہے جو کسی خاص ارادی فعل کو کسی خاص غرض و غایت کے استحصال کی طرف تحریک دیتا ہے۔

میلان مختلف طرح کا ہو سکتا ہے لیکن احساس کی دیگر اصناف کی مانند اسکی بھی قرار واقعی تقسیم نہیں ہو سکتی ہاں آسانی کے خاطر اس کی چار قسمیں تمیز کی جا سکتی ہیں۔ (۱) میلانِ طبعی جو ہماری معمولی احتیاجات سے وابستہ ہے اور جس کی غایت اغراض و مقاصد کا سرانجام دینا ہے۔ نفسانی خواہشات اسکا سرچشمہ ہیں۔ (۲) میلانِ تعقلی۔ یہ میلان قوائے ذہنی سے متعلق ہے اور اسکا مقصد ذہنی ریاضت کے ذریعہ اطمینان حاصل کرنا ہے

سلہ میلان، خواہش و ارادہ نفس کی تین مختلف حالتوں کے نام ہیں یا یوں کہنا چاہیے کہ ایک ہی حالت کے تین درجے ہیں کسی غایت یا مقصد کا احساس میلان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب اگر اس انجام کی تحصیل ہمارے امکان سے باہر ہو یعنی اس میلان کے ساتھ ہم اپنی ناچاری کو محسوس کریں تو وہ میلان فقط خواہش رہ جاتا ہے۔ برخلاف اسکے اگر اس کام کی سرانجام دہی ہمارے امکان میں ہو تو وہ میلان ارادہ کی صورت اختیار کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ کسی قابل حصول انجام کے لیے عملی کوشش کا نام ارادہ ہے۔ میلان کے لیے ان دو امور کا ہونا لازمی ہے (ا) کسی خیالی تجربہ کا ذہنی تصور اور (ب) اس خیال کو عملی صورت میں لانے کی خواہش۔

(۳) میلانِ تخیلی - یہ وہ میلان ہے جو کسی حسین یا نیک شے کے تصور کے ساتھ پیدا ہوتا ہے - (۴) میلان تعارضی یعنے جب کسی شے سے گونہ نفرت بھی ہو اور اسبات کا بھی علم ہو کہ اس شے سے سوائے رنج و تکلیف کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا - تو بھی اُس شے کی دیوانہ وار جستجو کی جائے - یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ میلان کی اس تقسیم کا مدعا صرف یہی ہے کہ اسکے سمجھنے مین آسانی ہو اور کسی قسم کی دقت و دشواری حائل نہو - ورنہ اس قسم کی تقسیم کو کسی طرح قطعی نہین کہا جا سکتا -

(ماخوذ) فضل آلہی قریشی - بی - اے

آرزو

کس [illegible] ہے [illegible] کی آرزو
دل مین رہ رہ کر کھٹکتی ہے وطن کی آرزو

ہے [illegible] چلے [illegible] نیر کی
کون دولھا ہے نہین جسکو دلھن کی آرزو

[illegible] ہوئی ہے بعد زوال
اب خزان مین کر رہے ہین ہم چمن کی آرزو

پھر بہار آئی چمن مین پھر ہوا جوش جنون
پھر مجھے ہونے لگی دیوانہ پن کی آرزو

جب کبھی چادر کوئی اُجلی نظر آئی ہمین
خود بخود پیدا ہوئی دل مین کفن کی آرزو

رنجِ غربت رنجِ فرقت دردِ حرمان سوزِ دل
آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی ہے وطن کی آرزو

مفت کی بیگار بھی کی جانِ شیرین بھی گئی
مرتے مرتے بھی نہ نکلی کوہکن کی آرزو

نسلِ گل مین کہہ رہین سودائیون سے عندلیب
تنکے چنوانے لگی سیرِ چمن کی آرزو

وہ سوالِ وصل پر گردن جھکا کر چپ رہے
بر نہ آئی غمزۂ خاطر شکن کی آرزو

دیکھیے کب تک زیارت ہو قمر احباب کی
مار ڈالے گی ہمین اہل وطن کی آرزو

سید قمر الدین احمد قمر سندیلوی

عمومیت و خصوصیت فلسفہ

تنہا نہ مرا با سر زلفش سر سوداست ہر کس دل صد چاک بکف شانہ فروش است

یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ مواد فلسفہ جو ایک حد تک عام طبایع مین بھی رکھا گیا ہے یا اس ذہن مین جو ہر ایک طبیعت کسی نہ کسی حد تک منہمک رہتی ہے اُس کا ثبوت کیا ہے اور اسکی ضرورت ہی کیا تھی - اس کا ثبوت چندان محتاج دلائل نہین کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ ہر شخص کی طبیعت مین فلسفہ کا مادہ کچھ نہ کچھ رکھا گیا ہے کسی مین کم اور کسی مین زیادہ فلسفہ کی ایک یہ بھی تعریف ہے کہ وہ تعجب اور حیرت کے روپ مین اپنا تماشا دکھاتا ہے یہ تعریف اگرچہ جامع نہ ہو مگر اسمین شک بھی نہین کہ تعجب اور حیرت ہی سے ایک حد تک فلسفی انوار درخشان اور تابان ہوتے ہین اور اس سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ ہر شخص کی طبیعت مین تعجب اور حیرت کا مواد قدرت نے بہ خوش اسلوبی بھر رکھا ہے - کوئی فرد بشر اس خاصہ اور اس جذبہ سے خالی اور معرا نہین ہے ایک کل کا بچہ بھی تعجب اور حیرت اپنی گھُٹی ہی مین رکھتا اور جامۂ خلقت پہن کر دنیا مین وجود پذیر ہوتا ہے اگر چشم غور سے اپنے گرد و پیش کا تماشا کروگے تو کہہ اُٹھوگے کہ ہر گلی کوچہ اور ہر روشن دان اور ہر بام اور ہر قدم سے مختلف لہجون اور مختلف سرون مین فلسفہ کی سریلی آوازین آ رہی ہین ہر طرف سے تعجب اور حیرت کا متموج سمان جلوہ نما ہے ہر جانب سے مختلف رنگون مین تعجب اور حیرت کے جذبات مختلف سوالات کی صورت مین اُٹھائے جا رہے ہین یہ کیا ہے یہ کیون ہے - یہ کیسا ہے یہ ایسا نہین یہ ایسا ہے

یہ بوقلمون آوازین اور انواع و اقسام کے سوالات کیا ہین وہی فلسفہ جو عوام کے دل و دماغ سے نکل کر خواص اور مشاہیر کی گود مین جا کر نشو و نما پاتا اور ایک حیرت افزا روپ مین دنیا کی منڈلون مین گشت لگاتا ہے - اگر یہ فلسفہ نہین تو اور کیا ہے افلاطون اور دیگر قدیم فلاسفرون نے فلسفہ کا تعلق سب سے زیادہ ذہن سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی بشر بھی نعمت ذہن سے معرا محض اور خالی ہے یہ جدا بات ہے کہ کوئی ذہن کچھ حیثیت اور کچھ پیمانہ رکھتا ہو اور کوئی کچھ جب کوئی متنفس بھی نعمت ذہن سے خالی نہین تو پھر یہ کس طرح کہا جائے گا کہ ہر طبیعت مین فلسفہ کا کچھ نہ کچھ مواد نہین بھرا گیا ہے -

یہ بھی کہا گیا ہے کہ فلسفہ صرف محبت عقل یا عقل کا رگانا ہے - اس سے ماننا پڑے گا کہ جو شخص عقل

رکھتا ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی مقدار میں رکھتا ہے وہ کسی نہ کسی حد تک فلسفی بھی ہے اگر یہ کہا جاے کہ بہت سے انسان یا انسانیتین عقل سے خالی ہین تو یہ ماننے کے قابل نہین جب قدرت نے حیوانات کو بھی شعور سے محروم نہین رکھا تو انسان کس طرح محروم محض ہو سکتا ہے گو کہ اُس کا پیمانہ اور درجہ کچھ بھی ہو۔ ہر انسان کچھ نہ کچھ عقل و دانش رکھتا ہے گو کہ کوئی قسم بدیہی سے عقل کے حدود اور تصرفات یا اصول تصرفات سے واقف نہ ہو اور اس سے باضابطہ کام لینے کے قابل نہ ہو لیکن یہ کہا ہی جاے گا کہ ہر فرد بشر یا ہر انسانیت کچھ نہ کچھ عقل رکھتی ہے اور اسی مین اُسکی فضیلت اور شرف ہے ۔

یہ بحث کہ فلسفہ کا فائدہ کیا ہے یا کیا ہونا چاہیے ایک دلچسپ بحث ہے اگر ہم فلسفہ کے فوائد سے واقف ہونا چاہتے ہین تو ہین یہ بحث بھی ساتھ ہی اُٹھانی چاہیے ۔

فلسفہ کی ضرورت کیا ہے ۔

یہ ضرورت تھوڑی نہین ہے کہ قدرت نے ایک حد تک اُسکا مواد ہمارے طبائع مین رکھا ہے اور دوسری قوتون کی طرح یا دوسرے جذبات کے مانند وہ بھی ہمارا ایک قیمتی سرمایہ ہے ۔ اگر ضرورت نہ ہوتی تو قدرت طبائع مین رکھنے کی تکلیف گوارا نہ کرتی ۔ اور ضرورت ہے کہ ایسے سرمایہ کو رائگان نہ دین بلکہ اُس سے اُسکی طاقت کے مطابق کام لینے کی کوشش کرین ۔ جب ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہین کہ ہین فلسفہ سے فائدہ کیا ہے تو ہین اسکے ساتھ ہی یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ فوائد کی کتنی اقسام ہین علمی رنگ مین فوائد کی حسب ذیل قسمین ہو سکتی ہین ۔

(الف) فائدہ مطلق ۔

(ب) فائدہ اضافی ۔

(ج) فائدہ مطلق باطنی ۔

(د) فائدہ مطلق خارجی ۔

(ہ) فائدہ غایتی ۔

ان تمام اقسام پر بحث کرنے سے پہلے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ فائدہ کی تعریف کیا ہے اور اُسکا مفہوم یا اُس سے مراد کیا ہے ہر شخص کی زبان سے ہر ملک و قوم مین بہ مختلف الفاظ کم و بیش یہ لفظ بولا جاتا ہے اور ہر شخص اسکی دُھن مین جان جوکھون گزار رہا ہے اور ہر شخص فائدے کے واسطے زندگی ایسی گران بہا چیز و بال اور

اور تہلکہ مین ڈالنے سے بھی دریغ نہین کرتا اور کبھی کبھی فائدہ کی خاطر دوسرے کی زندگی بھی گرداب مصیبت مین ڈالنے سے خوف نہین کھاتا ہر گلی اور ہر کوچہ ہر مقام اور ہر منزل مین اسکا ذکر اور اسی کا شور اور اسی کی گرم بازاری ہے ناموس اور عزتین اسی کی شیدائی اور اسی پر قربان ہین ہر محفل میں یہ میر مجلس اور ہر مجلس مین یہ پیر مغان ہے صبح سے شام تک اسی کی گفتگو اور اسی کا رونا دھونا ہے۔

غوغائے عشق و شور جنون ماجرائے عقل　　　افسانۂ تو قصۂ تو داستان نشست

اور تعجب یہ ہے کہ جو جو اسپر مرتا ہے اُسی کا خیال اور اُسی کی دھن پر ایمان بھی لایا جاتا ہے اگرچہ صدہا کو اس نے سے فائدہ بھی ہے مگر اسکی بدولت دنیا کی مختلف منڈیون مین فسادات اور پیچیدگیان بھی حد سے زیادہ نشو و نما پا رہی ہین فتوحات کے مقابلے مین کشت و خون یا خون خرابے بھی اسقدر ہوتے ہین کہ خدا کی پناہ۔

عشق کارم تباہ خواہد کرد　　　روزگارم سیاہ خواہد کرد

جسمانی۔ روحانی۔ جذباتی اور خیالی رنگ مین جو شے جو کیفیت جو حالت مجھے حاصل نہین اور وہ ایک حد تک خوش آیند بھی ہے اُس کا چاہنا اُسکی طلب اُسکے لئے مین کوشش کرنا اُسکی لے مین لگے رہنا اُسکی فکر مین زندگی کے دن گزارنے۔ فائدہ چاہنا یا فائدہ ہے۔

جو شے جو کام انسانی زندگی کے واسطے ایک آسائش ایک راحت ایک خوش آیند ہے وہ ایک فائدہ ہے جو شے جو خیال ہمین خوش کرتا یا ہمارے واسطے خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے وہ ایک فائدہ ہی چاہے وہ اس زندگی سے وابستہ ہو چاہے کسی اور آنے والی زندگی سے۔

اس آرزو اس خواہش سے نہ تو کوئی انسان خالی ہے اور نہ کوئی حیوان اپنے اپنے درجے کے مطابق ہر ذرہ ہستی [illegible] ولولہ رکھتی ہے۔

فلسفی رنگ مین [illegible] مطلب سے مراد وہ سوچ اور وہ تدبیر ہے جو ہمین اسوقت محسوس ہوتا ہے جب ہم کسی شے یا کسی [illegible] اور کسی سواد علم یا سواد فن کے اُن تاثرات اُن تصرفات اور اُن جذبات کی نسبت انکشافی کوشش شروع کرتے ہین جو کسی نہ کسی رنگ مین ہمارے زیر بحث آجانے یا لائے جاتے ہین اور پھر سوچتے ہین کہ جو صورتین اور جو کیفیات زیر بحث ہین اُن مین کیا کچھ خصوصیت اور فضیلت ہے اور باعتبار ذاتی قوتون کے وہ کیسے واقع ہوئی ہے اور اب ہم یہ سوچین کہ جن کیفیات اور جن حقائق کو ہم اپنی اصطلاح مین فلسفہ کے نام سے تعبیر کرتے ہین اُنکی ذاتی افادت اور ذاتی عظمت و فضیلت بلحاظ تصرفات اور

جذبات کے کیسی ہے یہ ہم مان لیتے ہین کہ ایسی کیفیات کا تعلق جیسے عام کائنات یا عام موجودات سے ہے ویسے ہی خود انسان سے بھی ہے۔ ان ہی کیفیات اور جذبات کی بدولت انسان دیگر موجودات سے تعلقات پیدا کرتا ہے اور ان ہی کے زور پر خود اپنی ذات کا بھی تماشائی ہوتا ہے۔

باین حالات فلسفہ کے دو فائدے ہوے۔

(الف) ایک یہ کہ وہ انسان یا انسانیت کا معائنہ باہر کی دنیا یا موجودات سے کراتا ہے۔

(ب) دوسرے یہ کہ خود اُسکے جسم مین جو بجاے خود ایک باطنی دنیا بھری پڑی ہے اور جسکی حدین بیرونی دنیا سے بھی کہین لمبی چوڑی ہین اور جن کی اصل غایت اور حد دریافت کرنے کے واسطے صدہا فلسفی دشوار گزار منزلین طے کر چکے ہین معرض تماشا مین آتی اور اپنا سندر جوبن دکھاتی ہے۔

گو ہم ظاہری آنکھون سے باہر کی کائنات کا تماشا کرتے ہین مگر جن آنکھون سے فلسفہ تماشا کرتا ہے وہ کچھ اور ہی ہے کیفیات ہوا پانی اور بجلی ظاہری آنکھون مین جو کچھ قدر و معقولت رکھتی ہین وہ سواے اسکے اور کیا ہے کہ اُنکی بدولت زندگی کے دن مر بھر کر پورے کر لیے لیکن جب فلسفی آنکھون سے اُنکا تماشا اور مطالعہ کیا جاتا ہے تو وہ کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے ظاہری آنکھین وہی دیکھتی اور تماشا کرتی ہین جو ظاہر ہوتا ہے باطنی آنکھین وہ دیکھتی اور تماشا کرتی ہین جو قدرت نے اشیا اور کائنات کے اندرونی حصہ مین ودیعت کر رکھا ہے ہمارے اندرونی حصہ جسم مین جو کچھ بھرا ہوا ہے وہان تک ظاہری حواس پہنچ ہی نہین سکتے یہ فلسفہ ہی کا طفیل ہے کہ انسان ظاہری حواسون کی منزل سے نکل کر باطنی حواسون کی نعمت اور فیوض سے مستفیض ہوتا ہے فلسفی مطالعہ سے قواے ذہنیہ کی اصلیت اور حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے اور اُس خزینہ پر نظر پڑتی ہین جو قدرت نے موجودات کے باطنی حصہ مین بہ مختلف الوان ودیعت کیا ہے۔ اسی خزینۂ قدرتی مین سے رنگا رنگ لعل و جواہر اور موتی چن چن کر دنیا کے آسایشی تاج مین لگاے جاتے ہین۔

فلسفہ کے ذریعہ سے ذہن اپنا مطالعہ رفتہ رفتہ آپ ہی کرنے کا مشتاق ہوتا جاتا ہے اور اندرونی کمالات اور اندرونی جذبات کی عمدگیان اور خوبیان جلوہ نما ہو کر وجدانی حقائق کھُلتے اور اُنپر روشنی پڑتی ہے فلسفہ اس طریق عمل سے کیا سمجھاتا اور کیا سکھاتا ہے یہ کہ ہمارے جسم ہی مین جو مواد فلسفہ کا قدرت نے بھر رکھا ہے اُسکا بصیرت اور غور کے ساتھ مطالعہ کرو اور دیکھو کہ بیرونی فلسفہ اور اُسمین کیا اور کیسی نسبت ہے اس مطالعہ سے تمھین معلوم ہو جاے گا کہ ہر انسان فلسفی ہے اور ہر بشر کی طبیعت مین فلسفہ کا مواد رکھا گیا ہے

پتھر کے اندر ہی آگ ہوتی ہے لیکن جب تک اُسکا امتحان نہ کیا جاے تب تک اُسکا علم نہین ہوتا انسان کے اندر ہی حکمت اور فلسفہ رکھا گیا ہے اُس کا امتحان کرو اور اُس سے کام لو تاکہ تم اس سمجھنے کے قابل ہو کہ فلسفہ کوئی انوکھی شئے اور انوکھی قوت نہین ہے تمھاری طبیعت ہی مین اس کا بھی ذخیرہ رکھا گیا ہے جب ہم اس منزل تک پہنچ جائینگے تو ہم فلسفہ کے فائدہ مطلق سے ایک حدتک آگاہ ہو جائینگے ۔ فتدبر ۔

فلسفہ کا فائدہ اضافی یہ ہے کہ فلسفہ علوم اور فنون کی تنقید اور وضاحت کے واسطے ایک قوی ذریعہ ثابت ہوتا ہے چونکہ فلسفہ کا تعلق ایک طرف سے کائنات اور موجودات کے ساتھ اور دوسری جانب سے اذہان بشری کے ساتھ ہے اس واسطے وہ انکشاف حقائق کائنات اور اظہار نعماے موجودات کے لیے ایک کافی ذریعہ ہو سکتا ہے فلسفہ مختلف اشیا اور حقائق اشیا کی باہمی نسبتون کا ایک خوبی کے ساتھ موازنہ کرتا ہے اور عمدگی سے اُنمین سے کیفیت وحدت کا کھوج لگاتا ہے ۔ فائدہ مطلق باطنی سے وہ فائدہ مراد ہے جو محض باطنیات اور وجدانیات سے براہ راست وابستہ ہو اور جو وجدانیات کی حدود تک لے جاتا اور انسان کو اُن مراحل پر پہنچاتا اور اُن مراتب سے آشنا کرتا ہے جو انسان کے ضمیر اور ضمیری شواہد سے متعلق ہین صوفیاے عظام کا فلسفہ اسی سے زیادہ مربوط اور وابستہ ہے ۔ اور مذاہب کا فلسفہ ان ہی منازل سے شروع ہوتا ہے ۔

فائدہ خارجی سے وہ فائدہ مراد ہے جس مین محض ان امور سے بحث ہوتی ہے جو بیرونی دنیا سے وابستہ ہین اور جن کا اثر اُن تصرفات سے مخصوص ہے جو مادی جہت سے انسان کے اقتصادیات اور سیاسیات وغیرہ سے منضم ہین ان شعبون مین جسقدر رجحان ہین اور کتر بیونت ہو رہی ہے یا ہو چکی ہے وہ سب اسی شق فلسفہ یا اسی مد فائدہ سے مربوط ہے جو لوگ ان امور مین شب و روز منہمک رہتے ہین وہ فلسفی اور فلسفہ سے تعلق رکھنے والے ہین فائدہ غایتی سے وہ فائدہ مراد ہے جو فائدہ باطنی اور فائدہ خارجی بضم فائدہ مطلق کی صورت مین باعتبار نفس غایت اور نفس محصولات اور فتوحات متصور ہے ہر ایک صورت مین فائدہ کی کوئی نہ کوئی غایت ہوتی ہے یا ہونی چاہیے پس جو کچھ کہ ایسی غایت ہوگی اُسی کا نام دوسرے الفاظ مین فائدہ غایتی سے تعبیر پاتا ہے ۔

ان سب غایات اور فوائد کے اعتبار سے فلسفہ ایک عام فیضان یا عام ملکہ اور عام قابلیت ہے جو ہر ایک انسان کی طبیعت مین مختلف حدود اور مختلف مقادیر مین قدرت کی جانب سے ودیعت کی گئی ہے اور کسی نہ کسی حدتک ہر ایک متنفس اُس سے کام لے رہا ہے عام اس سے کہ اُسے اس اپنی قوت اور عمل سے آگاہی ہو یا نہ ہو ہر شخص منطقی ہے اور منطق بھی فلسفہ کی ایک شاخ ہے ۔

عوام سے گزر کر جب بعض اشخاص اس قوت سے بالخصوص کام لیتے ہین تو اُس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلسفی اور فلاسفر ہین یا فلسفہ کے بانی اور داغ بیل ڈالنے والے ہین یہ بالکل درست ہے کہ اُنکی محنتین اور اُنکے سوچنے والے دل و دماغ ہر طرح سے قابلِ داد اور قابل تعریف ہین لیکن یہ نہین کہا جا سکتا کہ فلسفہ کوئی نیا کارنامہ ہے ان کا یا ایسے لوگون کا صرف یہ کمال ہے کہ اُنھون نے اپنے کمال فطنت اور صفائی ذہن سے ایک عام صورت کو خاص کر کے دکھا دیا اور اسکے قواعد اور قوانین کی بنیاد رکھکر اُسے ایک خصوصیت بخش دی اور اس خوبصورتی سے کہ وہ اس وجہ سے اُن لوگون کے واسطے بھی ایک انوکھی شے یا انوکھا علم معلوم ہونے لگا جو پیشتر از ین بھی اُس سے کسی نہ کسی حد تک کام لیتے تھے اور اُن کی طبائع مین ایسا سواد پایا جاتا تھا فلاسفر اس کوچہ مین صرف ایک صناع کا رتبہ رکھتے ہین جو اپنی صفتون کا سب مصالحہ اسی کائنات مین سے لیتا ہے اور عجیب و غریب اشیا ربنا بنا کر لوگون کو حیرت مین ڈالتا ہے یہ کام تھوڑا نہین ہے یہ اُن لوگون کی کمال ذہانت اور کمال فطنت پر دال ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اس خصوصیت سے مشاہیر فلاسفر نے کیا کر کے دکھایا یہ کہ جو باتین عام امور عام استدلالات سے تھے اُنھین ایک خوبصورت ضابطہ کے ماتحت لا کر اُنکی ترتیب کی بوجہ احسن ایسے طور پر بنیاد ڈال دی کہ وہ ایک مستقل علم بن گیا اور اسکی امداد سے ہزارون مسائل پر روشنی پڑی سب سے زیادہ یہ کہ جو ایسی قابلیت خدا نے انسان کے جسم مین ودیعت کر رکھی ہے وہ مختلف طور پر کام مین آنے لگی اور وہ اسرار جو مخفی تھے اور وہ قوتین جو اس جذبہ کے ماتحت رہ کر بخوش اسلوبی نشو و نما پا سکتی تھین نشو و نما پانے لگین اور بہت سی حسین خوبصورتی اور وسعت کے ساتھ اُن کی تماشائی ہوئین۔

دلِ پرداغ کی تہی سے بہار دیکھیے خانہ باغ کس کا ہے

سلطان احمد

فکر انجام نہ آغاز کا کچھ ہوش رہا چار دن تک تو جوانی کا عجب جوش رہا

اُٹھتے اُٹھتے تھی وہی بزم کی مستانہ روش چلتے چلتے بھی خم سے کو وہی جوش رہا

سایۂ دامنِ قاتل مین جو نیند آئی مجھے پھر تو کروٹ بھی بدلنے کا نہ کچھ ہوش رہا

پھر گئین آنکھین مری کوچۂ جانان کی طرف شکر ہے مرتے دم اتنا تو مجھے ہوش رہا

خود مسلمانون کی گردن پہ ہے خونِ اسلام

خواب غفلت سے خبردار ہو کچھ سعی کرو
غیبی امداد کے خواہان رہو بہرِ التمام

اپنی ہستی پہ نظر ڈالو ذرا غور کرو
اپنے مرکز کی طرف آؤ کہ ہو نیک انجام

اپنی ملت کے فرائض کو کرو دل سے ادا
نہ رکھو غیر کی تقلید سے ہرگز کوئی کام

دوڑ و میدان ترقی مین مگر یون دوڑو
صورت سبزہ نہ پامال ہو مذہب تہِ گام

رہتے ہو دفترِ منسوخ مین جو یا جن سے
وہ تمھاری ہی کتابون مین ہین موجود احکام

زعم مین اپنے سمجھتے ہو جسے تم مذہب
یہ ہے کچھ اور ہی شے اسکا ہے کچھ اور ہی نام

جادۂ منزلِ مقصود سے کوسون ہوے دور
دیکھو یہ نقش قدم ہین کہ ہین نقشِ الزام

کون مسجد مین سُنے شورِ اذان کا جا کر
تم کو دنیا طلبی سے خبرِ صبح نہ شام

ناتوان بنگئے کاہیدہ ہوے شکل ہلال
عذرِ بیجا سے بھلایا ادبِ ماہِ صیام

چند محتاجون پہ چھوڑا ہے خدا کے گھر کو
بیٹھے ہین اپنی جگہ چین سے باصد آرام

بھائیو کیا یہی ہے حدِ کمالِ تعلیم
دل مین باقی نہ رہے خوف خدائے علام

قوم پر اپنی فدا ہو مگر اس طرز سے ہو
جو کہ جاری کیے محبوبِ خدا نے احکام

تم سے روحانیت اس درجہ ہوی کوسون دور
کہ ہچکتی ہے زبان لینے مین اللہ کا نام

سنگ بنیاد رکھو مدرسۂ علم کا جب
دل سے گرتی ہوی مسجد کا نہ جائے اکرام

ہائے معذور ہوے عذرِ انانیت سے
ہفت اقلیم شریعت کے ہین جو جو حکام

دست بوسی کا تو کیا ذکر وہ دور آپہنچا
ہاتھ اُٹھتا ہی نہین دور سے بھی بہر سلام

ہو گئے آج بہتر سے زیادہ فرقے
ایک توحید پرستی مین ہزارون ہین کلام

جب طبائع کا ہو یہ ذوق تو پھر میل کہان
یک دلی کیسی یہی ہے جو ہجومِ اوہام

نقص معبد کے ہمین دیتے ہین فتوے چھپ کر
ہمین مسلم ہمین پابندِ رضائے اصنام

مختصر اس دور مین کبتک کوئی خاموش رہے
تا کجا ضبط فغان اور ہجومِ آلام

فاش می گویم و از گفتۂ خود دلشادم
خود مسلمانون کی گردن پہ ہے خونِ اسلام

زبان کا تعلق شعرا سے

اُردو زبان کی نمایان ترقی یہی ہے کہ وہ پھیل کر ملک کے گوشہ گوشہ پر اپنا قبضہ کرلے ہندوستان کی قومی دفتری تجارتی درباری بازاری یہی اُردو زبان بلکہ تمام جزئیات وکلیات کا مدار اسی زبان پر ہے اسکی ترقی مین کوشش کرنا بہت بڑی قومی اور ملکی خدمت کا انجام دینا ہے کس قدر خوشی کی بات ہے کہ اس زمانہ مین اُردو نکھر کر نہایت صاف ستھری اور پاکیزہ زبان ہوگئی ہے جیسے کسی حسینہ جمیلہ کو نہلا دھلا کے عمدہ لباس زیب سے آراستہ کر دیا جائے اور کس قدر مسرت کی بات ہے کہ اسکی ہر دلعزیزی اور عام قبولیت کی شعاعون نے دور دور کے اجنبی اور بیگانہ مقامات تک بھی اپنی روشنی کا اثر پہنچا دیا ہے یہانتک کہ ہماری جنگلی قومون مین بھی ہزارون لاکھ ایسے ملین گے جو اُردو سمجھتے اور بولتے ہین ۔

ہمارے شہر حیدرآباد مین ایسی پاکیزہ اُردو جیسی اب ہے پہلے کہان تھی؟ یہان کے لوگون نے بہت کچھ اس مین دستگاہ پیدا کی ہے اور ترقی کی کوشش کر رہے ہین تصنیف وتالیف اخبار نویسی شعر و شاعری مضمون نگاری سبھی کچھ زبان ہے جو اُردو زبان پر شامل وقابض ہونے کے لیے عمدہ ذرائع ہین۔ [illegible] پیدا ہونا ہے [illegible] اُردو اپنی صفائی اور خوشنمائی مین جس پایہ پر پہنچ چکی ہے اسکی حد [illegible] ترقی ہو تو اسکی انتہا [illegible] نہین ہوسکتا [illegible] ہین کہ خواہ مخواہ زبان کی توسیع کی جگہ بیگانہ اور بھدے الفاظ اس مین شامل کیے جائین ثقیل کلمات کی آمیزش سے اندیشہ ہے کہ اسکے خوشنما اور حسین چہرہ پر ایسا بدنما دھبا نہ پڑجائے کہ پھر وہ کسی کے مٹائے نہ مٹے یہ سچ ہے کہ انگریزی الفاظ شامل کیے بغیر چارہ نہین مگر اسکے لیے خود اپنی پیاری اُردو سے اجازت لینی چاہیے۔ وہ اپنے دامن مین طرح طرح کے پھول رکھتی ہے اور پھر بھی گود پھیلائے ہوئے ہے آپ ایک نیا پھول اُسکے سامنے پیش کیجیے۔ اگر اس نے اسی رنگ وبو کا پھول اپنے دامن سے اُٹھا کر دکھا دیا تو پھر یہ پھول اسکے دامن مین رکھنا بیکار ہوگا۔ ہان اگر آپ کے پھول کے مقابل وہ اپنے پاس سے کوئی پھول نہ پیش کرسکے تو چار و ناچار اسکو لینا ہی پڑے گا اور اسمین اسکے لیے کوئی بدنمائی نہین ہے خلاصہ یہ کہ جس انگریزی لفظ کا مرادف اُردو مین موجود ہے اسکو زبردستی اپنی زبان مین لینا زبان کو خراب کرنا ہے۔

جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اُردو زبان کو پاکیزہ بنانے اور شہرت دینے اور ہر طرف اسکا ڈنکا بجانے مین

زیادہ حصہ کس طبقہ نے لیا ہے تو شعرا یکا ر اُٹھتے ہین کہ اسکو آراستہ و پیراستہ کرنا اور اُسکی چال ڈھال پر نظر رکھنا
اسکو مخالف ہاتھون سے محفوظ رکھنا ہمارا کام ہے - ایک حد تک اُنکا دعوی بیجا بھی نہین ہے اگرچہ اسمین بھی
کوئی شک نہین کہ فی زمانا نثر نگارون کی کوشش سے اُردو نے جسقدر ہاتھ پانؤن نکالے ہین - اور تمام عالم
مین اپنی دلفریبی کا دام بچھانے مین جیسی کامیابی حاصل کی ہے وہ قابل قدر ہے اخبار - ناول اور آئے دن کے
مختلف تالیفات و تصنیفات اور مختلف تراجم یہ سب اسکے دل سوز معاون ہین اور اُسپر بعض بعض ہوا رسائل گئے نے
مین سہاگے کا کام کر رہے ہین - با این ہمہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ گو اس وقت ایسے ایسے قابل اردو لکھنے والے
اور اُردو زبان مین قومی و ملکی کام کرنے والے موجود ہین - کہ اگر وہ اپنے دل مین سرزمین اُردو پر فرمانروائی کا خیال
کرین تو خیال کر سکتے ہین مگر اس زمین کی آب و ہوا کیسی - یا کلیہ مان لیجیے کہ فرمان روائی کا سہرا شعرا ہی کے
سر باندھا جاتا ہے حکومت اُنھین کی مانی جاتی ہے - عزل و نصب - ترقی - تنزل - اجرا - التوا - غرض تمام فیصلے
اُنھین کی زبان و قلم سے ہوتے ہین - اور اس کا سبب یہی ہے کہ زبان شعرا کے دامنِ عاطفت مین پرورش
پاتی ہے اُنھین کے سایے مین اسکی تربیت ہوتی ہے - غور و پرداخت نگہداشت اور ہر ایک قسم کے رکھ رکھاؤ
کا ذمہ دار شاعر ہی ہوتا ہے - بہت سے محقق نثر نگارون کو تحقیق زبان کا اتنا خیال نہین ہوتا جتنا کہ شاعر کو
ہر ہر لفظ اور لفظ کے ہر ہر پہلو پر شاعر کی نظر ہوتی ہے اُسکو ہزارون موقع ایسے پیش آتے ہین - کہ وہ الفاظ اور
اُنکے معانی اور محل استعمال کی تحقیق کرتا ہے ایک لفظ قافیہ مین باندھنا چاہتا ہے اگر کچھ شبہ واقع ہوا تو اُسکو
[illegible] پرکھتا ہے [illegible] مجبوری ہے کہ اور کوئی لفظ اُس جگہ آ نہین سکتا - بخلاف نثر نگارون کے کہ
اُنکو جہان کوئی شبہ ہوا فوراً لفظ بدل دیا - فقرے بدل دیے - مقدم کو مؤخر کر دیا - کسی طرح کا رُکاؤ نہین کوئی
تامل کی وجہ نہین - شاعر قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہے اور حق یہ ہے کہ نشیب و فراز کی حقیقت سے جیسی چاہیے
شاعر کو واقفیت ہوتی ہے ناثر کو نہین ہوتی - شاعر کے قیود شاعر کو تحقیق زبان پر مجبور کرتے ہین اور وہ محقق
ہو جاتا ہے - زبان کا استفتا اسکے سامنے پیش ہوتا ہے اور وہ مجتہد کہلاتا ہے گرفت ہوتی ہے تو شاعر کے
کلام کی نظرون مین تولا جاتا ہے تو شاعر کا کلام - زبان زد ہوتا ہے تو شاعر کا کلام سند مین لایا جاتا ہے تو
شاعر کا کلام یہ کبھی نہین ہوا کہ زبان کا استفتا غیر شاعر کے سامنے پیش کیا گیا ہو یہ کبھی نہین ہوا کہ مثل شعر کے
الفاظ اور فقرات معرض بحث مین لائے گئے ہون -
ارباب لغت [illegible] کی توثیق اساتذہ کے اشعار سے کرتے ہیں - حالانکہ وہی الفاظ اور محاورے

اہل زبان کی نثرین بھی بکثرت موجود ہوتے ہین۔ بہار عجم کے مولف کو کون روکنے والا تھا۔ اگر وہ ولائیتون کی نثر نظیر مین پیش کرتا۔ مگر اُس نے ایسا نہین کیا بلکہ یہ کیا کہ امیر خسرو۔ مرزا بیدل۔ خان آرزو۔ اور غنی کے اشعار کو فارسی محاورات کے لیے سرمایۂ استناد بنایا جو ہند کی خاک سے پیدا ہوے تھے۔ اور ہندہی مین ہمیشہ رہے۔ اُردو کی اگر کسی مستند کتاب مین مرزا غالب کی اُردوے معلے کا کوئی فقرہ تمثیلاً لکھا ہو تو وہ سند سمجھا جاے گا اور اگر کسی اور کتاب کا جملہ لکھا ہو جس کا مصنف غیر شاعر ہے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ محل استعمال بتانے کے لیے لکھا ہے نہ اس واسطے کہ وہ جملہ سند مانا جاے۔ غیر شاعر اگر چاہے کہ اُردو کا لغت لکھے تو لکھ نہین سکتا۔ اور اگر لکھے گا تو علاوہ اور ناکامیون کے شعرا کا کلام جس کا وہ استقرا کرے گا۔ اسکو مغالطے مین ڈال دے گا۔ اور جب اُسکو مغالطہ ہوا تو اُسکی کتاب تمام ملک کو مغالطے مین ڈال دے گی شعرا کے مرتبے کو پہچاننا اور اُن کے کلام کی تنقید کرنا اُسی کا کام ہے جو خود اُسی مرتبے کا ہو ایک لغت کی کتاب ہماری نظر کے سامنے ہے اس مین ایک جگہ نباہنا قائم کیا ہے اور دوسری جگہ نبھانا۔ لغت مین دونون کو مساوی رکھا ہے نبھانا قائم کرنے کی سند مین یہ شعر لکھا ہے ؎

نبھ سکے تم سے اگر حضرتِ دل اور نبھاؤ　　انکو تو پاس محبت نہین اصلا لیکن

ضرورت اسکی بھی ہے کہ لغت نگار جس شعر کو اپنے دعوے کی دلیل مین سنداً پیش کرے پہلے اس شعر کی مضبوطی اور شاعر کی قوت کا اندازہ کرے ہم دیکھتے ہین کہ جناب داغ دہلوی اپنے کلام مین نباہنا باندھتے ہین ؎

دوستی اُس بت بدخو سے نباہین کیونکر　　نہ دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا

اور تمام اساتذہ کا کلام نباہ اور نباہنا سے بھرا پڑا ہے۔ نبھانا کا کہین پتا نہین چلتا۔ اگر یہ مان بھی لیا جاے کہ نبھانا بھی زبان ہے تو یہ کیونکر مانا جاے گا کہ نبھانا اور نباہنا دونون برابر ہین زبان کے ایسے تنقیدی مسائل پر نظر ڈالنے کے لیے مصنف کا بھی مستقل الکلام ہونا ضرور ہے جس کی استعداد علمی اور قابلیت اور تحقیق زبان اور فن سخن کا لوہا زمانے نے مان لیا ہو۔

بڑے بڑے لکھنے والون کو دیکھا گیا کہ وہ لکھتے ہیں "کیفیات سُنی گئین" "اشیا خریدی گئین" "مجالس آراستہ ہو رہی ہین" حالانکہ قاعدہ ہے کہ جب عربی کا لفظ جمع کر لیا جاتا ہے تو وہ ہر حال مین جمع مذکر مستعمل ہوتا ہے "کیفیات سُنے گئے" "اشیا خریدے گئے" "مجالس آراستہ ہو رہے ہین" زبان مین دو ہی ایک لفظ ایسے نکلین گے جو اس سے مستثنے سمجھے جائین گے ورنہ تمام الفاظ کا استعمال یون ہی ہے

اسی طرح بعض حضرات کہ وہ چاہیے کے لفظ کو جمع کی حالت میں چاہئیں لکھتے ہیں مثلاً ہم کو دو کتابیں چاہئیں یا [illegible] دینی چاہئیں - یہ ٹکسال باہر ہے ہرگز درست نہیں "چاہیے" ہمیشہ اپنی حالت پر رہتا ہے اس میں تغیر نہیں ہوسکتا ایسے اپنے زبان کے محاورات پر شاعری کرنا ہوتی ہے نہ غور [illegible]

ہر کسے را بہر کارے ساختند — میل او اندر دلش انداختند

شاد

بہار کا آخری پھول

تو ہی بس اک رہ گیا ہے اے گل فصل بہار — آہ اب رخصت ہوئے ہمجولی تیرے [illegible]

آہ اس گلشن میں تیرا ہم نوا کوئی نہیں — ہمدم و ہمدرد و مونس [illegible] پاس کوئی نہیں

تیرے ساتھی اور ہمدم تو ہوئے گل سب کے سب
گرم جھونکوں سے ہوا کے آہ سب مرجھا گئے

ہاں بتا اے پھول تیری شرم کیوں پردہ ہے — ہمدموں کے درد فرقت سے مگر [illegible] ہے

کنج تنہائی کے شیدا ہو نہ تو اتنا ہوس — [illegible] بہت شگفتہ پھر بھی ہے [illegible]

رحم آتا ہے مجھے حالت پہ تیری بار بار — تجھ کو میں رہنے نہ دوں گا یوں شگفتہ زینہار

صحن گلشن میں پڑے ہیں تیرے ہمدم بے خبر — خواب راحت میں ہیں سب جو ہیں خزاں سے بے خطر

تو بھی جا مل ساتھیوں میں اپنے بہتر ہے یہی — ان [illegible] محبت [illegible] ہے یہی

منتشر اب کیے دیتا ہوں تیری پتیاں — تیری ہستی کا مٹا دیتا ہوں یوں نام و نشاں

زیر قانون خدا سب ہیں یہ پکی بات ہے
"چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے"!

اے خدائے پاک! میرا بھی یہی انجام ہو — میری صبح زندگی کی کاش! یوں ہی شام ہو

چل بسیں گے دار فانی سے جب اپنے آشنا — زندگی کا لطف تنہائی میں کیا خاک آئیگا

جبکہ الفت اور محبت ہوں گی سرگرم سفر — زندگی دنیا میں ہوگی کس طرح یارب بسر!

جب یہ حالت ہو تو دنیا سے اٹھا لینا مجھے — تاکہ حسرت سے کہیں مجھکو نہ یہ کہنا پڑے

"دوڑ کے پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو
ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح شام تو"

(ماخوذ از انگریزی)

فضل الہی قریشی

لڑکیون کی انشا پر ایک نظر

کچھ دنوں سے یہ مین سُن رہی تھی کہ دہلی کے مولوی عبدالراشد الخیری صاحب نے لڑکیون کی تعلیم کے لیے ایک انشا نہایت اچھی لکھی ہے کئی بار جی مین آیا کہ اسے منگا کر دیکھون۔ مگر بعض وجوہ سے یہ خیال امروز و فردا پر ٹلتا رہا۔ آخر حضرت مصنف نے از راہ عنایت کتاب خود ہی میرے نام بھیجدی۔

مدت سے میری دلی تمنا تھی کہ کوئی صاحب لڑکیون کے لیے ایسی "انشا" تیار کرین جو بول چال تہذیب اور امور خانہ داری وغیرہ وغیرہ کے واسطے مفید ہو۔ راشد الخیری صاحب کا نام سنتے ہی ذہنی زبان اور ان کے قلم پر بھروسہ کرکے مین نے یقین کرلیا تھا کہ انشا ضرور اچھی ہوگی۔ اور اسی خیال کے ساتھ ہمہ تن شوق بن کے کتاب کھولی اور نہایت توجہ سے دیکھنے مین مصروف ہوی۔ پہلے خط کے بعد ہی دوسرے خط کی چھٹی سطر پر میری نگاہ متحیر ہوکر رُک گئی۔ عنوان خط یہ ہے "چھوٹی بہن کا جواب بڑی بہن کو" اور جس عبارت نے مجھے متعجب کیا وہ یہ ہے۔ "اللہ بی آپا خط بھی لکھا تو ایسا کہ جس مین تم ہی کھری باتین کر رہی ہو۔ پھر بھی تم بھی امرت بھی زہر بھی۔ آپا جان کیا کہہ رہی ہو" (بڑی عنایت کی کہ جھک مار رہی ہو نہین لکھا) اب مین نہ نصیرہ نہین جو تمھاری سڑی لسانڈی باتین سنون اور جھوٹ سچ اپنے اوپر لیوا لون" مین نہین سمجھ سکتی کہ ایسے الفاظ کوئی شریف اور مہذب گھرانے کی لڑکی اپنی بڑی بہن کو کس قلم سے لکھ سکتی یا کس زبان سے کہہ سکتی ہے اگر پڑھانے لکھانے سے ایسی ہی شوخی۔ بیباکی۔ اور زبان درازی کی تعلیم ہو۔ تو کون ماں باپ ایسے ہون گے جو دیدہ و دانستہ اپنی لڑکیون کے اخلاق کو خاک مین ملانا پسند کرین گے۔

آگے چل کے خط کی عبارت اس قسم کے غیر مہذب الفاظ سے بالکل تو نہین مگر بیشتر خالی ہے۔ البتہ بعض محاورے ایسے ضرور پائے جاتے ہین جنھین دیکھو تو آنکھون مین کھٹکین۔ اور سنو تو کانون پہ گران ہون مثلاً اسی خط مین ایک جگہ لکھا ہے۔ "وہ دن بیچ بیچ مین بے فکری کے تھے" "مین" کا لفظ اس عبارت مین زائد ہے۔ اگر دلی کی عورتین یون ہی بولتی ہون۔ تو وہ خوشی سے بولین۔ ہم تو لڑکیون کی بول چال سلجھی ہوی چاہین گے۔ شاید دلی مین پنجاب کے محاورے بہت مل گئے ہین۔ حضرت مصنف کو یہ چاہیے تھا کہ وہ اس قسم کی ترکیبون سے انشا کے قلم کو بچا جاتین پھر خط کی لکھنے والی اپنی نسبت اپنے ہی قلم سے یون لکھتی ہے۔

"اب تو یقین کرنا امان باوا کا مُنھ دیکھتے ہی گزرتی ہے" کوئی دوسرا شخص تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اُس لڑکی یا لڑکے کو امان بلوا کا مُنھ دیکھتے ہی گزرتی ہے۔ مگر ایک لڑکی اپنی ہی زبان سے اپنے ہی مان باپ کی نسبت اگر ایسے خلاف تہذیب الفاظ کہے جو اگرچہ طنز کے لیے وضع نہ کیے گئے ہون مگر اُن سے طنز کا پہلو نکلے تو وہ الفاظ کرخت معلوم ہونگے اور وہ لڑکی بے ادب سمجھی جاے گی۔ یہی عبارت اگر یون ہوتی تو سنجیدہ رہتی "یقین مانیے گا (یا کیجیے گا۔ یا فرمائیے گا) اب تو مین امان جان اور ابا جان کا منھ دیکھا کرتی ہون" ایک موقع پر یہ عبارت ہے۔ "جنگل مین ایک اونچا سا ٹیلا ہوتا تھا اُس پر بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتے" یہ "ٹیلا ہوتا تھا" کچھ ایسا بلند مضمون ہے جسکی چوٹی تک میری سمجھ نہ پہنچ سکی۔ ٹیلے کے لیے "ہوتا تھا" کے ساتھ "ایک" کی تخصیص اور بھی مضمون کی بلندی کا ایک درجہ بڑھا رہی ہے۔ اس عبارت کی صحت کئی ترکیبون سے ہوسکتی تھی۔ مثلاً "جنگل مین جو اونچا سا ٹیلا ملتا اُس پر بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتے" یا "جہان اونچا سا ٹیلا ملتا وہان بیٹھکر" یا "جنگل مین کسی اونچے سے ٹیلے پر بیٹھکر" یا "جنگل مین ایک اونچا سا ٹیلا تھا اُس پر بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتے تھے"۔ غرض "تھا" کے ساتھ محاورے مین "تھی" کی ضرورت ہے یہین تو نہین۔ اور اگر مولوی صاحب یہ کہہ کے اپنے غلط محاورے کی پیچ کرینگے کہ دلی کی عورتین یون ہی بولتی ہین تو مین پوچھون گی کہ عوام یا خواص؟ اگر وہ فرمائیں گے خواص تو مین نہایت ادب سے ایسی زبان کو سلام کرون گی اور مسکرا کے یہ تو ضرور کہدون گی کہ پنجاب نے دلّی کی بول چال کے ساتھ اچھا سلوک کیا!

اسی خط کے آخری حصے کی یہ عبارت ہے: "ہم یہ نہین کہتے کہ بندہ ہماری اتنی تعریف کرے جو ہمارے لائق ہے" "یہ تو اُسکے بس ہی کی نہین۔ مگر اتنا سمجھے کہ مین تعریف کے قابل نہین۔ اس ہی پر ہماری تعریف سے ادا ہو گیا" یہ جملہ اگر اس انشا مین نہوتا تو کوئی لاکھ کہتا مگر مین کبھی نہ مانتی کہ مولوی راشد الخیری کا لکھا ہوا ہے۔ بندش سُست ترکیب بگڑی ہوی اور مفہوم الجھا ہوا۔ ایسی تحریر اہل زبان کے دماغ اور قلم سے حیرت کے قابل ہے۔ "مگر اتنا سمجھے کہ مین تعریف کے قابل نہین" کون تعریف کے قابل نہین؟ اس سوال کا جواب مولوی صاحب ہی دے سکین گے۔ کہنا تو بندے کی زبان سے یہ تھا کہ "مین تعریف کرنے کے قابل نہین" لیکن فقرہ قلم سے ایسا نکلا جو بندے کی تعریف کا پہلو لیے ہوے ہے۔

شاید دہلی مین پُرانی زبان "اس ہی" اور "اُس ہی" بولی جاتی ہو۔ مگر وہان کے نئے اشعار مین اکثر "اسی" اور "اُسی" کا استعمال پایا گیا ہے۔ اس سبب سے ایسا خیال ہوتا ہے کہ مولوی صاحب ہی کی قدامت پسندی ہو تو عجب نہین۔ تیسرا خط چھوٹی بہن کا منجھلی بہن کے نام ہے۔ جو تھوڑا سا ذیل مین لکھا جاتا ہے۔

"کیون بی منجھلی آپا جان - ایک آنکھ مین لہر بھر ایک آنکھ مین خدا کا قہر - اُس چھوٹی کھوٹی کی تو اتنی جاؤ کہ جھمکون کی جوڑی چوڑیون کے بند۔ لحاف کا ابرا گوٹ کا قند سب ہی کچھ اور میرے نام کی یہ موئی دو لنگھیان - اچھی بی ایسی بھیجنے کی کیا ساعت ماری جاتی تھی کہ دو کاٹ کے ٹکڑے بھیج چھوڑا اُتار دیا" پھر آگے چل کے یہ عبارت ہے "نگوڑے سڑے ہوے شریفے بھیجتے تمھین شرم بھی نہ آئی - خدا کی قسم میری ماما نے بھی نہ کھائے بلّی بھی سونگھکر پرے ہٹ گئی" خدا کی پناہ! لڑکی آگ کی بنی ہوی تھی - مزاج آفت کا پرکالہ تھا - کوئی درجہ بڑی بہن کا اُٹھا نہ رکھا - بس مارنے کی کسر رہگئی - بہن دور تھی ورنہ وہ یون بھی نہ چوکتی - اس قسم کے خطون سے نصیحت تو مراد ہو نہین سکتی اور اخلاق تو درست ہو نہین سکتے - ہان طعن و تشنیع پر زبان اور قلم خوب رواں ہو سکتے ہین - اور بداخلاقی کی تعلیم اچھی طرح ہو سکتی ہے - اتنے ناشایستہ الفاظ تو بہت سی شریف لڑکیون نے سُنے بھی نہو نگے جتنے اس کتاب مین جمع کیے گئے ہین - کوئی اس انشا کے ذریعے سے لڑکیون کو بدزبانی کی تعلیم کیون دینے لگا - مولوی صاحب عورتون کے محاورے تو انشا مین بھرنے لگے مگر پھر وہ مرد ہین - عورتون کی بول چال کا موقع محل نہ سمجھے شریفون کو لکھتے ہین کہ "بلّی بھی سونگھکر پرے ہٹ گئی" خدا جانے وہ کس رئیس کی بلیان ہین جو شریفے کھاتی ہین ہمنے تو جتنی بلیان دیکھین اُن مین سے ایک بھی کسی پھل کی شوقین نہ نکلی -

چوتھا خط اسکے جواب مین ہے - لکھنے والی آخر بڑی بہن تھی - اُس نے بھی زہر ہی اُگلا - ایسے خط کا جواب بھی دیا جاتا تو مختصر - بہتر تو یہ تھا کہ متانت کے ساتھ چھوٹی کو تہذیب سکھائی گئی ہوتی - مگر اُس نے قلم کے بدلے برچھی ہاتھ مین لے کر خوب ہی کوچنے دیے - ہر خط پر علٰحدہ علٰحدہ لکھنے کے لیے ایک دفتر چاہیے - اسلیے مین خاص خطوط کی حالت دکھانا مناسب خیال کرتی ہون اگرچہ کم کم خرابی تو بہت سے خطون مین ہے -

بیسوان خط مان کا بیٹی کے نام ہے جس کا کچھ کچھ حصہ بعض بعض جگہ سے مین لکھتی ہون - شروع یون ہوا ہے "فیروزہ کمبخت یہ کیا غضب ڈھا رکھا ہے کہ شہر بھر مین تھڑی تھڑی ہے - جو ہے وہ کیڑے ڈال رہا ہے" پھر آگے "زبان ہے کہ الامان مین بھی تو سنون کس برتے پر؟ میکے کے بھروسے پر کو بھولنا مت مین تو ایسی ناشدنی کا نام بھی نہ لون" پھر لکھا ہے "وہان سے نکل کر ادھر کا رخ تو کرنا نہین شہر کے چار کھونٹ جدھر منہ اُٹھے چلی دینا" مانا کہ اولاد کی برائی پر ان کا دل سب سے زیادہ جلتا ہے اور اُنکو سختی کے ساتھ نصیحت کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے - مگر اسکے لیے یہ لازمی نہین کہ کڑے اور کمینے الفاظ استعمال کیے جائین - بھلا کون مان اپنی لڑکی کو یہ صلاح دے گی کہ جدھر سینگ سمائین اُدھر نکل جا - یا کسی شریف لڑکی سے یہ امید کرنا

کہان تک بچا ہے کہ وہ اپنی بدمزاجی کی بدولت شوہر کا گھر چھوڑ کر نکل بھاگنے تک تیار ہو جائے گی - میرے خیال مین تو ضرورت اسکی ہے کہ جہانتک ممکن ہو لڑکیون کو بُری باتون کا علم بھی نہ ہونے پائے - انکے دماغ مین اچھے ہی خیالات پیدا کیے جائین - اُنکے سامنے شریف سلیقہ مند - مہذب اور غیور لڑکیون کے تذکرے - وفا شعار خدمتگزار اور شریف النفس بیبیون کے افسانے - رحم دل محبتی - اور نیک طینت ماؤن کے قصے پیش کیے جائین تاکہ وہ سمجھ لین کہ ہم بھی دنیا مین ایسی ہی بیٹی - ایسی ہی بی بی - اور ایسی ہی ماں ہونے کے لیے پیدا کیے گئے ہین بُری لڑکیون بیبیون اور ماؤن کے قصے یہ نتیجہ دکھانے کے لیے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہوتا ہے اگر لکھے اور بیان کیے بھی جائین تو مہذب الفاظ اور سنجیدہ عبارت کا لحاظ رکھنا لازمی ہے - تاکہ لڑکیون کی زبان پر بیہودہ الفاظ نہ آنے پائین اور خیالات مین کمینہ پن نہ پیدا ہونے پائے -

تیسوان خط اناکی لڑکی کے نام ہے جسمین شروع ہی سے غریب پر آفت نازل ہوئی - [illegible] جھوٹی بیاہن کے خطابون سے خط شروع ہوا - سارے خط مین فضیحتون کی بھرمار - بالآخر اس فقرے پر ختم ہے "تیرے جھوٹ کو تو دنیا جانتی ہے جو تیری عادت ہے وہ بھی ہوتا - اسی لیے کوئی تیرے آنے کا روادار نہین نہین تو کیون اس طرح بارہ پتھر باہر پڑی پھرتی - اس جھوٹ ہی نے تیرا گھر کھوج کھویا اور یہ جھوٹ ہی تجھکو مٹی مین ملا دنیا بھر مین ذلیل کرے گا"

پھر تیسوان خط بڑی کو ہے جو بیٹی [illegible] ایک فقرہ - ہان ہے بڑی خالہ جو بات بات پر تم کو کہدے سے لگائے [illegible] بچے سے بچے والی کیا نکاح ہوا - تم نے پھر منھ میرے سامنے کہدیا کہ جھوٹی ہو - پھر آگئے ہین کر کیا میٹھی باتین [illegible] کوئی آکر تا بھی نہین کرنے کا - ایک کسنڈلا کیا نیا لیا ہے کہ آپے ہی سے باہر ہوئی ہین دو دمڑیان [illegible] ایسی ڈال لیتی ہو کہ دنیا بھر کو دے مارتی ہو - لوگون کی تو ہزارون لاکھون کی املاک کھڑی ہے تم ایک دو ہزار روپلی بن پھوٹ گئین - بڑون کی مثل سچ ہے کہ "سیر کی ہانڈی مین سوا سیر پڑا اور اُبلی جنم نہ دیکھا بوریا بچھنے آئی کھاٹ" نیت سیر اور دل شیر ہوتا تو ایسی نوبت نہ آتین - ایک مکان نہین بیس مکان ہو جائین بڑون کی آہ اوپر ہی اوپر نہین جاتی سر پہ ہاتھ رکھکر روؤ گی - اور یاد کرو گی -

کیا سمجھانے بجھانے کا یہ طریقہ بہتر ہے؟ [illegible] کی عورتین اس قسم کے الفاظ شامل کیے بغیر نصیحت کر ہی نہین سکتین؟ یا بغیر ان ناگوار الفاظ کے نصیحت [illegible] نہین سکتی -

ستائیسوان خط تو [illegible] ہے اور اس لیے پورا نقل کیا جاتا ہے -

چھوٹی بہن کو "واہ ری کلمجہی بھائی کو کوستی ہوی کیا اچھی معلوم ہوتی ہے - میرا بس چلے تو تجھ نامراد کوتی کا منہ جھلس دون - عمر بھر ننگا اتھورا - بیوقوفی اسی کی ہے کہ اپنے بچون سے زیادہ ٹھسایا - باپ کی طرح سر پر ہاتھ رکھا ماں کی طرح کلیجے سے لگایا اسکا بدلا یہ کہ تو منھ بھر کوسے - مرجائے تو کوستی چڑیل اسکا نمک پھوٹ پھوٹ کر نکلیگا فارق نبدی جاتی کہان ہے اللہ چاہے کیڑے ہی پڑین اور کوئی چننے والا نصیب نہو - دیکھ لیجیو در در کی بھیک ہوگی اور ٹکڑا نصیب نہوگا - موئی نمک حرام جس ہنڈیا مین کھائے اسی مین چھید کرے - اللہ رکھے اسکے آگے بھی تو دو دو بیٹیان ہین - یا انکو باہر کر تیرا بھرنا بھرے جائے - کس دل سے ناگن تونے بھائی کو کوسا - اسکا تو اللہ چاہے رواں بھی میلا نہو گا الٹ سلٹ کر سارے کوسنے تجھ ہی پر پڑینگے - اپنے بچون کے کپڑے بنا دیتا اور تیرے نہ بناتا تو موئی پاپن تو کہتی ہوی بھی اچھی لگتی - ایک سوئی پلی کی جوتی پر تو یون بھائی کو کوسے - اور پھر میری گود مین بیٹھکر میری ہی داڑھی کھسوٹے (ہمشیرہ صاحبہ شاید دڑھیل ہونگی - ورنہ مثل تو یہ ہے کہ جسکی گود مین بیٹھے اسی کی داڑھی کھسوٹے - اور یہان موقع بھی اسی کا تھا کیونکہ عورت کے قلم سے مضمون نکل رہا ہے) مین کوئی تجھ جیسی نا جوجن تھوڑی ہون - تیرا تو خون ہی سفید ہوگیا - مجھے بھائی کہان نصیب - جھائین پھوئین جہان اسکی دائی نے ہاتھ دھوئے ہون تجھے وہان مسل کر نہ رکھدون - ناشدنی ناہنجار ڈوب مر اشراف ہوگی تو اب سمجھے منلاف لکھیو (نہوگی اسکے ساتھ تو شاید ناشکی کی ضرورت ہے) ایسا بھائی چراغ لیکر ڈھونڈو تو نہ ملے اسکی یہ قدر ہے تیرے منھ مین خاک دھول اسکے تو گناہ دھلے تیرا ہی دین دنیا ناس ہوے (غالباً کاتب کی غلطی سے تیرے کے بجائے تیرا چھپ گیا ہے "تیرا ہی دین دنیا ناس ہوے" یہ کسی طرح صحیح اردو نہین ہے) ایسی مردار کو جو سگے بھائی اور ایسے بھائی کی جان دشمن ہو کون منھ لگائے - خبردار جواب مجھے خط لکھا ہو (اردو آخر مین "ہو گا" کہنا معلوم کیون تکلیف دی گئی - جملہ تو بغیر ہو گا کے ٹھیک تھا) اللہ چاہے نامو ہی آوٹگی تو تیری صورت نہ دیکھونگی - تجھے بھائی نصیب ہے مجھے بھائی نصیب نہین میری آموی بہن ... سر پر سایان ہے تو باپ ہے تو ایک اس کا دم ہے اور ... دنیا تک ... اور ... کر ... وسالم چھوڑکر جاؤن"

• کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ مضمون ... پڑھی لکھی عورت کے قلم سے نکلا ... مضمون ... بڑی بہن چھوٹی کو نصیحت کر رہی ہے کہ کوسنا بری بات ہے مگر خود چھوٹی بہن کے ... کو کوسا اور بری بات ... نہین رہتی - مین کہتی ہون بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو کس دل سے اتنا کوسا اور پھر کس منھ سے اسکو نصیحت کرنے چلی ہے تو منے

بھائی کو کیون کوسا جس دل سے بہن بہن کو اسقدر نفرت کرسکتی اور کوس سکتی ہو اسی دل سے بہن کا بھائی کو کوسنا بھی ممکن ہے۔ کیا بھائی ماں باپ کی نشانی ہے بہن نہین ہے؟ کیا بھائی کے مقابلے مین بہن کی کچھ ہستی ہی نہ سمجھنی چاہیے؟ یہ سچ ہے کہ اکلوتا بھائی اُس بہن کو جسکے ماں باپ نہون اپنی جان سے بڑھکر عزیز اور پیارا ہوتا ہے۔ مگر اس صورت مین کیا بہن بھی اُتنی ہی پیاری ہونے کی چیز نہین ہے؟ جس طرح بھائی بُرا ہو تب بھی بہن کو ضرور ہی پیارا ہوگا اُسی طرح کیا یہ اصول بہن کے لیے کبھی نہوگا۔ ماں جائی بہن۔ دُکھ سُکھ کی شریک راز دار مصیبت مین رفیق باوجود ان سب کے بھائی کے مقابلے مین کوڑے سے بدتر۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جو قلق بہن کو بہن کا ہوتا ہے وہ بھائی کو بہن کا نہین ہوتا (الشاذ کالمعدوم) اسپر بھی بھائی کے مقابلے مین بہن پر خاک ڈالدینا کیا معنی رکھتا ہے۔ کچھ نہین۔ یہ وہی بات ہے جس پر مولوی راشد صاحب خود بارہا اعتراض کرچکے ہین کہ ہندوستان مین لڑکا لڑکی سے زیادہ عزیز اور باوقعت سمجھا جاتا ہے۔ کیا ہنسی کی بات ہے کہ بڑی بہن خود ہی کوس کوس کے چھوٹی کو سکھائے کہ دیکھ کوسنے اس اس طرح کے ہوتے ہین۔ اور پھر خود ہی اُسکو کوسنے پر تنبیہ بھی کرنا تو یہ تھا اور دیکھا بھی یہی ہے کہ نصیحت کا بہترین اور مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اگر انسان کسی کی کوئی برائی دور کرنا چاہے تو پہلے اپنی حالت پر نظر کرے کہ وہ بھی اُس عیب سے خالی ہے یا نہین۔ مثلاً ایک بے نماز دوسرے بے نماز کو یا ایک چور دوسرے چور کو نماز پڑھنے یا چوری نکرنے کی ہدایت کرے تو اُسکا اثر کچھ بھی نہوگا۔ ہان پہلے بے نماز خود نمازی بنے اور چور خود چوری چھوڑے۔

بیالیسوان خط ماں کا بیٹی کے نام ہے اور ینتالیسوان جٹھانی کا دیورانی کے نام ہے۔ یہ بھی فضیحتون اور لڑائی جھگڑون کے ملوا سے بھرے پڑے ہین۔ غرض تقریباً سارے خط اسی قسم کے ہین۔ میرے نزدیک ان خرابیون کے ہوتے یہ انشا کسی طرح بھی لڑکیون کی تعلیم کے لیے موزون نہین ہے۔ صرف زبان ہے مگر زبان بھی وہ جو طعن و تشنیع کوسنے کاٹنے اور بُرا بھلا کہنے پر رواں ہو۔ محاورے اور مثلین ہین۔ وہ بھی اس قسم کی جو تقریباً سب کی سب لڑائی جھگڑے یا غصے کے موقع (لڑائی جھگڑا اور غصہ بھی وہ جسمین بجد کمینہ پن شامل ہو) استعمال مین آسکین۔ پھر وہ بھی جابجا بے موقع یعنی محل استعمال کے خلاف ہین۔ لڑکیون کو ایسا منہ تلم درکار نہین ہے کہ گالیان کوسنے لکھ لکھکر وہ اپنی تحریر کو پرزور بنائین۔ بیشک ایسے مواقع بھی پیش آجاتے ہین جب غصے کے ساتھ پُرجوش تحریر و تقریر کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر لڑکیون کو بتانا چاہیے کہ انھین اُس وقت بھی اپنے قلم اور اپنی زبان کو قابو مین رکھنے اور غیر مہذب الفاظ سے بچانے کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے۔ تحریر

یا تقریر پر جوش ہو مگر نرمی کا پہلو لیے ہوئے غصے کا اظہار ہو مگر تہذیب و متانت پر نظر رکھتے ہوئے اُردو کو بامحاورہ اور عام فہم بنانے کی کوشش ضروری ہے لیکن پایۂ تہذیب و سلاست سے نہ گرنے دینے کی کوشش بھی لازمی ہے انشا کا اثر نہ صرف تحریر پر بلکہ خیالات و تقریر پر بھی پڑنا ضروری ہے لہذا جو کتاب لڑکیون کے لیے لکھی جاے اُسمین اسکا لحاظ رکھنا بھی لازمی ہے کہ لڑکیون کی عادات تحریر و تقریر بلکہ طرز معاشرت اور اخلاق انسانی کے تمام تر اصول و فروع پر نہایت عمدہ اثر پڑے - اگرچہ گنتی کے سہی مگر چند خط ایسے بھی اسمین ہین جو (باعتبار مضامین) انشا کا اصل مقصد پورا کر سکین مثلاً سولہوان خط اُستانی کا شاگرد کے نام - اُنیسوان پھوپی کا بھتیجی کو - پچیسوان بھانجی کا ماموں کو - تینتیسوان بھتیجی کا چچا کو - اڑتیسوان منھ بولی بہن کو - چالیسوان چھوٹی بہن کو - پینتالیسوان سہیلی کی بیٹی کو - چھیالیسوان (نظم) سہیلی کو - اور آخری یعنی سینتالیسوان بیٹی کو - یہ خطوط البتہ کم و بیش ہر اعتبار سے اچھے کہے جاسکتے ہین - خصوصاً پچھلا - ایسے ہی مضامین کی لڑکیون کے لیے ضرورت ہے -

جو خیرخواہانہ نکتہ چینی مین نے اس انشا پر کی ہے اُس کے لیے مین مولوی صاحب سے معافی کی خواہشگار رہون - ایک عورت ہونے کی حیثیت سے مجھپر یہ بات فرض ہوگئی تھی کہ اپنی بہنون کی تعلیم پر نظر دوڑاؤن اور اُنھین تعلیم کے ایسے ناہموار راستے سے بچاؤن جہان قدم قدم پر غیر مہذب اور ناشایستہ الفاظ کے انبار لگے ہین جنکی ٹھوکرون سے انکی مٹی خراب ہوگی - اور صرف اسی خیال سے مجھے اپنے قلم کو جنبش دینے کی ضرورت ہوی -

بیگم صفدر علی (انصاری)

ہمت و استقلال

کسی مہم کو جب انسان چاہے سر کرنا — بنا ے ہمت عالی کو مونس و دمساز
لگاے ہاتھ سمجھ بوجھکر مُہمّون مین — کہ دیکھے پیشتر اُڑنے سے طاقت پرواز
یہ ہے ضرور کہ لوگون سے مشورے بھی لے — ہون چند تجربہ کاران غیر جو ہمراز
نہ لاے دل مین ذرا بھی اگر مگر کا خیال — طبیعت ایسے تذبذب سے ہوتی ہے ناساز
ڈرے نہ تھوڑی پریشانیون سے دنیا کی — رکھے نگاہ مین یہ شعر حافظ شیراز

زخوف بادیہ دل بد مکن بہ نیت احرام
کہ مرد راہ نیندیشد از نشیب و فراز

تمنا عمادی پھلواری

۱۹۱۲ء مین محمود نے کیا کہا تھا؟

(سلسلہ کے لیے ستمبر کا الناظر ملاحظہ ہو)

کھانے کے کمرے کا مختصر بیان ضروری معلوم ہوتا ہے - یہ ایک مستطیل کمرہ تھا جس کا طول متوسط درجہ کا اور عرض بہت کم اور چھت بہت بلند تھی - دروازے اسمین تین تھے جنمین سے ایک گول کمرے سے کھلتا تھا اور اسپر ایک پردہ پڑا ہوا تھا - دوسرا اسی دروازے کے مقابل اور برامدے مین کھلتا تھا برامدے کے اس حصے کے ستونون پر ایک گھنی بیل چڑھی ہوئی تھی - اور داہنے ہاتھ کی طرف ایک لمبا سا راستہ چلا گیا تھا جسپر کئی کمرون کا رخ تھا اور غسل خانہ بھی اسی طرف کھلتا تھا تیسرا دروازہ بھی برامدے کی طرف کھلتا تھا مگر یہان گاڑی کے ٹھہرنے کو سایبان تھا - دونون دروازون پر پردے [illegible] پڑی رہتی تھین لیکن دونون بند رہتے تھے گو کھٹکنی نہین چڑھائی جاتی تھی گول کمرے کے دروازے اور اسکے مقابل دروازے کے درمیان کھانے کی چوکھنٹی میز بچھی ہوئی تھی [illegible] ایک لیمپ رکھا تھا اور چاروں طرف کرسیان بچھی تھین گول کمرے کے دروازے کے قریب والی کرسی پر مسعود اور [illegible] کے بائین جانب محفوظ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ دونون گردن اٹھائے بغیر صرف ایک گردش چشم سے [illegible] اور محمود مسعود کے مقابل والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک چھوٹا سا پاؤن سے [illegible] سے متصل رکھا تھا - واضح ہے کہ گول کمرے مین پیانو بھی موجود تھا جس پر انکی [illegible] کے قریب ایک آرام کرسی تھی اور اسی کے پاس پاؤن رکھنے کی ایک تپائی بھی [illegible] اور سامان آرائش شیشے کی چیزین اور تصاویر وغیرہ تھین جن کا تفصیلی ذکر کچھ ضروری نہین ہے

ہمارے [illegible] لیمپ کی [illegible] قدر متردد چہرے پر پڑتی تھی اور وہ اپنے ہونٹھ دبا کر کسی خیال کو ظاہر ہونے سے روکنا چاہتا تھا اور کن انکھیون سے گول کمرے کے پردے کی طرف دیکھ رہا تھا تینون سکون کی [illegible] حالت انتظار مین خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ یکایک پردہ آہستہ سے ہلتا ہوا نظر آیا پھر حرکت موقوف ہوگئی چند لمحون [illegible] سرسراہٹ معلوم ہوئی کسی کے نازک اور کانپتے ہوے ہاتھون نے پردے کا کونہ پکڑ کر کئی بار کھینچا اور چھوڑ دیا پھر قدمون کے پیچھے اور آگے بڑھنے کی آہٹ معلوم ہوئی اور ایک خوبصورت سا پاؤن جس کی

گرگابی اور موزہ چڑھا ہوا تھا اور جیسے ساڑی کا دامن چھپائے ہوئے تھا باہر نکلا۔ اسی طرح ٹھہرتے ٹھہرتے رکتے رکتے اور ہچکچاتے ہچکچاتے آخرکار تمام جسم باہر نکل آیا ایک ساڑی سے جو پارسیوں کی وضع کی تھی اور جس کا سب سلمہ ستارے کا کام اُسوقت روشنی کی شعاعوں سے جگمگا رہا تھا اُسکے جسم کی موزونیت اور حُسن پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہا تھا البتہ یہ افسوس رہ گیا کہ چہرہ دیوار سے بالکل چسپاں ہونے کی وجہ سے چھپا ہوا تھا۔ زبیدہ تھوڑی دیر تک بالکل ساکت کھڑی رہی پھر ایسا معلوم ہوا کہ اُسکے قدم لڑکھڑا رہے ہیں اور ہاتھوں نے فوراً دیوار کا سہارا ڈھونڈھا اتنے میں ایک فوری نگاہ جس کی وحشت کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کمرے کے اشیا پر ڈالی گئی تو آدمیوں کے چہرے پر تو شاید وہ ایک ہی لحظہ کے لیے پڑی ہوگی لیکن محمود سے دوچار ہوتے ہی زبیدہ کا دل خوف سے تھرا اُٹھا اور اُسکے اعضا میں فوری حرکت پیدا ہوگئی اُسکا جسم دیوار کی طرف جھکا ہوا ہاتھوں کے سہارے اُس طرف بڑھا جدھر محمود بیٹھا ہوا تھا یہ مسافت نہایت آہستہ آہستہ طے ہوئی حتی کہ شاید پانچ منٹ میں وہ اپنی منزل پر پہنچی جہاں آتے ہی فوراً نہایت پھرتی کے ساتھ زبیدہ اپنے شوہر کی کرسی کے پیچھے ایک تپائی پر بیٹھ گئی اور اس زور سے اُن حضرت کے کوٹ کا دامن تھام لیا کہ اگر وہ کوشش بھی کرتے تو اپنی جگہ سے نہ ہل سکتے اُسکا کلیجہ اس وقت ایسا ہاتھوں اُچھل رہا تھا جیسے کوئی بڑی مہم سر ہوگئی ہو اور رخساروں کی تابش اور پیشانی کا پسینہ اُسکے اضطراب قلب کا پتہ دے رہا تھا۔

ہمارے ہامذاق ڈاکٹر کی کیفیت بھی قابل دید تھی پردہ اُٹھتے ہی وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا اور بیساختہ "گوڈ مارننگ مسز محمود" کہہ اُٹھا مگر فوراً ہی جھینپ کر بیٹھ گیا اور محبوب نازنین کی طرف پشت کر لی پھر دونوں کہنیاں میز پر رکھکر اُس نے کسی قدر خوشامد آلود نگاہ سے محمود کی طرف دیکھا اور اُسکے چہرے پر ایسی متانت ظاہر ہونے لگی جو شاذ و نادر نظر آتی تھی مگر دفعتہ چہرہ پھر اصلی حالت پر آگیا اور اُس نے ایک بڑی لمبی جمائی لیکر صوفہ کی طرف شوخ چشمی سے دیکھا لیکن اُنھوں نے پرانے اخبار کا ایک ورق زمین سے اُٹھا کر اس طرح اپنی آنکھوں کے سامنے کر لیا تھا اور ایسے غور کے ساتھ اُسکو پڑھ رہے تھے کہ آس پاس کی کچھ خبر نہ تھی اس خلاف توقع سین نے محمود پر ایسا اثر کیا کہ اُس کے دل میں شرمندگی اور غیظ و غضب کا ایسا طوفان بپا ہوا کہ معلوم ہوتا تھا وہ اُٹھکر اپنی بی بی کو دروازہ کے اندر ڈھکیل دیگا لیکن اس سے بڑھکر کیا حماقت ہوتی اس لیے وہ اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے کاٹ کر اور خشم آلود نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھکر کرسی پر دم بخود سکتے کے عالم میں بیٹھا رہا۔

محفل کا رنگ بمقدر پھیکا دیکھکر ہمارے باذوق دوست سے نہ رہا گیا اور حیرت سے اپنے میزبان کی طرف
دیکھا اور محفوظ کو زور سے جھنجوڑ کر کہنے لگا "ہین اسکے کیا معنے آپ سب پر ایسی خاموشی کیون چھائی ہے اچھا
کاغذ کو الگ پھینکو اور انسانیت کے ساتھ باتین کرو (محمود کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھکر) ہماری میزبان سمجھتی ہونگی
کہ یہ کیسے جنگلی لوگ آئے ہین کہ انھین منھ سے بولنا تک نہین آتا" پھر نہایت ملایم اور ہمدردانہ آواز سے زبیدہ کی
طرف متخاطب ہوکر "مین نے سنا تھا کہ خدانخواستہ آپ کی طبیعت کسی قدر ناساز ہوگئی تھی اس لیے کھانے مین شرکت
ہونے کی عزت ہمکو نہین بخشی گئی امید کرتا ہون کہ اب آپ بالکل اچھی ہوگئی ہونگی" جواب ندارد۔ مگر ہان محمود کے
کوٹ کو ایک حرکت دی گئی اور انھون نے جھک کر کچھ سننا چاہا خدا معلوم کچھ سنا بھی یا یون ہی اپنی طرف سے
بات بنا کر جواب دیا "بیگم آپ کا بہت شکریہ ادا کرتی ہین خفیف سا درد سر تھا وہ اب بالکل اچھا ہے لیکن اس عجیب برتاؤ
کے لیے کہ آپ سے روبرو گفتگو نہین کرسکین معافی کی خواستگار ہین وجہ یہ ہے کہ انکو اپنے بھائی کا بڑا خوف ہے
اور وہ ایسے پرانے خیال کے آدمی ہین کہ خدا کی پناہ"

ڈاکٹر نے بظاہر متعجب ہوکر جواب دیا "خوب آمین معافی کی کیا ضرورت ہے کیا مین جانتا نہین بے شک
(جوش بھری آواز سے) اور یقیناً مسٹر محمود آپ نے آج وہ کام کیا ہے کہ ہماری سوسائٹی کو اس پر ناز کرنا چاہیے
اگرچہ پرانے خیال کے لوگ خدا معلوم کتنی ہی تہمتین لگائین گے اور کچھ کہین گے (میز کا کونا پکڑ کر کھڑا ہوگیا) مگر آپنے
وہ کام کیا ہے کہ برسون سے آزادی نسوان کے حامی اور طرفدار اسکے لیے کوشش کرتے کرتے تھک گئے تھے کیونکہ
ایک لحظہ مین آپنے پرانے فرسودہ اور صدہا سال کے عادات و رسوم کو بالائے طاق رکھکر ہم سب پر یہ ظاہر کردیا کہ
خواتین اسلام مین اب بھی کس قدر اخلاقی جرأت باقی ہے (زور سے میز پر ہاتھ مارکر) مین یہ کہتا ہون کہ آج کی رات یادگار رہیگی
آپ نے ایک ایسی مثال قائم کی ہے کہ دوسری سمجھدار اور تعلیم یافتہ لڑکیان ضرور اسکی تقلید کرینگی اور وہ حجاب جو
صدیون سے سیاہ پردے کی طرح ان کی آنکھون سے دنیا کے عجائبات و مشاہدات کو چھپائے ہوئے تھا اور انکی
پوری تعلیم و تربیت کا سد راہ تھا اور قومی تنزل کا بہت بڑا باعث تھا ایکدم سے اٹھ جائے گا اسکے ساتھ ہی
ہماری روزانہ زندگی مین ایک ایسا خوشگوار انقلاب پیدا ہو جائے گا جسکی نظیر ایشیا مین بہت کم ملے گی اب
آج سے ہم کو ڈنر پارٹیون۔ گارڈن پارٹیون۔ کلبون وغیرہ مین ایک خاص لطف آنے لگے گا اور اگرچہ ہماری
بیگمات کے لباس۔ زیورات اور دیگر خانگی امور کے مصارف زیادہ بڑھ جائین گے اور چند خود غرض مردون کے
دلون مین اسکی وجہ سے بڑی بے چینی پیدا ہوگی مگر صحبتون اور جلسون مین ایک خاص لطف و انبساط و تفریح پیدا

ہو جائے گی اور ہمارے مردہ دلون مین جان آجائے گی - یہ سب آپ اپنی خواتین کی مبارک کوششون کا نتیجہ ہوگا اور مجھپر لازم ہے کہ ایسی برکات کا راستہ کھولنے والی اور فرقہ نسوان کی اتنی بڑی حامی اور اتنی بڑی چمپین (حامیٔ) کا جام صحت پینے کی عزت حاصل کرکے اپنا دلی شکریہ ادا کرون" اسپر اُس نے گلاس مین پانی بھر کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ پیا اور ایسے انداز سے چارون طرف دیکھا گویا وہان سو دو سو آدمیون کا مجمع موجود ہے اور وہ اُنکے سامنے بڑے معرکے کی تقریر کر رہا ہے - محفوظ کے ہاتھ سے اخبار چھوٹ کر زمین پر گر پڑا اور اُس نے فرط حیرت سے اور نہایت غور کے ساتھ ڈاکٹر کی طرف دیکھکر خیال کیا کہ آخر ان الفاظ ثنا و صفت کا اس جلسہ مین کون مستحق ہے اور یہ جو اتنی دور کی لے رہا ہے تو کیا کسی تصویر خیالی سے باتین کر رہا ہے - مگر مسعود کی آنکھون مین ایک شرارت آمیز ادا اور ہونٹون پر ایک ایسی مسکراہٹ تھی کہ اُس نے سارا عقدہ حل کر دیا اور وہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ تقریر نہین تھی بلکہ نمک تھا جو غریب محمود کے زخم پر چھڑکا جا رہا تھا اور اسطرح اسکو بنایا یعنی صریح احمق بنایا جا رہا تھا۔

زبیدہ کی سمجھ مین تو شاید ہی کوئی حرف آیا ہو - کیونکہ اُسکی حالت ایک مورت کی سی تھی اور سراسیمگی نے اُسکے حواس غائب کر دیے تھے اور اُسپر شوہر کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ اور بار بار اُنکی کُہنی اور پاؤن کے اشارون کا ڈر تھا جن کا منشا یہ تھا کہ سنبھل کر اور مُنھ کھول کر بیٹھے اور غیر مردون کے سامنے بیحجاب ہو کر گفتگو کرے - تقریر کو سُن کر محمود سے نہ رہا گیا - انھون نے ہاتھ پکڑ کر زبردستی بی بی کو آرام کرسی پر بٹھا دیا اور خفگی کے ساتھ نیچی زبان سے گھڑک کر کہا "اگر تم میرے کہنے کے مطابق نہ بیٹھو گی تو ابھی اُٹھکر چلا جاؤن گا" اسپر اُس نے سہم کر جلدی سے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ساتھ ہی جھکی ہوئی گردن کسی قدر اوپر اُٹھی اور گھونگھٹ اسقدر کم ہو گیا کہ پیشانی و لب و رخسارون کا کچھ حصہ دکھائی دینے لگا - مگر آنکھین زمین پر گڑی ہوئی تھین اور پیشانی پسینہ سے تر تھی - مسعود نے محفوظ کو اشارون اشارون مین مجبور کیا کہ اُسکی تقریر کی تائید مین کچھ کہے جس پر وہ بہت ہی اصرار کے بعد بادل ناخواستہ چند جملے کہکر بیٹھ گیا -

مسعود (محفوظ کا ہاتھ پکڑ کر) "ابھی آپ کا فرض پورا نہین ہوا ہے (دوسرون سے مخاطب ہو کر) ماشاء اللہ انھون نے بہت سریلی آواز پائی ہے اور اب میری یہ التجا ہے کہ یہ ہارمونیم بجا کر کچھ سنائین اور ہم سب کو محظوظ کرین"

محفوظ (حیران ہو کر) "خوب - یہ بھی ایک ہی ہوئی - مین نے کبھی عمر بھر تو ہارمونیم چھوا نہین - یہ الہام آپ کو کہان سے ہوا - اگر آپ اپنی تعریف کرانا چاہتے ہین تو البتہ مین کہون گا کہ آپ کو ان دونون مین بڑا ملکہ ہے"

مسعود (کرسی سے اُٹھکر اور کاہلی کے آثار ظاہر کرتے ہوئے) "خیر اگر تم اسوقت کنّی کاٹتے ہو تو مجھے کچھ عذر نہین ہو سکتا

یہ کہکر وہ ہارمونیم کی طرف بڑھا - جو اس آرام کرسی کے قریب ہی تھا جہان زبیدہ بیٹھی ہوئی تھی - ڈاکٹر کو اپنی طرف آتے دیکھکر وہ بہت گھبرائی اور جلدی سے اُٹھکر اپنے شوہر کے پیچھے کھڑی ہوگئی لیکن یہان انکا ڈر تھا اور کوئی کرسی بھی بیٹھنے کو نہ تھی - اور جدھر سے ڈاکٹر آ رہے تھے اُدھر کا رستہ بھی بند تھا اس لیے وہ دوسری طرف سے چکر کے ساتھ گول کمرے کے دروازہ کے قریب پہنچی - یہان بھی راستہ بند تھا کیونکہ محفوظ بیٹھے ہوے تھے مگر انھون نے یہ انسانیت کی کہ زبیدہ کو اپنی طرف قدم روک روک کر آتے ہوے جو دیکھا تو اُٹھکر ہارمونیم کے قریب والی کرسی پر بیٹھ گئے اور زبیدہ جلدی سے اُنکی خالی کرسی پر خود جا بیٹھی - اس موقع پر محمود نے کیا ردائی کی کہ جاکر گول کمرے کے دروازے کی شکنی چڑھادی وہ ایک طرف خاموشی کے ساتھ کھڑا ہوگیا - بی بی کے کان مین کہا کہ یہ حرکت اُسکی بہت بیجا تھی -

مسعود اپنی موسیقی کی دُھن مین اس سے بے خبر تھے - ایک دو غزلون کے بعد اُنھون نے پیچھے مڑ کر زبیدہ کی طرف مخاطب ہوکر کہا " شاید آپ کو میرا آنا ناگوار ہوا کہ اتنی دور ہٹ کر جا بیٹھین - بھائی محمود کہتے ہین کہ آپ کو بھی موسیقی سے بڑا شوق ہے - اگر تکلیف نہ ہو تو ہم کو بھی اُس سے لطف اندوز ہونے کی عزت بخشی جاے "

زبیدہ کی زبان سے یہ پہلی مرتبہ تھا کہ اسکے جواب مین ایک لفظ نکلا اور وہ "نہین" تھا - باقی جملہ کہ "مجھے کچھ نہین آتا" کسی کو سُنائی نہ دیا - اسپر مسعود نے مایوسی کے لہجہ مین کہا " آپ اپنے کمال کے اظہار مین بڑی خست کرتی ہین - خیر اگر آپ کو اس سے دلچسپی نہین تو مین ہی کسی دوسری تفریح کا سامان نکالتا ہون " اور یہ کہکر اُس نے تاش کی فرمایش کی اور زبیدہ کو مخاطب کرکے کہا " آپ کو برج کا کھیل آتا ہے (تپون کو پھینٹ کر) بہت ہی دلچسپ کھیل ہے - آپ میری ساتھی ہو جائیے گا - ہم ان دونون کو ہرا لین گے (کچھ جواب نہ پاکر) بہت آسان کھیل ہے - اگر آپ کو مشق نہین ہے تو کچھ ہرج نہین (پھر کچھ جواب نہ پاکر) اچھا اگر یہ بھی منظور نہین تو دیکھیے مین تاش کے چند کرتب دکھاتا ہون "

یہ کہکر اُس نے تپون کو پھینٹا اور سب سے فرمایش کی کہ ہر ایک اُن مین سے ایک پتہ نکال کر چپکے سے اپنے پاس رکھ لے - اس موقع پر زبیدہ کی جرأت نے کام دیا کیونکہ اُس نے بھی آہستہ سے ایک پتہ نکال کر اپنے ہاتھ مین لے لیا مسعود نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ فوراً سب کے ہاتھ کا پتہ بتادیا اور زبیدہ سے مخاطب ہوکر کہا " آپ کے پاس حکم کا بادشاہ ہے ؟ " " جی ہان " یہ دوسرا جواب تھا جو بڑی مشکل سے اور نہایت ہی دھیمی آواز سے نکلا - بعد ازان مسعود نے کئی اور شعبدے دکھاے مثلاً پانی سے بھرا ہوا گلاس اُلٹ دینا

انگوٹھی غائب کر دینا اور کاغذ کو چھپا کر رکھ دینے پڑا ہوا پورا کر لینا۔ اسی طرح کے اور بہت سے کرتب دکھا کر محمود نے
مجلس کے پھیکے رنگ کو زندہ دلی خوش مزاجی اور ہنسی دل لگی سے مبدل کر دیا۔

اب زبیدہ کی گھبراہٹ بہت تھوڑی سی کم ہو گئی، اور وہ گھبراہٹ اور خوف جو اسکے دل پر پہلے سے طاری
تھا کسی قدر کم نظر آنے لگا۔ پہلے وہ اس قدر گردن نیچی کئے ہوئے تھی اور بے حس و حرکت، گردن جھکائے اور بدن سکوڑے ہوئے
نظر آتی تھی لیکن اب وہ اپنے ہاتھ کرسی کے ہتھے پر ٹیکے کرسی پر قدرے ٹیکی ہوئی بیٹھی تھی اور اسکے اعضا میں بھی ایسی
حرکت محسوس ہونے لگی جس سے تھوڑی بہت دلبستگی کا پتہ لگتا تھا اور پلکیں بھی کبھی کبھی اوپر اٹھکر آنکھوں کو
اجازت دے دیتی تھیں کہ ادھر ادھر ذرا دزدانہ نگاہوں سے دیکھ لیں۔ ایسی حالت میں اسکو اپنے گھر کے مرد عزیزوں
کی موجودگی کا دھوکا ہو رہا تھا اور وہ جلسے یاد آ جاتے تھے جب اسکے چچا یا ماموں زاد بھائی گھر کی لڑکیوں
کے سامنے اس قسم کی مسخرہ پن کی حرکتیں کیا کرتے تھے مگر غیر پھر بھی غیر ہیں اور لوگ اسکو کیا کہیں گے۔ بس یہ
خیال کے آتے ہی اس کا رواں رواں کانپ اٹھتا تھا اور اپنی بے بسی اور شوہر کے جبر پر دل مسوس کر رہ جاتی تھی

مسعود کی کیفیت یہ تھی کہ جیسے کسی نے اسکے جسم میں اسٹیم (بھاپ) بھر دی ہو۔ زبان قینچی سی چل رہی تھی
اور ایسے ایسے چٹکلے، پھبتیاں اور مذاق کے فقرے چست کر رہا تھا کہ دونوں دوست ہنسی کے مارے لوٹے جاتے
تھے۔ ایسی صورت میں اگر غریب زبیدہ کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پیدا ہو جاتی تھی تو اسکا کیا قصور
تھا۔ جب شعبدہ بازی اور موسیقی کا خزانہ ختم ہو گیا تو وہ کرامات پر آئے اور محمود سے کہا کہ آزمائش کے لیے
ان آنکھوں پر پٹی باندھکر باہر بھیج دیا جائے اور کوئی چیز کمرہ میں چھپا دی جائے جسکو وہ اپنے کشف سے ڈھونڈ
نکالیگا۔ غرض کہ بڑے اہتمام کے ساتھ ایک رومال انکی آنکھوں پر باندھا گیا اور کمرے کے باہر وہ محمود کے ساتھ
روانہ کیے گئے۔ یہاں محفوظ نے ایک شمعدان کو ہارمونیم کے پیچھے چھپا کر رکھدیا۔ اب مسعود کو اندر آنے کی
اجازت دی گئی تو انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اندھوں کی طرح سب طرف ڈھونڈھنا شروع کیا۔
اتفاق سے زبیدہ کی کرسی کے قریب پہنچے اور قریب تھا کہ اسکے سر پر ہاتھ رکھدیں کہ وہ جلدی سے اٹھکر بھاگی
جس پر ایک بڑا فرمایشی قہقہہ پڑا۔ اور زبیدہ کی زبان سے نکل گیا کہ "اے ہے آپ میرے سر کو کیا شمع ......
محمود "ہیں ہیں تم تو سارا راز افشا کیے دیتی ہو" اسپر انھوں نے رومال کی گرہ کو اور کس دیا اور ہمارے
قرب دوست مگر مچھ کی طرح ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے اور بالآخر شمعدان ڈھونڈھکر نکال ہی لیا اور
اور بڑی آفرین و داد کے ساتھ انکی آنکھوں پر سے پٹی کھول لی گئی۔

محفوظ "مسز محمود کے اشارے نے بھی تم کو بہت مدد دی"
مسعود "اچھا تو اب انکو باہر بھیجا جاے اور دیکھیں کہ انمین کہان تک غیب دانی کا مادہ ہے"
زبیدہ (ہاتھ ہلا کر نہین نہین کرکے اور گھبرائی ہوی آواز سے) نہین مجھے معاف ہی کیجیے۔ میرا دم گھٹنے لگے گا"
محفوظ "اچھا مین آپ کے بجاے باہر جانے پر تیار ہون"
مسعود "شاباش۔ بہادری کے یہی معنی ہین چلو مین تمھارے پٹی باندھون گا کہ کسی طرح سے دھوکا دہی کا موقع نہ ملے" رومال باندھکر یہ حضرت جب کمرہ کے اندر داخل ہوے تو دو ہی چار قدم چلے ہونگے کہ میز کی ٹھوکر کھاکے اس زور سے گرے کہ اس ٹکر سے شیشہ گلاس چور چور ہوگیا۔ اس پر بڑا قہقہہ پڑا۔ اور انکی آنکھون کی پٹی کھول دی گئی۔ زبیدہ کے منھ سے بے اختیار نکل گیا "کہین آپ کے چوٹ تو نہین لگی"
محفوظ "جی نہین مگر یہ (مسعود کی طرف سے اشارہ کرکے) ان حضرت کی شرارت تھی"
مسعود "واہ! مسز محمود گواہ ہین کہ مین نے تم کو دھکا نہین دیا"
محمود "خیر اسکو جانے دیجیے۔ اب بیٹھکر اپنی اور کوئی کرامات دکھائیے"
مسعود "(کرسی پر دراز ہوکر) کیا ابھی تک آپ میری کرامات کے قائل نہین ہوے۔ اپنی بیگم صاحبہ سے پوچھیے وہ اس کی داد دین گی"

یہ آخری جملہ نہایت پرمعنی تھا کیونکہ جو تغیر اور تبدیلی زبیدہ کے برتاؤ مین اس آدھ گھنٹے کے اندر پیدا ہوگئی تھی وہ واقعی بہت حیرت انگیز تھی۔ مسعود کی حرکتون اور باتون نے اسکے حجاب و غیرت کو بہت کچھ توڑ دیا تھا اس لیے اسکا یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ سب سے بڑی کرامات یہ تھی کہ محمود سے جو بات مہینون مین نہو سکی وہ اس نے چند لمحون مین قریب قریب پیدا کر دی۔ محمود شاید اسکے مفہوم کو کسی قدر سمجھ گئے کیونکہ انھون نے مسکراکر جواب دیا "اچھا تو یہ کہیے آپ کو یہ دعوے ہے مگر اس بہانہ سے کچھ آپ اپنی شرط پوری کرنے سے تھوڑی بچ سکتے ہین کیونکہ آج رات آپ پر ثابت ہوگیا کہ آپ ہار گئے"
مسعود "متعجب ہوکر اور جیبون مین ہاتھ ڈال کر) شرط! شرط! ہارنا! مین کچھ نہین سمجھا۔ ذرا صاف طور سے فرمایئے (یکایک کچھ یاد کرکے اور قہقہہ مارکر) او ہو اب مین سمجھا۔ وہ تو مین بھول ہی گیا تھا (دیدہ دلیری سے) تو آپ ابھین ہی کیا مین ہار گیا۔ خوب۔ خوب۔ ابھی آزمایش ختم نہین ہوی ہے" زبیدہ اور مسعود اس گفتگو کو کچھ نہ سمجھا اور خاموش رہے۔ مسعود نے اپنے دل مین کہا "اچھا تجا مین اپنا رنگ اب بدلتا ہون" یہ باے

اسکے کہ تم میرے ممنون ہو کہ مین نے تمھاری بی بی کی زبان کھلوائی۔ سمجھتے ہو کہ مین ہار گیا۔ تھوڑی دیر بعد مسعود نے اپنے میزبان سے پوچھا ''مجھے امید ہے کہ کل کی پکنک کا وعدہ فراموش نہین ہوا ہوگا'' محمود نے اپنی بی بی کی طرف دیکھا جسپر رکتی ہوی زبان سے اُس نے جواب دیا ''اگر آپ کی خوشی ہے تو مین چلون گی۔ بشرطیکہ میری طبیعت اچھی رہی اور بھیّا کو بہین چھوڑ جایئے گا نا؟''

مسعود نے سنجیدہ مُنھ بنا کر کہا ''ہمین ایک خیال مسنر محمود کی وجہ سے البتہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شہر کے لوگون کو تو آپ جانتے ہی ہین کہ کیسے پُرانے خیال کے ہین اور ایک دفعہ آپ کے انکو باہر لیجانے کی وجہ سے سخت تہلکہ اور ہلڑ مچ چکا ہے خصوصاً بدقسمتی سے چند حضرات یہان مثلاً ڈپٹی صاحب۔ مولوی صاحب اور مرزا صاحب آپ کی بی بی کے خاندان سے بہت واقفیت رکھتے ہین' اور آپ کے سالے صاحب کو بھی بہت بھڑکا چکے ہین اگر کل یہ باہر گیئین تو بس آفت ہی ہو جاے گی۔

محمود (چین بجبین ہو کر) کیا واہیات باتین کرتے ہو۔ اگر یہی لوگ کچھ دنون مین اپنی بیٹیون اور بی بیون کو باہر نہ نکالنے لگین تو میرا نام بدل دینا''

زبیدہ نے جب اپنے خاندان پر انشاے حال ہوجانے کی گفتگو سُنی تو اُس کا مُنھ فق ہو گیا ع کاٹو تو لہو نہین بدن مین''

مسعود (آہ بھر کر) ''افسوس ابھی وہ زمانہ بہت دور ہے۔ آپ کو خبر نہین کہ پردہ کے خلاف یہ لوگ کیا کیا کہتے ہین''

محمود ''مثلاً؟''

مسعود ''مثلاً ایک یہ کہ پارسنون کو دیکھ لیجیے کہ جب سے اُنھون نے باہر نکلنا شروع کیا ہے ایک خراب اثر یہ ہوا کہ اُنکی تھوڑی تھوڑی سی موچھین نکلنا شروع ہو گئی ہین جس بدصورتی کو مجھے یقین ہے کہ ہمارے ہان کی کوئی شریف عورت گوارا نہ کرے گی۔ اور یہی حال فرانسیسی عورتون کا بھی ہے۔ مین سچ کہتا ہون کہ مین نے پیرس مین ایک ایسی عورت دیکھی جس کی داڑھی بالشت بھر کی تھی۔

محمود (مسکرا کر) اچھا اسکے علاوہ اور کچھ فرمایئے''

مسعود'' دوسرا عیب یہ ہے کہ باہر نکلنے والیون کو جب اُنکی عمر ڈھل جاے گی تو مجبوراً اپنے تمام چہرہ اور ہاتھون پر پلاسٹر آف پیرس کا لیپ لگانا پڑے گا اور جھُرّیون کو بجلی کے ذریعہ سے دور کرنا پڑے گا۔ اور دانت خدا کی پناہ۔ دانت تو ان بیچاریون کے غیر مردون سے باتین کرتے کرتے بہت جلد جھڑ جاتے ہین اور زبان

لمبی ہو جاتی ہے (محمود کو ہنستا دیکھکر) آپ ہنستے ہین یقین نہین آتا حالانکہ مین اصلی واقعات بیان کر رہا ہون"

محمود- (مسکرا کر) "کہے جائیے - سچ نہین "

مسعود- "اور لیجیے - ہندوستانی قومون ہی کو دیکھیے - مثلاً خوجے کہ تیس سال سے رفتہ رفتہ اُنھون نے پردہ توڑنا شروع کیا ہے مگر تعلیم زیادہ ہے کم - اور پردہ بھی کانا کہ سامنے بیٹھی ہین اور غیر مردون کے دلون مین شوق بڑھا رہی ہین مگر باتین کرنے سے پرہیز - نتیجہ یہ ہے کہ بجاے اسکے کہ سب کبوتریان ہو کر نکلین تیس فی صدی سے زیادہ ایسی مرغیان ہین جو گندے انڈے سیتی ہین"

محمود- (قہقہہ مار کر) "یہ آخری جملہ آپ کا میری سمجھ مین نہین آیا"

مسعود- "نہ سمجھو تو میرا کیا قصور ہے"

محمود- "مسعود مین سچ کہتا ہون کہ اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ تم مذاق مین یہ باتین کر رہے ہو تو زور سے ایک چپت تمھارے سر پر رسید کرتا -

اس گفتگو کا اثر زبیدہ پر یہ ہوا کہ رہی سہی جراءت لب کا فور ہو گئی اُسکے دل مین ناقابل بیان خوف سما گیا اور وہ سوچنے لگی کہ کیا تدبیر ہو جو اس زبان دراز آدمی کی صحبت سے بجلد نجات ملے اور کسی طرح وہ اندر اپنے کمرے مین پہنچ جاے اسی خیال مین تھی کہ باہر سے گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ کی آواز آئی اور کسی کے قدمون کی آہٹ سُنائی دی زبیدہ کا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا کہ اتنے مین کسی نے باہر سے کمرہ کا دروازہ زور سے کھولا - زبیدہ کے مُنھ سے "ہاے غضب - بھیا آگئے" کی چیخ اس زور سے نکلی کہ تمام کمرہ گونج اُٹھا - جلدی سے پیچھے کی طرف اُس نے دیکھا دروازہ بند تھا - سامنے کی میز پر ایک جست مار کر پہنچی - لیمپ گر پڑا اندھیرا گھُپ ہو گیا - دوسری طرف زور سے کُرسی کی ٹھوکر لگی - کوئی چیز زمین پر اور دھم سے گری - دوسری کے قریب پھر ٹھوکر لگی اور آنًا فانًا مین باہر پہنچ گئی -

ہمارے دوستون کی حالت ناگفتہ بہ تھی - ان کی سمجھ مین نہین آیا کہ یہ کیا ہو گیا - اندھیرے مین تینون نے چارون طرف ٹٹولنا شروع کر دیا کہ اتنے مین ایک آواز غصہ سے بھری ہوی سُنائی دی "یہان یہ کیا ہو رہا ہے خوب تم لوگون نے مجھے پیمنٹ کر باہر بھیجا - یہان میری بہن کی موجودگی کے کیا معنے" دوسری غرّاتی ہوی آواز سُنائی دی "جاؤ یہان سے دور ہو" اسپر کمرہ کو زور سے بند کر کے کوئی باہر چلا گیا -

تینون دوست اندھیرے مین ادھر اُدھر ہاتھ مار رہے ہین مگر کچھ پتہ نہین - اتنے مین ایک آواز جو ہنسی کو بہت دبائے ہوے تھی سُنائی دی "ارے نامعقول محفوظ تو کدھر ہے جیب سے دیا سلائی کیون نہین نکالتا"

ایک دوسری آواز غصہ سے "ایسی تیسی تمھاری دیا سلائی کی۔ یہ بہت سر پر چپت کس نے ماری ؟"

پہلی آواز "مجھ سے قسم لے لو۔ میں تم سے بہت دور کھڑا ہوا ہون"

تیسری آواز "مسعود تم بہت شریر ہو۔ لمپ گل کرنے کی حرکت تمھین سے سرزد ہوی ہے"

پہلی آواز "واہ۔ ذرا ہوش کی لیجیے۔ مین نے ملکہ آپ کا کمرہ جلنے سے بچا لیا۔ میری کہنی خود اس زور سے جھنجھنا رہی ہے کہ ہاتھ نہین اوٹھتا۔

تیسری آواز "ہین یہ میرے کوٹ کو کون کھینچ رہا ہے" دیکھو مین گر پڑون گا۔ یہ مذاق اچھا نہین"

اتنے مین ایک دیا سلائی روشن ہوی اور مسعود کا چہرہ دکھائی دیا کہ دونون گال پھلائے ہونٹ زور سے دبائے ہنسی کو ضبط کیے ایک طرف کھڑے ہوے تھے۔ محمود کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا اور اسکی آنکھین ادھر اودھر اپنی بی بی کو ڈھونڈھ رہی تھین۔

مسعود "ہین! مسز محمود کیا ہو گئین۔ متانت سے! یہ دل لگی کی بات نہین ہے۔ لمپ تو ٹوٹ گیا محفوظ ذرا شمعدان اوٹھا کر مجھے دینا" شمعدان کو جلا کر میز پر رکھتا ہے اور پتلون کی جیبون مین ہاتھ ڈال کر محمود کی طرف [illegible] نگاہون سے دیکھتا ہے "بھئی اپنی بی بی کا پتہ لگاؤ۔ خدا معلوم وہ کہان چلی گئین"

محمود کی نگاہ اوپر نہین اوٹھتی تھی اور اسکے منھ سے ایک لفظ نہ نکلا۔ ڈاکٹر نے شمعدان ہاتھ مین لے کر کمرے مین ڈھونڈھنا شروع کیا اور دونون دوست پیچھے پیچھے ہوے "شاید میز کے نیچے چھپ گئی ہون"

محفوظ "یہ صرف بیوقوفی ہے۔ وہ کسی کونے کی جگہ ہے"

مسعود "اچھا تو پردہ یا میز کے نیچے دیکھیے۔ نہین اس کمرہ مین تو کہین نشان نہین دکھائی دیتا [illegible] کی [illegible] مگر [illegible] شاید کسی موس [illegible] یہ پاؤن کے نشان کس کے [illegible]

یہ بدقی [illegible] یہان رکھی ہے۔ با خوب [illegible] مین [illegible] محمود کی طرف [illegible] سے اندر سے کمرون کا کوئی راستہ نہین ہے لیکن تم نے گول کمرہ کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ اور جس دروازہ سے نکلے بھاگ آئے [illegible] اسکے باہر جانے کا کوئی راستہ نہین۔ مگر تعجب ہے کہ ادھر سے وہ کہان [illegible]

یہ کہکر ڈاکٹر نے بار بار [illegible] کی طرف رخ کیا اور در حقیقت کے پیچھے [illegible] مگر بھائی بہن دونون مین کسی کا پتہ نہ تھا۔ مایوس ہو کر کمرے مین لوٹ کر آئے۔ محمود کے چہرہ کا تغیر بڑھتا جاتا تھا۔ غصہ اور شرم کے علاوہ تشویش بھی پیدا ہو گیا تھا کہ آخر زبیدہ کہان گئی۔ اور کہین اسکے کوئی چوٹ نہ لگ گئی ہو جو کسی جگہ

بیہوش پڑی ہو۔ یا اگر بھائی کے ڈر کے مارے ڈپٹی یا مرزا کے یہان چلی گئی تو اور بھی خفت اور ذلت ہوگی۔ مسعود کے چبھتے ہوے فقرے اور بھی نشتر کا کام کر رہے تھے اور اب بار بار اُسکا یہ جی چاہتا تھا کہ اس موٹے مسخرہ کا ہاتھ پکڑ کر دروازہ کے باہر ڈھکیل دے۔ اتنے مین ڈاکٹر نے خود ہی پیش قدمی کی اور چھڑی اور ٹوپی اُٹھا کر کہنے لگا "چلو محفوظ۔ بہت دیر ہو رہی ہے چلین (میزبان کی طرف ہاتھ بڑھا کر) گُڈ بائی۔ اولڈ مین (خدا حافظ بڈھے میان) مجھے فی الحقیقت اس واقعہ کا سخت افسوس ہے اور مین تمھارے ساتھ بدل ہمدردی رکھتا ہون نوکرون کو خبر نہ کرنا ورنہ کل ہی سارے شہر مین گھر گھر اسکا چرچا ہونے لگے گا۔ خدا کرے تمھاری بی بی جلد دستیاب ہو جائین۔ مجھے واقعی بڑا تردد رہے گا۔ تار کے ذریعہ مجھے کل اطلاع دینا۔ اچھا لو اب خدا حافظ"

محمود اپنے ہاتھون سے گھٹنا پکڑے ہوے میز پر بیٹھا تھا اور نگاہین زمین پر گڑی ہوی تھین۔ نہ اُس نے اپنے دوستون سے مصافحہ کیا نہ اُنکو رخصت کرنے گیا۔ اور جب کمرے کا دروازہ بند کر کے وہ باہر نکل گئے تو اُسکے دل کو کسی قدر ڈھارس ہوی۔ وہ اُسی حالت سے دریاے فکر مین غوطہ مارے بیٹھا تھا کہ دفعۃً باہر کی طرف سے ایک عجیب و غریب آواز سُنائی دی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سینکڑون پٹاخے ایک ساتھ چھوٹ رہے ہین۔ محمود جلدی سے گھبرا کر اُٹھا اور دروازہ کھول کر سائبان مین پہنچا تو یہان اُس نے ایک ایسا منظر دیکھا جسکو وہ تمام عمر نہ بھولے گا۔ آسمان پر سیاہ بادلون کے اندر سے چاند باہر نکل آیا تھا اور چھٹکی ہوی چاندنی کی روشنی مین اُسکی نگاہ محفوظ اور مسعود پر پڑی جو احاطے کے پھاٹک کے قریب کھڑے ہوے تھے۔ ڈاکٹر کی یہ حالت تھی کہ اپنا پیٹ پکڑے ہوے محفوظ کے چارون طرف موٹے بندر کی طرح اُچھل رہا تھا اور منھ سے قسم قسم کی آوازین نکل رہی تھین۔ ہی۔ ہی۔ ہی۔ ہی۔ ہے وغیرہ کا سلسلہ ختم ہوتا نہین نظر آتا تھا اور پھر بادل کی گرج کے مانند اس زور سے قہقہے کی آواز نکلتی تھی کہ دور دور تک در و دیوار گونج اُٹھتے تھے۔ محفوظ بھی بے اختیار ہنس رہا تھا اور ایک ہاتھ اُٹھاے ہوے اپنے دوست سے کہہ رہا تھا "ہین ہین آخر تمھین یہ کیا ہوگیا ہے۔ کیا زعفران کے کھیت پر پہنچ گئے ہو آپ کی اس بے تکی ہنسی کی بھی کوئی حد ہے۔"

مسعود "دبڑی مشکل سے آواز نکال کر) خدا کی قسم مین نے بہت ضبط کیا مگر اب نہین ہو سکتا .... ہی ہی ہی .... یہ دورہ .... مجھے سال بھر کے بعد ہوا ہے .... گزشتہ موقع پر کھانا کھاتے کھاتے اُٹھا تھا تو .... مین .... سب کے سامنے کمرے کے اندر سے باہر بھاگا تھا۔ مگر ہر مرتبہ سچ کہتا ہون (منھ سے آواز نہین نکلتی عجب حالت ہے۔ ہا۔ ہا۔ ہی۔ ہی۔ ہو۔ میری پسلیان دُکھ رہی ہین" یہ کہکے پیٹ پکڑے اور

جھکے ہوے ناچنا شروع کر دیا۔

محفوظ "دیکھو اگر تم اُس غریب بے بس لڑکی پر ہنستے ہو تو مجھ سے بُرا کوئی نہین ہوگا"

مسعود۔ (ہوش مین آکر منھ اوپر اٹھایا تو آنکھون سے وفور مسرت مین آنسو نکل رہے تھے) "نہین واللہ اُس پر نہین بلکہ اُس ریفارمر نپولین پر (مکان کی طرف رُخ کر کے اشارہ کرتا ہے تو محمود کی سنجیدہ صورت برآمدہ مین دکھائی دیتی ہے جس پر چوکنا ہوکر اور سنبھل کے زور سے ہنسا اور اُسکی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا) محمود بھائی تم بُرا نہ ماننا۔ مین اس احمق (یعنی محفوظ) پر ہنستا ہون کہ اندھیرے مین اُسکی ٹوپی غائب ہوگئی اور کہتا ہے کہ میری جیب مین ہے۔"

محمود (اپنے دوست کی غیر معمولی ہنسی سے متاثر ہوکر اور غصہ کو پی کر) مین سمجھا کہ شاید تم پر کوئی آفت نازل ہوگئی ہے۔

مسعود (پھر زور سے قہقہہ لگا کر) یہ آپ کا حُسن ظن ہے۔ ہان میری شرط کا انعام تو عنایت فرمائیے۔"

اسپر جلدی سے محمود نے اپنی ویسکٹ کی جیب مین ہاتھ ڈالا تو گھڑی ندارد تھی گھبرا کے اور زور سے چلا کے کہا "مین میری گھڑی کہان غائب ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسعود تمھین نے اندھیرے مین اوڑا دی۔"

مسعود (خوف زدہ بن کر) "چارون طرف سے چوری کا ملزم بنایا جاتا ہون تو اب مجھے یہان سے بھاگنا چاہیے"

محمود۔ (جلدی سے آگے بڑھکر) "ٹھہرو ٹھہرو میری گھڑی دیتے جاؤ۔ وہ مجھے بہت ہی عزیز ہے۔ (ڈاکٹر لمبے لمبے ڈگ مار کر بہت دور نکل گیا) اچھا بدمعاش۔ کبھی تجھ سے بھی ایسا بدلہ لیا ہوگا کہ یاد ہی کرے گا۔"

محمود جب کھانے کے کمرہ مین پہنچا تو دوسرے کمرون مین مختلف آوازین سُن کر اُسے یہ اندازہ ہوگیا کہ اُسکی بی بی گھر کے اندر رہی ہے مگر غصہ اسقدر تھا کہ زبیدہ کی صورت سے نفرت معلوم ہوتی تھی اسلیے گول کمرہ سے ایک کوچ نکالا اور کھانے کے کمرہ مین اپنے سونے کے لیے رکھکر چارون طرف سے دروازے بند کر دیے اور ہاتھ پیچھے باندھکر ادھر اُدھر زخمی شیر کی طرح ٹہلنے لگا۔ اضطراب کی یہ حالت تھی کہ سگریٹ پر سگریٹ پی کر آتشدان مین پھینکتا جاتا تھا اور گھڑی گھڑی پاؤن زمین پر دے مارتا تھا تھوڑی دیر کے بعد تھک کر کوچ پر لیٹ گیا اور طرح طرح کے خیالات مین غرق ہوگیا۔ آج رات اُسکو ایسی شکست فاش ہوی تھی جسکی اُسکو ہرگز توقع اور نہ وہم و گمان بھی نہ تھا۔ ایک لحظہ مین تمام مہذب تعلیم و تربیت کے حاصل کیے ہوے خیالات منصوبے۔ ارمان تمنائین اور ارادے سب خاک مین مل گئے۔ اور کس کی وجہ سے؟ صرف ایک نا سمجھ اور پردہ کے اندر تربیت پائی ہوی لڑکی کے پرانے خیالات اور بیہودہ شرم کی وجہ سے۔ اتنے مہینون کا کچھ بنا اور اُسکو پڑھانا سکھانا سب بیکار گیا۔ اس سبب سے

زیادہ قلق اس بات کا تھا کہ دنیا کو اب کیا منھ دکھائے گی اور قوم کو رسوم رسم کے چھوڑنے کی کیسے صلاح دیگا جو اسکی آئندہ زندگی کا خاص منشا و مقصد تھا ۔ اس طرح [illegible] کے ساتھ وہ ارادہ اصلاح کو چشم زدن میں اپنے دل سے ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دے گا ۔ ایسی لی بی کی صحبت اور شرکت میں اب اسکو کبھی لطف نہین آسکتا ۔ اسلیے بہتر ہوتا کہ زبیدہ سے جلدی کی [illegible] کسی ایسی مہذب قوم کی لڑکی سے شادی ہوئی ہوتی کہ وہ اسکی ہم خیال ہوتی [illegible] ۔ کیا نہین تھا وہ مسلمان خواتین کی اصلاح مین نہی دیتی لیتی ۔ اور غیر قوم ہونے کی وجہ سے اسکی [illegible] سمجھی جاتی ۔ مگر کیا مسلمانوں مین ایسی لڑکیاں نہین ہین ؟ افسوس بہت کم ۔ [illegible] ہین ۔ کیا اور لوگ اپنی بی بیون کا [illegible] توڑنے میں کامیاب نہین ہوے ہین ؟ [illegible] صوبجات متحدہ میں نہین بلکہ دوسرے مقامات اور وہ بھی [illegible] خود غرضی [illegible] اور اپنے ذاتی اطمینان و آرام کا خیال رکھتے ہین ۔ یہ جوش [illegible] ہوتا [illegible] دوسرون کو اپنے دائرہ میں شامل کرنے کی ترغیب [illegible] تاکہ عوام [illegible]

غرضکہ خیالات کے اسی پیچ [illegible] رنج اور مایوسی کی حالت مین مہ و کی آنکھ لگی اور خواب میں ایک عجیب و غریب [illegible] اسکے پیش نظر ہو گیا جسے ہم بعینہ درج کرتے ہین ۔

(باقی آیندہ) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ”ناظر“

غزلیات

سید انور حسین صاحب آرزو لکھنوی جانشین حضرت جلال مرحوم

کل اُسکو اُٹھانا بھی ہوگا جو بستر آج لگاتا ہے
گھر سمجھو نہ اسکو ہے یہ سرا اک آتا ہے اک جاتا ہے

کمزور جو مجھکو پاتا ہے زور اپنا ہر ایک دکھاتا ہے
آنسو ہین کہ ٹپکے پڑتے ہین اور دل ہے کہ اُمڈا آتا ہے

افتاد وفا عزت کی ہے سمجھے ذلت جو کہو ذلت کیا ہے
کرتا ہے نشیب و فراز جو طے ٹھوکر بھی وہی تو کھاتا ہے

کیا پھیر ہین اُلٹے قسمت کے جو سوجھی وہ اُلٹی ہی سوجھی
رہ جاتا ہون کاٹ کے ہونٹ اپنے غصہ جو کسی پر آتا ہے

بے وجہ سہی رونا میرا اس رونے پہ ہنس دینا کیا تھا
معشوق کو کیا کہیے اس جا عاشق تو شری کہلاتا ہے

غم اپنا ہے غیر کی ہمدردی یاد آتی ہے ایذا جھیلی ہوی
گر پڑتے ہین آنسو اپنے بھی جب کوئی اشک بہاتا ہے

اظہار ملال بھی کرتے ہین رسوا ہون کو بھی ڈرتے ہین
اک ٹھنڈی سانس وہ بھرتے ہین جب نام ہمارا آتا ہے

ہے چین یہ جبین کوئی خود بین اب شیشۂ دل کی خیر نہین
کرتا ہے جو پیچ بچاؤ کہین وہ مفت مین مارا جاتا ہے

پوچھو نہ بس اب وہ راز نہان مرتے مرتے جو ہے دل مین نہان
کہنے مین اُلجھ جاتی ہے زبان لکھنے مین قلم تھراتا ہے

حیران ہوئے قاصد سیر یہ لفظ ہے شکوون کا دفتر
کہدے مری جانب سے جا کر جی اب تو بہت گھبراتا ہے

وہ سودائی سے جو آتے ہین جو آرزو اب کہلاتے ہین
معشوقون سے عشق جتاتے ہین منھ انکو کون لگاتا ہے

نہ بدن مین جان ہوتی نہ کوئی عذاب ہوتا
مجھے تم جو قتل کرتے تو بڑا ثواب ہوتا

نہ کہا جو حال مین نے یہ سمجھ کے خیر گزری
ترا حال مجھسے بڑھکر مری جان خراب ہوتا

یہی آرزو ہے اپنی کہ گھڑی کبھی وہ آتی
ہم اور آپ دونون ہوتے قدح شراب ہوتا

مرے دل کو چاہیے تھا کہین اور دفن کرتے
کہ نعش یون تڑپتی نہ یہ اضطراب ہوتا

ہوے دوست جی کے دشمن ہوے لوگ مفت بدظن
نہ تری نگاہ پھرتی نہ یہ انقلاب ہوتا

مرا داغ عشق دیکھو کہ ہے دور سے نمایان
یہ چراغ وہ نہین ہے جو تہ نقاب ہوتا

کوئی اچھی شکل دیکھی ہوے بس ظہور شیدا
عجب انکا رنگ ہوتا جو کہین شباب ہوتا

سید ظہور الدین احمد ظہور کاکوروی

قہر ہوگی لاش اٹھانا نازنین جلاد کا — کام سب اسکے لئے کیا کشتۂ بیداد کا
کس طرح شکوہ کرون اسیری مین گردون بیداد کا — مہر لب ہے ڈر مزاجِ نازکِ صیاد کا
اپنی شوخی سے وہ تڑپے لگ کے سینے اور تو — رہ گیا پردہ ہماری بے اثر فریاد کا
سرخی پائے حنائی پر نہ بھولے شیرین بے ناز — رنگ بھی دیکھا نہیں خونِ سرِ فرہاد کا
دونون مرجاتے تو اب پوچھا نہ دیتا کوئی — کون گل ہے کون دل ہے بلبلِ ناشاد کا
اُن دنون ناکامیِ گردون نے دکھائی تھی جو شکل — اٹھ کے پھر بھی آنکھ پر دامن پڑا جلاد کا
شرم سے نیچی رہی گردن نہ بین ٹھنڈے ستم — پوچھ کیا اسیر ہے خون حسرت فرہاد کا
کیا اسیران قفس نے نالۂ سوز آن کیا — نالہ وہ نالان اُٹھنے لگا وہ گھر چلا صیاد کا
جنگ ہی مین نہ اُٹھنا یا قیامت مین دم رکھ — اب خدا حافظ ہے دستِ نازکِ جلاد کا
ہو گئے تڑپانے کو بیٹھے ہوا سب دشمن ہیں — سلسلے دل کا ہے آشنا اب ہے مزا فریاد کا
تم جو آئے دامِ گیسو دوش پر ڈالے ہوئے — بلبلون کو باغ مین دھوکا ہوا صیاد کا
ان حسینون کو نہیں دنیا مین کوئی اور کام — شغل آرائش کا ہے یا مشغلہ بیداد کا
مر گئی بلبل قفس مین تم گل بھی کیا — صرف قصہ رہ گیا بیرحمیِ صیاد کا
رنگ دم سوزی ہے کتنا لالۂ کہسار مین — کام دیتا ہے چراغِ تربتِ فرہاد کا

اے فضا ملکِ معانی مین اندھیرا چھا گیا
گل ہوا جب دم چراغِ زندگی نوشاد کا

شیخ محمد عالیجاہ فضا

ہے طلب مین کیا اسلوب چشمِ یار بھی — خواب نوشین مین بھی ہے مصروف پیکار بھی
ہے اگر سرمایۂ صد لطف اقرار وصال — وقت پر ظالم مزہ دیتا ہے کچھ انکار بھی
بانکپن کی خیر اک تیر نگہ کے واسطے — گود پھیلائے ہوے ہے زخم دامن دار بھی
زیست ہو جاتی ہے اسکی دیکھ لیتے ہو جسے — سینکڑون اچھون سے اچھا آپ کا بیمار بھی
آرزوے پائمالی پہلے ہی سے تھی مگر — ذوق دونا کر رہی ہے آپ کی رفتار بھی

پھر ہوی ہے یاد بسمل کی الٰہی خیر ہو
عید کا موسم بھی ہے اور وعدۂ دیدار بھی

امین الحسن رضوی بسمل

حالِ دل کہکر ہوئی الٹی پشیمانی مجھے
انکو اطمینانِ خاطر ہے پریشانی مجھے

میرے استقلال پر انصاف سے کیجیے نظر
آپ کے دشمن کو جو کچھ وان ہو پریشانی مجھے

مین نے دیکھا ہے کہ تو ہے غیر کے آغوش مین
خواب کی تعبیر دے اے یوسفِ ثانی مجھے

اُس نے سمجھا اور ہی کچھ تھی بیان کچھ اور بات
اپنی نظرون سے ہوئی کیا کیا پشیمانی مجھے

کشتۂ بیداد کی تربت پہ آنسو گر پڑے
ہائے کیا بے وقت قاتل نے دیا پانی مجھے

کیا خبر تھی یہ تحمل ایک دن ہوگا وبال
یون رہی کے نظرون مین کا دے کی گرانجانی مجھے

جمگئی وہ نگی نظر ایسی کہ اب ہٹتی نہین
اپنی صورت دیکھکر ہے آپ حیرانی مجھے

دیدۂ مشتاق کو حسرت نہ رہتی دید کی
کاش مل جاتی تمھارے در کی دربانی مجھے

الٹی گنگا بہ رہی ہے آج کل دنیا مین صبر
ظلم بیجا وہ کرین اور ہو پشیمانی مجھے

عبدالکریم خان صبر دہلوی

شمع عشرت بجھ گئی بزمِ ستم ایجاد کی
وہ ہوا یا آہ جب دلِ افسردہ نے فریاد کی

مہربانی ہے کبھی تو اُس ستم ایجاد کی
آرزو واکر دن تو بر آئے دلِ ناشاد کی

قبر مین مجکو لٹا کر رد کے یارون نے کہا
لیجیے طے ہوگئی منزل عدم آباد کی

اُنکے دل مین بھی بھڑک اُٹھی ہے اب الفت کی آگ
دل جلون نے آج کچھ اس سوز سے فریاد کی

سخت جانوں کے گلے سے ہوگا جسدم سامنا
دیکھ لینا خون روئے گی چھری جلاد کی

آئی استقبال کو تاثیر فوراً عرش سے
چرخ پر پہنچین صدائین جب مری فریاد کی

قبر پر آیا وہ ظالم ساتھ لے کر غیر کو
ہائے بعدِ مرگ یون مٹی مری برباد کی

آرزوے وصل بھی ہے خواہش دیدار بھی
ہم نے اپنے دل مین اک بستی نئی آباد کی

ترک مے اور فصلِ گل مین حضرتِ واعظ خموش
مجھسے ہو سکتی نہین تعمیل اس ارشاد کی

یہ لٹا دیتی ہے دل کو عاشقون کے اے اثر
یار کی چین جبین ہے یا چھری جلاد کی

الٰہی بخش اثر [illegible]

فوراً لکھیے

انگریزی مین زائچے بنا کر مفت دیے جائین گے۔

لندن کے مشہور منجم پروفیسر راکسرائے نے ایک دفعہ پھر تہیہ کیا ہے کہ اہل ہند کو اپنے نئے
جائے سکونت واقع ہیگ ملک ہالینڈ سے مفت زائچے بنا کر بھیجین۔

پروفیسر راکسرائے کا نام اس ملک مین اسقدر مشہور ہے کہ کسی تعارف کا محتاج نہین۔ لوگون کے خواہ وہ کتنے ہی فاصلہ پر ہون حالات زندگی بتانے کا جو ملکہ انکو ہے اُسے حیرت انگیز کہا جاتا ہے۔ دوسرے حصص عالم مین جو اُن سے کم معروف منجمین ہین خود وہ بھی اُنھین اپنا اُستاد مانتے اور انھین کا تتبع کرتے ہین۔ وہ آپ کو بتا سکتے ہین کہ آپ کس قسم کی اہلیت رکھتے ہین اور کیسے کامیاب ہو سکتے ہین۔ وہ بتا دیتے ہین کہ آپکے دوست کون ہین اور دشمن کون اور آپکی زندگی کا اچھا اور بُرا زمانہ کون سا ہے۔

ماضی۔ حال اور مستقبل کی کیفیت جو وہ بتاتے ہین اُسے سُن کر آپ حیران رہ جائین گے اور آپ کو اُس سے مدد ملے گی بس آپ صرف اپنے ہاتھ سے اپنی تاریخ ولادت اور جنس لکھکر بھیجیے تاکہ وہ زائچہ بنا سکین۔ روپیہ بھیجنے کی ضرورت نہین۔ صرف الناظر کا حوالہ دیجیے اور نمونہ کا زائچہ مفت مل جائے گا۔

اوبرنیوساڈرن ملک جرمنی کا تجربہ کار منجم ہرپال اشٹامان لکھتا ہے کہ

پروفیسر راکسرائے نے میرے لیے جو زائچہ تیار کیا وہ بالکل صحیح تھا اور نہایت عقل و ہوشیاری سے بنایا گیا تھا۔ بحیثیت منجم ہونے کے مین نے خود سیارون کے حسابات و علامات کی جانچ کی اور ہر جزیہ کو مکمل پایا۔ وہ اپنے فن کے متعلق تازہ ترین معلومات رکھتے ہین۔

پیرس کی ایک قابل ترین خاتون بیرونس بلانکٹ کا بیان ہے کہ

"مین آپ کی شکرگزار ہون کہ آپنے میرا مکمل زائچہ بھیجا جو غیر معمولی طور پر صحیح ہے۔ مین نے اس سے پیشتر متعدد منجمون سے مشورہ لیا تھا مگر اس سے پہلے کبھی ایسے صحیح جوابات ملے اور نہ مجھے اطمینان کامل حاصل ہوا۔ نہایت مسرت کے ساتھ مین اپنے دوستون اور شناساؤن سے آپ کی سفارش کرون گی اور آپکے حیرت انگیز علم سے مطلع کرتی رہون گی۔"

اگر آپ چاہتے ہین کہ اس خاص رعایت سے فائدہ اُٹھائین اور اپنی زندگی کے حالات بزبان انگریزی معلوم کرین تو صرف اپنا پورا نام اور پتہ۔ تاریخ مہینہ سال۔ مقام پیدایش معہ اس تصریح کے کہ آپ مرد ہین یا عورت لکھدا ہین یا نا کتخدا نہایت صاف خط مین لکھکر ذیل کے پتہ پر بھیجدین

راکسرائے ڈپارٹمنٹ ۲۲۲ بی۔ نمبر ۲۴ گروٹ مارخ۔ دی ہیگ۔ ہالینڈ۔

Roxroy, Dept 222 B – No 24 Groot Markt
The Hague, Holland.

نوٹ اگر آپ چاہین تو محصولڈاک اور معاوضہ تحریر ادا کرنے کی غرض سے چھ آنہ کے ٹکٹ بھی رکھدین۔ ملک ہالینڈ کو جو خطوط ہندوستان سے جاتے ہین اُن پر ۲½ آنے کے ٹکٹ لگائے جاتے ہین۔

نظرے خوش گزرے

جون کے الناظر مین لکھا گیا تھا کہ ہم نے ارباب بہار کی خدمت کرنے کے لیے پٹنہ مین اقامت اختیار کی ہے مگر وسط اکتوبر مین بعض اسباب کی بنا پر ہمین مشیر بہار سے علیحدہ ہو جانا پڑا اور اب ہم اپنے وطن مین واپس آ گئے ہین۔ لیکن پٹنہ کے چند روزہ قیام نے ہماری تندرستی کو اس درجہ خراب کر دیا ہے کہ ہم کچھ عرصہ تک سکون و آرام حاصل کرنے کی غرض سے شہر سے باہر رہنے پر مجبور ہین۔ اور خدائے جل و علےٰ کا فضل و کرم شامل حال رہا تو سال رواں کے اختتام تک غالباً ہم اس قابل ہو جائینگے کہ پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ الناظر کی خدمت مین مصروف ہو سکین۔ اس عرصہ مین اگر ہمارے سکوت و ناموشی سے ناظرین الناظر اور دیگر کرمفرما حضرات کو کسی قسم کی شکایت پیدا ہو جائے تو امید ہے کہ ہماری معذوریون پر نظر کرکے چشم پوشی فرمائی جائیگی۔

انجمن ترقی اردو کے متعلق ماہ ستمبر مین جو اطلاعات ہمین موصول ہوئی تھین انکو گزشتہ نمبر مین شائع نہ کرسکنے کا افسوس ہے بہرحال اب ہم مختصراً انجمن کی کارروائیون کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہین۔ ماہ آیندہ مین ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس بمقام آگرہ منعقد ہوگا اور اسوقت انجمن کی مفصل رپورٹ جو سکریٹری صاحب پیش کرینگے اس سے تمام کارروائیون کی تفصیلی حالت معلوم ہو سکے گی۔

(۱) حاجی یوسف حاجی اسمٰعیل قوبانی نے جو بمبئی کے نہایت روشن خیال۔ ہمدرد قوم اور باثروت مسلمانون مین شمار ہوتے ہین گزشتہ کانفرنس مین انجمن کو مبلغ دو ہزار روپیہ عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اب یہ رقم عطیہ وصول ہو گئی ہے۔

(۲) جناب بیگم صاحبہ بھوپال نے وعدہ فرمایا ہے کہ دیگر اصحاب سے چندہ وصول ہونے پر وہ تین ہزار کی رقم عنایت فرمائین گی۔

(۳) نواب عماد الملک بہادر پریسیڈنٹ انجمن نے قریب اعلےٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و حشمتہ کی بارگاہ مین انجمن کی امداد کے لیے عرضداشت پیش کرنے والے ہین۔

(۴) دیگر کتب کے علاوہ پلوٹارکس لائیوز کا ترجمہ بھی کرایا جا رہا ہے۔

(۵) انجمن ترقی اردو بہار نے مرکزی انجمن کی شاخ بننا منظور کر لیا ہے۔

گزشتہ اجلاس کانفرنس کے موقع پر جب انجمن ترقی اردو کا نظم و نسق ہمارے مکرم دوست مولوی عبدالحق صاحب بی اے کے ہاتھون مین دیا گیا تو سابقہ حالات و واقعات کی بنا پر بدگمان نہ بددل ہونے پر بھی ہمارے دل مین ازسرنو امیدین پیدا ہو گئین لیکن ہم یہ ہرگز توقع نہین رکھتے تھے کہ اس پہلے سال مین انجمن کو کوئی معقول کامیابی حاصل ہو سکے گی۔ مگر الحمد للہ کہ مراحل ابتدائی کی منزل کو ایک حد تک بہ کامیابی طے کرکے انجمن نے سال رواں کے اندر اپنے علمی کام کی نہایت مضبوط بنیاد ڈال دی ہے اور اگر اس انتظام مین کوئی خاص تغیر یا نقص نہ پیدا کر دیا گیا تو یقیناً انجمن بہت جلد نہایت مفید نتائج ظاہر کر سکے گی۔

جناب حاجی یوسف حاجی اسمٰعیل ثوبانی صاحب کے ہم تہ دل سے شکر گزار ہین کہ انھون نے انجمن کو قیمتی مدد دے کر اسکی روان کی کارروائیون کو کامیاب بنانے کا موقع دیا۔ یہ عطیہ اگرچہ دولتمند اور فیاض دل معطی کی ثروت اور عالی حوصلگی کے لحاظ سے کوئی بڑی وقعت نہین رکھتا لیکن جس خوش دلی اور حقیقی ہمدردی سے اور جیسے نازک وقت مین یہ رقم عطا ہوئی ہے اُسکے خیال سے ہم جسقدر صاحب موصوف کا شکریہ ادا کرین کم ہوگا۔ اور ہمین قوی امید ہے کہ جون جون انجمن کے قدم میدان عمل مین بڑھتے جاینگے حاجی صاحب اور اُنکی توجہ اور تحریک سے بمبئی کے دوسرے باثروت مسلمان انجمن کی مالی امداد کرنے مین مزید فیاضی اور سیرچشمی کا اظہار کرتے رہینگے۔

گذشتہ جنوری مین جب ہمین ہر ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال کی خدمت مین انجمن کے اغراض و مقاصد پیش کرنے کی عزت حاصل ہوئی اور علیا حضرت کے بیش قیمت خیالات سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا تو ہمین اس بات کی پوری امید تھی کہ سرکار بھوپال کی بارگاہ سے انجمن کو گران قدر امداد ملے گی۔ چنانچہ اب وقت آگیا ہے کہ ہماری امیدین بر آئین۔

اعلیحضرت حضور نظام کی بارگاہ والا سے جو بیش قرار امداد ہماری تمام مذہبی و قومی مجالس کو پہنچ رہی ہے اُسکی قدر و قیمت کا احساس ساری قوم کو ہے بلکہ اب کسی انجمن کی اہمیت کے لیے یہ امر ناگزیر ہے کہ دولت آصفیہ کی مربیانہ توجہ اُسکی معین و مددگار ہو اور یہ امر تمام بہی خواہان اُردو کے لیے قابل مبارکباد ہوگا اگر نواب عماد الملک بہادر کی وساطت سے انجمن ترقی اردو کو اسقدر جلد ریاست حیدرآباد کی اعانت حاصل ہو جائے۔ اور ہمین کچھ شبہ نہین ہے کہ پیشگاہ آصف جاہ سابع سے جو وظیفہ انجمن کو ملے گا وہ اُسکی مستقل زندگی کے لیے ہمیشہ بمنزلہ آب حیات ثابت ہوتا رہے گا۔

اکتوبر کے "نقاد" مین ایک عالمگیر انجمن اُردو قائم کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔ ہم مشیر بہار کے کالمون مین کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس تجویز کے خلاف لکھ چکے ہین اسلیے یہان کوئی بحث کرنا فضول ہے البتہ حضرت دلگیر سے یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہین کہ اگر اُنکے خیال مین کوئی علٰحدہ مجلس قائم ہونا ضروری ہے اور اگر وہ سمجھتے ہین کہ خود وہ اور اُنکے ہم خیال اصحاب اس اہم کام کو سرانجام دینے کیلیے آمادہ ہین تو اُسکی بہترین صورت یہ ہوگی کہ صوبۂ آگرہ مین ایک شاخ انجمن ترقی اردو کی قائم کر لی جائے اور اُسکو پوری قوت کے ساتھ چلانے کی کوشش کی جائے۔ اور اگر اس تجویز کو ہمارے کرمفرما بنظر استحسان دیکھین اور اُسپر عمل کرنے کو تیار ہوسکین تو ہم اپنی ناچیز بساط کے مطابق ہر قسم کی عملی امداد دینے کے لیے آمادہ ہین۔ صوبۂ اودھ مین ایک شاخ قائم کرنے کا ہمین ابتدا سے خیال تھا لیکن "کل امر مرہون باوقاتہا"۔ ہم وقتاً فوقتاً یہان کے حامیان اُردو کو اسطرف متوجہ کرتے رہتے ہین اور مناسب موقع کے منتظر ہین۔ لیکن اگر آگرہ مین کوئی مجلس ایسی قائم ہو جائے جو کچھ علمی کام کرنے والی نظر آئے تو ہم انشاءاللہ اُسکی تائید سے غفلت نہ کرینگے۔

اکتوبر نمبر مین صفحہ ۲۹ پر حضرت مانی جائسی کی ایک نظم "کارنامۂ حسن" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی جسکا پہلا شعر حسب ذیل ہے:

گہہ باعث الفت واثق ہے گہہ مقصد جذب صادق ہے — گہہ تپش قلب عاشق ہے گہہ سوز دل شیدا ہے زین

اس شعر کے دوسرے مصرع مین تپش کی پ ساکن ہوگئی ہے جسپر صاحب نظم کو متوجہ کرنے کے لیے علامت استفہام بنا دی گئی تھی حضرت مانی نے تو اسکے متعلق ہمین کچھ لکھا نہین مگر ہمارے غائبانہ کرمفرما سید منظر علی صاحب دسالق سب ایڈیٹر

رسالہ اولڈ بوائے) کا ایک گرامی نامہ موصول ہوا ہے جسمین وہ لکھتے ہین کہ "اگر تپش کی جگہ نپش کر دیا جاے تو مصرع صحیح ہو جاے گا۔ کیا عجب ہے کہ حضرت مانی نے بھی نپش ہی باندھا ہو" جہانتک ہم نے غور کیا جناب منظر کی تاویل درست نہین معلوم ہوتی۔ اور نہ اصل مسودہ جو نہایت صاف اور واضح لکھا ہوا ہے اسطرح درج ہے۔ یقیناً حضرت مانی کی نظر اس نقصان کی طرف نہین گئی اور سہواً تپش کا لفظ بندھ گیا۔ ہمین امید ہے کہ صاحب موصوف خود اپنی تحریر کے ذریعہ اصل حقیقت کے ظاہر کرنے مین دریغ نہ فرمائینگے۔ اور اگر جیسی ہماری راے ہے سہواً "تپش" ہی باندھ گئے ہین تو اس غلطی کو تسلیم کرلین گے کہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان۔

الناظر مین ماہ بماہ آتنک نگرہ فارمیسی جام نگر کا اشتہار شایع ہوتا رہتا ہے اور ہمین یقین ہے کہ جو ناظرین کارخانہ مذکور سے ادویہ منگاتے ہونگے وہ پورا نفع اٹھاتے رہے ہونگے اور کارخانہ کی حسن معاملت سے جس کا ہمین بخوبی تجربہ ہے خوش ہوتے ہونگے۔ کارخانہ مذکور کی ادویہ نے جو شہرت حاصل کی ہے اسکا اندازہ کرنا آسان نہین ہے۔ حال مین کارخانہ کے خوش مذاق اور وسیع النظر مالک نے ایک خوشنما البم شایع کیا ہے جس سے کارخانہ کی ترقی کا کچھ اندازہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کا نفیس البم شاید ہی کسی ہندوستانی کارخانے نے اس سے پہلے شایع کیا ہو اور اس سے ہمین یہ بھی اچھی طرح راے قائم کرنے کا موقع ملا ہے کہ کارخانہ کی مالی ترقی کے ساتھ ساتھ مالکون نے اس کا خاص اہتمام کیا ہے کہ وہ ہر قسم کے جدید ترقی یافتہ طریقہ تجارت سے مستفید ہون۔ اس قسم کے البم یوروپ و امریکہ مین اور نیز ہندوستان کے انگریزی کارخانون مین بکثرت شایع ہوتے رہتے ہین لیکن اہل ہند کی تجارتی ترقی کی رفتار جسقدر سست ہے اسکے لحاظ سے اشتہار دینے اور کاروبار کرنے کے جدید طریقون سے فائدہ اٹھانے مین بھی یہان کے لوگون نے کچھ زیادہ کامیابی حاصل نہین کی۔ اسلیے جہان اس کارخانے کے مالک مسٹر وید یا شاستری منی شنکر گو وندجی اپنی کاروباری ترقی کے لیے قابل مبارکباد ہین وہان اس بات کے لیے ہمارے شکریہ اور تعریف کے بھی مستحق ہین کہ تجارت کے جدید اصولون کو رائج کر کے انھون نے ہندوستان کے دوسرے تجارت پیشہ اصحاب کے لیے ایک نظیر اور مثال قائم کر دی ہے جس سے یقین ہے کہ پورا پورا نفع اٹھانے کی کوشش کی جاے گی۔

یہ البم عام دلچسپی کا ذریعہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ اسمین حضور ملک معظم کوئین میری اور جام صاحب جام نگر کی عکسی تصاویر کے علاوہ دوسری تمام تصویرین خود کارخانہ سے متعلق ہین لیکن کارخانہ کے الگ الگ محکمون کی تصویرین دیکھنے کے بعد ممکن نہین کہ لوگون کے کاروبار کے جدید طریقون کی عظمت اور تجارت کے ذریعہ سے ترقی کرنے کا خیال دل مین پیدا نہو اور یہ بجاے خود اس قسم کی تحریک کا پیدا ہونا بلاشبہ اہل ملک کے لیے نہایت درجہ مفید و کارآمد ہوگا۔

کارخانہ نے گزشتہ ۲۲ سال کے عرصہ مین ملک کی خدمت کی ہے اسکا شکریہ ادا کرتے ہوے ہم ناظرین الناظر سے سفارش کرتے ہین کہ وہ اس البم کو جو غالباً بلا قیمت ملے گا کارخانہ کے دفتر سے منگا کر ضرور ملاحظہ فرمائین تاکہ انھین اپنے ایک ملکی بھائی کی ترقی کا حال معلوم کر کے مسرت ہو۔ اس وجہ کی بنا پر آپ ہی اعلے کامیابی کی امید ہے ہو سکے کارخانہ کا پتہ اس کے اشتہار مین درج ہے جو الناظر مین شایع ہوا کرتا ہے۔

مقوی اکسیر گولیان

ہماری ایجاد کردہ اتنگ نگرہ گولیون کا نام شاید آپ نے نہین سُنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین بڑے بڑے نامی و گرامی ڈاکٹرون حکیمون ویدون نے تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین سینکڑون فرمایشین ان گولیون کی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانے مین پہنچتی رہتی ہین۔ اعصابی کمزوری کے دور کردینے مین اکسیر ثابت ہوی ہین اولادیون کو سراپا امید بنانا۔ اور مادہ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا۔ ذہن مین جودت تیزی پیدا کرنا۔ حافظہ کو قوت دینا۔ جسم کو تندرست و توانا بنانا۔ مردہ دلون کو تازہ روح عطا کرنا ان کا ادنی کرشمہ ہے۔ مردون اور عورتون کے ہر قسم کے ضعف کو دور کرنے اور عالم جوانی دکھانے مین یہ گولیان اکسیر کا کام دیتی ہین۔ اگر انکو تندرست آدمی بھی کھائے تو بیشمار فائدہ جسم مین پائے جن لوگون نے سرٹیفکٹ دیا ہے اُن سے دریافت کرکے اطمینان خاطر کرلیجیے۔ یا خود ایکبار تجربہ کرلیجیے قیمت فی ڈبہ جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین ایک روپیہ محصول بذمہ خریدار چار ڈبہ کے خریدار کو ایک ڈبہ۔ اور آٹھ ڈبہ کے خریدار کو دو ڈبہ اور نو ڈبہ کے خریدار کو تین ڈبہ کمیشن بمفت دیا جاتا ہے مزید اطمینان کے لیے ہماری کتاب کام شاستر جو ایک تندرستی کا حلیہ ہے ۱۴۴ صفحے مین قریب قریب ہر زبان مین چھپی ہوی ہے صرف ایک کارڈ لکھکر ہم سے بلا قیمت طلب کرلین۔

طلاء تے واجی کرن

اس طلا کا ثانی ہماری نظرون سے ہنوز نہین گزرا یہ طلا بے مثل بلا چون و چرا ثابت ہوچکا ہے اعضاے تناسل کی پتلی جڑ کو موٹا کرنے مین اور سستی اور نامردی کو جو بسبب ڈھیلی پڑجانے رگون کے درست اور صحیح کرنے مین مجرب اور بے مثل طلا ہے اسکی شہادتین اور سرٹیفکٹ بھی ہمارے پاس موجود ہین چند اُن مین سے کتاب مذکور مین درج کیے گئے ہین فی شیشی نصف تولہ صرف دو ہفتہ کا پانچ روپیہ ۵ ایک شیشی کے خریدار کو ایک ڈبہ اتنگ نگرہ کمیشن مفت۔

ویدشاستری منی شنکر گووند جی جام نگر کاٹھیاواڑ

اسرار حکمت و اسرار الاطبا

یعنی بارہ سو کے قریب سینون کے مخفی رازون اور نایاب و مجرب نسخہ جات و اعمال کا ذخیرہ جو ہندوستان کے مشہور و معروف اور چوٹی کے ڈیڑھ سو کے قریب حکما و اطبا اور وید صاحبان کے خاندانون مین سلسلہ بسلسلہ اور سینہ بسینہ چلے آتے تھے۔ اور جن کا اظہار کسی غیر شخص پر نہ کیا جاتا تھا۔ اسرار حکمت جلد اول اور اسکی جلد دوم موسومہ اسرار الاطبا مین درج ہوکر پبلک کے ہاتھون پہنچ گئے۔ ان نسخہ جات کے صحیح اور سریع الاثر ہونے کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہ اسوقت تک پانچسو سے زائد نسخہ جات کا تجربہ ہوکر انکی تصدیق ہندوستان کے مشہور و معروف طبی پرچہ حکمت لاہور مین ایک ہزار سے زائد اصحاب کی طرف سے درج ہوچکی تھی۔ اسرار حکمت کی پسندیدگی اور عام مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ کہ مشاہیر اطبا اور ڈاکٹرون کے علاوہ پبلک کے سربراوردہ اور معززین نے بھی اس سلسلہ کو خاص وقعت کی نگاہون سے دیکھا ہے۔ کیا کسی ایک کتاب پر آج تک تین ہزار سے زیادہ مشہور آدمیون کی طرف سے ریویو اور تقریظین لکھی گئی ہین۔ ہندوستان کے موقر اور معزز اخبارون اور رسالون نے نہایت عمدہ ریویو کیے ہین۔ طب قدیم مین سب سے پہلا مفید کام اسے تسلیم کیا گیا ہے۔ فی الحقیقت اسرار حکمت نے طب قدیم کے سر سے بخل کا بھاری الزام دور کرکے ایسے مجربات شایع کیے جانے کا راستہ کھول دیا ہے ۱۹۰۷ء سے اس کتاب کو شایع کیے جانے کی کوشش ہوتی رہی۔ اسکے مؤلف جناب عمدۃ الاطبا حکیم مولوی محمد عبد العزیز صاحب کامل ایل ایم ایس نے متواتر اپنے رسالہ حکمت مین توجہ دلا دلا کر اور خود سفر سے صعوبات اٹھا کر اکثر مشاہیر اطبا اور وید صاحبان سے مل کر انھین قائل کرکے ایسے جواہر بیش بہا کو جمع کیا ہے جنکا حاصل ہونا کسی اور صورت سے ناممکن محض تھا۔ اس کتاب مین آپ قریب قریب ہر مرض کا وہ مجرب اور آسان نسخہ پاوینگے جو ہندوستان کے مشہور طبی خاندانون کے ساتھ وابستہ تھے طبیب اور غیر طبیب ہر ایک کے لیے مفید ہے اول و آخر سہولیت کی غرض سے کئی کئی فہرستین شامل ہین۔

دعویٰ یہ ہے کہ آج تک کوئی ایسی کتاب۔ اس سے پہلے طبع نہین ہوی ہے۔

قیمت جلد اول عہ جلد دوم عہ۸ ایک ماہ تک نصف قیمت جو لاگت سے بھی کم ہے یعنی ہر دو جلد عہ محصول وغیرہ عہ۲

ملنے کا پتہ

منیجر کامل بک ایجنسی متعلقہ حکمت لاہور

طرفۃ العین مین پاک کر سکتی ہین، ہم اس پہاڑی کے دامن مین کھڑے تماشا دیکھتے رہین لیکن نہین، یہ ہماری سپاہیانہ شان سے بعید ہے۔ اور کیا کہون؟ بس ہم مین سے ہر شخص تھوڑا تھوڑا حصہ لے۔ اس طرح سارا کام سرانجام ہو جائے گا۔ ہان تو نکارے کے لیے کوچ کرنے کی سیٹی دو، یہ بھی کوئی لڑائی ہے تمھارا جوش و دبدبہ دیکھتے ہی حریف کا پتہ پانی ہو جائے گا"

[گرانڈ میری آتا ہے

گرانڈ میری" اب کیا دیر ہے؟ ان زار و نزار جزیریون کو نہین دیکھتے کہ جان سے ہاتھ دھوئے ملک الموت کو بوسیدہ ہڈیون کا ہدیہ پیش کرنے کے لیے با این ہیئت کذائی کھڑے ہوے ہین۔ اور انکے خراب حال وجود سے رزمگاہ کی رونق صبح گاہی پر بھی اوس پڑ گئی۔ انکی جھنڈیون کے پھٹے پرانے پھریرون کو چھیڑ چھیڑ کر ہوا بھی اُن سے حقارت آلود خوش طبعی کر رہی ہے مریخ فلک نے اپنے لطف و انعام اُن پر تبدیل کر دیے ہین اور انھین قہر بھری نگاہون سے گھور رہا ہے۔ سوار کا ٹھیون پر نہین بیٹھے، بلکہ معلوم ہوتا ہے، مجرم ہین جو تختۂ صلیب پر لٹکے ہوے ہین۔ انکے غریب مرکبون کو تو دیکھو، گردنین ڈالے چپ چاپ کھڑے ہین، ٹانگین، کمر اور پیٹھ کے بوجھ سے دبی جا رہی ہین، بیچارون کا ہڈی چمڑا ایک ہو گیا ہے، آنکھون مین موت کی زردی چھا گئی ہے اور اُن سے گیڈ اور چیپڑے رس رس کے رخسارون پر بہہ رہے ہین۔ لگام کے زنگ خوردہ چھلے چبائے ہوے گھاس کے گندے لیپ سے لتھڑے ہوے منھ مین پڑے ہین، حریص ظالم کوے سر دن پر منڈلاتے پھرتے ہین کہ یہ گرین اور ہم انکو نوچ نوچ کر مزے سے کھا جائین۔ غرض انسان اور حیوان دونون پر موت کا سناٹا چھایا ہوا ہے نہین تو اس بے جوڑ لڑائی مین خاک بھی لطف نہ آئے گا ۵

پھانسی لگا رہی ہے اجل کیا بری طرح　　　الجھاے رشتہ ہاے امید دراز مین

(کلام طباطبائی)

سپہ سالار" وہ آخری دوگانہ تو ادا ہی کر چکے، بس اب موت کی راہ دیکھ رہے ہین"

ڈافن" اچھا تو ہم انھین کھانا کپڑا اور انکے گھوڑون کے لیے دانہ چارہ کیون نہ بھیجدین۔ بعد مین لڑینگے"

سپہ سالار" مجھے تو صرف اپنے گارد اور علم بردار کا انتظار تھا۔ خیر اب بڑھو۔ طبلچی سے جھنڈا لیے لیتا ہون، جلدی ہی سہی چلو، چلو، بڑھو۔ آفتاب بلند ہو گیا ہے۔ ہم وقت کھو رہے ہین۔

سین تیسرا

انگریزی کیمپ

[گلاوسٹر، بیڈفورڈ، ایگزیٹر، آرنگھم معہ اپنے پورے دستے کے، سالسبری، اور ویسٹ مارلینڈ]

گلاوسٹر "بادشاہ سلامت کہان ہین؟"

بیڈفورڈ "معاینہ فوج کے لیے تشریف لیگئے ہین"

ویسٹ مارلینڈ "غنیم کے پاس ساٹھ ہزار لڑنے والے ہین"

ایگزیٹر "اس حساب سے ہم مین اور اُن مین ایک او پانچ کی نسبت ہوی"

سالسبری "خدا مدد کرے عجب ٹدی دل سے مقابلہ پڑا ہے، خدا حافظ و ناصر تمھارا لے شہزادو مین اپنے رسالہ مین جاتا ہون اب اگر دوسرے عالم کے سوا ملاقات نہ ہوسکے تو میرے دوستو اور عزیزو اور سپاہیو تم سب کو میرا آخری سلام"

بیڈفورڈ "خدا حافظ، نیکدل سالسبری، خدا کا فضل و کرم آپ کے ساتھ ہے"

ایگزیٹر "الوداع، مہربان لارڈ الوداع آج خوب مردانگی کی داد دو۔ معاف فرمائیے، آپ سے یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آپ تو ماشاءاللہ سے مجسم جوش و تہور ہین" [سالسبری جاتا ہے

بیڈفورڈ "جسقدر اسمین مہر و الفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوی ہے اُسی قدر شجاعت بھی۔ ان دونون خوبیان مین تو وہ مثل شہزادہ کے ہے"

ویسٹ مارلینڈ "اس وقت جو لوگ وطن مین بیکار پڑے ہوے ہین کاش اُن مین سے اسوقت یہان دس ہزار ہی موجود ہوتے"

بادشاہ "یہ کون ہے جو ایسی خواہش ظاہر کر رہا ہے؟ کیا بھائی ویسٹ مارلینڈ ہے؟ نہین پیارے بھائی ایسی دعا نہ مانگو۔ اگر ہم موت کا نشانہ بن گئے تو ہمارے وطن کے لیے یہی صدمہ کافی ہے اور اگر زندہ رہے تو ہمارے جسقدر کم ہون گے اسی قدر زیادہ عزت حصہ مین آئے گی مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ نہین بھائی نہ اسکے لیے اب ایک آدمی کی بھی خواہش نہ کرو۔ مین سیم و طلا کا متوالا نہین ہون۔ نہ مجھے اسکی پروا ہے کہ میرے خوان کرم پر کتنے کھانے والے ہین نہ مجھے اس کا رنج ہوتا ہے کہ لوگ میرا لباس پہنتے اور پھاڑتے ہین ایسی

ایسی عمولی باتین میرے گوشۂ خیال مین ہرگز نہین باسکتین لیکن اگر عزت و ناموری کی حرص گناہ ہے تو دنیا بھر مین کوئی روح میری روح سے زیادہ گناہ گار نہ ہوگی نہین بھائی، خدارا وطن سے ایک متنفس کی بھی آرزو نہ کرو خدا کی قسم مجھے یہ گوارا نہو گا کہ کوئی نیا شخص آئے اور اُس عظیم نیکنامی اور شہرت مین شریک ہو جائے جسکے حصول کی مجھے آج قوی امید ہے - واللہ ایک شخص کی بھی آرزو نہ کرو - بلکہ جاؤ تمامی لشکر مین منادی کردو کہ جس کسی کو لڑائی کا دل گردہ نہ ہو وہ فوراً چلتا پھرتا نظر آئے - پروانہ راہداری اور زاد سفر حاضر ہے - ہم اُس شخص کی ہمراہی مین مرنا پسند نہین کرتے جو ہمارے پہلو بہ پہلو جان دینے مین ننگ و عار سمجھتا ہو آج کرسپین و لی کی برسی ہے آج جو زندہ رہے گا اور صحیح سلامت وطن کو واپس جائے گا - اس دن کا ذکر آتے ہی غرور فخر و ناز سے جامہ مین پھولا نہ سمائے گا - وہ فرط جوش سے کرسپین کا نام لے کر اٹھ کھڑا ہوگا - ہان وہ شخص جو آج کے روز زندہ رہے گا اور بڑی عمر پائے گا ہر سال ایک شب پہلے اپنے پڑوسیون کو دعوت مین بلائے گا اور کہے گا کہ کل کرسپین و لی کا تہوار ہے" پھر وہ اپنی آستین اور دامن اُٹھائے گا اور اُنھین اپنے داغ دکھا کر کہے گا کہ "یہ زخم مین نے آج ہی کے دن کھائے تھے" مانا کہ مسن شخصون پر نسیان کا زیادہ تسلط ہوتا ہے، وہ سب کچھ بھول جاتے ہین، مگر نہین وہ اسکو خوب یاد رکھین گے کہ اُن سے آج کے روز کیا کیا کارنمایان ظہور مین آئے تھے - ہمارے نام اُنکے ورد زبان ہو جائین گے محفل سرور و نشاط مین، دور ساغر کے ساتھ ساتھ، کنگ ہینری، بیڈ فورڈ، اگزیٹر، وارک، ٹالبٹ، سالسبری اور گلاوسٹر کے نام بار بار اُنکے ہونٹون پر آئین گے نیک لوگ آج کے واقعہ کا ذکر اپنے بچون سے قصہ کے طور پر سنایا کرینگے اور یوم آخر تک آج کا دن نہ آئے گا مگر یہ کہ لوگون کے دلون مین ہماری، ہان ہم چند خوش نصیب نفوس کی، یاد تازہ ہو جایا کرے گی - آج کے دن جو میرے ساتھ خون بہائے وہ میرا بھائی ہے، وہ کیسا ہی رذیل کیون نہو، یہ دن اُسے نجیب و شریف بنا دیگا اور وہ نجبا و شرفا جو اسوقت وطن مین بستر استراحت پر آرام فرما ہین اپنے کو مردود و بدبخت سمجھین گے اور کہین گے کہ افسوس ہم بھی میدان جنگ مین کیون نہ ہوئے اور اُس شخص کے سامنے جو آج کی لڑائی مین شریک ہونے کا فخریہ ذکر کرے گا، اُن پر حسرت و پشیمانی کا گھڑون پانی پڑ جائے گا

[لارڈ سالسبری آتا ہے

سالسبری - جہان پناہ عجلت کو کام فرمایا جائے، غنیم نہایت بامردی کے ساتھ صف آرا ہو چکا ہے، اور قریب ہے کہ پوری تندی سے ہم پر آ پڑے"

بادشاہ "دل آمادہ ہون تو یہان کچھ دیر نہین"

ویسٹ مارلینڈ "بجلی گرے اُس نامرد پر جسکا دل اس وقت میں پیش کرتا ہو؟"

بادشاہ "تو کیا اے جان! اب تمھین انگلینڈ سے اور کمک نہ آنے کی حسرت تو نہین ہے ؟"

ویسٹ مارلینڈ "خدا نہ کرے! جہان پناہ! صرف حضور اور یہ خانہ زاد ہی اس لڑائی کو سر کرنے کے لیے کافی ہین"

بادشاہ "خوب! تو اب تم ان پانچ ہزار کی بھی ضرورت نہین سمجھتے - مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ تم ایک شخص کی بھی کمک چاہو، تمھین اپنے اپنے مقامات تو معلوم ہی ہین، جاؤ خدا حافظ و ناصر"

[ماونٹ جائے آتا ہے

ماونٹ جائے "اے بادشاہ ہینری مین ایک بار اور آیا ہون، یہ دریافت کرنے کے لیے، آیا اب بھی جبکہ تیرا ستارہ غروب ہونے کو ہے، فدیہ مشخص کرنے کو آمادہ ہے کہ نہین - سُن تو قعر ہلاکت کے اسقدر قریب آ پہنچا ہے کہ اُسمین تیرا اوندھے مُنھ گرنا یقینی ہے - ہمارے سالار عسکر کی یہ کچھ کم رحمدلی نہین جو تجھے نصیحت کے طور پر یہ کہلا بھیجا ہے کہ اپنے سپاہیون کو اس آخری گھڑی مین توبہ کرنے کی ہدایت کرے، تا کہ اُنکی روحین لطیف و سبکبار ہو کر اس میدان سے بخیر و خوبی پرواز کر جائین، جہان کہ اُنکے تیر و شمشیر سے گھائل جسم گڑھے تک کو محتاج رہین گے"

بادشاہ "ابکی تجھے کس نے بھیجا ہے ؟"

ماونٹ جائے "سپہ سالار نے"

بادشاہ "تو براہ کرم میرا پہلا جواب اُسے بھی پہنچا دیجیے - اُس سے کہو ایسا ہی ہے تو مجھے اپنے قابو مین لا کر میری ہڈیان کیون نہین بیچ لیتے - خدا کی پناہ! آخر ہم غربت زدون کو دل لگی مین کیون اڑایا جاتا ہے ؟ وہ شخص بھی عقل کا پورا تھا کہ ابھی شیر قابو مین آیا نہین، لگا اُسکے چام کے دام چکانے، اور جب شکار کو گیا تو خود شکار ہو گیا! یہ مین یقین و وثوق سے کہتا ہون کہ میری فوج مین سے اکثر کو اپنے ہی وطن مین قبرین نصیب ہونگی، جن پر آج کے واقعہ کی شہادت دینے کے لیے برنجی کتبے نصب کیے جائینگے - برعکس اسکے وہ، جو مردانہ وار جان دے کر اپنی لاشون کو فرانس مین چھوڑ جائین گے، خواہ تم اُنکو غلیظ گوڑیون ہی مین کیون نہ گاڑ دو، وہان بھی وہ مشہور ہوے بغیر نہ رہینگے - آفتاب اپنی سیمین چادر سے اُنکی پردہ پوشی کرے گا اور اُنکے جوہر عز و شرف کو جذب کر کے آسمان شہرت پر جلوہ گر کرے گا اور اُنکے کثیف اجزا تمھاری آب و ہوا کو ستم آلود کرنے کے لیے چھوڑ دے گا جسکے تعفن سے تمھارے ملک مین امراض سارے پھیل جائین گے - دیکھو ہماری قوم کی افراط شجاعت کا یہ حال ہے

کہ مرنے پر بھی اُسکی مہلک رفتار اُچھلتی گولی کی طرح بہتیروں کو نشانہ بنائے بغیر ٹھنڈی نہیں ہوتی! ہاں میں بھی فخر و تعلی بھرا لہجہ کیوں اختیار نہ کروں؟ جاؤ، کانسٹیبل سے کہدو۔ ہمیں مصنوعی سپاہی نہ سمجھنا، ہم مرد میداں ہیں۔ کیا ہوا اگر اثنائے کوچ میں ہماری وردیوں کی چمک دمک اور ہمارے اسلحہ کی آب و تاب گرد و غبار اور مینہ بوندی کی وجہ سے ماند پڑ گئی، ہماری ٹوپیوں پر اگر پروں کے طرے نہیں تو سمجھ لو کہ ہمارا میدان سے اُڑ کر جانا ناممکن ہے۔ وطن سے نکلے ایک مدت ہوئی اگر سفر کی سختی سے ہماری شکلیں ہوگئی ہیں تو کچھ پروا نہیں، ہمارے دل اُسی طرح ہلکے اور مضبوط ہیں۔ میرے سپاہی کہتے ہیں کہ "قبل اسکے کہ یہ دن رات کا لباس پہنے ہم اپنے آپ کو نئی پوشاک میں ملبوس پائیں گے۔" اُن کو یقین ہے کہ فرانسیسی افسر اُنکے ہاتھ میں گرفتار ہونگے اور اُنکی زرق برق وردیاں چھین کر اُنھیں سپاہیانہ خدمت سے سبکدوش کر دینگے، اگر اُنھوں نے ایسا کیا، مجھے یقین ہے کہ خدا کے فضل سے وہ ایسا ہی کرینگے تو مطمئن ہوں میرا فدیہ جمع ہوگیا۔ اے قاصد تو بار بار زحمت میں کیوں پڑتا ہے؟ آیندہ فدیہ طلب کرنے کے واسطے نہ آنا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم ہر طرح سے محروم رہوگے میں لڑتا لڑتا مر جاؤں گا مگر یہ ذلت اختیار نہ کروں گا۔ تمھاری امید کسی طرح پوری نہ ہوگی تمھیں کچھ نہ ملے گا، مگر میری مردہ لاش جو تمھارے کسی کام نہ آئے گی۔"

ماؤنٹ جائے "بہت خوب میں رخصت ہوتا ہوں۔ اجازت ہو، اب آپ کسی قاصد کا پیام نہیں سنیں گے۔" [جاتا ہے

بادشاہ "مجھے غدشہ ہے کہ تو ایک بار اور فدیہ کے لیے آئے گا۔"

[ڈیوک آف یارک آتا ہے

ڈیوک آف یارک "حضور غلام کو ہیشگاہ و لشکر کی کمان کا حکم ہو۔"

بادشاہ "بہادر ڈیوک، میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ سپاہیو، ہاں بڑھو۔"

سین چوتھا

میدان جنگ ۔ الارم ۔ قتل و غارت

پسٹل فرنچ سولجر اور لڑکا آتے ہیں

پسٹل "ڈال ہتھیار کتے کے بچے، ڈال ہتھیار۔"

فرنچ سولجر "جا پنسٹی کو اہی ٹیس جنتیل ہامی ڈابونی کوالٹی۔"

پسٹل "کوانٹی ٹی کالمائی کسٹیورما ! ابے کیا توکسی شریف خاندان سے ہے ؟ کیا نام ہے تیرا ! بتا"

فرینچ سولجر "اوسینور ڈیوا"

پسٹل "اہا سینور ڈیوتو شریفون کا سا نام مالوم ہوتا ہے ۔ سُن مین کہتا ہون سینور ڈیو سمجھ کے جواب دینا یا تو ہمیش بہا قیمت ہدیہ دینے کا وعدہ کر نہین تو دیکھ یہ خنجر ہے ابھی پیٹ مین بھونکے دیتا ہون"

فرینچ سولجر "اوپری نیز مزای ری کارڈی ! ایئز پٹی ڈی موئی !"

پسٹل "موئی کافی نہین ہے ۔ مین چالیس موئی لون گا چالیس ! نہین تو ابھی تلوار کا ایک ایسا ہاتھ لگاتا ہون کہ سر بھٹا سا اُڑجاے گا"

فرینچ سولجر "آلیسٹ اِل امپاسیبل ڈی ای چیپیر لا فورس ڈی ٹن براس ؟"

پسٹل "براس ، پتیل ! حرامی پٹے ، ملعون ، تو کے پیچھے تو ہمین پتیل دیتا ہے"

فرینچ سولجر "او پارڈان نیز موی !"

پسٹل "ابے تو کیا بک رہا ہے ! ایک ٹن موی دیتا ہے ؟ لڑکے ادھر آ اس ہمارے غلام سے پوچھ کیا نام ہے اسکا"

لڑکا "ایکو ٹیز کمینٹ ایٹس ووایپ لی ؟"

فرینچ سولجر "مانشیر لی فر"

لڑکا "کہتا ہے میرا نام لی فر ہے"

پسٹل "ماسٹر فر ! دیکھ مین نے تیری آنکھین نہ پھوڑیں اور تیری کھال کھینچ کر بھُس نہ بھرا تو پسٹل نام نہین"

لڑکا "مجھے آنکھون کی اور کھال کھینچنے اور بھُس بھرنے کی فرانسیسی نہین آتی"

پسٹل "اچھا تو اس سے کہہ مرنے کو تیار ہو جاے ، میں ابھی اسکا کام تمام کرتا ہوں ۔ یہ سمجھا کیا ہے"

فرینچ سولجر "کو ڈٹ اِل مونشیر ؟"

لڑکا "اِل می کمانڈی ڈی وو ڈسن ، ڈی رے ، کو ووس نیٹیس ووس پیرٹ ، کار سی سولڈٹ ایسی اِنٹ ڈس پوز ی ٹاوٹ ٹے سیٹی میولسی ڈی کو پر دو ٹری گا ربی"

سلہ (حاشیہ متعلق صفحہ ۹ سطر ۱۳) پسٹل فرینچ سولجر کی زبان نہین سمجھتا ، فرینچ سولجر پسٹل کی زبان نہین سمجھتا یہ اپنی گاتا ہے وہ اپنی گاتا ہے ، اس پر مستزاد یہ کہ مین فرانسیسی سے بالکل نابلد محض قیاس کی بنا پر فرانسیسی کو اُردو تلفظ مین لکھدیا ہے ۔ غلطیان ہون گی اور ضرور ہون گی اور بہت سی ہون گی ۔

پسٹل " اُو دی کیل گا بجی پر می فائی - اے گنوار کسی جگہ کے اجب تک تو ہیں اشرفیاں کھنکتی چمکتی اشرفیاں پیش نہ کرے گا تیری جان کی خیر نہیں "

فرینچ سولجر " او جی وس سپالی، پوری ایمر ڈی نوم می چار ڈونرا جی سنس جنیٹل ہوم، ڈی بونی نن! بگالندو ما وی ایٹ جی، دوس ڈونی راے ڈو کس سینٹیس ای کس "

پسٹل " کیا مطلب ہے اسکا؟ "

لڑکا " وہ عرض کرتا ہے کہ میری جان بخش دو، میں بڑے گھر کا آدمی ہوں، اور کہتا ہے کہ میں دو سو کراؤنز ہدیتاً دوں گا "

پسٹل " کہو ہماری خفگی کم ہوگئی، اور تمہارا نذرانہ قبول کرتے ہیں "

فرینچ سولجر " پٹی، مونشیر، کوڈٹ اِل ؟ "

لڑکا " این کوری کوئیل ایسٹ کونٹری سوں ہوری مینٹ ڈی، پا ڈونر آکن پرزنر، فی ایں سوانیز پورسیں ایکیں کو ووس می ایویز، پر دمس اِل ایسٹ کن ٹینٹ ڈی ووس ڈونر لا لبرٹی لی فرینچا ئز مینٹ "

فرینچ سولجر " سر میں جی نوکس جی ووس، ڈو لی ملے رسی مرسی مینئر، ایٹ جلی، می اکیٹ می ہیورو کس کوجی سس ٹو بی انیٹری لیس مینس ڈاان سٹی ولیٹر، جی پن سی، لاپیس بریو دلینٹ ایٹ ٹرلیس ڈسٹنگو سینو ڈا انگ ٹیری "

پسٹل " لڑکے بیان تو کرو کیا کہتا ہے "

لڑکا " وہ گھٹنے ٹیک کر آپ کا ہزار ہزار شکریہ ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بڑا خوش نصیب ہوں جو ایک ایسے نیک نفس شخص کے ہاتھوں میں گرفتار ہوا جو میرے خیال میں نہایت بہادر، دلاور اور انگریزوں میں نام آور ہے "

پسٹل " اگرچہ میں خونخوار ہوں، پر خیر اس دفعہ رحم سے کام لیتا ہوں - ہمارے پیچھے پیچھے آؤ "

لڑکا " سوئی دیز ووس لا گراند کیپی ٹین [پسٹل اور فرینچ سولجر جاتے ہیں] میں نے ایک ایسے خالی دل سے ایسی اونچی آواز کبھی نہیں سُنی تھی - واقعی یہ مثل سچ ہے "تھوتھا چنا باجے گھنا" اس شیطان کے مریسے بارڈلف اور نم کا دل گردہ زیادہ مضبوط تھا اور یہ تو بالکل کاٹھ کا اُلو ہے، وہ دونوں تو سولی پر بینید کے مزے اُڑا رہے ہیں میں کا بھی یہی حشر ہونے والا ہے - اگر شامت اعمال اور عادت کے تقاضے سے کوئی چیز علانیہ چرا بیٹھا میں تو اسباب اور رسدخانہ والوں میں مل جاتا ہوں - دشمنوں کو اسکا علم ہو جاتا کہ رسدخانہ پر صرف لڑکوں کی تعیناتی ہے تو بس ہم تو کبھی کے اُنکے ہاتھ میں مقید ہو گئے تھے، [جاتا ہے]

سین پانچواں

میدان جنگ کا ایک اور منظر

سپہ سالار فرانس، آرلینز، بوربن، ڈافن اور دام بورس

سپہ سالار"او ڈی ایبل!"

آرلینز"او سنیور! لے جور ایسٹ پرڈو، تاوٹ ایسٹ پرڈو!"

ڈافن"موروٹ ڈی ما وائی! آہ سارا کھیل بگڑ گیا، آہ ہماری ساری عزت آبرو مٹی میں مل گئی، ہم ہمیشہ کے لیے روسیاہ ہو گئے۔ اے اقبال تو ہم سے کیوں منھ پھیرا چاہتا ہے؟" [الارم

سپہ سالار"افسوس ہماری تمام صفیں ٹوٹ گئیں"

ڈافن"شرم! شرم! ہم اپنا گلا کاٹ کے کیوں نہ مر جائیں! اسے ہم انھیں کم بختوں کو بازی میں لگا رہے تھے!"

آرلینز"یہی بادشاہ تھا جس سے ہم نے فدیہ طلب کیا تھا!"

بوربن"بس اب ہمارے واسطے سوائے شرم کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ آؤ پھر میدان میں چلو، مریں تو عزت سے کیوں نہ مریں اور جو اس وقت میرا ساتھ نہ دے گا، اسے اختیار ہے، جائے بے غیرت، شوم دیّوث کی طرح آستانۂ غیر کا دربان بنے، اپنی پیاری بیٹی کا دامن عصمت رذیل ہاتھوں سے چاک چاک ہونا گوارا کرے"

سپہ سالار"اے بدنظمی! تو نے ہمیں تباہ کر دیا، بس اب ہم پر مہربانی کر، چلو ہم بھی مردوں میں جا سوئیں۔"

آرلینز"اب بھی ہماری بقیہ فوج اسقدر کثیر ہے کہ دشمنوں کو گھیر کے اُن کا دم خفا کر سکتی ہے، صرف تدبیر اور عمل درکار ہے"

بوربن"جہنم میں جائے تدبیر اور عمل۔ میں تو جاتا ہوں، رسوائی کی طولانی زندگی سے رشتۂ حیات کا منقطع ہونا بہتر ہے" [جاتے ہیں

سین چھٹا

میدان جنگ کا ایک اور منظر

الارم۔ بادشاہ ہینری، سپاہ، ایگزیٹر، اور دیگر امرا۔

بادشاہ"بہادر ہموطنو، ابتک تم نے جو کچھ کیا بہت خوب کیا، تاہم کام اتمام کو نہیں پہنچا۔ دیکھو ابھی دشمن میدان میں ہے"

ایگزیٹر: ڈیوک آف یارک نے حضور کی خدمت مین اپنی عقیدت مندی کا اظہار کیا ہے"

بادشاہ: عم بزرگوار کیا وہ ابھی بقید حیات ہے؟ اس قلیل عرصہ مین مین نے دیکھا کہ وہ گھوڑے سے تین بار گرا اور تین بار سوار ہوا اور لڑا خود سے لے کر مہمیز تک لہولہان تھا"

ایگزیٹر: اب اسی صف مین وہ بہادر سوار آرام کر رہا ہے۔ زمین اسکے خون سے لالہ زار بنی ہوی ہے۔ اسکے زخمی پہلو مین زخمہائے حرمت کے ممنون کا ہار ہنے ارل آف سفک بھی لیٹا ہوا ہے سفک پہلے جان بحق ہوا تھا اور جہانک وہ لہو مین نہایا ہوا لیٹا تھا جب وہان یارک کا گذر ہوا تو اسکی پیشانی کو چوما، زخموں کے پھولوں پر جو اسکے چہرہ پر جا بجا کھلے ہوے تھے بوسہ دیا اور پھر چیخ مار کر کہنے لگا "سفک، میرے پیارے سفک ذرا اور توقف کر میری روح بھی سفر برزخ مین تیرا ساتھ دے گی۔ اے مبارک روح میری روح کے لیے تھوڑی سی دیر اور ٹھہر جا پھر دونوں مل کر ایک ساتھ پرواز کرنا، جیسا کہ دونوں اس شاندار اور فیروزی بخت رزمگاہ مین ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو رہے ہین"۔ اسکی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ مین بھی وہان پہنچ گیا۔ مین نے اسے تشفی اور دلاسا دیا۔ اس نے مسکرا کر اپنا ہاتھ میری جانب بڑھایا اور دبی آواز مین کہا کہ "بادشاہ سلامت کو میرا آخری سلام پہنچا دینا۔" یہ کہہ کے وہ دوسری طرف مڑا اور اپنے آپ کو سفک کی لاش پر گرا دیا۔ اسکے لبوں کو چومنے لگا، یہانتک کہ موت سے ہمکنار ہو گیا اور مرتے مرتے خوش مآل پیمان محبت پر اپنے خون سے مہر کرتا گیا۔ اس موثر اور دلگداز منظر سے میرے قلب پر عجیب رقت طاری ہو گئی۔ میری آنکھوں مین آنسو بھر آئے۔ ضبط گریہ کی بہتیر کوشش کی مگر بے سود"۔

بادشاہ: "یہ بات قابل ملامت نہین ہے۔ یہ سن کر خود میری آنکھوں مین بھی آنسو امنڈے آ رہے ہین اور روکنا چاہون بھی تو نہین رک سکتے [الارم]

سنو یہ الارم کیسا ہے! کیا فرانسیسی پھر جمع تو نہین ہو گئے؟ اچھا تو عام حکم دیدو کہ ہر سپاہی اپنے اپنے قیدیون کو فوراً قتل کر ڈالے" [جاتے ہین]

سین ساتوان

میدان جنگ کا ایک اور منظر

فلولین اور گوور

فلولین: "بیچارے حمالون اور بار بردارون کو مار ڈالنا! یہ صریحاً اصول جنگ کے خلاف ہے۔ تم کیا کہتے ہو کیا یہ چھوٹا

کی بات نہ تھی، نہایت شرمناک!

گور: "افسوس ایک چھوکرا بھی جیتا نہ چھوڑا۔ وہ نامرد فرانسیسی سوار جو میدان سے بھاگ گئے تھے، یہ اُن بدمعاشوں کی حرکت ہے۔ اور بھی سُنا تم نے؟ حضور کی خیمہ سے بھی اکثر اسباب توڑے بھاگے اور باقی کو آگ لگا گئے۔ اس لیے بادشاہ نے نیا یون کے قتل عام کا حکم جو دیا بہت بجا کیا۔ کیا اچھا ہے ہمارا بادشاہ!"

فلولین: "کیا تعریف ہوسکتی ہے بادشاہ سلامت کی؟ کیوں کپتان گور، وہ منماؤتھ میں پیدا ہوئے ہیں نہ! اور اُس شہر کا کیا نام ہے جہاں ایلگزینڈر دی پگ پیدا ہوا تھا؟"

گور: "ایلگزینڈر دی گریٹ۔"

فلولین: "واہ صاحب کیا پگ، اور گریٹ ایک ہی بات نہیں ہے؟ پگ، یا مائٹی، یا ہیوج، یا میگنینیمس ان کے ایک ہی معنی تو ہیں اور اگرچہ اختلاف ہوا بھی تو یوں ہی سا ہوگا"

گور: "میں سمجھتا ہوں ایلگزینڈر دی گریٹ مقدونیہ میں پیدا ہوا تھا۔ اُسکے باپ کا نام شاید فیلقوس تھا"

فلولین: "ٹھیک کہتے ہو۔ سکندر مقدونیہ ہی میں پیدا ہوا تھا۔ سُنو کپتان صاحب اگر تم دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں بہت سی باتوں میں مثلاً محل وقوع وغیرہ وغیرہ میں منماؤتھ اور مقدونیہ مشابہ معلوم ہونگے۔ مقدونیہ میں ایک دریا ہے اور علیٰ ہذا منماؤتھ میں بھی۔ منماؤتھ کے دریا کو وائی کہتے ہیں، مگر دوسرے دریا کا نام جو مقدونیہ میں ہے گو کہ میرا منہ اسوقت یاد نہیں آتا۔ زبان پر آ آ کر رہ جاتا ہے تاہم بات ایک ہی ہے جیسا کہ میرے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے برابر ہیں۔ یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ دونوں دریاؤں میں مچھلیاں بہت ہیں۔ اگر تم سکندر مقدونیہ کے حالات پر غور کرو تو ہمارے بادشاہ ہینری کے حالات سے بہت ملتے جلتے پاؤ گے۔ سکندر نے خدا کو معلوم ہے اور تم بھی جانتے ہو، کہ سکندر نے غصے اور غیظ اور غضب اور طیش اور خفگی اور قہر اور ناراضی اور رنجش کی لہر میں بہ ہمہ اور بر فروختہ ہو کر اپنے سب سے بڑے دوست کلائی طس کو مار ڈالا..."

گور: "تو ہمارے بادشاہ کو اس بات میں سکندر سے بالکل مشابہت نہیں ہے۔ اس نے کبھی اپنے کسی دوست کو قتل نہیں کیا۔"

---

۵۱ فلولین چونکہ ویلش ہے حرف بی (B) اور ڈی (D) ایسا انگریزی طرح ادا نہیں کرسکتا اسی لیے Big کو Pig اور Dreadful کو Treadful کہتا ہے اور اکثر الفاظ کو بے محل بول جاتا ہے جسکا لطف اصل زبان دیکھنے والے ہی پا سکتے ہیں ہو سکتا تھا کہ فلولین کو پنجابی یا پوربی افسر قرار دیکر اُسکی تقریر کا پنجابی یا پوربی لغت میں ترجمہ کیا جاتا مگر بالفعل میں ایسا کرنے سے بوجوہ باز رہا۔ آئندہ ایڈیشن میں اگر مناسب سمجھا گیا تو فلولین سے پوربی یا پنجابی میں اور گاور سے دکنی لغت میں باتیں کرائی جائینگی۔ میو لا؟

فلولین "پہلے پوری بات تو سن لو! ابھی میں نے گفتگو ختم نہیں کی کہ تم سے بیچ میں کود پڑے۔ میں تو صرف دونوں میں مقابلہ کر رہا ہوں اچھی باتوں کا بھی بری باتوں کا بھی۔ ہاں تو جس طرح سکندر نے مستی اور نشہ کی حالت میں اپنے دوست کلائی طس کو مار ڈالا تھا۔ اسی طرح ہمارے بادشاہ نے بھی نہایت عقل و دانائی، مصلحت اور دور اندیشی، حزم و احتیاط کی حالت میں اس شراب کے پیپے کے سے پیٹو ناٹے کو دربار سے نکال دیا۔ وہ بڑا مسخرا، دلگی باز، بدمعاش اور چوٹا تھا میں اسوقت نام بھولتا ہوں، اسکا تمھیں یاد ہے؟"

گور "سر جان فلِ اسٹاف۔"

فلولین "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ منماؤتھ کی خاک سے بھی بڑے بڑے لوگ اٹھے ہیں۔ عجب مردم خیز شہر ہے یہ۔"

گور "بادشاہ سلامت تشریف لا رہے ہیں۔"

الارم۔ بادشاہ مع ایک فوجی دستہ کے، واروک۔ گلاوسٹر۔ اگزیٹر اور دیگر امرا

بادشاہ "جب سے ما بدولت نے سرزمین فرانس پر قدم رکھا ہے اسوقت تک اینجانب کو غصہ نہیں آیا تھا۔ ہیرلڈ، دیکھو اس ٹیلے پر وہ غنیم کے بھاگے ہوئے سوار پھر جمع ہو گئے ہیں۔ سرپٹ جاؤ اور اُن سے کہو، اگر لڑنا چاہتے ہو تو بسم اللہ آؤ۔ ورنہ فوراً میدان خالی کر دو تم لوگ ہماری آنکھوں میں کھٹک رہے ہو۔ اور اگر ان دونو باتوں میں سے تم نے کسی کی تعمیل نہ کی تو ہمیں اپنے سروں پر آیا سمجھو۔ ایک اشارہ میں یا تو تمھاری لاشیں زمین پر پڑی تڑپ رہی ہوں گی یا تم بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کرو گے اور رستہ نہ ملے گا" اور ہاں اُن سے یہ بھی کہہ دو کہ "اگر تم اپنی بات پر اڑے رہے تو جتنے اسیر ہمارے پاس ہیں، سب کی گردن ماردی جائے گی اور یہی نہیں بلکہ آئندہ جو قیدی ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہوں گے کسی پر رحم نہ کیا جائے گا" جاؤ جتا دو اُن کو۔"

[ماؤنٹ جا حاضر ہوتا ہے

اگزیٹر "حضور قاصد فرانس پھر چلا آ رہا ہے۔"

گلاوسٹر "اوسکی آنکھوں میں ایک خلاف معمول عجز و انکسار پایا جاتا ہے۔"

بادشاہ "قاصد، میں نے نہیں کہہ دیا تھا کہ میری لاش ہی میرا فدیہ ہے، اب کیا ماجرا ہے؟ کس لیے آیا ہے؟ کیا نذر فدیہ کے لیے؟"

ماؤنٹ جا "نہیں اے اقبال مند بادشاہ میں فدیہ کے لیے نہیں آیا، بلکہ رحم و فیاضی کے لیے اجازت لینے آیا ہوں کہ ہم اس خونریز رزمگاہ میں جا کر اپنے مقتولوں کو ڈھونڈھیں۔ اپنے امرا و نامداروں کو معمولی سپاہیوں سے الگ

لڑین - اُن سب کو دفن کرین افسوس ہمارے لیے یہ دن کیسا منحوس تھا! ہمارے اکثر شہزادے دہقانون اور ترنگان
ذلیل کے خون مین آغشتہ و غلطان پڑے ہین اور گنوار لشکریون کے کثیف جسم شہزادون کے خون مین رنگین ہین،
ہمارے زخم خوردہ گھوڑے صدمۂ جراحت سے بیتاب ہوکر قتل گاہ مین دوڑ رہے ہین اور اپنے مردہ سوارون کو ٹاپون سے
روندے ڈالتے ہیں - اے اقبال مند و فاتح بادشاہ ہم کو اجازت عطا فرما کہ ہم بے خدشہ اپنی لاشون کو جمع کرلین
اور اُنھین جلد دفنوا دین "

بادشاہ " قاصد پہلے یہ تو معلوم ہو کہ فتح ہماری ہے یا نہین - دیکھو ابھی تمھارے بہت سے سوار دہ میدان میں گھوڑے
دوڑاتے پھرتے ہین اور ہمین گھور گھور کے دیکھتے جاتے ہین "

ماونٹ جا " جہان پناہ میدان حضور ہی کے ہاتھ رہا "

بادشاہ " شکر ہے اُس مالک الملک کا - یہ اُسی کی تائید و توفیق شامل حال تھی جو ہمین فتح حاصل ہوی! ورنہ ہم
کیا چیز تھے! وہ گاؤن جو سامنے دکھائی دے رہا ہے کیا نام ہے اُسکا؟ "

ماونٹ جا " حضور اسے ایجن کورٹ کہتے ہیں "

بادشاہ " اچھا تو ہم بھی اس جنگ کو معرکۂ ایجن کورٹ کے نام سے موسوم کرتے ہین "

فلولین " حضور کے جدِّ امجد جنکو زمانہ جانتا ہے اور حضور کے عم بزرگوار بلیک پرنس آف ویلز جیسا کہ مین نے
تواریخ میں دیکھا ہے اُنھون نے بھی یہین فرانس میں بڑے بڑے معرکے مارے ہین "

بادشاہ " ایسا ہی ہے فلولین "

فلولین " اور واقعی یہ ہے حضور جہان پناہ کو یاد ہوگا ایک باغ مین ہم اہل ویلز نے بڑی خدمت کی تھی - اور گندنہ
جو وہان اُگا ہوا تھا سب نے طرّہ کے طور پر اپنی ٹوپیون مین لگا لیا تھا - اور حضور کو معلوم ہی ہے کہ یہی گندنہ
آج تک ہم لوگون کا قومی نشان ہے - اور مجھے یقین ہے کہ حضور ڈیوڈ ولی کی تقریب مین گندنہ کے استعمال کو
برا نہین سمجھتے "

بادشاہ " میں اسے قابل یادگار اعزاز سمجھتا ہون کیونکہ میرے اچھے ہموطن تم جانتے ہو کہ مین بھی ویلش ہون "

فلولین " یہ تو میں ضرور کہون گا دریاے وائی کا تمام پانی حضور کے ویلش خون کو جہان پناہ کے بدن سے
نہین دھو سکتا خدا اس میں برکت دے اور اسکی حفاظت کرے "

بادشاہ " میرے ملکی بھائی تمھاری مہربانی اور دعا کا شکریہ "

فلولین "مسیح کی قسم میں حضور کا ہم وطن ہوں کوئی واقف نہ ہو تو کیا پروا میں دنیا بھر کے سامنے اس کا اقرار کرتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ حضور انور کی ذات قدسی صفات میرے لیے باعث شرمندگی نہیں ہو سکتی جب وقت تک کہ حضور شرافت اور ایمان کے راستہ پر ہوں"

بادشاہ "خدا مجھے اسی راستہ پر قائم رکھے: ہمارے پرچہ نویس بھی انکے ساتھ جائیں اور ہمیں بتائیں کہ دونوں جانب سے کتنے سپاہی کام آئے: ادھر یاد اُس شخص کو" (ولیم کورٹ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پرچہ نویس مع ماؤنٹ جاکے جاتے ہیں)

ایگزیٹر "میاں سپاہی بادشاہ سلامت یاد فرماتے ہیں"

بادشاہ "اے سپاہی تونے یہ اپنی ٹوپی میں دستانہ کیوں لگا رکھا ہے؟"

ولیم "حضور یہ ایک شخص کی نشانی ہے جو اگر زندہ ہوا تو میں اُسکے ساتھ لڑوں گا"

بادشاہ "کیا وہ کوئی انگریز ہے"

ولیم "حضور کیا عرض کروں مرد بڑا بدمعاش معلوم ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ رات مجھ سے اُلجھ پڑا۔ زندہ ہوا اور کبھی اس دستانہ کا دعویٰ کیا تو میں نے بھی قسم کھائی ہے کہ بچا کے ایک ایسی دھول رسید کروں گا کہ سر پلپلا ہو جائے گا۔ یا اگر میں نے اپنا دستانہ اسکے پاس دیکھ لیا، جیسا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر سپاہی ہوا تو ضرور ٹوپی میں لگا دوں گا تو خوب ہی اس کی گت بنا دوں گا"

بادشاہ "کپتان فلولین صاحب آپ کا کیا خیال ہے آیا مناسب ہے کہ یہ شخص اپنی قسم کو پورا کرے"

فلولین "اگر اس نے اپنی قسم پوری نہ کی، تو حضور میرے خیال میں اس سے بڑھکر کوئی نامرد اور بودا نہ ہوگا"

بادشاہ "اچھا اگر اسکا حریف عالیخاندان اور بڑے مرتبہ والا ہوا تو"

فلولین "مرتبہ اور بڑائی میں چاہے وہ شیطان کا ہمسر اور نمرود اور فرعون کا ثانی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی حضور اُسپر واجب ہے کہ اپنے عہد کو ایفا کرے اور اپنے قول سے نہ پھرے اور اگر اس نے عہد شکنی کی تو یقین فرمائیے حضور، وہ دنیا بھر کے رذالوں کا سردار اور اس کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے کلنک کا ٹیکا لگ جائے گا اور گردن میں بدنامی کا طوق پڑ جائے گا"

بادشاہ "اچھا بھئی جو تمہیں وہ شخص مل جائے تو اپنی قسم ضرور پوری کرنا"

ولیم "ایسا ہی ہوگا حضور مجال ہے کہ بات میں فرق آنے پائے ع قولِ مرداں جان دارد"

بادشاہ "تم کس کے ماتحت ہو"

ولیم "کپتان گو صاحب کے ماتحت حضور"

فلولین "گو بہت قابل افسر ہے اور فنون حرب مین اُسے بڑی دستگاہ حاصل ہے"

بادشاہ "سپاہی اُنھین ہمارے پاس بلا کر لاؤ"

سپاہی "بہت خوب حضور" [جاتا ہے

بادشاہ "سنو کپتان فلولین، تو یہ میری خاطر اپنی ٹوپی مین رکھ لو جب ایلنسان اور مین لڑتے لڑتے گر پڑے تھے تو مین نے اُسکے خود سے یہ دستانہ اُتار لیا تھا - اب اگر کوئی شخص اسے تمھارے پاس دیکھے اور تقین تو کرے تو وہ یقیناً ایلنسان کا دوست اور ہمارا بدولت کا دشمن ہے - اگر اُس سے تمھاری مٹھ بھیڑ ہو جائے اور تمھین ہم سے محبت ہے تو اُسکی خوب خبر لینا"

فلولین "حضور انور غلام کے حق مین یہ بڑے اعزاز اور فخر کی بات ہے اور ہمیشہ غلام کی دلی تمنا یہ رہی ہے کہ حضور کسی آزمائش سے غلام کی عزت افزائی فرمائیں - بھلا مین بھی تو دیکھون وہ کون مسخرا ہے جو اس دستانہ کو دیکھکر آپے سے باہر ہو جائے - مین ابھی جاتا ہون اور اُسکا کھوج لگاتا ہون"

بادشاہ "تم گوور کو بھی جانتے ہو؟"

فلولین "حضور وہ تو میرا بڑا دوست ہے"

بادشاہ "اچھا تو جاؤ اور اُسے تلاش کرکے ہمارے پاس لاؤ"

فلولین "جاتا ہون" [جاتا ہے

بادشاہ "نواب وارک صاحب اور بھائی گلاؤسسٹر - دیکھو سایہ کی طرح فلولین کے پیچھے پیچھے لگے رہو - دستانہ جو مین نے اُسے اعزاز کے طور پر دیا ہے، عجب نہین جو اُسکے سر پر کوئی دھول رسید کرا دے - یہ اُس سپاہی کا ہے حسب قرار داد چاہیے تو یہ تھا کہ مین خود ٹوپی مین لگاتا - بھائی وارک جاؤ ساتھ ساتھ جاؤ - اگر اُس سپاہی کی فلولین سے بھڑ بھیڑ ہو جائے اور دونون مین مار پیٹ تک نوبت آئے - کیونکہ اُس کی چال اور اکھڑ طبیعت سے مین سمجھتا ہون وہ اپنا کہا ضرور کرے گا؛ تو مفت مین خون خرابہ ہو جائے گا - فلولین ہے بہادر اور پر جوش مزاج مین بارود کی سی تیزی ہے؛ کوئی ایک مارے گا تو دو کھائے گا - دیکھو بات بڑھنے نہ پائے: چچا ایگزیٹر آپ ہمارے ساتھ رہیے"

سین آٹھوان

خیمۂ کنگ ہنیری کے روبرو

گور اور ولیم

ولیم "کپتان صاحب، لو مبارک ہو، آج آپ نائٹ بنتے ہین"

[فلولین آتا ہے

فلولین "خدا کی مشیت اور خوشنودی کے قربان جایئے۔ اجی کپتان صاحب، قدم بڑھا کر چلیے یقین مانو ایک ایسی خوشی آپ کا انتظار کر رہی ہے جو آپ کے خواب خیال مین بھی نہ ہوگی"

ولیم "جناب عالی، کیا آپ اس دستانہ کو جانتے ہین؟"

فلولین "دستانہ کو جانتے ہو، خوب! عجب سوال ہے! مین جانتا ہون، دستانہ دستانہ ہوتا ہے"

ولیم "اسے مین ہی خوب جانتا ہون، اور دیکھیو ین طلب کرتا ہون" [ایک دھول لگاتا ہے

فلولین "قسم مسیح کے خون کی! بڑا نامعقول ہے یہ شخص۔ فرانس اور انگلینڈ اور دنیا بھر مین ایسا بدمعاش نہ ہوگا"

گور "یہ کیا حرکت تھی تمھاری؟ گستاخ!"

ولیم "کیا آپ چاہتے ہین مین اپنی قسم پوری نہ کرتا"

فلولین "آپ تکلیف نہ فرمایئے، کپتان صاحب، دیکھو تو مین اس گستاخی کا کیا مزہ چکھاتا ہون اسکو۔ یہ باغی ہے"

ولیم "مین باغی نہین ہون"

فلولین "جھوٹ بھرا سر جھوٹ، مین تجھے بادشاہ سلامت کے نام سے ملزم قرار دیتا ہون۔ اسکو گرفتار کر لو! یہ ڈیوک ایلنسان کا دوست ہے" [وارک اور گلاسٹر آتے ہین

وارک "ٹھہرو، ٹھہرو، کیا معاملہ ہے؟"

فلولین "مائی لارڈ وارک، خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اس وقت ایک بڑی سازش آشکارا ہوئی ہے۔ یہ لو بادشاہ سلامت بھی تشریف لا رہے ہین"

[بادشاہ اور ایگزیٹر آتے ہین

بادشاہ "کیا ماجرا ہے؟"

فلولین: "حضور ذرا اس بدمعاش باغی کو تو ملاحظہ فرمائیے۔ جو دستانہ جہان پناہ نے الینسان کے خود سے اُتارا تھا کہتا ہے کہ میرا ہے"

ولیم: "حضور، یہ میرا دستانہ ہے، ملاحظہ ہو، دوسرا یہ تھا جسکو مین نے یہ دستانہ مبادلے میں دیا تھا۔ اُس نے عہد کیا تھا کہ اپنی ٹوپی میں لگا کر نکلون گا۔ اور مین نے عہد کیا تھا کہ اگر اُس نے ایسا کیا تو مین اُسکے دھول لگاؤن گا۔ اچھا تو اب مین نے اس شخص کو اپنا دستانہ ٹوپی میں لگائے دیکھا اور جو مین نے کہا تھا وہی کیا"

فلولین: "جہان پناہ نے سماعت فرمایا یہ کیسی بڑی بات ہے۔ آپ فرمائیے یہ کس درجہ کا سفلہ، کذاب، بدمعاش اور پاجی ہے۔ اگر حضور میری شہادت اور گواہی نہین دینگے، اور حلف نہین اُٹھائینگے کہ یہ الینسان کا دستانہ ہے جو حضور انور نے اس غلام کو دیا تھا، اب حضور کے ضمیر منیر پر اسکا فیصلہ ہے"

بادشاہ: "سپاہی! لا یہ دستانہ مجھے دے، دیکھ یہ اسکے ساتھ کا ہے۔ اصل میں یہ اپنی جانب ہی تھے جس سے لڑنے کا تو نے عہد کیا تھا اور تو میری جانب کے ساتھ نہایت تلخ بدکلامی سے پیش آیا ہے"

فلولین: "پھر کیوں نہ اسکی گردن اڑا دی جائے۔ قانون حرب بھی تو آخر کوئی چیز ہے نہ"

بادشاہ: "ارے سپاہی! تیرا کیا عذر ہے؟ بیان تو کر"

ولیم: "مائی لارڈ، خطائین وہ ہین جو دل کے ایما سے کی جائین اور میرے دل سے ایسی کوئی خطا سرزد نہین ہوئی جو حضور کی برہمی اور ناخوشی کا سبب ہو سکے"

بادشاہ: "تو نے خود ہماری بدولت سے بدزبانی کی"

ولیم: "حضور اپنی اصلی شکل میں برآمد نہین ہوئے تھے، بلکہ ایک معمولی شخص کے بھیس میں تھے۔ اگر جہان پناہ رات کی تاریکی، اپنے لباس اور فروتنی کا خیال فرمائین تو حضور کو اس حیثیت مین جو ناگوار امور پیش آئے اُسکا باعث جہان پناہ خود اپنے کو ٹھہرائین گے۔ کیونکہ اگر درحقیقت حضور اسی حیثیت کے شخص ہوتے، جیسا کہ مین نے حضور کو اُس وقت خیال کیا تھا تو مین نے کچھ قصور نہین کیا۔ اسلیے امید ہے کہ حضور غلام کی غلطی سے چشم پوشی فرمائین گے"

بادشاہ: "چچا اگزیٹر! اس دستانہ کو کراؤن سے بھر کر اس شخص کو دے دو۔ سپاہی تا وقتیکہ مین اسے واپس طلب کرون اپنے پاس رکھ۔ دستانہ اور اعزاز سمجھکے ٹوپی مین لگا۔ اور چچا اسے کراؤن دیدو۔ اور کپتان فلولین آپ کو اس سے صلح کر لینی چاہیے"

فلولین: "روز روشن کی قسم یہ شخص بہت دل گردے کا ہے۔ یہ لے ۱۲ پنس تیرا انعام مین دعا کرتا ہون کہ خدا تجکو

کتب مندرجہ ذیل مینیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

المامون۔ (دو حصہ) مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کے زندگی کے واقعات دلچسپ پیرایہ مین بیان ہین قیمت عمر

فلسفۂ ازدواج۔ کے متعلق خواجہ حالی تحریر فرماتے ہین میرے نزدیک ہر متاہل اور غیر متاہل شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک دو بار پڑھے اور اُسکی ہدایتون پر عمل کرے اور جس ہدایت پر خود نہ عمل کر سکتا ہو اسپر اپنے متاہل دوستون اور عزیزون اور اُن نوجوانون کو جو عنقریب اس جوے کو اپنی گردن پر رکھنے والے ہین انپر عمل کرنے کی تاکید کرے کیونکہ یہ ہدایتین ماؤن اور بچون کی صحت اور اُنکی بقاے نسل کے لیے ایسی ضروری ہین کہ اُنسے کسی طرح مفر نہین ہے صرف عہ

ریاض سحر۔ شیخ امان علی سحر کا دیوان قیمت ... ۸ر

دیوان بحر۔ شیخ امداد علی صاحب بحر کا دیوان قیمت .. عہ

دیوان وزیر۔ خواجہ وزیر صاحب کا دیوان قیمت ۱۲ر

دیوان صبا۔ میر وزیر علی صاحب صبا کا دیوان قیمت ۸ر

الاحسان۔ جسمین لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اسکی رفتہ رفتہ ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام شعبون اور اسلام سے تطبیق اور اُسکی حقانیت اصول پر بحث کی گئی ہے قیمت ۸ر

نظم نگارین۔ حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کا چوتھا دیوان .... عہ

نظم بے نظیر۔ شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا دلچسپ مجموعہ قیمت ...... عہ

اسرار رنگون۔ رنگون کے باشندون کی معاشرت اور اخلاق کی حالت کا آئینہ قیمت عہ

مرزا پھویا علیگڈھ کالج کے تعلیم یافتہ سید سجاد حیدر بی۔ اے کی ایک مزے دار نظم قیمت ..... ار

خیالات آزاد ولایت مین پڑھنے والے بیٹے کے دلچسپ خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام۔ مولانا آزاد کی عجیب و غریب دلکش نگارستان ہین بلو ترجسن کی مالیخولیا پنجاب کونسل کی کارروائی اور دیگر مزہ دار نتیجہ خیز مضامین قیمت عہ

انشاے اُردو۔ دلچسپ اور پُر از نصائح مکتوبات کا مجموعہ جسمین مولانا ذکاء اللہ نواب محسن الملک اور ہندوستانی بیگمات کے خطوط ہین قیمت ۸ر

اُردو و لشکر (ترکیب نیند) اُردو کی سرگزشت خود اُردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین زبان پاکیزہ قیمت ۴ر

نبی جی کی خوشی۔ زنانہ میلاد شریف لڑکیون اور بی بیون کے پڑھنے کے قابل قیمت فی جلد .... ار

ایک نادان دوست اور دنیادار کی کہانی } مصنفہ سر سید مرحوم۔ لڑکون اور لڑکیون چھوٹون اور بڑون سب کے پڑھنے کے قابل اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نیکی کس کو کہتے ہین قیمت فی جلد ..... ر

آئینہ مشاعرہ۔ مرزا غالب کی مشہور غزل (جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا) کی طرح پر بھوپال مین ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس کے واسطے ہندوستان کے تمام اساتذہ نے نہایت زوردار غزلین لکھی ہین یہ اسی کا پُرلطف مجموعہ ہے قیمت ۴ر

حسن تخیل۔ حضرت ارشد تھانوی کی نیچرل نظمون کا لطیف مجموعہ مع تصویر مصنف ۸ر

بیاض ارشد۔ موصوف کا ابتدائی کلام اور رنگ تغزل کے نمونے ۴ر

عروس سخن۔ مشہور شعراے اُردو کی بہترین غزلون کا لاجواب مجموعہ ۱۲ر

مرقع لیلی و مجنون۔ مرزا محمد ہادی بی۔ اے رسوا کا بے نظیر ڈراما قابل دید ہے ۶ر

انکے علاوہ ہر قسم ہر علم و فن کی کتابین بھیجی جاتی ہین

کتب مندرجۂ ذیل منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

مولانا آزاد دہلوی مرحوم کی تصنیفات

دربار اکبری ۔ ے ر
سخندان فارس شعرائے فارسی کا جامع و مفصل تذکرہ عہ ۸ر
آبحیات مستند شعرائے اردو کا تذکرہ تعریف سے بالاتر ۔ عہ
دیوان ذوق ۔ مرتبۂ آزاد مع مقدمہ و سوانح عمری ذوق عہ
نظم آزاد ۔ کل نظموں کا مجموعہ ۸ر
نیرنگ خیال ۔ استعارہ کے لطیف مضامین ۔ ۔ ۔ ے ر
قند فارسی ۔ زبان کی وجہ ۔ حل زبان ۔ ۔ ۔ ۸ر
نصیحت کا کرن پھول ۴ر
مکتوبات آزاد ۔ ۔ ر
بیاض حسنات ۔ زوجۂ آخری شاہ اودھ کا دیوان ۔ ۴ر
دفتر شگرف ۔ دہلی کے شعرو شگو فاعر نسیم دہلوی کا پہلا دیوان ۱۲ر

حکیم محمد علی کی لاجواب تصانیف

عبرت ۔ جان و نبوریا کا لطیف قصہ مثل ناول کمل تین حصہ ۔ ۔ ے ر
اختر و حسینہ ۔ عورتوں کی تعلیم کس قدر ضروری ہے ۔ عمدہ پیرایہ میں نتائج تعلیم ۔ دو حصے عہ ۸ر
جعفر و عباسہ ۔ ہارون رشید کے زمانے کا قصہ پردہ نہ کرنے کے برے نتائج ۔ ۔ ۔ عہ
نیل کا سانپ ۔ ملکہ حسن کلوپیٹرا کی پردرد داستان کلیجہ تھام لوگے جب سنوگے ۔ ۔ ۔ عہ
حسن سرور ۔ سیاہ شیشہ جان کے نقصانات لطیف طرز ادا کے ساتھ کل تین حصے ۔ ۔ ۔ ے ر
گورانتا رسین ۔ عقد بیوگان کی ضرورت بہ مثل ناول عہ ۸ر
مسیحات عالم ۔ ۔ ۔ ر
ابو الہم مصر ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ر
دلیول دلیوی ۔ اسلام کے ایک جالب فاتح علاؤ الدین سکندر ثانی کا طرز حکومت و حسن انتظام وغیرہ عہ
آثار الصنادید ۔ سرسید مرحوم کی نہایت مشہور و مستند تصنیف مع نقشہ جات عمارت دہلی ۔ ۔ عہ
ترجمۂ تاریخ فرشتہ نہایت مستند و مفصل و معتبر تاریخ ۔ ۔ ے ر
قیصر التواریخ یعنی سلاطین اودھ کی مبسوط و مکمل تاریخ ۔ ۔ عہ
اردو ترجمہ حیاۃ الحیوان علامہ دمیری انسانوں اور دنیا کے تمام مخلوقات کے تاریخی حالات ۲ جلد فی جلد عہ ۸ر
ترجمۂ تاریخ مصر یعنی مصری طرز تمدن کا قابل دید فوٹو ۔ ۔ عہ
ترجمۂ منتخب التواریخ ۔ ملا عبد القادر بدایونی کی مشہور تصنیف کا اردو ترجمہ ۔ ۔ ۔ عہ
دبستان مذاہب ۔ دنیا کے مختلف مذاہب زبان فارسی ۔ ۔ ۔ عہ
سوانح عمری اورنگ زیب مصنفہ محمد لطیف صاحب بی اے ۱۲ر
سوانح عمری اکبر ۔ اکبر کے غیر متعصبانہ اور عادلانہ طرز حکومت کا بیان ۸ر
شاہجہان نامہ ۔ شاہجہان بادشاہ کے دور حکومت کے مفصل کوائف ۔ ۔
مطلع الانوار ۔ ترجمہ نواب محسن الملک مرحوم باتصویر عہ
فسانۂ برطانیہ انگلستان کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی حالت ۔ قیمت ۔ ۔ عہ
مصائب غدر ۔ حالات غدر مفصل ترجمہ اردو مدبر ۔ ۔ ۸ر
علم السیاست انگلستان کے مشہور فلسفی منعت ملی کی کتاب متعلق سیاست مدن میں جمہوری حکومت اور امور سیاسی پر عالمانہ اور مفصل بحث کی گئی ہے ۔ عہ ۸ر
اعمال نامۂ روس یعنی روسیوں کے تمدنی حالات اور معاشرتی کیفیات اور سیاسی تغیرات کا صحیح نقشہ ۔ ۔ ۸ر
طلسم فرنگ ۔ انگریزوں کے عجیب شعبدوں کا بیان ۔ ۔ ۔ ۲ر
عقل و شعور ۔ لڑکوں لڑکیوں مردوں عورتوں کی تعلیم کے لیے دلچسپ افسانہ کے پیرایہ میں نصائح حکیمانہ و فلسفیانہ اپنے ختم کیے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ۔ ۔ ۔ عہ
اردوئے معلی یعنی حضرت غالب کے رقعات نثر طرز تحریر کے بے مثل نمونے ۔ ۔ ۔ عہ
خود ہند کی شرح صدر ۸ر
اشرف الاشرار معروف بنگالہ نامہ انگریزی طرز پر اردو میں قواعد خطوط نویسی ۸ر
دربار امیری یعنی سوانح عمری امیر عبد الرحمن خان امیر کابل عہ
آئین اکبری ۔ علامہ ابو الفضل کی ضخیم تصنیف جس میں اکبر کی ذاتی خوبیاں اور عہد کے حالات و سوانح عمری درج ہیں فارسی ۔ ۔ عہ

*

رجسٹرڈ نمبر اے ۴۷۰

ھوالمستعان

الناظر

جامیست جہان نما سے ہر صفحہ درین

۱۳-۲۷ھ

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

الناظر پریس چوک لکھنؤ

قیمت سالانہ
عہ/

قیمت فی پرچہ
۴/

مشہور اساتذہ اردو کی کتابیں

تصانیف مرزا غالب مرحوم

- اردوئے معلی عہ
- عود ہندی ۱۰/
- دیوان غالب معہ شرح حسرت عہ
- دیوان غالب خاص ایڈیشن عہ
- " قسم دوم عہ

تصانیف سر سید احمد خان مرحوم

- خطبات احمدیہ تقطیع کلاں سے
- " تقطیع خرد عہ
- آثار الصنادید سے
- النظر فی بعض مسائل ۱۲/
- سفرنامہ پنجاب عہ
- اسباب بغاوت ۴/
- سیرۃ فریدیہ ۸/
- مقالات سر سید عہ
- انشاء اللہ ا/
- ایک خط [illegible] ا/

تصانیف مولانا حالی مرحوم

- حیات جاوید سے
- یادگار غالب عہ
- حیات سعدی عہ
- مجموعہ نظم حالی ۸/
- مسدس حالی ۸/
- شکوہ ہند ۲/
- مناجات بیوہ ۲/
- [illegible] ۲/

تصانیف مولوی نذیر احمد مرحوم

- ابن الوقت ۱۲/
- رویائے صادقہ عہ
- فسانۂ مبتلا یا محصنات ۱۰/
- ایامیٰ ۱۰/
- الحقوق والفرائض جلد ۱۲/
- توبۃ النصوح ۷/
- مراۃ العروس ۵
- بنات النعش ۵
- چند پند ۴/
- منتخب الحکایات ۴/
- اجتہاد عہ
- مبادی الحکمۃ ۸/
- مصائب غدر ۸/
- مجموعۂ نظم بے نظیر عہ
- موعظۂ حسنہ ۱۰

تصانیف مولوی محمد حسین آزاد مرحوم

- آب حیات عہ
- دربار اکبری سے
- سخندان فارس عہ
- نیرنگ خیال ۷/
- نظم آزاد ۸/
- قند پارسی ۸/
- نصیحت کا کرن پھول ۴/
- [illegible] ۸/

تصانیف مولانا شبلی نعمانی مرحوم

- الکلام عہ
- سفرنامہ شام و روم و مصر عہ
- رسائل شبلی ۱۲
- مقالات شبلی عہ
- اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر قسم اول عہ
- " قسم دوم ۸/
- بیان خسرو ۱۰/
- مثنوی صبح امید ۴/
- گنجینۂ اسکندریہ ۵
- اسلامی حکومت [illegible]
- زیب النسا ۲
- جہانگیر ۲/
- دیوان شبلی (فارسی) ۸
- بوئے گل ۲
- دستۂ گل ۴/
- الفاروق عہ
- الغزالی عہ
- المامون عہ
- سیرۃ النعمان عہ
- سوانح مولانا روم عہ
- علم الکلام عہ

تصانیف نواب محسن الملک مرحوم

- مسلمانوں کی تہذیب ۴/
- مطلع العجائب عہ
- مسلمانوں کی ترقی اور انکے تنزل کے اسباب ۸/

تصانیف مولوی عبدالرزاق کانپوری

- البرامکہ عہ
- نظام الملک طوسی عہ

تصانیف مولانا شہری مرحوم

- حیات انیس عہ
- ایشیائی شاعری عہ
- نور جہاں ۸
- ٹیپو سلطان ۸
- حیدر علی سلطان ۱۲

(بائیں کالم)

- اردو کا گلدستہ ۴/
- رہنمائے حیدر آباد دکن ۸/

تصانیف خلیفہ محمد حسین مرحوم

- تاریخ سیر سیاست سے
- تاریخ پٹیالہ عہ

تصانیف مولانا اسلم جیراجپوری

- حیات حافظ عہ
- خادم عرب عہ
- نوادرات ۴/
- حیات جامی ۸/

تصانیف حافظ عبدالرحمن امرتسری

- سفرنامہ بلاد اسلامیہ عہ
- التصریح عہ
- المرتضیٰ عہ

تصانیف مولوی عبداللہ العمادی

- کتاب المعارف عہ
- تاریخ عرب قدیم ۸

تصانیف پروفیسر شہباز

- کلیات نظیر اکبرآبادی [illegible]
- زندگانی بے نظیر عہ

تصانیف مولوی ابوالحسن اکبرآبادی

- معلم السیاسات [illegible]
- تاریخ مصر جدید [illegible]

تصانیف مولوی مصباح الدین [illegible]

- الفاروق عہ
- محاربہ فرانس و پرشیا عہ
- مصباح الادب ۸

تصانیف [illegible]

- معیار الاخلاق ۴/
- تربیت اولاد ۴/

الناظر بک ایجنسی چوک، لکھنؤ۔

الناظر

نمبر ۵۴ جلد ۹ — یکم دسمبر ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم اقتصاد (پولیٹکل اکانومی)

علم اقتصاد کی عظمت کا کوئی صحیح اندازہ اُسوقت تک نہین کیا جا سکتا جبتک خاص اس ملک کے تعلیم یافتہ حضرات حصول دولت و ثروت مین یا اپنی جائدادون اور املاک کے انتظام اور اپنے روپیہ کے استعمال مین اس مفید و کارآمد علم سے کام نہ لین تاہم اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ ممالک متمدنہ یورپ و امریکہ کے باشندون کو اس فن کی تدوین اشاعت اور اُسکے اصول و فروع کے مطابق عمل درآمد سے جو بڑے بڑے فوائد حاصل ہوئے ہین اُنکے لحاظ سے ہمارے لیے ضروری ہے کہ اُسکی اشاعت عام کرنے اور اُسے ملکی زبان کا لباس پہنانے مین پوری جد و جہد کرین خصوصاً اس وجہ سے کہ آج جو گروہ سب سے زیادہ ان اصولون کی ہدایت و رہنمائی سے متمتع ہو سکتا ہے وہ عام طور پر اُسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو مغربی زبانون سے کوئی بہرہ حاصل نہین ہے -

اُردو مین چند سال ہوے ایک کتاب اس فن کے متعلق ہمارے مشہور قومی شاعر پروفیسر شیخ محمد اقبال نے شائع کی تھی لیکن کچھ تو اس سبب سے کہ بحث نیا تھا اور کچھ اس وجہ سے کہ ہماری زبان اصطلاحات جدیدہ کا مفہوم ادا کرنے سے ایک بڑی حد تک قاصر تھی اُس کتاب کو وہ مقبولیت حاصل نہوی جو ڈاکٹر اقبال کے سے ماہر اقتصادیات بزرگ کی تصنیف کو ہونا چاہیے تھی - اب ہمارے کرم فرما جناب مرزا مہدی خان نے جنکے کمالات سے ناظرین الناظر بخوبی واقف اور ایک حدتک بہرہ اندوز ہو چکے ہین ایک کتاب مدون کرنا شروع کی ہے اور نمونہ کے طور پر اُسکے چند اجزا ہمارے پاس بغرض اشاعت ارسال فرمائے ہین جو نہایت دلی شکرگزاری کے ساتھ درج ذیل کیے جاتے ہین ادق مطالب کو سلاست اور صفائی سے بیان کرنا اور اصطلاحات علمیہ کے لیے مناسب الفاظ اختراع کرنا جسقدر دشوار ہے اُسکے لحاظ سے یہ کہنا غالباً نامناسب نہوگا کہ لائق مصنف کو اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے مین پوری کامیابی حاصل ہوی ہے - ہم امید کرتے ہین کہ کتاب کی طیاری اور اشاعت سے قبل اُسکے بعض دوسرے اجزا بھی ناظرین الناظر کی ضیافت طبع کے لیے ہمین عنایت ہون گے

ایڈیٹر

علم اقتصاد ایک نہایت مفید اور کارآمد علم ہے جس سے ہر شخص کو باخبر رہنا چاہیے۔ لہذا ہم اس علم کے تین معظم قوانین۔ تولید ثروت و تقسیم ثروت اور مبادلہ کا بطور مختصر بیان لکھینگے۔ اس علم کی کتابوں کا بڑا حصہ ان ہی تینوں قوانین پر مشتمل ہے۔ باقی حصہ میں ان قوانین کے استعمالات۔ رواج سکہ۔ تجارتی اعتبار۔ ممالک غیر کے ساتھ تجارت وغیرہ کے بیانات کے علاوہ وہ مضامین جن کا تعلق سرکار سے ہے جیسے ٹکس قوانین محتاجان آزادی تجارت سلطنتی یا ملتی قرض۔ قوانین وراثت و شراکت و دوالیہ و ساہوکارا وغیرہ درج ہیں لیکن ہم بالفعل ان ہی تینوں قوانین اصول معظم سے بحث کرینگے۔ امید ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ سے ناظرین کو فائدہ پہنچیگا۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کی اس وقت ہماری قوم کو شدید ضرورت ہے۔ کوئی قوم بغیر تجارت کے ترقی نہیں کرسکتی ہے۔ و بغیر اس علم کے جاننے کے تجارت ساہوکارا وغیرہ چل نہیں سکتے ہیں یعنی ان میں کامیابی کی کم امید رہتی ہے۔ صحیح تجارتی اور مالی اصول کی بنیاد علم اقتصاد پر قائم ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

پولیٹکل اکانومی یعنی علم ثروت کے معظم قوانین

۱۔ پولیٹکل اکانومی یعنی علم ثروت وہ علم ہے جسمیں ثروت یعنی دولتمندی کے اصول سے بحث کی جاتی ہے۔ اور یہ بحث اسی طور پر باقاعدہ اور منظم ہے جیسے کہ علم حساب و جبر و مقابلہ میں اعداد سے یا ہندسہ میں ابعاد سے یا کمسٹری میں اشیاء بسیط اور انکے مرکبات سے۔ یا فزیولوجی میں اجسام زندہ کے افعال سے۔ اسکی تعریف یوں ہے۔ یہ علم وہ ہے جو ثروت کی تولید و تقسیم سے بحث کرتا ہے۔ بعبارت اخری یہ وہ علم ہے جسمیں ان شرائط و حالات کی تحقیق کی جاتی ہے جنکے مطابق انسان کی محنت سے اطراف کی اشیاء سے ثروت کی تولید ہوتی ہے اور جن کے ذریعہ سے ان جماعات انسانی میں تقسیم پاتی ہے جو تولید کی ضروریات کے مالک ہیں مختلف مسائل جنکو ثروت سے تعلق ہے وہ سب اس علم میں داخل ہیں اور جن اثرات کثیرہ سے مختلف ملل و صناعات و افراد کی ثروت متاثر ہوتی ہے۔ اس علم کے دائرہ میں محدود ہیں مثلاً دولتمندی و افلاس کے اسباب و علل۔ یا وہ علل و اسباب جو ثروت کی ترقی و تنزل کے باعث ہوتے ہیں اور اسکی تقسیم پر اثر کرتے ہیں۔ اور جن سے اجناس و اشیاء کی قیمت اور ارزش و مول متعین ہوتی ہے۔ اور جن کے ذریعہ سے ایک شے ارزان اور دوسری گران ہوتی ہے۔ یہ جملہ امور اسی علم کے احاطہ میں داخل ہیں۔

۲- قوانین تولید ثروت فطرۃً قوانین یا خصوصیات انسان سے مشتمل ہین۔ جنکے ذریعہ سے اسکی تولید ہوتی ہے اور ان اشیاء مادّی کے قوانین و خصوصیات سے جن سے اسکی تولید ہوتی ہے یعنی انسان اشیاء مادّی سے تولید ثروت کرتا ہے پس ان دونون کا ہونا لازم و ملزوم ہے۔ اشیاء مادی بغیر انسان کے وجود کے بیکار ہین۔ اور اگر وہ شئے موجود نہون تو انسان اپنی محنت کو کام مین نہین لا سکتا ہے۔ ثروت کی تولید اور اسکی ترقی انسان کی جہد و کوشش پر موقوف ہے کہ اسکو حاصل کرے اور نیز اسکے قابل تحصیل ہونے پر اسکے معنی یہ ہین کہ ایک طرف محنت و سرمایہ کی مقدار و قدرت۔ اور دوسری طرف زمین کی قوت زرخیزی تقسیم ثروت کے قوانین (انگلینڈ جیسے ملک مین بلکہ اکثر ممالک مین جہان ضروریات و مایحتاج تولید تین مختلف اصناف کے قبضہ مین ہین یعنی مزدور پیشہ و سرمایہ دار زمیندار کے) قوانین اُجرت (معاوضۂ محنت) و منافع اور محصول یا کرایۂ زمین پر مشتمل ہین۔ اجرت سے مراد مزدور کی محنت کا معاوضہ ہے۔ اور منافع سرمایہ کا معاوضہ ہے۔ اور محصول زمین زمین کا معاوضہ ہے محصول زمین کو کرایہ و مالیات زمین بھی کہتے ہین۔ قوانین تولید و تقسیم کے علاوہ اس علم مین قوانین مبادلہ سے بھی بحث کی جاتی ہے یعنی وہ قوانین جنکے ذریعہ سے معین کیا جا سکتا ہے کہ ثروت کی ایک چیز کے لیے دوسری چیز سے کیا اور کتنا دینا چاہیے یعنی ان کا باہمی مقابلہ۔ اسمین قوانین قیمت و ارزش یعنی مول بھی شامل ہین۔

۳- علم ثروت کی تعریف کو سمجھنے کے لیے یہ بتا دینا لازم ہے کہ ثروت کس کو کہتے ہین۔ علماء علم ثروت نے ثروت کی یہ تعریف کی ہے کہ کل وہ اشیاء جو مبادلہ کی قیمت رکھتی ہین ثروت مین شامل ہین۔ یعنی وہ کل چیزین جو مفت نہین مل سکتی ہین۔ اور جنکے مبادلہ مین کوئی بکار آمد یعنی مفید یا مطبوع چیز دی جائے۔ لفظ قیمت کے معنی اس علم مین قیمت مبادلہ ہے یعنی خریداری کی قوت۔ نہ صرف بکار آمد ہونا۔ کیونکہ جس ہوا کو ہم تنفس کرتے ہین) بہت بکار آمد و مفید شے ہے لیکن بلحاظ تبادلہ اسکی کوئی قیمت نہین۔ اس لیے ہوا اشیاء ثروت مین داخل نہین جن سے اس علم مین بحث ہوتی ہے۔ اور فقط انہین اشیاء سے کام ہے جن مین قیمت مبادلہ یعنی قوت خریداری ہے۔ جیسے اقسام غلہ۔ لباس۔ روپیہ پیسہ۔ ہیرے جواہرات۔ سونا چاندی۔ زمین وغیرہ۔

۴- اُن ابتدائی مراتب کے سمجھانے کے بعد جو اس علم کی غایت و نوعیت ہین۔ اب ہم پہلے مختصر سامان قوانین تولید کا لکھین گے۔ جنکو مسٹر جان اسٹوارٹ مل نے اپنی پہلی کتاب مین لکھا ہے۔ اسکے بعد ہم تقسیم کے اُن تین قوانین کو جانچین گے اور دیکھین گے کہ اصول نفوس یعنی مردم شماری کا اثر مزدورون سرمایہ دارون اور زمیندارون پر ان قوانین کے ذریعہ سے کیا ہوتا ہے۔ اور آخر مین قیمت و ارزش یعنی مول کے تین قوانین کو بیان کرینگے

اور جانچین گے کہ ان قوانین کے ذریعہ سے اصول نفوس کا کیا اثر اجناس و اشیا کی دو بڑی قسموں کی قیمت اور ارزش پر پڑتا ہے یعنی خام اشیا (خواہ وہ زرعتی ہون یا معدنی) اور تیار شدہ اشیا پر حسب تجویز مسٹر مِل یہ ایک فطرتی سلسلہ ہے جسمین تولید و تقسیم و مبادلہ کے مضامین کو بیان کرنا چاہیے کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ پہلے تولید ثروت لازم ہے قبل اسکے کہ اسکو تولید کنندون مین تقسیم کیا جاے اور ان کی تقسیم لازم ہے قبل اسکے کہ انکا مبادلہ عمل مین آسکے۔

تولید یعنی ثروت کا پیدا کرنا

۵۔ تولید ثروت کے لیے دو چیزین درکار ہین۔ محنت یا مزدوری یعنی کارگیری اور اشیار مادی محنت عالم خارجی مین ہمیشہ اشیار کے متحرک کرنے مین صرف ہوتی ہے۔ انسان مادہ پر صرف ایک ہی طرح سے عمل کرسکتا ہے یعنی اسکو حرکت دینے سے۔ اسکے بعد خواص مادہ یعنی قواے طبیعی باقی کام کو ختم کر دیتے ہین مثلاً ایک جلاہا اپنی کارگاہ پر تانے کو حرکت دیتا ہے۔ اسکے عمل سے جو کپڑا بناجاتا ہے۔ وہ تاگے کے تارون کی قوۃ امساک سے اپنی حالت پر قائم رہتا ہے۔ یا مثلاً کاشتکار بیج زمین مین بو دیتا ہے لیکن اسکے بعد پودے کی ترقی ونشو ونما تمامًا قواے طبیعی کا نتیجہ ہے۔ لیکن انسان جب دوسرے قواے محرکہ سے مدد لیتا ہے تو اسکی محنت مین کفایت ہوتی ہے یعنی اسکی بہت کچھ محنت بچ جاتی ہے۔ جیسے باربرداری اور سواری کے جانورون سے یا بخار کے انجن سے کمک لینے مین۔

۶۔ لیکن اشیار مادی کے متعلق جن پر محنت صرف کی جاتی ہے۔ اول درجہ کے مابہ الامتیاز کے طور پر اتنا بیان کردینا ضرور ہے کہ ان مین سے بعض کم اور محدود مقدار مین ہوتے ہین۔ بخلاف دوسرون کے جو گویا نامحدود ہین۔ مثلاً زمین کی مقدار تمام قدیم ملکون مین محدود ہے۔ بمقابل اسکے پانی کی مقدار بعض مقامات مین اور ہوا جو کی تمام صفحۂ ارض پر غیر محدود ہے۔ عوامل طبیعی اگرچہ غیر محدود مقدار مین موجود ہین لیکن تاوقتیکہ ان کو عملی طور پر قابو مین نہ کرلیا جاے۔ بازار مین انکی کوئی قیمت نہین۔ البتہ جس وقت انکی مقدار ضرورت سے کمتر ہو جاے۔ گو وہ مفت بھی حاصل ہو سکتے ہون تو فورًا ان مین مبادلہ کی قیمت پیدا ہوجاتی ہے اور ان کے استعمال پر کرایہ یا محصول لگایا جاتا ہے۔

۷۔ محنت یا مزدوری یا تو صریحًا ان اشیار مین مستعمل ہوتی ہے جن کا پیدا کرنا مقصود ہے۔ جیسے نانبائی یا درزی کی محنت یا بطور غیر صریح سابق کے کامون مین صرف ہوتی ہے جن سے ان چیزون کے پیدا کرنے مین آسانی ہو

پس شکاری اور ماہی گیر کے سوا بہت کم ایسی قسم کی محنت یا مزدوری ہوگی جس کا معاوضہ فوراً مل سکے۔

۸ گزشتہ محنت یا اُجرت کا ایک عمدہ حصہ جو موجودہ محنت یعنی کام کے چلانے کے لیے درکار ہے وہ ہے جو مزدوروں کی غذا اور مایحتاج کی فراہمی مین صرف ہوتا ہے جو ثروت کے پیدا کرنے مین مصروف ہین۔ ابتدائی تہیہ یا غیر صریح محنت کی باقی اقسام ذیل کی پانچ قسمون مین منقسم ہوتی ہین:۔ اول اُن کارگیرون کی محنت جو اشیا کو تیار کرتے ہین مثل کان کن یا سنگ کاشتکارون۔ دوم اُنکی محنت جو آلات۔ اوزار اور مشینری یعنی کلین بناتے ہین۔ سوم۔ اُنکی جو صنعت و حرفت اور انسان کی محنتون کی حفاظت کرتے ہین۔ جیسے پولیس یا سپاہی یا چوکیدار کی اور نیز اُن کارگیرون کی جو صنائع و حرفت کے لیے عمارات کی تعمیر کرتے ہین۔ چہارم اُنکی محنت جو پیداوار یعنی پیدا اور تیار کی ہوئی چیزون کو قابل حصول کرتے ہین۔ اس صنف مین حمال بنجارے ریلوے کے مزدور وغیرہ اور بڑی جماعتین تاجرون اور بیوپاریون کی بھی داخل ہین۔ ان دو آخری جماعتون کو تقسیم کرنے والی صنف بھی کہتے ہین۔ اور یہ دونون پیدا کنندہ صنف کے ضمیمہ خیال کیے جاتے ہین۔ یہ لوگ نظام جماعت مین بہت بڑا کام کرتے ہین کیونکہ صرف کنندہ لوگون کو اگر پیدا کرنیوالون کے ساتھ بلا واسطہ معاملہ کرنا پڑتا۔ تو وقت اور آسایش کا بہت نقصان ہوجاتا۔ یہ لوگ گویا تیار شدہ چیزون کو خواہشمندون کے گھر تک پہنچا دیتے ہین جب پیداوار یعنی تیار کیا ہوا مال ایک معین حد سے زیادہ ترقی کرجاے تو اس تقسیم کنندہ جماعت مین تقسیم کار لازمی ہوتی ہے۔ اور انکی دو صنفین ہوجاتی ہین۔ ایک تھوک فروش اور دوسری خردہ فروش جسمین صنف اول کے لوگ کارخانہ والون سے تیار شدہ مال یکجا خرید لیتے ہین اور خردہ فروشون کی دوکانون تک پہنچا دیتے ہین جس سے کام مین بہت سہولت پیدا ہوجاتی ہے۔

۹۔ مذکورۂ بالا مزدوری کے وہ طریقے مین جو (جبکہ وہ اشیاء خارجی پر مستعمل ہوتے ہین) بطور غیر صریح تولید کے تابع ہین۔ ان سب کا معاوضہ صرف ایک کے سوا اُسی مال سے دیا جاتا ہے جو آخر کار تیار ہوتا ہے۔ اگرچہ عموماً یہ معاوضہ سرمایہ دارون کی طرف سے پیشگی دیدیا جاتا ہے۔ وہ استثنا جسکی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا وہ اُجرت ہے جو منتظم یعنے سفید کارگیرون کی غذا کی تیاری مین صرف ہوتی ہے کیونکہ یہ اجرت اُسی غذا مین سے ادا کی جاتی ہے یا جو رقم اُسکی فروخت سے حاصل ہوتی ہے اُس سے دی جاتی ہے۔

۱۰ پنجم یعنی آخری قسم غیر صریح یا ابتدائی محنت کی وہ ہے جو انسان کی ذات پر صرف ہوتی ہے یعنی لوگون کی صنعتی یا حرفتی تعلیم مین۔ اس محنت کا معاوضہ بھی آئندہ کی پیداوار سے ادا ہوتا ہے بہت سی دوسری ذہنی محنتین جراح۔ ڈاکٹر۔ موجد یا معلمین وغیرہ کی مین جو غیر صریح طریقہ تولید کی ممد و معاون ہوتی ہین۔

۱۱۔ بہت سی ایسی بیش قیمت محنتین ہین جن کا مقصود ثروت کا پیدا کرنا نہین - اسی وجہ سے علماے علم ثروت نے انکو دو قسمون پر منقسم کیا ہے - مثمر یعنی مفید اور غیر مثمر لیکن اس تقسیم اور مقابلہ سے انکی کوئی توہین مقصود نہین - جیسا کہ بعضون نے خیال کیا ہے - بلکہ محض صحیح درجہ بندی کے لحاظ سے یہ تفریق کی گئی ہے -

۱۲۔ علم ثروت کی اصطلاح مین غیر مثمر یا غیر مفید محنت (وہ بالذات کتنی ہی دقیق اور قیمتی کیون نہو) اسکو کہتے ہین جو مادی ثروت کے حصول مین مددگار نہو - جو اس علم کا اصلی مقصود ہے اور یہ غیر مثمر محنت گویا ایک خدمت ہے جو ادا کی جاتی ہے - یا جس سے ایک فوری فرحت حاصل ہوتی ہے - جیسے ایک جج یا شاعر یا ناٹک والے یا بہروپیہ یا مطرب کی محنت - یہ سب علم ثروت کے رو سے غیر مثمر ہین - گو خود ان لوگون کے حق مین غیر مثمر نہون یعنی انکو اس سے ذاتی فائدہ پہنچتا ہے - بخلاف اسکے مثمر یا مفید محنت یا مزدوری وہ ہے جس سے کسی ملک کے مادی وسائل مین اضافہ ہو جسمین نصرف انھین کاریگرون کی محنت شامل ہے - بلکہ انکی بھی جو انکے کامون کا انتظام کرتے ہین -

۱۳۔ ثروت کا صرف یا استعمال بھی اسی طرح سے مثمر اور غیر مثمر مین منقسم ہے اگرچہ کسی جماعت یعنی جماعت کے کل افراد مزدور نہین ہین لیکن سب صرف کنندہ یعنی استعمال کرنے والے ہین - اور مال کو مثمرانہ وغیر مثمرانہ طریقہ پر صرف کرتے ہین - ان مین مثمر مزدوری مفید صرف کرنے والے ہین - بخلاف اسکے وہ سب لوگ جو اسکی تولید مین کچھ بھی نہین لگاتے ہین - خواہ صریحاً یا غیر صریح طور پر - وہ کل غیر مثمر صرف کرنے والے ہین - یہان یہ بھی بیان کرنا ضرور ہے (تاکہ اس مضمون کا ہر پہلو پیش نظر رہے) کہ ایک جزو اشیا مستعملہ کا جو خود ان مزدورون کے صرف مین جاتا ہے - یعنی وہ جزو جو نہ بطریق مایحتاج کے بلکہ بطور لذائذ و تنعمات کے مستعمل ہوتا ہے وہ بھی غیر مثمر مصرف سمجھا جاتا ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ ایک ایسا مابہ الامتیاز امر موجود ہے جو کسی جماعت کی ثروت کے متعلق اس سے بھی زیادہ معظم ہے جو درمیان مثمر اور غیر مثمر مزدوری کے ہے - اور وہ فرق یا امتیاز دو قسم کی مزدوریون کے درمیان ہے - ایک وہ مزدوری یا محنت جو تولید کے سامان مہیا کرنے مین مصروف ہے - اور دوسری وہ محنت یا مزدوری جو غیر مثمر صرف کنندون کے مایحتاج کو فراہم کرتی ہے -

۱۴۔ مسٹر مل کہتے ہین کہ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ ہم افسوس کرین کہ کسی دولتمند ملک مین ایک بڑا حصہ سالانہ پیداوار کا غیر مثمر صرف کنندون کے استعمال مین آتا ہے - یہ گویا اس بات پر افسوس کرنا ہے کہ اس ملک مین اسکے مایحتاج سے اسقدر بچ رہتا ہے اور دوسرے اعلے کامون مین آتا ہے جو چیزین قابل

افسوس - اور اصلاح طلب تعیشات ہین وہ فی الحقیقت فرق اس ادنےٰ عدم مساوات سے ہے جو اس تقسیم مین واقع ہوتی ہے - اور جو اس دولت کا ایسی چیزون مین صرف ہوتا جو واقعی کوئی ذاتی قیمت نہین رکھتی ہین - اور اس دولت کا ایک معتدبہ حصہ اون لوگون کی قسمت مین جانا جو اس خدمت کا معاوضہ نہین دیتے ہین -

۱۵ - سرمایہ جس کی اب ہم تعریف کرینگے صنعت و حرفت کی پیداوار کا وہ حصہ ہے جو تولید ثروت یعنی جدید پیداوار کے کام چلانے مین صرف ہوتا ہے - اس بات کا سمجھنا نہایت ضرور ہے کہ تولید ثروت مین سرمایہ کیا کام کرتا ہے کیونکہ اس اہم معاملہ کی نسبت لوگون مین عموماً بہت سی غلطیان شائع ہین - سرمایہ کو روپیہ کے ساتھ ہرگز خلط ملط نہین کرنا چاہیئے کیونکہ جیسا یہ ثروت کا مترادف نہین ہے روپیہ پیسے کا بھی ہمعنی نہین ہے - سرمایہ اشیا و آلات و اوزار - عمارات صنعتی و مشینری یعنی کارخانہ کی کلون کی اجرت و مزدوری وغیرہ پر مشتمل ہے جو مزدورون کے لیے مہیا کی جاتی ہین جن سے وہ جدید پیداوار حاصل کرسکین - یہ پچھلی پیداوار کا وہ جزو ہے جو موجودہ اُجرت کے مہیا کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے کسی سرمایہ دار کی کل آمدنی سرمایہ نہین سمجھی جاتی - کیونکہ اسکا ایک جزو بطور غیر مثمر خود اسکے اور اسکے اہل و عیال کے لیے صرف ہوتا ہے البتہ اسکا وہی جزو سرمایہ سمجھا جا سکتا ہے جس کو یہ مثمر کامون مین لگاتا ہے - کل قیمتون کا مجموعہ جو مختلف سرمایہ دارون کی طرف سے ایسے کامون کے لیے عمل مین لایا جاتا ہے وہ ایک ملک کا مجموعی سرمایہ سمجھا جائیگا

۱۶ - کل مزدورون کی بسر اوقات اسی سرمایہ سے ہوتی ہے - اور بغیر اس ضروری لازمہ کے کوئی کام چل نہین سکتا ہے - یہ کچھ لازم نہین کہ سرمایہ سرمایہ دارون ہی کی طرف سے کام مین لگایا جائے - بلکہ ممکن ہے کہ مزدور اور کاریگر اپنے ذاتی سرمایہ پر ہی گزر کر سکین - جیسا کہ کسی آزاد صناع یا مالک زمین کاشتکار یا کسی کوآپریٹیو (متعاون) جماعت کے افراد کی صورت مین ہوتا ہے - ذیل کے چار مسائل بنیادی سے بخوبی سمجھ مین آ سے گا کہ سرمایہ کا عمل بحیثیت ایک ذریعۂ تولید کے کیا ہے -

۱۷ - اول محنت سرمایہ کی وجہ سے محدود ہے - یہ ایسا بدیہی اور سچا مسئلہ ہے کہ جب سمجھ مین آجائے تو اُسکے قبول کرنے مین کوئی عذر باقی نہین رہتا ہے - کسی ملک مین ممکن نہین کہ اُتنے مزدورون سے زیادہ رہ سکین جن کو کام کرنے کے لیے آلات و اشیا اور کھانے کو غذا نہ مل سکے - باوجود اسکے بھی اسکے خلاف مین اکثر رائین دی گئین اور اب بھی دی جاتی ہین - یہ رائے دہندے خیال کرتے ہین کہ یہ کام سلطنت و حکومت کا ہے کہ تحفظی قوانین کے ذریعہ سے بغیر سرمایہ کی تولید کے زیادہ محنت مزدوری کی تولید کرے -

اگرچہ قوانین تحفظی سے کسی نئے قسم کی صنعت مزدوری کی ایجاد ممکن ہے لیکن یہ اُسی وقت ہوسکے گا کہ کسی پُرانے کام مین سے سرمایہ کو نکال کر اس نئے کام مین لگا یا جاے البتہ حکومت یعنی سرکار کو ایک حد تک یہ قدرت حاصل ہے کہ سرمایہ کی تولید کرے اور یہ ٹکس یعنی محصولات کے وصول سے ممکن ہے جس کے بعد اس کو تولید ثروت یا سلطنتی قرضہ کی ادائی مین صرف کیا جا سکتا ہے ٹکس یعنی محصولات لوگ عموماً ان چیزون سے ادا کر سکتے ہین جن کو اُنھون نے بچا کر بطور سرمایہ کے کام مین لگایا ہے۔

۱۸۔ سرمایہ کی ہر فزایش سے مزدوری کے استعمال مین افزایش ہوسکتی ہے جس کے لیے کوئی حد معین نہین اگر اشیا رمادی اور غذا موجود ہوجائین تو مزدورون کو کسی نہ کسی کام مین مصروف رکھا جا سکتا ہے۔ یہ بات بالکل اُس عقیدہ کے خلاف ہے جو عام طور پر رائج ہے۔ اور جسکو ایسے مشہور مصنفین جیسے مسٹر ملتھس اور موسیو سسمونڈی بھی مانتے تھے۔ وہ عقیدہ یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ ہر قسم کی تولید ثروت جائز ہے۔ اور یہ کہ دولتمندون کا غیر مثمر خرچ کرنا غربا کے مصروف رکھنے کے لیے ضرور ہے۔ لیکن اس راے کی غلطی بہت آسانی کے ساتھ دکھائی جا سکتی ہے۔ دولتمند لوگ اپنی آمدنی کا حصہ جو حصہ غیر مثمر اشیا پر صرف کرتے ہین گویا اسکو فقط مثمر مزدورون کی طرف بطور اضافہ اجرت کے منتقل کر دیتے ہین۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو یہ مزدور اپنے مصارف کو بڑھا دینگے جس صورت مین یہ سرمایہ اُنکے لیے لذائذ کی تولید مین مبدل ہوجاے گا۔ یا یہ کہ یہ لوگ اپنی تعداد مین اضافہ کر دینگے جس سے وہ سرمایہ زیادہ تر ضروریات کی تولید مین صرف ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ صرف کنندون کی کمی سے تولید ہرگز محدود نہین ہوتی ہے۔ بلکہ بالکلیہ پیداوار تولید کرنے والون کی کمی یا سرمایہ کی کمی پر محدود ہے جو اُنکی بسر اوقات کے لیے ضرور ہے۔

۱۹۔ دوم ہر قسم کا سرمایہ پس انداز کا نتیجہ ہے۔ یہ پیداوار کا وہ حصہ ہے جو فوری استعمال مین نہین آتا ہے بلکہ تولید و پیداوار کے لیے علٰحدہ رکھا جاتا ہے۔ انگلستان جیسے ملک کا وہ عظیم و کثیر سرمایہ سرمایہ دارون کی پے در پے نسلون نے بتدریج جمع کیا ہے جو ہمیشہ اپنے پس انداز مین بڑے بڑے اضافے کرتے گئے ہین۔

۲۰۔ سوم تمام سرمایہ اگرچہ پس انداز کیا گیا ہو اور پس انداز کا نتیجہ ہو پھر بھی صرف ہوجاتا ہے لفظ پس انداز (بچت) سے یہ مراد ہے کہ پس انداز کرنے والا خود اُسکو صرف نہین کرتا ہے۔ وہ سرمایہ جس کو کسی نے پس انداز کیا ہے مثمر مزدورون کے صرف مین آجاتا ہے۔ روپیہ پیسہ۔ مال و اسباب جو استعمال مین نہین آتے ہین۔ بلکہ آیندہ کے استعمال کے لیے رکھے جاتے ہین اُنکو اندوختہ کہتے ہین۔ یہان ایک نکتہ ہے جسمین ایک بڑی فاش غلطی ہے

پس انداز کرنے والے کو اسی نظر سے دیکھا جاتا ہے جس نظر سے اندوختہ کرنے والے کو دیکھتے ہین (اندوختہ مین کسی قدر بخل کا عنصر شریک ہے جو پس انداز مین نہین ہے) حالانکہ ایک مسرف یعنی فضول خرچ شخص جو اپنی دولت کو غیر مثمر لذات نفسانی مین لٹاتا ہے وہ اچھی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور تجارت کا موید سمجھا جاتا ہے لیکن وہ رقوم جو پس انداز کی گئی ہین اور کام مین لگائی گئی ہین وہ بھی فی الحقیقت خرچ ہوتی ہین۔ مگر فرق اسقدر ہے کہ وہ مثمر مزدوری کے صرف مین آتی ہین جن سے ملک کے ذرائع آمدنی مین اضافہ ہوتا ہے۔ بخلاف اسکے مسرف آدمی کی آمدنی اسی کے صرف مین آگئی ہے جس کا کوئی معاوضہ حاصل نہین ہوتا ہے۔ درحقیقت کفایت دولتمند بناتی ہے اور فضول خرچی (یعنی اسراف) جماعت کو اور خود اس شخص کو مفلس بنا دیتی ہے۔

۲۱۔ پس معلوم ہوا کہ جو کچھ پیدا کیا جاتا ہے وہ صرف مین آجاتا ہے۔ بہت سی عام اصطلاحین رائج ہین جیسے کسی ملک کی قدیم ثروت یا صدیون کی جمع کی ہوئی ثروت وغیرہ جو حقیقت کو مخفی کرتی ہین حقیقت نفس الامریہ ہے کہ انگلستان کی ثروت کی ترقی گزشتہ نصف صدی مین ہوئی ہے۔ اور باستثنا اراضی و عمارات اور دوسرے پائدار اقسام ثروت کے۔ انگلستان مین پہلے ثروت بہت کم تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ سرمایہ مثل نفوس انسان کے محفوظ رکھنے سے قائم نہین رہ سکتا ہے۔ بلکہ تولید سے ہمیشہ اسکی ترقی ہوتی رہتی ہے۔

۲۲۔ اسی حقیقت سے ان امور کی توضیح ہوتی ہے یعنی وہ ملک جس پر جنگ کے مخارج لاحق ہوے ہون یا جو دشمن کی افواج یا زلزلون کی وجہ سے تباہ ہوگیا ہو کس سرعت کے ساتھ وہ عموماً اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اگر کوئی ملک بالکل تباہ نہو گیا ہو یعنی اسکی آبادی بہت کچھ نہ گھٹ گئی ہو تو دو ایک سال کے عرصہ مین اسکے سرمایہ کی مقدار پہلے کی سی ہو جاے گی اگرچہ اسکے باشندے بڑی فلاکت و تباہی مین مبتلا ہو گئے ہون۔

۲۳۔ چہارم۔ اقتضاء یعنی اشیاء و مال تجارت کی مانگ اجرت یعنی مزدوری کی مانگ کے مترادف نہین ہے ہم سرمایہ دار اس شخص کو کہین گے جو مزدورون کو کام مین لگاتا ہے اور انکو مزدوری دیتا ہے۔ نہ اس صرف کنندہ کو جو تیار مال خریدتا ہے۔ صرف کنندہ شخص سے مزدورون کو کوئی کام نہین ملتا ہے وہ صرف مزدورون کو ایک راستہ پر لگا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک خاص قسم کی جنس یا مال کا طالب ہے۔ یہ مسئلہ بہ نسبت ... مسائل کے بہت کم سمجھ مین آتا ہے۔ یہ ایک عام خیال ہے کہ جو شخص کسی چیز کو خریدتا ہے وہ مزدوری کو کام مین لگاتا ہے۔ اور مزدور پیشہ لوگون کو فائدہ پہنچاتا ہے جیسا کہ سرمایہ دارون کو مزدوری دیتا ہے لیکن یہ ایک صریح اور مضر مغالطہ ہے۔ وہ خریدار جو کسی جنس کو خریدتا ہے اور صرف کر لیتا ہے وہ

مزدوری کی مانگ کو مطلق نہین بڑھاتا ہے۔ نہ مزدوری پیشہ لوگون کی مزدوری کے بڑھانے مین کمک کرتا ہے۔ اگر وہ خود صرف نہ کرے۔ اور پس انداز کرے اور اس پس انداز کو مثمر و مفید کام مین لگا سے تو یقیناً مزدوری اس سے متاثر ہوسکتی ہے۔ کسی شخص کو مزدورون کا محسن اُسوقت کہین گے جب کہ وہ کسی چیز کو خود صرف نکرے۔ نہ اُسوقت جبکہ وہ اُس چیز کو خود صرف کر لیتا ہے۔

۲۴۔ اشیار کے پیدا کرنے اور تیار کرنے والے جب وہ منفرداً کام کرین تو اُنکے مال کی مانگ کی کمی بیشی سے کبھی وہ نقصان اُٹھاتے ہین کبھی نفع پاتے ہین لیکن اس سے یہ بات ظاہر نہین ہوتی ہے کہ آیا اُنھون نے جو مال تیار کیا تھا وہ دوسرون کی ضرورتون کے مناسب تھا یا نہین۔ جب کوئی چیز بکتی ہے یا خریدی جاتی ہے تو وہ صرف ایک قسم کی ثروت کا دوسری قسم کی ثروت سے تبادلہ ہے جسمین طرفین کی آسانی ملحوظ ہے۔ اُجرت اور سرمایہ کا حقیقی معاوضہ کسی شے کی اضافہ شدہ قیمت پر مشتمل ہے جو استعمال کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ نہ اُس رقم پر جو اُس کے مبادلے سے حاصل ہوی ہے یہ حقیقت یعنی اجرت اور سرمایہ کا حقیقی معاوضہ پیداوار ہے نہ مبادلہ۔ ایک بنیادی اصول ہے جس سے بہت سے عام مغالطون کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ انکم ٹکس یعنی آمدنی کا محصول دولتمندون پر نہین پڑتا ہے بلکہ غربا پر اُسکا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ دولتمند اُسکی رقم کو اشیار پر صرف کر دیتا ہے جس سے مزدوری کام مین آتی ہے لیکن چونکہ ٹکس اُنہین چیزون پر پڑتا ہے جنکو اُنھون نے صرف کر لیا ہے اسلیے اُسکا بار اُنھین پر پڑتا ہے نہ غربا پر۔ جو شخص بوجہ ٹکس کے اپنے خرچ کو گھٹا دینے پر مجبور ہوتا ہے تو ٹکس کا بار اُسی پر عاید ہوتا ہے۔ کیونکہ ٹکس کے پڑنے کا یہی ایک غیر متغیر امتحان ہے۔ علاوہ برین جب ٹکس زیادہ سنگین نہون تو اکثر اُس رقم مین سے دیے جاتے ہین جو دوسرے طور پر غیر مثمر کامون مین صرف ہوجاتی ہے۔ اور سرمایہ سے نہین لیے جاتے ہین۔ اس سبب سے انکم ٹکس مزدوری پیشہ لوگون کے لیے غالباً نفع رسان ہے نہ نقصان رسان۔ کیونکہ سرکار اسکی رقم کو مزدوری کے بندوبست کرنے مین صرف اور استعمال کرتی ہے۔

۲۵۔ ابتک ہم نے فقط سرمایہ کے اصولی مسائل سے بحث کی تھی۔ اب ہم اوس فرق و امتیاز کو جانچین گے جو دایر (رائج) سرمایہ اور ساکن سرمایہ مین ہے۔ دائر سرمایہ وہ ہے جو کسی کام مین صرف ہوجاے اور جسمین اس بات کی قدرت ہو کہ ہمیشہ اُسکی بازیابی مع منافع کے تیار شدہ اشیار کی ہر فروخت کے ساتھ ہوتی جاے۔ مزدوری یا اُجرت یعنی معاوضہ کار۔ اشیار وغیرہ سب اسی قسم سے متعلق ہین۔ لیکن ساکن یا قائم سرمایہ وہ ہے جو مشینری (یعنی کارخانہ کی کلون اور آلات) اور زراعت۔ اراضی کی زرخیزی مین ترقی و اصلاح یا دوسرے پایدار کامون مین لگا دیا گیا ہے

اور جسکی تجدید متعدد سالون پر پھیلادی گئی ہو۔

۲۶- دایر اور ساکن سرمایہ سے کسی ملک کی مجموعی یعنی جملہ پیداوار پر جو اثر پڑتا ہے وہ بہت مختلف ہے۔ دائر سرمایہ کی تجدید یا اضافہ یا منافع سے ہونی لازم ہے جو کسی ایک کام سے عاید ہوا ہو۔ بخلاف اسکے ساکن سرمایہ کی پابجائی یعنی معاوضہ صرف منافع سے ہی ایک مدت مین ہو سکتی ہے اور یہ بھی پائدار اوزاروں کے متعدد استعمالات کے بعد۔ اس سے لازم آتا ہے کہ ساکن سرمایہ کا ہر اضافہ جو دائر سرمایہ کی رقم سے کیا جاتا ہے سو فیصد مزدورون کے حق مین ضرر رسان ہو لیکن فی الحقیقت یہ بہت کم واقع ہوتا ہے کہ ساکن سرمایہ کا اضافہ بحیثیت مجموعی اور صنائع کے کل شعبون کو شامل کر لینے سے دائر سرمایہ کی رقم سے کیا جاتا ہو قیمتی اور گران کلون کا خریدنا۔ اراضی کی دائمی ترقیان ریلوے وغیرہ کی توسیع و ترقی عموماً سرمایہ کے سالانہ اضافے سے کی جاتی ہے نہ اُس فنڈ یا رقم سے جو اُس وقت تولید کے کامون مین لگادی گئی ہے اگر دفعتاً ان کا اجرا کیا جاے اور وہ بھی وسیع پیمانہ پر تو اس صورت مین بھی ہنگامی طور پر مزدوری کے فنڈ کو نہین گھٹاتے ہین۔ اور نہ مزدورون کی اور کاریگرون کی جماعت کو بہیئت مجموعی نقصان پہنچاتے ہین۔ لیکن جن مخصوص شعبون مین یہ ترقیات جاری کی گئی ہین اُنمین بیشک اکثر مزدور بیکار ہو جاتے ہین جس سے اُنکو سخت تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ اور یہ وہ وقت ہے کہ سرکار کو ہر طرح سے حتی المقدور رفع تکالیف کی کوشش کرنی چاہیے۔ مسٹر مل کہتے ہین کہ۔ چونکہ کامون کی ترقی کے انتظامات جن سے بہیئت مجموعی اُجرت گھٹ نہین جاتی ہے بیشک اکثر صورتون مین مزدورون کی بعض خاص جماعتون کو بیکار کر دیتے ہین۔ اسلیے مقننین کا فرض ہونا چاہیے کہ اون ضرر رسیدہ لوگون کے ساتھ ہمدردی کرین جو دوسرون کے منافع اور کامیابی کے نذر ہو جاتے ہین۔

۲۷- دو اور ملاحظات ہین جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ کلون اور دوسری ترقیات کا آخری میلان مزدورون اور عموم خلائق کے لیے مفید ہوتا ہے پہلے تو ان ترقیات و اصلاحات کا رخانجات سے عموماً سرمایہ کے منافع مین اضافہ ہوتا ہے اور مال و اشیا کی ارزش یعنی مول کم ہو جاتا ہے۔ ان دونون صورتون مین پس انداز کے لیے مزید سامان پیدا ہوتی ہین۔ دوسرے یہ کہ سرمایہ کی ترقی کے لیے قابل تعین حدود موجود ہین جو زمین کے اصولی قوانین پر مبنی ہین اور فنون تولید یعنی پیداوار کے کامون مین کل ترقیات کا نتیجہ اون حدود کی توسیع پر موقوف ہے جسسے نہ صرف زیادہ پس انداز کرنے کا موقع ملتا ہے بلکہ ملک کو جملہ پیداوار و تولید کا بھی موقع ملتا ہے جو آئے نہین تھا۔ تولید کی ضروریات کی تحقیقات کو اب ہم یہان ختم کرتے ہین۔ وہ ضروریات جیسا کہ ملاحظہ ہوا مزدوری سرمایہ اور اشیا مادی پر مشتمل ہین اور اشیا مادی ضروریات تولید سے ہین۔ لیکن سرمایہ جو مزدوری کا حاصل ہے اُسکی

خاص تشریح بھی لازم ہے۔

۲۸-اب ہم علم ثروت کے اُس دوسرے معظم مسئلہ پر پہنچتے ہین جو حسب ذیل ہے۔ان تینون عوامل یا ذرائع کی قوت تولید کس امر پر موقوف ہے؟ مختلف ملکون کی مقدار ثروت مین بین تفاوت کے ہونے کے کیا وجوہ ہین جنکی تعداد نفوس یعنی مردم شماری اور وسعت مملکت تقریباً مساوی ہین؟ بعض وجوہ تو بآسانی سمجھ مین آسکتے ہین۔مگر بعض دوسرے وجوہ ایسے ہین جنکا سمجھنا بغیر عمیق تحقیقات کے ممکن نہین۔

۲۹-منجملہ اُن زیادہ تر ظاہری وجوہ کے جو اعلےٰ تولید و پیداوار کے باعث ہوتے ہین پہلے تو ملک سے طبیعی فوائد ہین مثلاً زرخیز اراضی-عمدہ آب وہوا وموسم معدنیات کی کافی مقدار-عمدہ بندرگاہین اور سواحل اور وسیع دریا اور ندیان جنمین کشتیان عبور کرسکین اور تجارت کے حمل ونقل مین آسانی ہو۔دوسرے باشندون مین محنت مزدوری کی قدرت جسکے معنی یہ نہین کہ کبھی کبھی کامون مین جدوکوشش کی جاے بلکہ ایک دائمی اور لگاتار کام مین مصروفیت کی جدوجہد۔تیسرے ہنرمندی اور علم یعنی خود اُنکاریگرون کی کاردانی اور نیز اُن لوگون کی جو اُنکے کامون کی نگرانی کرتے ہین مشینری یعنی کلین۔زراعت اور دوسرے فنون تولید سب اسی کے تحت مین آتے ہین۔چوتھے مزدورون اور کاریگرون کے اخلاقی صفات مثلاً دیانت-پرہیز از مسکرات۔اور اُن کا قابل اعتماد واطمینان ہونا۔آجکل کا موجودہ طریقہ کرایہ کی مزدوری کا بہت سے نقصانات سے مملو ہے داسکی نسبت مسٹر مل کہتے ہین کہ یہ طریقہ انگلستان کے ساتھ ہی مخصوص ہے جو مزدورون کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے)۔اس طریقہ سے بہت نقصان ہوتا ہے اور بہت سا وقت اور محنت کام کی نگرانی مین ضائع جاتی ہے کہ آیا کام برابر ہوتا ہے یا نہین۔کیونکہ کاریگرون اور مزدورون کو کام کی کامیابی مین کوئی ذاتی دلچسپی نہین ہے۔اگر وہ منافع مین شریک رکھے جائین تو نگرانی کی ضرورت باقی نہین رہتی ہے۔پانچوین جان ومال کی سلامتی یعنی ملک کا امن وامان کی حالت مین رہنا جسمین سرکار کے کارندون سے محفوظ رہنا اور سرکار کی حفظ وامان مین رہنا دونون شامل ہین۔اور یہ امر صنعت وحرفت کی ترقی اور قوت تولید مین بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے بہت سے ایشیائی ملکون مین حکومت لوٹنے کے ایک منتظم طریقہ سے بہتر نہین ہے۔اور اُنکی خود مختارانہ زیادتیون نے باشندون کے قویٰ کو مفلوج کردیا ہے۔اور ہر قسم کی صنعتی وحرفتی ترقی کی سدراہ ہوی ہین۔چھٹے منصفانہ اور دانشمندانہ انتظامی مجالس وجامع۔ان انتظامی مجامع کا عام اثر جو مزدوری کی مثمریت پر پڑتا ہے اُسکے متعلق اسقدر کہنا لازم ہے کہ یہ اسی حد تک مفید وسودمند ہین کہ دو منفرد اشخاص کے درمیان تعادل ومساوات کو قائم رکھ سکین۔اور کسی ایک جماعت

یا صنف کو دوسری جماعت کے فوائد پر قربان نہ کردیں۔ اور محنت اور کام مین جد و جہد کو پورا موقع دین اور حتی المقدور اُسکے لیے منصفانہ صلہ یا معاوضہ حاصل کرین یعنی جنھون نے بہتر یا زیادہ کام کیا ہے اُنکو بقدر اُنکی ہنرمندی اور کام کی مقدار کے معاوضہ دلائین جسکے وہ مستحق ہین۔

۳۰۔ ایک دوسری معظم وجہ کوآپریشن یعنی تعامل کی اعلے تولیدی قوت پر مشتمل ہے جسکو شرکت محنت بھی کہتے ہین۔ اور چونکہ یہ وجہ بدیہی نہیین ہے۔ اور مثل دوسرے وجوہ کے عموماً سمجھ مین آسکتی ہے اسلیے اسکی تفصیلی توضیح لازم ہے۔ اس مضمون کے ایک شعبہ پر یعنی تقسیم کار پر علمارفن نے بہت کچھ لکھا ہے مگر بہت سی معظم چیزون کو ترک بھی کردیا ہے جسکو مسٹر ویکفیلڈ تقسیم عمل مین ایک بہت زیادہ اہم اصول قرار دیا ہے اور اُسکو اپنے ذہن مین لیے ہوے ہے۔ کوآپریشن یعنی باہم کام کرنا جسکے لیے ہم نے تعامل کی اصطلاح وضع کی ہے۔ اسکو مسٹر ویکفیلڈ نے دو قسمون پر تقسیم کیا ہے۔ تعامل سادہ و تعامل مرکب۔ تعامل سادہ وہ ہے جسمین چند افراد شریک ہوکر ایک کام کو ساتھ ملکر کرتے ہین۔ جیسے لکڑی کا لونا یا ڈھلائی یا کاٹنا۔ دوسری قسم یعنی تعامل مرکب وہ ہے جسمین لوگ مختلف کامون مین ساتھ ملکر کام کرتے ہین۔ کیونکہ جو لوگ صنعت و حرفت کے مختلف شعبون مین مصروف ہین فی الحقیقت وہ ایک قسم کے تعامل مین مشغول ہین اگرچہ وہ اس سے بیخبر ہین۔

۳۱۔ تفریق پیشہ کی عظمت پیداوار و تولید کے حق مین اُس سے زیادہ اصلی ہے جتنی کہ عموماً خیال کی جاتی ہے۔ مثلاً ایک گروہ غذا کی پیداوار مین مصروف ہے۔ دوسرا کپڑون کی تیاری مین۔ تیسرا اوزار و آلات کی تیاری مین۔ علے ہذا القیاس دوسرے کامون مین بہت سی چیزین ایسی ہین کہ نہ صرف چھوٹی مقدار مین تیار کی جاسکتی ہین بلکہ وہ مطلق پیدا ہی نہین کی جاسکتی تھین اگر اُنکے دوسری چیزون کے ساتھ مبادلہ کی قوت موجود نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ملک مین منتشر زراعت بہت کم ہوگی اگر اُسکے ساتھ ایک بڑی شہری یا قصباتی آبادی یا بڑے پیمانہ پر تجارت بر آمد نہو تاکہ کسی اور شہر کے نفوس کو وہ پیداوار پہنچا سکے۔ مسٹر ویکفیلڈ کا طریقہ استعمار اسی اصول پر مبنی ہے۔ اور یہ ایک عملی ترقی ہے جو چالیس سال قبل سے کام مین لائی جارہی ہے۔ اس طریقہ کے مطابق سرکار افتادہ اراضی پر ایک ایسی قیمت لگا دیتی ہے جو بہت سے لوگون کو زراعت کی طرف رجوع ہونے سے روک کر لیکا دیتی ہے۔ اس طرح پر ایک شہری یا قصباتی آبادی دیہاتی آبادی کے ساتھ ہی ساتھ وجود مین آتی ہے جو اُس مستعمرہ یعنی نو آبادی کی ترقی کے لیے زیادہ مفید ہے۔

۳۲۔ لیکن جب کسی ملک مین پیشون اور کامون کی ابتدائی تفریق عمل مین آجاے۔ اُسکے بعد بہت

ویسے ہی ضروری اور حقیقی اسباب موجود ہوجاتے ہین کہ کام کی تقسیم کو اس سے بھی زیادہ توسیع دینی لازم ہوتی ہے
یہی وجہ ہین کہ بہت سے کام مثل پن بنانے کارڈ بنانے وغیرہ کے کہ جنمین بہت سارے اعمال کی تقسیم کی گئی ہے
اور جنکی ہر ایک قسمت کو کاریگرون کا ایک گروہ تیار کرتا ہے تقسیم کار کے فوائد مین ایک تو کاریگرون کا تجربہ اور مشق
تیز دستی اور کام کے سیکھنے مین مصالح اور اشیا کا کمتر نقصان ملحوظ ہے - دوسرا فائدہ وقت کی بچیت ہے جو ایک کام کو
کرتے کرتے چھوڑ کر دوسرے کام مین مصروف ہونے مین ضائع ہوتا ہے - آدم اسمتھ نے اسپر بہت زور دیا تھا کہ ایک کام
چھوڑ کر دوسرے کام مین مصروف ہو جانے سے ایک قسم کا آرام ملتا ہے - یہ سچ ہے لیکن اُس نے تضییع وقت کا خیال
نہین کیا - تیسرا فائدہ زیادہ احتمال نئی ایجادون کے وقوع مین آنے کا ہے - کیونکہ کاریگر جب کام سے بالکل واقف
ہو جاتے ہین تو وہ ہمیشہ کسی نہ کسی ایجاد کی فکر مین لگے رہتے ہین - چوتھا فائدہ کفایت شعاری کے ساتھ کام کی
تقسیم ہے جس سے کاریگرون کو اُنکی خاص خاص قابلیتون کے مطابق صنف صنف مین جدا کیا جا سکتا ہے
اور تقسیم کا یہ بہت بڑا فائدہ ہے اگرچہ اسکا درجہ تجربہ اور مشق کے بعد ہے -

۴۳ - لیکن کام کی تقسیم بھی ایک معین حد تک محدود ہے یعنی ایک تو بازار کی وسعت کے لحاظ سے جو ممکن ہے
کہ چھوٹا ہو یا دور دور بکھرا ہوا ہو - یا مفلس لوگون کا مسکن ہو - بازار سے مراد مال کی کھپت لی جاتی ہے - بازار کے
چھوٹے ہونے سے مال کا کم خرچ یا فروخت ہونا مراد ہے - اور بکھرے ہوے ہونے سے مقصود بکری کے مقامات کا
دور دور واقع ہونا اور مفلس سے مراد کم استطاعت خریدار ہے - ان ہی اسباب سے تقسیم کار محدود ہوتی ہے یہی
وجہ ہے کہ ریلوے اور ندیون اور نہرون کے ذریعہ سے مال کا لیجانا اور نیز دوسرے ذرائع باربرداری اور جہازات
بازار کو یعنی خرید و فروخت کے دائرہ کو وسیع کرتے ہین - اور مزدوری کی مثمریت پر بہت بڑا اثر ڈالتے ہین تقسیم کار کو
محدود کرنے کا ایک اور سبب کام کی نوعیت ہے مثلاً زراعت مین کام کی تقسیم اُس حد تک عمل مین نہین آسکتی ہے
جسقدر کہ کارخانون کے کامون مین - کیونکہ وہی ایک شخص بونے اور فصل کے کاٹنے مین ہمیشہ مصروف نہین رکھا
جا سکتا ہے -

۴۴ - تقسیم عمل کے ساتھ مال کے چھوٹے اور بڑے پیمانہ پر تیار کرنے کے بعد متقابلہ فوائد کی تحقیقات بھی متعلق
ہے - مال کی تولید جو بذریعہ بڑے کارخانون کلون اور دکانون کے بڑے پیمانہ پر عمل مین آتی ہے مزدوری
کی مثمر نسبت کو اس سے بہت سے فوائد پہنچتے ہین - کیونکہ مزدوری کو بہت زیادہ مفید و مثمر بنانے کے لیے کاریگرون کو
باہم شریک ہوجانا لازم ہے - بڑے کارخانون مین بھی کام کی تقسیم کی توسیع ممکن ہے - علاوہ برین جب قیمتی

اور زائد آلات اور کلین استعمال کی جاتی ہین تو کافی مقدار مین مال تیار کرنا چاہیے تاکہ کلون سے پورا کام لیا جا سکے اور اس سے زیادہ سے زیادہ نفع ہو سکے اور یہ ایک مزید وجہ ہے جو بڑے اور وسیع کارخانون کے قیام کو لازم بناتی ہے۔

۳۵- یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ کسی کام یا کارخانہ کا خرچ اُسکی وسعت کے متناسب نہین بڑھتا ہے۔ ایک یقینی اور سادہ طریقہ اُسکے دریافت کا موجود ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آیا وسیع پیمانہ پر کام کرنے مین کفایت ہے یا چھوٹے پیمانہ پر کام کرنے مین یعنی دوسرون سے ارزان مال کو کمتر مول مین بیچنے کی قدرت۔ اگر ایک بڑا تاجر یا مال کا تیار کرنے والا اپنے مال کو کسی چھوٹے تاجر یا تیار کنندہ سے ارزان تر فروخت کر سکتا ہے تو یہ ایک یقینی علامت مزدوری کی مثمریت کی ہے۔ اور اسی فضیلت و تفوق کا نتیجہ ہے کہ فی زماننا بہت بڑے بڑے کارخانے صنعت و حرفت کے اکثر شعبون مین قائم کیے جاتے ہین۔ جنسے اُنکے ضعیف حریفون کو بازار سے درست بردار ہوجانا پڑتا ہے اگرچہ بہ نظر کفایت و ارزانی یہ بات بظاہر عام لوگون کے لیے مفید ہے۔ لیکن اس فائدے کے مقابل ایک حد تک یہ نقصان بھی ہوتا ہے کہ چھوٹے تاجر اور مال تیار کرنے والون کی آزادی مین خلل واقع ہوتا ہے اور وہ مالک کی حیثیت سے گر کر مزدور بن جاتے ہین۔

۳۶- لیکن بڑے پیمانہ پر پیداوار و تولید کی ترقی مشترکہ سرمایہ والی کمپنیون کے قیام سے عمل مین آسکتی ہے جسکے افراد اپنے اپنے سرمایون کو اُسمین شریک شامل کر سکتے ہین۔ بنکون، ریلون، بیمہ کی کمپنیون وغیرہ کا قیام انہین اصول پر مبنی ہے۔ مشترک سرمایہ والے انتظامات کے فوائد و نقصانات مدتون سے معرض بحث مین ہین ایک طرف تو وہ خاص دلچسپی کامون کی کامیابی مین نہین لی جاتی ہے جو اُس سرمایہ دار کا خاصہ ہے جو اپنے کامون کی آپ نگرانی کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بڑی کمپنیون مین چھوٹے اور خفیف منافع اور پس انداز کی طرف بہت کم خیال جاتا ہے۔ لیکن اسکے خلاف مین اس بات کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیے کہ جو منتظم کمپنی کے کام کی نگرانی اور چلانے کے لیے عمدہ اور بیش قرار تنخواہ پر نوکر رکھا جاتا ہے اُسکو اکثر اُس کام کا بہت اچھا سلیقہ اور علم رہتا ہے اور اُسکو کوئی حصہ بھی معاملہ مذکورہ مین دیا جاے تو اُسکی ذاتی دلچسپی کا محرک ہوگا اور کام کی کامیابی پر زیادہ کوشش کرے گا۔

۳۷- ان وجوہ سے اور نیز اُن آسانیون کی وجہ سے جو شراکت سرمایہ سے حاصل ہوتی ہین مشترکہ سرمایہ والی کمپنیان بہت زیادہ ہوگئی ہین۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ انکی ترقی متوقع ہے اور امید کی جاتی ہے کہ خود مزدور ہی

درمیان اشتراک سرمایہ و محنت سے ایک بڑی حد تک موجودہ طریقہ یعنی کرایہ کی مزدوری کا خاتمہ ہو جائیگا کیونکہ اس طریقہ سے مزدوروں اور کاریگروں کے منافع کو بہت کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ فرانس مین ساٹھ ستر سال قبل ایک کاریگر نے اپنی دیانت داری اور اپنے مالک کی خیرخواہی کے ساتھ اس دلچسپی سے اپنے مفوضہ کو انجام دیا کہ اُسکے مالک نے مزدوروں کی جماعتوں کی نگرانی اُسکے تفویض کی۔ اور اُس نے وہی اپنے اصول مزدوروں کو بھی سمجھا دیے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مالک نے اُس کاریگر کو اپنا شریک بنا لیا۔ اور بالآخر مالک کے مرنے کے بعد جب یہ خود اُس رنگسازی کے کارخانہ کا مالک بن گیا تو اُس نے وہ نہایت عمدہ اور فیاضانہ اصول جاری کیے جن سے مزدوروں کو علاوہ اُنکی مزدوری کے کام کے خالص منافع مین سے بھی ایک حصہ دیتا تھا جس سے اُسکے کام مین بیحد ترقی ہوی۔ کیونکہ ہر مزدور اپنے آپ کو اُس کارخانہ کا شریک و حصہ دار سمجھنے لگا۔ اور سستی۔ کاہلی۔ بد دیانتی یہ سب بُری صفتین اُن سے معدوم ہوگئین۔

۳۸۔ چھوٹے پیمانہ پر کام کرنے کے عوض بڑے اور وسیع پیمانہ پر کام کرنا بازار کی وسعت اور خریداروں کی کثرت پر موقوف ہے۔ سرمایہ کی جلد ترقی اور محنت کی اعلیٰ درجہ کی حفاظت و امنیت۔ اور بڑے سرمایوں کا گنتی کے لوگوں کے ہاتھ مین رہنا یہ سب اسکے لیے مفید ہین۔ اور یہ جملہ حالات انگلستان مین بدرجہ اتم موجود ہین جسکی وجہ سے بڑے بڑے تجارت کے کارخانے جلد جلد ترقی کرتے جاتے ہین جیسا کہ پچھلے پچاس ساٹھ سال مین مشاہدہ ہوا ہے۔ اگرچہ پیداوار کے بڑے پیمانہ پر ہونے کی فضیلت کی نسبت خصوصاً کلون کے کارخانون مین کوئی شک و شبہ نہیں لیکن یہ حالت زراعت مین نہین ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہین کہ اسمین تعامل و تقسیم کار کی چندان گنجایش نہین۔ اس بارے مین لوگ مختلف ہین کہ آیا بڑے کھیت جو صاحب سرمایہ زمیندار سے اجارہ پر لے کر انکی کاشت مزدوروں سے کراتے ہین زراعتی مزدوری کی منفعت کے لیے مفید ہین یا یہ کہ چھوٹی آزاد جائدادین جنکی کاشت خود اُنکے مالک کاشتکار کرتے ہین مفید ہین طریقہ اول انگلینڈ مین عموماً رائج ہے اور طریقہ ثانی کا رواج باقی یورپ مین ہے۔ اکثر انگریز اہل الرائے پہلی صورت کو پسند کرتے ہین لیکن یورپ کے اہل الرائے اصحاب جن کو ذاتی تجربہ حاصل کرنے کے بہت عمدہ موقع حاصل ہین کاشتکارون کی ملکیت کو زیادہ ترجیح دیتے ہین۔

۳۹۔ مسٹر مل اپنی پہلی اور دوسری کتابون مین اس مسئلہ کی نہایت تفصیل کے ساتھ توضیح کرتے ہین اور کاشتکارون کی ملکیت کے اثر کو نہ فقط ثروت کی تولید مین بخوبی جانچتے ہین۔ بلکہ اُس ثروت کی تقسیم اور مزدورون کی اخلاقی اور ہنرمندانہ خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوے ذیل کے نتائج استخراج کرتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ کاشتکارون

کی ملکیت پر صریح عمل اور غیر صریح اثرات کی تحقیقات کا نتیجہ میرے خیال مین یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی زمینداری جائداد
اور غیر مکمل صورت یا حالت فن پیداوار کے درمیان کوئی لازمی تعلق نہین ہے - جیسے چند اسباب سے یہ مفید ہے
ویسے چند وجوہ سے غیر مفید بھی ہے یعنی زمین کی قوتون کو مؤثر طریقون سے استعمال کرنے کے لحاظ سے اور یہ کہ کوئی
دوسرا موجودہ طریقہ نظام زراعتی کا محنت ومشقت - دانشمندی - کفایت شعاری اور احتیاط نفوس کے لیے اسقدر مفید
نہین ہے اور نہ بہ ہیئت مجموعی کاشتکارون کی تعداد کی غیر محتاط ترقی کا مانع ہے جتنا کہ یہ طریقہ ہے لہذا کوئی
موجودہ حالت بہیئت مجموعی انکی اخلاقی اور جسمانی بہبودی کے لیے اسقدر مفید نہین ہے - انگریزی طریقہ زراعت یعنی
کرایہ کی مزدوری کا جب اسکے ساتھ مقابلہ کیا جاے، تو مزدوری پیشہ جماعتون کے لیے یہ طریقہ نہایت مفید ثابت
ہوگا - اسلیے مسٹر مل کی راے ہے کہ انگلستان اور آئرلینڈ مین جو طریقہ اراضی کے اجارہ اور زراعت کا ہے وہ بدل
دینے کے لایق ہے - اُسکے بدلے بتدریج کاشتکار کی ملکیت کا طریقہ جاری کرنا نہایت مناسب ہوگا جسمین زراعتی
مزدورون کی شرکت سے اراضی بصورت ملکیت مشترکہ حاصل کی جاسکے -

۴۰ - تولید کی ضروریات کے امتحان اور اُن حالات کے دیکھ لینے کے بعد جن پر اُن اشیاء کا مثمر ہونا موقوف و منحصر
ہے - اب ہم تولید کی راے کے اُس تیسرے مسئلہ کو دیکھینگے کہ اُسکے حدود کیا ہین - تولید ساکن نہین بلکہ ایک ترقی پذیر
چیز ہے - اسکی ترقی کی دو وجہین ہین - دولتمند ہونے کی خواہش اور نفوس یعنی مردم شماری کی ترقی - مسٹر مل کہتے ہین
کہ علم ثروت مین کوئی چیز اس ترقی و اضافہ کے قانون کی دریافت سے معظم تر نہین اور نیز اُن حالات کے دریافت
سے جنکی یہ تابع ہے - اور آیا عملی طور پر اسکی کوئی حد و نہایت بھی ہے یا نہین - اور اسکے حدود کیا ہین - علاوہ برین
علم ثروت مین کسی مضمون پر اس سے زیادہ کم توجہی نہین کی گئی ہے یعنی جسکو لوگون نے اچھی طرح نہین سمجھا ہے یا جسمین
ایسی نوعیت کی غلطیان نہین کی گئی ہین جن سے خرابیان واقع ہوتی ہون - بلکہ واقع ہوی ہین - یہ مل کا قول ہے -

۴۱ - تولید کی ضروریات کو تو ہم نے دکھلا دیا ہے کہ مزدوری سرمایہ اور اشیاء مادی ہین - چونکہ ہم اب تولید کے
موانع پر نظر ڈالنا چاہتے ہین - لہذا لازم ہے کہ اُن ہی اشیاء مادی کی طرف توجہ کرین جنہین مقدار اور قوت تولید کی
کمی کا احتمال ہے - اشیاء مادی ایک لفظ زمین سے ظاہر ہوسکتی ہین - اور اس اصطلاح سے صرف زمین مزروعہ
بلکہ معادن اور مچھلی کی شکارگاہین بھی اسمین شامل ہین - اسلیے ضروریات تولید مزدوری و سرمایہ و زمین قرار پاتی ہین
پس تولید کا اضافہ ان ہی تینون عوامل کے خواص پر منحصر ہے - اسکا قیام یا تو خود ان عوامل کی قوت تکثیر پر موقوف
ہونا چاہیے یا اُنکی مثمریت پر - اور تولید کی حدود ہی ہونگی جو ان مین سے ایک یا زیادہ کی خصوصیات سے معین کیجائے

اسلیے لازم ہے کہ قانون اضافۂ تولید قوانین اضافۂ تولید قوانین اضافۂ مزدوری و اضافہ یا ترقی سرمایہ ترقی پیداوار زمین کا نتیجہ ہو۔ پس ہم ان تینون قوانین کا یکے بعد دیگرے امتحان کرینگے۔

۴۲۔ قانون ترقی یا اضافۂ مزدوری وہ ہے کہ نوع انسان کے اضافہ کی قابلیت مثل دوسرے تمام ذی حیات کے غیر محدود ہے۔ یہ قانون مع ان موانع کے جنکے ذریعہ سے اسکی روک تھام کی جاتی ہے اصول نفوس سے متعلق ہے جسکے بیان کی یہان ضرورت نہین ہے۔

۴۳۔ قانون ترقی یا اضافہ سرمایہ یہ ہے کہ مثل مزدوری کے سرمایہ مین بھی قابلیت ترقی بلا حد و نہایت ہے امریکہ مین جہان زرخیز زمینین کثرت سے مل سکتی ہین سرمایہ کی اسقدر جلد ترقی ہوی ہے کہ وہان کی مردم شماری پچیس سال مین دوچند ہوگئی ہے۔ بخلاف اسکے قدیم ملکون مین سرمایہ کا حقیقی اضافہ مثل نفوس کے اضافہ کے انکی قابلیت ترقی سے بہت کچھ گھٹا ہوا ہے۔ اور چونکہ کل اقسام کا سرمایہ پس انداز کا نتیجہ ہے۔ اسلیے اسکا اضافہ دو چیزون پر موقوف رہتا ہے یعنی اس فنڈ یا امانت کی مقدار پر جسمین سے پس انداز کیا جا سکتا ہے اور پس انداز کرنے کی خواہش کی قوت پر۔ وہ امانتی رقم جسمین سے پس انداز کیا جاتا ہے پیداوار کا وہ جزو ہے جو کسی ملک کی قابلیت تولید کو قائم رکھنے کی ضروریات سے دفع کرنے کے بعد بچ رہے یعنی پیداکنندون کے لوازم۔ اور آلات و اوزار کہنہ کی نئے آلات سے تبدیلی اور سرمایہ ساکن کی ترمیم و تکمیل کے مصارف کو وضع کر لینے کے بعد جو کچھ بچ رہے وہی پس انداز ہے۔ یہ بچت کی رقم کسی ملک کی عین پیداوار سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ امانتی رقم آیندہ کے پس انداز کے لیے یا خود پیداکنندون اور تمام جماعت کے غیر مثمر مصارف کے لیے موجود رہتی ہے۔ اس تمام بچت کو پس انداز کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اسکو بہت کم پس انداز کرتے ہین۔ اس سے زیادہ پس انداز کرنا ممکن نہین۔ اسکی مقدار محنت و مزدوری کی مثمریت کی علامت ہے اور اسکی مقدار جسقدر زیادہ ہوگی پس انداز کا شوق بھی ترقی کرتا جائے گا

۴۴۔ پس اندازی کی خواہش یا جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے جمع کرنے کی موثر خواہش مختلف ملکون اور مختلف افراد مین بہت فرق رکھتی ہے۔ اسکی ترقی و اضافہ کے وجوہ نفع کے نرخ کا زیادہ ہونا یعنی امن و امان صحت افزا اور سالمتر کے پیشے۔ اور موجودہ حظوظ کے حصول کو آیندہ پر اٹھا رکھنے کی قدرت ہین۔ علاوہ ازین اون احتیاطی فوائد کے حاصل کرنے کی خواہش جو دولتمندی سے حاصل ہوتے ہین یا اپنی اولاد کی آیندہ فائدہ رسانی کے لیے کوئی انتظام کرنا یہ بھی اسکے وجوہ مین شامل ہین۔ انسان کی پس انداز کرنے کی خواہش مین ایسے اسباب سے کمی واقع ہوتی ہے جو بالکل اسکے خلاف ہین مثلاً آیندہ کی بہبودی سے بے پروائی۔ ذہنی یا اخلاقی تربیت کا نہ ہونا

فوری حظوظ کے حصول کا شوق - یا جائداد اور صنعتی کاموں کی غیر محفوظی جیسی کہ ظالمانہ اور مستبدانہ طریقہ حکومت میں ہوا کرتی ہے - یہ سب کمی خواہش پس اندازی کے وجوہ ہین - وحشی اور نیم متمدنہ ممالک مین ان وجوہ کا بہت بڑا اثر پس اندازی کی خواہش پر ہوتا ہے اور اسکو گھٹا دیتا ہے - اور اسی وجہ سے سرمایہ اور نفوس کی ترقی مین بھی کاوٹ پیدا ہوجاتی ہے -

۴۵ - جبکہ کسی ملک میں سرمایہ کی ترقی انہین سے کسی ایک یا زیادہ وجوہ سے ایک حد پر ٹھہر جاوے بسبب منافع کی نرخ کی کمی یا خواہش پس اندازی کے نہونے کے تو اسوقت کہین گے کہ وہ ملک ساکن حالت پر پہنچ گیا ہے اس حالت مین اگرچہ بعض لوگ زیادہ دولتمند اور بعض زیادہ مفلس ہو جاتے ہین - مگر ملک کی ثروت مین بہیئت مجموعی ترقی نہین ہوتی ہی اور نہ بطور اسکے نتیجہ کے نفوس کی تعداد مین اضافہ ہوتا ہے کیونکہ لوگون کا اضافہ سرمایہ کے اضافہ پر موقوف ہے - انگلینڈ - ہالینڈ اور یورپ کے اکثر حصص مین سرمایہ کی ترقی خواہش پس اندازی کی کمی کی وجہ سے نہین رُکتی ہے - اور اقل درجہ او سط طبقہ کے لوگون مین بوجہ کفایت شعاری بلا یہ حدود متعینہ سے بڑھ جاتی ہے مگر گھٹتی نہین - اسکا رُک جانا دوسرے وجوہ سے ہوتا ہے - مثلاً منافع کے نرخ کی کمی سے اور نیز مزدوری کی شرح کے دائمی گھٹ جانے کے میلان سے - یہ میلان یا رجحان زمین کی خاصیتون پر موقوف ہے - جسکو اب ہم بیان کرینگے -

۴۶ - قانون ترقی پیداوار زمین - یا بعبارت دیگر حرفت زراعت کا قانون یہ ہے کہ زراعت کے نفع کی نسبت کمی کی طرف مائل ہوتی ہے یعنی زمین کی پیداوار اُسی نسبت سے ترقی نہین کرتی ہے جس نسبت سے اُسمین زیادہ مزدوری لگائی جاوے - اسکے معنی صاف طور پر یہ ہین کہ اگر زمین پر زیادہ محنت صرف کی جاوے تو جس نسبت سے محنت کا اضافہ کیا گیا ہے اُسی نسبت سے پیداوار مین اضافہ نہین ہوتا ہے - مسٹر مل کہتے ہین کہ پولیٹکل اکانومی یعنی علم ثروت مین عام قانون حرفت زراعت ایک نہایت غامض مسئلہ ہے - اگر اس قانون مین فرق ہوتا تو تولید و تقسیم ثروت کے جملہ دوسرے مسائل اسکے خلاف ہوتے جواب نہین ہین - اور یہ مسئلہ دوسرے مسائل سے زیادہ معظم ہے - کیونکہ دولتمند اور محنتی جماعت کے افلاس کے وجوہ سب اسی امر مین مضمر ہین اور جبتک اس ایک امر کو بخوبی سمجھ نہ لیا جاوے ہمارا دوسرے امور کی طرف توجہ کرنا بالکل بیکار ہے -

۴۷ - انگلینڈ مین مزدوری اور منافع کے نرخ کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ قانون کمی پیداوار کا بہت قوی اثر نفوس کی کثرت سے زمین پڑتا ہے - کیونکہ نفوس کے اضافہ اور غذا کی مانگ کی وجہ سے زمینون پر اسقدر زیادہ بار پڑتا ہے کہ بمجبوری ادنی قسم کی زرخیز اراضی کی طرف توجہ کرنی پڑی ہے - بدین وجہ خراب قسم کی زمینون کے منافع

جنکی کاشت ہوتی ہے - اُس محنت و سرمایہ کی نسبت سے جو اُنپر صرف کیے جاتے ہین بہت ہی کم ہین مسٹر مل کی کتاب ثروت مل کی ایک توضیح مین بیان کرتے ہین کہ [اکثر شہودکی شہادتون سے - (جو دار العوام کی اُس کمیٹی کے سامنے پیش ہوی تھین جو ۱۸۲۱ء مین زراعت کی حالت کی تحقیقات کے لیے منعقد ہوی تھی) معلوم ہوتا ہے کہ مزروعہ ارضی کی پیداوار کا (انگلستان اور ویلز میں) جو تخمینہ گیہون کے لیے کیا گیا تھا اُس سے ظاہر ہوا کہ گیہون کی پیداوار مین چھتیس یا چالیس بوشل سے لیکر آٹھ یا نو بوشل تک تفاوت ہے (ایک بوشل تقریباً سات سیر کا ہوتا ہے) اور غذا کی مطلوبہ مقدار بغیر ان خراب زمینون کی کاشت کے پوری نہین ہوسکتی تھی اور بہت خفیف پیداوار کی زمینون کی کاشت کرنے کی ضرورت زیادہ آباد ملکون مین بوجہ گرانی غلہ اور دوسری خام اجناس کی گرانی سے ہوتی ہے]

پس حقیقی ذرائع مزدوریون کو دوامی ترقی دینے اور غذا کی ارزانی کے یہ ہین کہ نفوس کے اضافہ یعنی زیادہ توالد و تناسل کو مناسب طریقون سے روکا جاے - تاکہ وہ خراب زمینون کی کاشت پر مجبور نہون اور جیسا کہ آگے چل کر ہم قیمت اور ارزش یعنے مول کے قوانین بیان کرینگے - غذا (یعنی مایحتاج غذا) ہرگز ارزان اور مزدوری گران نہین ہوسکے گی جبتک کہ کاشت کی گنجایش عمدہ زرخیز زمینون پر مشتمل ہو - کیونکہ بدترین اراضی مزروعہ کی پیداوار پر غذا کی قیمت اور نرخ یعنی مزدوری اور سرمایہ کا معاوضہ موقوف ہے لیکن علم ثروت کا عملی حصول یعنی وہ اصول جو بلاتردید اس علم کا سب سے زیادہ معظم نتیجہ ہے - یہ ہے کہ نفوس کی ترقی کو روکا جاے تاکہ جو دباؤ اُن سے زمین کی قوت پیداوار پر پڑتا ہے گھٹ جاے - انسان کی خوشی اور مرفع الحالی کی یہ ایک ہی معظم شرط ہے - اور اُنکے افلاس کا یہی ایک علاج ہے - کیونکہ جہان نفوس بے روک ٹوک ایک معین مدت مین سلسلہ ہندسی مین ترقی کرتے ہین اُسی مدت مین زمین کی پیداوار سلسلہ حسابی کے مطابق ترقی کرتی ہے - مثلاً ایک مدت مین نفوس ۱ و ۲ و ۴ و ۸ و ۱۶ کی نسبت مین ترقی کرین تو پیداوار ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ کی نسبت مین ترقی کرتی ہے - اگر نفوس کو مناسب طریقون سے علانی طور پر روکا جاے تو افلاس از روے تیقن علمی ایک نسل کی مدت مین دور کیا جاسکتا ہے - اگر سرکار کی طرف سے وسیع پیمانہ پر استعمار (نوآبادی) کی تدابیر کام مین لائی جائین - اور مزدوری کے بازار کو راحت پہنچانے اور [illegible] کم کرنے کے لیے پر زور کوشش کی جاے جسکی بہت زور سے مسٹر مل سفارش کرتے ہین - اور جملہ اصناف خلائق کی طرف سے ساتھ ہی ساتھ توالد و تناسل کی روک تمام ایمان داری کے ساتھ عمل مین لائی جاے تاکہ دوبارہ [illegible] مین [illegible] ہونے پاے اور زراعت کی گنجایش دوبارہ گھٹ نہ جاے - تو کوئی شک نہین کہ ان تدابیر سے چند سال ہی مین سوسائٹی یعنی جماعت کا ہر فرد آسانی کے ساتھ آرام کی روٹی پیدا کریگا

اور نہایت آسایش سے گزر کر سکے گا۔

۴۸ - افلاس کے وجوہ اور اسکے علاج کے متعلق علم ثروت کا یہ ایک طے شدہ اصول ہے - انگلینڈ مین اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آیا کوئی سرکار یا سلطنت جو سال بسال اس معظم اصول سے چشم پوشی کرتی ہے - اور نفوس کے اصول کی طرف توجہ کرنے سے اغماض کرتی ہے - اور کوئی عمدہ تدابیر مزدوری کے بازار کی راحت رسانی کے لیے کام مین نہین لاتی ہے جنکی نسبت بڑے بڑے علما نے بہت کچھ لکھا ہے - پس آیا ایسی سرکار اپنی رعایا کے ساتھ اپنا فرض ایمانداری کے ساتھ ادا کرتی ہے؟ مدبرین و سیاست دانان ملک اور دوسرے اہل الرائے اگر ان اصول کی حقیقت سے ابتک مطمئن نہین ہوے ہین تو کیون انکی تردید کا عزم نہین کرتے ہین اور کیون اپنے اعتراضات کو عام طور پر شایع نہین کرتے ہین؟ اور اقل درجہ کیون اس امر پر صاف صاف اپنا خیال ظاہر نہین کرتے ہین تاکہ لوگون کو اچھی طرح سے معلوم ہو جاے کہ علم ثروت کی رو سے مزدوری کی کمی کا حقیقی سبب اور اسکا حقیقی علاج کیا ہے؟ آیا یہ اس علم کے حق مین - بلکہ غربا اور عموم خلائق کے حق مین انصاف ہے کہ ایسے عظیم امور سے چشم پوشی اور اغماض کیا جاے - اور انکی طرف توجہ بھی نہ کی جاے گویا کہ انکی کوئی حقیقت ہی نہین بلکہ انکا کوئی وجود ہی نہین؟ آیا یہ افلاس کی ان شدید تکالیف و مصائب کی تحقیر نہین ہے؟ فی الحقیقت حکمی اور علمی اصول کے ساتھ برتاؤ کے طریقون کے منجملہ یہ سب سے زیادہ خلاف انصاف و خلاف قاعدہ ہے - ان سے اغماض کرنا ہر ایک سچے جویاے حق کے لیے بالکل ناقابل معافی ہے - توانین و اصول نفوس سے اغماض فی الحقیقت عمداً تباطی مسائل کی تحقیق سے دست بردار ہونا ہے -

۴۹ - بیانات بالا سے معلوم ہوا کہ پیداوار و تولید کا اضافہ قدیم ملکون مین اون دو اسباب مین سے ایک یا دونون سے محدود ہے یعنی حاصل خیز اور زرخیز اراضی کی کمی سے یا سرمایہ کی کمی سے حاصل خیز اراضی کی کمی قدیم دنیا کے ترقی یافتہ ملکون مین تولید کی حد واقع ہوتی ہے - اور سرمایہ کی کمی جو پس انداز کرنے کی موثر خواہش کے نہونے کا نتیجہ ہے - وحشی اور نیم متمدن ملکون مین ایک دوسرا سبب ہو جاتا ہے جو تولید کی راہ مین قوی رکاوٹ پیدا کرتا ہے -

مرزا مہدی خان

ہم ایسی طاقتون اور قابلیتون کے ساتھ پیدا ہوے ہین کہ تقریباً سب کچھ کر سکتے ہین۔ کم سے کم اس حد سے آگے ضرور بڑھ سکتے ہین جو آزمانی کے ساتھ خیال کرو ہوجاتی ہے لیکن بعض ان طاقتون سے کام لینے ہی کی مقتدرین ممکن ہے کہ ہم کسی کام میں قابلیت بعد بھی حاصل کر سکیں جو مکمل پہنچ جائیں۔

شکوۂ زمانہ

مسخر کرکے چھوڑون ساری اقلیم سخندانی — جو کھینچون یا علی کہکر مین شمشیر زباندانی

زمانہ نے مجھے اک گوشۂ عزلت مین ڈالا ہے — نہین تو مین وہ ہون عرفی کرے میری ثناخوانی

زمین و آسمان کا فرق دونون مین ہے حیرت ہے — نہ دل سا کوئی مردہ دل نہ مجھسا خندہ پیشانی

عجب حالت ہے ان روزون دل مردہ کا ماتم ہے — اٹھا ہے آرزو کا ہاتھ بہر فاتحہ خوانی

کبھی دیکھی نہ تھی مین نے کہ شکل عیش ہے کیسی — جو دیکھی خواب مین اکبار تو صورت نہ پہچانی

اسی کو اوڑھتا ہون اوڑھ چھپا لیتا بھی ہون اسکو عہ — فلک نے مجھکو دی ہے چادر غم اتنی طولانی

نہین ہے ناخدا بحر غم کی بسم اللہ مجریہا — بڑی ہی بیکسی مین کشتی عشرت ہے طوفانی

تلاطم بحر غم مین اسقدر ہے اف معاذ اللہ — کہ پانی بھرتی ہے گنگا کی اور جمنا کی طغیانی

مرے لخت جگر اور دل کے ٹکڑے کام آتے ہین — کہ یہ غم کی ضیافت ہے الم کی ہے وہ مہمانی

غذا خوش ذائقہ غم کے لیے موجود رکھتا ہون — بجائے مرغ بریان ہے یہ میری سوختہ جانی

پھپھولا جان کر دل کو رہا کرتا ہے غم اکثر — کبھی تو پھانس بنکر اور کبھی خار مغیلانی

خلش اسکی کھٹک اسکی مزا دیتی ہے کچھ مجھکو — نہین ہے آرزو دل مین یہ ہے اک خار مژگانی

غم و عیش و مسرت کا اثر کیا ہو مرے دل پر — کہ یہ فانی ہے وہ فانی ہے اور مین خود بھی ہون فانی

بھروسا کیا کرون دنیا کا مین اک شب کا مہمان ہون — مسافر مین ہون اور یہ ہے سرائے عالم فانی

ادھر دنیا کا کھٹکا ہے ادھر عقبیٰ کا دھڑکا ہے — یہان صدمات جسمانی وہان آلام روحانی

نہ قابو مین طبیعت ہے نہ دل پر گلے ٹھکانے ہے — مرا ہے ہوش سودائی مری ہے عقل دیوانی

تمنا ہے نہ حسرت ہے نہ کوئی آرزو دل مین — مرے دل کی کچھ ان روزون ہوئی ہے خانہ ویرانی

اداسی چھا رہی ہے خانۂ دل مین مرے ایسی — کہ ہوتی ہے پریشانی کو بھی آکر پریشانی

یہ وحشت ہے کہ توبہ آرزو بھی آتے ڈرتی ہے — معاذ اللہ پھاڑے کھاتی ہے اس دل کی ویرانی

دھوان جب آہ کا اٹھتا ہے تو بہتے ہین یون آنسو — برستا ہے بخارات زمین سے جس طرح پانی

خدا جانے یہ ہے خط شکستہ یا لکیرین ہین — خدارا کوئی پڑھ دے میری یہ تحریر پیشانی

مین وہ مایوس ہون جمکا کبھی گر بخت کا تارا — تو یہ سمجھا کہ یہ بھی ہے کوئی غول بیابانی

ہنر سیکھا تو چھپلے یہی دیتے ہین سب طعنہ — چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

تحمل چاہیے ایسا کہ چاہے دم نکل جائے — مگر لب پر نہ آئے شکوۂ آلام روحانی

قمر تھا مین کبھی لیکن ہلال چرخ ہون اب تو — دوبارہ جس نے دیکھی اس نے پھر صورت نہ پہچانی

سید قمر الدین احمد قمر سندیلوی

عہ "چھپا بھی لیتا ہون" چاہیے - ایڈیٹر صہ ؟

تاریخ مالوہ

مالوہ کی تاریخ سلطنت برطانیہ کے استحکام تک پانچ حصون مین تقسیم ہوسکتی ہے۔

۱- اہل اسلام سے پیشتر کا زمانہ
۲- شاہان دہلی کے صوبہ دارون کا زمانہ (۷۰۴-۸۰۴ ہجری مطابق ۱۳۰۵-۱۴۰۱ عیسوی)
۳- زمانہ شاہان خلجی وغوری (۸۰۴-۹۳۷ ہجری مطابق ۱۴۰۱-۱۵۳۱ عیسوی)
۴- حکومت خلجی کے خاتمہ سے اکبر کی فتح تک
۵- مالوہ بطور مغلیہ صوبہ کے۔

عہد اسلامیہ سے قبل کی تاریخی واقعات کپتان لارڈ (Cap. Laard) نے ریاست دھار کے روزنامچہ مین درج کیے این (دیکھو صفحات ۶ و ۷ و ۱۲۸) یہ صحیح طور پر معلوم نہین ہوسکتا کہ مسلمانون نے مالوہ کو کب فتح کیا[۱]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان قطب الدین ایبک[۲] نے مہم نہروالا کے ساتھ ہی اس صوبہ کو بھی زیر کیا تھا لیکن یقینی امر یہ ہے کہ عین[۳] الملک ملتانی کی کامل فتح تک (۷۰۵ ہجری مطابق ۱۳۰۵ء) اہل اسلام اُسپر قابض نہ رہ سکے۔ عین الملک مالوہ کا پہلا صوبہ دار تھا اُسکے بعد یکے بعد دیگرے شاہان دہلی کی طرف سے صوبہ دار مقرر ہوتے رہے اور یہ سلسلہ ایک صدی کے قریب تک رہا۔

۷۹۲ھ مطابق ۱۳۹۰ء مین ایک شخص دلاور خان[۴] صوبہ مقرر ہوا۔ اُدھر فیروز شاہ کے انتقال کے بعد سلطنت دہلی کو تیموریہ تاخت وتاراج نے زیر وزبر کردیا اور ایک حد تک اُسکی وسعت مین کمی واقع ہوگئی لیکن

---

[۱] عبد اللہ شاہ چنگال کی قبر کا کتبہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان سب سے پہلے ۴۵۹ھ کے قریب مالوہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ واللہ اعلم

[۲] ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۹۰ مترجمہ برگز (Briggs) ہو تاریخ فرشتہ فارسی مطبوعہ لکھنو حصہ اول صفحہ ۶۲۔

[۳] عین الملک ملتانی سلطان علاؤ الدین خلجی کا ایک جنرل تھا۔ [۴] دلاور خان کا نام حسین تھا۔ اُسکے آباو اجداد غور کے رہنے والے تھے اور سلسلہ نسب سلطان شہاب الدین غوری سے ملتا تھا (تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۸ مترجمہ برگز و تاریخ فرشتہ فارسی حصہ دوم صفحہ ۲۳۲) دلاور خان اور مظفر شاہ گجراتی دونون فیروز شاہ کی سلک ملازمت مین تھے (تاریخ خاندان ہائے اسلامیہ مرتبہ لین پول صفحہ ۳۱۰) شاہنشاہ جہانگیر نے دلاور خان کو عمید شاہ غوری کے نام سے یاد کیا ہے (تزک جہانگیری صفحہ ۲۰۸)

صوبہ مالوہ اب تک شاہان دہلی کی ماتحتی مین تھا اور دلاور خان محمود تغلق کو آقا اور شاہنشاہ ہی سمجھتا رہا جب سلطان اپنی سلطنت دہلی کو واپس گیا کیونکہ وہ تیمور کے داخلہ کے وقت دلاور خان کے پاس مالوہ چلا گیا تھا تو دلاور خان بھی خودمختاری حاصل کرکے بادشاہ بن بیٹھا۔ اسکے بعد مالوہ کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے جب یہ صوبہ خودمختار شاہان خلجی کے زیر حکومت رہا۔

دلاور خان کے بعد اُسکا بیٹا الپ خان۔ ہوشنگ شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اُس نے اپنا دارالسلطنت بجاے دہار کے مانڈو مقرر کیا اور تقریباً تیس برس تک حکومت کی۔ دلاور خان کی اچانک موت نے عام شبہ یہ پیدا کر دیا کہ ہوشنگ نے اس سن رسیدہ بادشاہ کا خاتمہ زہر سے کر دیا اور یہی وجہ تھی کہ مظفر شاہ[1] والی گجرات ایک بڑی فوج لے کر مانڈو پر چڑھ آیا اور اُسکو قید کرکے گجرات لے گیا۔

نصرت شاہ (برادر مظفر شاہ) دہار کا حاکم مقرر ہوا لیکن وہ بہت جلد غیر ہردلعزیز ہو گیا اور رعایا کی بغاوت کی وجہ سے مانڈو بھاگ آیا۔ ہوشنگ شاہ بھی اس درمیان مین رہا ہو گیا تھا اُس نے موقع کو غنیمت سمجھکر مالوہ پر قبضہ کر لیا اور جب تک زندہ رہا ہمسایہ حکمرانون سے جنگ کرتا رہا۔ ۸۳۸ھ مین اُس کا انتقال ہو گیا۔

ہوشنگ شاہ کے بعد اُسکا بیٹا غازی خان سریرآراے سلطنت ہوا۔ لیکن وہ نہایت کمزور دماغ اور لاأبالی مزاج کا آدمی تھا۔ اُسکے وزیر محمود خلجی[2] نے زہر دیدیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔

محمود خلجی نے نہایت کروفر کے ساتھ ۳۴ برس حکومت کی۔ یہ مالوہ کے تمام بادشاہون سے زیادہ دولتمند اور بلند حوصلہ تھا۔ اس نے دارالحکومت مین عمدہ محلات تعمیر کیے اور سلطنت کو بہت وسعت دی۔ بعد انتقال اُس کا بیٹا غیاث الدین سریرآراے حکومت ہوا۔ اس بادشاہ کا کل زمانہ امن سے گزرا۔ بہلول لودی سے البتہ ایک دفعہ

---

[1] دلاور خان اور مظفر شاہ نے جب وہ فیروز شاہ مرحوم کی سلک ملازمت مین تھے برادرانہ معاہدہ کیا تھا۔ تاریخ فرشتہ حصہ دوم صفحہ ۲۳۴

[2] محمود خلجی ملک مغیث خلجی کا بیٹا تھا۔ دونون باپ بیٹے ہوشنگ کے دور سے بادشاہون کے وزیر رہے ہوشنگ شاہ ان دونون کی حریص طبیعت سے ہمیشہ خوف زدہ رہتا تھا۔ غازی خان نے محمود کی ہمشیرہ سے عقد کیا اور عنان سلطنت بالکل اُنھی کے ہاتھ مین دیدی۔ اس ناشکرگزار وزیر نے وفاداری اور آقا پروری کا یہ ثبوت دیا کہ غازی خان (محمود غوری) کو زہر دے کر جھگڑا تمام کر دیا۔ تاریخ فرشتہ ترجمہ برگز جلد چہارم صفحات ۱۸۶ - ۱۹۱ - ۱۹۲ تاریخ فرشتہ حصہ دوم صفحات ۲۲۹ - ۲۴۱ - ۲۴۲ محمود کی داستان واقعات مشتاقی مین بھی ملتی ہے دیکھو سرجان ایلیٹ کی تاریخ جلد چہارم صفحہ ۵۵۲۔

لڑائی ہوئی جس مین غیاث الدین نے بہلول کو شکست دی[۵۱]۔ رعایا خوش حال تھی اور ہمسایہ حکومتون سے تعلقات دوستانہ تھے۔ اسکے خصائل و عادات کی نسبت بہت سے قصے کہانیان بیان کی گئی ہین۔ یہ غلط ہون یا صحیح لیکن تاریخ بھی اسکے کارنامون کو سراہتی ہے۔ بلا مبالغہ وہ زبردست حاکم اور امور سلطنت کو بخوش اسلوبی انجام دیتا تھا۔ اسّی برس کی عمر مین اُسکے ناخلف نصیر الدین نے زہر قاتل سے خاتمہ کر دیا۔ ۳۳ سال حکومت کی[۵۲]۔ نصیر الدین باپ کے زمانہ مین وزارت کرتا تھا اور جب اُس نے دیکھا کہ غیاث الدین مرتا ہی نہین تو زہر کے ذریعہ سے جھگڑا ختم کر دیا۔ اسکو اپنے بھائی علاؤ الدین سے بھی لڑنا پڑا اور بہت سے جھگڑون کے بعد مانڈو مین تخت نشین ہوا۔ یہ نہایت خفیف الحرکات اور پرلے سرے کا شرابی تھا۔ ایک دفعہ بید شراب پیے ہوے تالاب کے کنارے بیٹھا تھا کہ اُسی حالت مین ڈوب گیا۔ گیارہ برس حکومت کی۔

نصیر الدین کے بعد اُسکا دوسرا بیٹا محمود اعظم ہمایون تخت نشین ہوا۔ اس کا بڑا بھائی لڑ بھڑ کر شاہان دہلی کے پاس چلا گیا۔ محمود کے زمانہ مین مالوہ جنگ و جدل کا گھر بن گیا اُس کا سپہ سالار میدنی رائے باغی ہو گیا اور بادشاہ کو مدتون تک اُسکے ساتھ لڑائی کرنی پڑی۔ میدنی رائے کی طاقت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور ایکدن یہ نتیجہ ہوا کہ محمود کو تخت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ لیکن شاہان گجرات کی مدد سے پھر حکومت مل گئی[۵۳]۔ ۹۳۲ھ مین محمود نے چاند خان اور رضیاء الملک کو پناہ دی۔ یہ دونون امرا گجرات کے رہنے والے اور باغی تھے۔ یہی وجہ مالوہ اور گجرات مین دشمنی کی ہوی اور آخر کار مالوہ کو شاہان گجرات نے فتح کر کے اپنی سلطنت مین شامل کر لیا اور محمود مع خاندان مارڈالا گیا یہ واقعہ ۹۳۷ھ مین ہوا۔ مدت حکومت کچھ کم بیس سال ہے۔

اعظم ہمایون کی وفات سے خاندان خلجی کا خاتمہ ہو گیا۔ بعد ازان ہمایون نے عارضی طور پر مالوہ لے لیا اور گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ کو شکست دے کر اُسکی سلطنت بھی اپنے فتوحات مین شامل کر لی لیکن اُسکے جانے کے بعد ایک امیر نے جس کا نام ملّو خان تھا قادر شاہ خطاب اختیار کر کے عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لے لی۔ ۹۴۹ھ مین شیر شاہ سوری نے ملّو خان کو شکست دے کر اپنی طرف سے ایک امیر شجاعت خان کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔

[۵۱] تاریخ فرشتہ مترجمہ برگز جلد چہارم صفحات ۲۳۶-۲۳۷ تاریخ فرشتہ حصہ دوم صفحہ ۲۵۷ [۵۲] تاریخ فرشتہ حصہ دوم صفحہ ۲۵۵-۲۵۵ تزک جہانگیری صفحات ۹۲-۱۸۱ - یہ افواہ کہ غیاث الدین نے سب سے پہلے سونے کے سکے بنوائے غلط ہے۔ اُسکے باپ کے طلائی سکے اب تک موجود ہین فہرست سکہ جات ہند موجودہ انڈین میوزیم از چارلس راجرس حصہ اول صفحہ ۱۲۶ - [۵۳] تاریخ فرشتہ حصہ دوم صفحہ ۲۴۹ و تاریخ فرشتہ مترجمہ برگز جلد چہارم صفحات ۲۶۲-۲۶۳ -

فن شاعری

انسان کی چلبلی اور سیماب وار طبیعت نے جہان اس دنیا مین اپنی فطری جودت سے بہت سے علوم وفنون ایجاد کیے ہین منجملہ اُنکے ایک فن شاعری بھی ہے - یہ وہ مقدس - پاکیزہ اور لطیف تر فن ہے جو گویا روز ازل ہی سے انسانی خمیر مین ترکیب دیدیا گیا تھا اور وہ ازبسکہ تھوڑی مدت تک اُسکے سینۂ بے کینہ مین اسطرح پوشیدہ رہا جیسے سنگریزہ مین شرارہ لیکن چوٹ لگنا تھا کہ دل بیتاب ہوگیا طبیعت مین کیف پہلے سے موجود ہی تھا بس کسی شعلہ رو کا نقاب اُٹھنا تھا کہ سوز حسن سے سارے بدن مین آگ لگ گئی اور انسان کی زبان سے اُسی عالم بیخودی مین جو قدرتی طور پر ایسی حالت مین قلوب پر طاری وساری ہو جاتی ہے جذبات دلی کا اظہار بشکل اشعار ہونے لگا - شعر درحقیقت ایک اصلی اور حقیقی الہام ہے اُس ولولہ کا جو انسان کے دل مین قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے - نثر کی یہ شان نہین - نثر مین باوجود ہزار رعنائی و دلفریبی کے تصنع کی جھلک ایک گونہ باقی رہتی ہے چنانچہ مرزا محمد رفیع سودا کسی خمار آلود آنکھ کے تصور مین فرماتے ہین ؎

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا مین

کیا یہ خاص وجدانی کیفیت کسی طرح نثر کے ذریعہ سے پیدا کی جا سکتی ہے ؟ ہرگز نہین ! علیٰ ہذا ذوق شاعری بھی ایک ایسا ذوق ہے جو دراصل قدرتی ہے نہ کہ کسبی - مثل مشہور ہے کہ شاعر مان کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے - یہ وہ مذاق نہین جو خارجی ذرایع سے حاصل ہو سکے بقولے

این سعادت بزور بازو نیست تا نبخشد خدای بخشندہ

شعر کا لطف تو کسی تفتیدہ جگر عاشق - کسی نوگرفتار محبت معشوق - کسی اہل دل مجذوب - کسی صاحب نظر مرشد - کسی ازخود رفتہ عارف - کسی مخمور چشم بادہ نوش - کسی ریاضت کردہ صوفی - کسی آوارہ گرد درویش - کسی صحرا نورد دلی - کسی فریفتۂ لیلیٰ مجنون - کسی دلدادۂ شیرین فرہاد - کسی خاطر شکستہ وامق - کسی دار کشیدہ منصور کے دل سے پوچھا چاہیے -

گو بادی النظر مین شاعری ایک نہایت معمولی اور غیر ضروری سا فن معلوم ہوتی ہے لیکن اگر غور کیا جاے تو ظاہر ہوگا کہ اس فن نے دنیا مین جو جو قابل قدر کارہاے نمایان کیے ہین وہ شاید کسی دوسرے فن کو نصیب نہین ہوے شاعری انسانی تمدن کا ہمیشہ ایک جزو لاینفک رہی ہے اور اُسکو ہمیشہ انسان نے اپنی جلوت وخلوت کا ...

نہایت خوش آیند مجلس اور دمساز سمجھا ہے - یہ شاعری ہی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ اُس نے ہماری تفریحی جلسون مین موسیقی کا لباس پہن کر اپنے نہایت سریلے اور خوشگوار راگون سے نہ صرف ہمارے محزون - ملول اور پژمردہ دل و دماغ کو مثل ایک گلِ نوشگفتہ کے تر و تازہ بنا دیا ہے بلکہ اکثر محافل حال و قال مین بہت سے مشتاقان دیدار کو گو عالم بیخودی ہی مین سہی پردۂ حجاب کا ایک گوشہ ہٹا کر جلوۂ یار کی ایک ایسی جھلک دکھلا دی ہے جسکے بعد وہ مستان الست ترک آستان خلاف آداب عبودیت سمجھکر اسی ڈیوڑھی پر جان بحق تسلیم ہو گئے اور اس طرح "شمع کشتہ ہون فنا مین ہے بقا میرے لیے" کے مصداق بن گئے چنانچہ حضرت ذوق فرماتے ہین ؎

دیکھ کر دیکھتا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین دیدۂ روزن دل سے ہے دکھائی دیتا

جس طرح شاعری ہمارے بزم کی ایک عزیز رفیق رہی ہے اسی طرح وہ ہمیشہ ہماری رزم مین بھی شریک حال رہی ہے کیا ہم کبھی اپنی قدیم محسنہ (شاعری) کے اس احسان کو فراموش کر سکتے ہین کہ وہ میدان کارزار مین ہمارے تھکے ماندے اور دل شکستہ سپاہیون کے دلون مین جو کسی گھمسان کی لڑائی کے بعد زخمون سے چور ہو کر نہایت اضطراب و مایوسی کی حالت مین پسپا ہو جاتے ہین دفعۃً بصورت رجز نمودار ہو کر از سر نو ایک تازہ روح پھونک دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی مضطرب اور مایوس سپاہی ایک نہایت جرارانہ حملہ کرتے ہین اور اس طرح میدان مین فتحیابی کا سہرا ہمارے ہی سر رہتا ہے؟ قطع نظر ان خدمات کے جب ہم اس فن کا دیگر فنون مروج الوقت سے موازنہ کرتے ہین تو ہم شاعری کے دامن کو خود غرضی - حرص و طمع کے کسی بعیدی بدنما دھبہ سے بھی پاک اور بے لوث پاتے ہین - شعرا نے محض مقبولیت عام کو ہمیشہ غایت کلام قرار دیا ہے - اور جس وقت اُنکو اپنے کلام کی داد مل گئی تو وہ ہمیشہ مطمئن ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ ہم کو اپنی ریاضت کا صلہ حاصل ہو گیا - مانا کہ بعض خاص خاص مواقع پر قصائد وغیرہ بخیال نفع مالی بھی کہے گئے ہین لیکن ان نادر الوقوع صورتون مین بھی اصل مطمح نظر یعنی مقبولیت کلام جلب منفعت پر ہمیشہ غالب رہا ہے - پس ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ مقدس فن جس طرح زمانہ سلف سے اس وقت تک ہماری معاشرت جلوت اور خلوت کا ایک نہایت خوشگوار رفیق رہا ہے اسی طرح آیندہ بھی جب تک وجود انسانی صفحۂ روزگار پر باقی ہے یہ فن لطیف ہمارا انیس و ہمدم رہے گا اور یہی باعث ہے کہ باوجود انقلاب زمانہ و باد مخالفانہ ہر ملک اور ہر قوم مین بعض دلدادگان شاعری اس نونہال چمن ہستی کی ہمیشہ اپنی خون جگر سے آبیاری کرتے رہے ہین اور آیندہ بھی انشاءاللہ اس چمن مین اسی طرح گل بوٹے پھوٹتے رہین گے -

محمد رضی

کلام وہاج

ہمارے مکرم و عنایت فرما مولوی وہاج الدین حیدر صاحب بیرسٹرایٹ لا جو آجکل ریاست بھوپال مین اڈیشنل نصیر المہام کے جلیل القدر عہدہ پر سرفراز ہین۔ باوجود کثرت کار و ہجوم افکار علمی و ادبی مشاغل سے خاص طور پر دلچسپی اور شعر و شاعری سے مناسبت کلی رکھتے ہین۔ مگر شہرت طلبی اور اشاعت کلام سے آپ کو ہمیشہ احتراز رہا اور اب بھی ہے تاہم ہماری درخواست پر جناب وہاج نے اپنا پاکیزہ کلام مع ایک تمہیدی خط کے مرحمت فرمایا ہے جسکو ہم اس نمبر مین شکریہ کے ساتھ درج کرنے کی عزت حاصل کرتے ہین۔

سب ایڈیٹر

حضرت محوی۔ سلام شوق التیام۔ آپ جانتے ہین مین کسی رسالہ مین کوئی نظم غالباً اس وجہ سے نہین بھیجتا کہ وہ قابل اشاعت ہی نہین ہوتی بہرحال تعمیل ارشاد "ہجر و وصل" ارسال خدمت ہے۔ مجھے اسقدر فرصت نہین کہ اور نظمین بعد نظر ثانی بھیج سکون لیکن یہ سلسلۂ اشاعت اگر آپ شروع کرنا چاہتے ہین تو ایک رباعی سے شروع کیجیے جو عمر خیام کی پہلی رباعی کا ترجمہ ہے۔ آپ کو معلوم نہین کہ مین نے عمر خیام کی سب رباعیون کا ترجمہ کرنا شروع کیا اور اکثر رباعیون کا ترجمہ ہو چکا تھا لیکن وہ بیاض ایک دن موٹر پر میرے ساتھ گئی تھی لیکن واپس نہ آئی اور افسوس ہے کہ پھر مین ان سب کو یاد کرکے نہ لکھ سکا پہلی رباعی حضرت عمر خیام کی رباعی کے ساتھ لکھی جاتی ہے۔ باین اعتراف کہ ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؟

وہاج	حضرت عمر خیام
حسرت وصل نہ اے بیخبری رہ جائے ۔ آکے آئینۂ دل مین وہ پری رہ جائے	آمد سحرے ندا ز مے خانۂ ما ۔ کے رند و خراباتی و دیوانۂ ما
کہین ایسا نہو بھر جائے ساغر عمر ۔ مے مسرت حصے کی شیشون ہی مین بھری رہ جائے	برخیز کہ پُر کنیم پیمانہ ز مے ۔ زان پیش کہ پُر کنند پیمانۂ ما

اگر مجھے فرصت ہوتی تو اس اپنی رباعی کی تلمیح و تشریح مین زمانۂ حال کی ضرورت پر ایک بسیط لکچر بھی ارسال کرتا۔ عمر خیام کی رباعی مین "پُر کنند" اور "پُر کنیم" کا جو لطف ہے اسکا ترجمہ مین باقی رکھنا شاید ملہم غیبی ہے۔ آخر مصرع مین تیسرے حصہ سے وہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے جو ہر مخلوق کو اس دنیا مین بہترین نعمائے خالق کی توقع اور اسکے حصول کی کوشش پر پیہم پر امادہ ہمت نکالنے کے لیے کافی ہے اور یہ یقین دلانے کے لیے کہ ہم اس نعمت سے محروم رہین تو

خود ہمارا قصور ہے اس مضمون آخر الذکر کو ایک اور شعر مین زیور نظم پہنایا گیا ہے

شعر - آراستہ ہے سب کے لیے بزم کائنات ۔ محروم ہم رہین یہ ہمارا قصور ہے

دوسرا شعر اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہمت کی ضرورت کو بدرجۂ غایت ظاہر کرتا ہے۔

شعر - ہمت جو ہو تو منزل مقصد نہین ہے دور ۔ موسیٰ کہان ہین سامنے وہ کوہ طور ہے

اسی سلسلہ مین اپنی غزل کے چند اور شعر بھی یاد کر کے لکھنے پڑے۔

شعر - اُس سے کہدو جو نشۂ نخوت سے چور ہے ۔ کھاتا ہے ٹھوکرین جو سر پُر غرور ہے

ہر آرزو مین شرط تمنا سے ضرور ہے ۔ واعظ کو خبط ہے جو تمنائے حور ہے

مفلس کو احتیاج ہے پر شکوہ گر نہین ۔ منعم ہے مال دار مگر ناصبور ہے

پیچھے کے شعر یاد نہین آتے اور جو یاد ہین وہ حسب ذیل ہین۔

مطرب ہے نغمہ زن طرب انگیز بزم عیش ۔ آنکھون مین ہی سرور دلون مین غرور ہے

لیکن خبر نہین کہ یہ دنیا ہے بے ثبات ۔ ہر لحظہ انتظار کہ بانگ صور ہے

و آج باغ دہر مین بوے وفا نہین ۔ جو اس سے دل لگائے بڑا بے شعور ہے

ایک قطعہ مظہر اختلاف مذاق ولیت طبائع جسکے آخر مین سب مذاہب پر اسلام کو ترجیح و تفضیل بکمال خوبی دیگئی ہے حسب ذیل ہے۔

قطعہ - ہے حسن تو اک عجیب دلکش منظر ۔ اچھی صورت پہ ہر نظر پڑتی ہے

دیکھے ہین مگر کریہ منظر بدشکل ۔ جن پر کہ نگاہ پڑکے پچھتائی ہے

اُنکے خواہان بھی ہین خدا کے بندے ۔ اُن کو بھی کسی پہ ناز معشوقی ہے

و آج یہ شکر ہے کہ اپنا مطلوب ۔ وہ گل ہے جو زیب گلشن خوبی ہے

اسی کی تائید مین ایک رباعی بھی نذر ہے۔

رباعی - اس حسن کی صورت نظر آئی نہین کوئی ۔ صورت گر قدرت نے بنائی نہین کوئی

ہر چاند مین مثل اُس رخ روشن مین نہین ہے ۔ ادنیٰ ہے یہ خوبی کہ بُرائی نہین کوئی

ہجر و وصل

وصل	ہجر
وصل نگار عیش ہے ۔ وقت بہار عیش ہے	ہجر کا حال کیا کہین ۔ رنج و ملال کیا کہین
غنچۂ آرزو کھلا ۔ فصل بہار عیش ہے	خواب و خیال ہو گیا ۔ لطف وصال کیا کہین

پہلے صبح سے شام اگر ہوی — یا شب غم سحر ہوی
چین کبھی نہین ملا — عمر یون ہی بسر ہوی
حسن کو ہے جفا پسند — عشق کو ہے وفا پسند
عشق ہے اک بری بلا — دل ہے مگر بلا پسند
آتش غم جلا نہ دے — اشک الم بہا نہ دے
ڈر ہے کہ جان مبتلا — دل کی طرح دغا نہ دے
ہجر کے دن گزر گئے — زخم فراق بھر گئے
نزع مین اُس نے کی وفا — ہم بھی وفا پہ مر گئے

باغ بھی ہے بہار بھی — سبزہ و لالہ زار بھی
ابر بھی ہے گھرا ہوا — پڑتی ہے کچھ پھوار بھی
مست شباب یار ہے — ترک حیا و عار ہے
دیر نہ کر لپیٹ بھی جا — کس لیے انتظار ہے
ساقی رشک مہ بھی ہے — ماہ بہار وہ بھی ہے
پینے کا آج ہے مزا — توبہ نرے گنہ بھی ہے
وصل کے دن بھی ہو چکے — خوب لپٹ کے سو چکے
نشۂ مے ہرن ہوا — کشتی مے ڈبو چکے

بس حضرت نحوی اب تعمیل حکم ہو چکی اور بہت وقت کا سارے ضروری کے انجام دینے کا اس خدمت کے نذر ہو گیا لیکن اگر فرصت پھر کبھی جو یاد آ گیا تو اُسکے لکھنے کی کوشش کی جاے گی۔ غزل کے نمونے بھی کبھی کبھی بھیجے جائین گے اور امید ہے کہ آپ کو پسند آئین گے۔ اُن سے مقصود یہ ہوگا کہ زمانۂ حال مین بھی اگر گل و گلزار سنگ و خار کے الفاظ بیان حالات کے لیے مستعار لیے جائین تو وہ اصلی مقصود کی طرف اشارہ کرنے کی ترکیب و ترتیب سے بہت پُر اثر ثابت ہو سکتے ہین

مطلع

گھرا ہے ابر برسے گا کسی بیکس کے گلشن مین — گرے گا ہی بجلی کسی بیکس کے خرمن مین
اسی باغ جہان مین کوئی ناخوش ہے کوئی خورسند — کہین دامن ہے کانٹون مین کہین ہین پھول دامن مین

مطلع

شب وعدہ بھی حسرت مجھسے روتی ہے گلے مل کے — سہری پر جو کلیان تھین وہ سب کملا گئین کھل کے
یہ تارے ٹوٹتے ہین یا فلک آنسو بہاتا ہے — پھپھولے پھوٹتے ہین یا کسی ٹوٹے ہوے دل کے
نہ ٹوٹے آنسوون کے تار جبتک دم نہین ٹوٹا — مگر ٹوٹے نہ پیمان وفا ٹوٹے ہوے دل کے
نکالا دل کو سینے سے مری جان حزین نکلی — مگر نکلے نکالے سے نہ اُنکے حوصلے دل کے

دیگر

کھول دے باب اجابت اب دعاؤن کے لیے — میرے دل مین آرزو لے آسمان کوئی نہین
اے حباب بے بقا تو ہی فقط فانی نہین — لے کے آیا ہے حیات جاودان کوئی نہین

حشر مین یارب ہے تیرے ہاتھ پاس وضع عشق — نزع تک جز کلمۂ توگریبان کوئی نہین
بوالہوس ٹکراتے ہین بتخانہ و مسجد مین سر — اُس مکین لامکان کا آستان کوئی نہین
مسلکِ تسلیم ہے شکر و شکایت سے الگ — مہربان کوئی نہین نامہربان کوئی نہین
اُسکی رحمت ہے تو پھر دنیا مین کچھ دقت نہین — مہربان وہ ہے تو پھر نامہربان کوئی نہین

وہاج

گرمیِ عشق در زمستان

(ترجمہ لوانیڈراسنو)

ایک دن فصلِ زمستان مین ہوے گھر سے روان (۱) کھیلنے کے واسطے ہمراہ تھا وہ جان جان
یخ کے ریزے گر رہے تھے آسمان سرد سے — رنگ بھورا چرخ کا ملتا تھا کچھ کچھ گرد سے
ریزہ ہاے برف کی رفتار مین تیزی نہ تھی — گر رہے تھے متصل لیکن نہ یہ حالت کھلی

عمر مین تھا پیر مین لیکن محبت مین جوان — عشق کی گرمی سے تھا دل میرا سینے مین طپان
نوجوانی مین یہ حالت تھی مرے دلدار کی — سردمہری تھی سراسر گرمجوشی کچھ نہ تھی
مین نے چاہا گرمجوشی کچھ ہو فصلِ برد مین — کھیلوگے دیکھیون لطف کیا ہے اُسکے دست سرد مین
اُس سے یہ مین نے کہا اے جان عاشق مہ جبین — کوئی تجھکو دیکھکر شیدا نہ ہو ممکن نہین

سردمہر و سنگدل واللہ تو ہے بے گمان — دل ہے پتھر بے اثر ہے سرد مثلِ آسمان
آسمان و دل مین پھر دن یہ مری خواہش ہوی — ایک گھنٹے کی ملے گرمی جو فصلِ گرم کی
اس سے یہ مطلب کہ ساری سردمہری دور ہو — جتنا صدمہ ہے میرے دل مین وہ سب کافور ہو

یہ کہا مین نے کہ اس کی ہے نہایت احتیاج — آسمان سے برف کا ریزہ جو یہ گرتا ہے آج
اسکو رکھدون مین اٹھا کر اک تماشا ہو عیان — تیرے سینے پر کہ جسمین سردمہری ہے نہان
گھل کے پانی ہو یہ تیرا دل پسیجے نرم ہو — عشق کی گرمی سے میرے دل کی حرارت گرم ہو
ہو مجھے امید مین سمجھون کہ تو ہے مہربان — سردمہری اب نہین تجھ مین مثالِ آسمان

آہ سب بیکار تھا جو کچھ کیا مین نے خیال — انشیانی و حسرت و امید سب تھے پائمال
برف کا ریزہ نہ ٹھہرا اور نہ وہ گل کر بہا — فرق جسم و برف کا ہم پر نہ کچھ ظاہر ہوا

سنہ ۱۹۱۲ء مین محمود نے کیا کہا تھا؟

(بسلسلہ الناظر ماہ نومبر ۱۳ء)

محمود کا خواب

ایک تنگ و تار وادی ہے جہان دور دور تک سبزہ زار۔ درختون اور پھولون کا نام و نشان نظر نہین آتا۔ وہان کی زمین سخت ہے اور رستے ایسے ناہموار اور پگڈنڈیان کنکر پتھر اور خار دار جھاڑیون سے اسقدر بھری ہوئی ہین کہ چلنا دشوار معلوم ہوتا ہے اور ذرا ذرا دیر کے بعد تھک کر بیٹھ جانا پڑتا ہے۔ لیکن یہان آبادی بہت معلوم ہوتی ہے۔ مکانات یا تو چھوٹی چھوٹی خراب و خستہ جھونپڑیون کی صورت مین ہین جنکے گرد و پیش عموماً مرد دکھائی دیتے ہین اور یا زمین دوز غار اور مہیب و سنگلاخ چٹانون سے ڈھکے ہوے اندھیرے کھوہ ہین جنمین عورتین اور لڑکیان مقید ہین اور انکو وہان سے باہر نکلنے کی اجازت نہین دی جاتی محمود انکے قریب گیا تو ایسا دردناک نظر پیش نظر ہوا کہ بے اختیار آنسو نکل پڑے یعنی یہ کہ ان کمزور اور بے بس عورتون اور لڑکیون کے ہاتھ۔ پاؤن اور گلے مین لوہے کی موٹی موٹی زنجیرین پڑی تھین جنکے باعث وہ اپنی جگہ سے حرکت نہین کر سکتی تھین۔ انکے چہرون پر قبل از وقت انحطاط کے آثار نمایان تھے۔ رخسارون پر جھریان اور آنکھون کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوے تھے۔ اور بظاہر قانع اور اپنی حالت پر صابر و شاکر نظر آتی تھین مگر نہایت بے بسی کے ساتھ وہ باہر کی طرف بار بار ٹکٹکی باندھکر دیکھتی تھین کہ کسی طرح انکے پژمردہ دل تازہ ہوا سے شگفتگی حاصل کرین۔ لیکن انکے مرد بیخبری و بے رحمی سے اور نہایت خودغرضی کے ساتھ اُن کی طرف رُخ تک نہ کرتے تھے۔ اور نہ اُنمین اب اتنی طاقت باقی تھی کہ آہ و فریاد کر کے اپنے حال زار کی طرف انکو متوجہ کر سکین۔ مرد خود اپنی ہی ابتر و خراب زندگی سے اسقدر بے پروا نظر آتے ہین کہ اگرچہ ہر طرف سے بربادی و تباہی کے آثار نمایان ہین اور وہان کی زہر آلود ہوا نے اُنکے جسم مین ضعف۔ دماغ مین کمزوری اور آنکھون مین بے بصری پیدا کر دی ہے لیکن پھر بھی اُنکے چہرون سے ایک عجیب طرح کا اطمینان ظاہر ہو رہا ہے۔ اُنکے دلون مین نہ تو خوشی یا غم کے جذبات موجزن معلوم ہوتے ہین اور نہ اپنی حالت زار کا کوئی احساس ہی نظر آتا ہے۔ اور نہ اُنکو اس وادی پُرخار سے باہر نکل کر نجات حاصل کرنے کی کوئی فکر معلوم ہوتی ہے۔ چارون طرف سے اونچی اونچی پہاڑیان اُسکو گھیرے ہوے ہین اور اُنکے درمیان مین ایک دریا ہے جس کا پانی نہایت گدلا اور بدرنگ ہے

اور حبس کی موجون مین سڑی ہوی پتیون اور گھاس پھونس کے مجتمع ہوجانے کی وجہ سے متعلق حرکت معلوم نہین ہوتی۔

محمود کے دل پر اس منظر کو دیکھکر ایک ناقابل بیان اُداسی چھا گئی۔ اُس کا دم گھٹنے لگا اور وہ بے اختیار ہوکر ادھر اُدھر بھاگنے اور چلا چلا کر بآواز بلند کہنے لگا۔ "اے لوگو۔ خدا کے لیے اپنے حال خراب اور اپنی بے بس عورتون اور لڑکیون کی مصیبت پر رحم کھاؤ۔ کیا تمھین کچھ خبر نہین کہ تم کیسی ابتر و زبون زندگی بسر کر رہے ہو۔ ہوشیار ہو۔ اٹھو اور مردانہ وار کر ہمت چست کرو اور اس مہیب دریا کو طے کرکے ان پہاڑیون کے اُس پار کوئی سرسبز و شاداب مقام اپنے رہنے کے لیے ڈھونڈھو۔" اتنے مین کیا دیکھتا ہے کہ ایک غار کے قریب اُسکی پیاری بی بی زبیدہ کھڑی ہوی اُسکو اپنی طرف اشارہ سے بلا رہی ہے۔ دوسری عورتون کی طرح اُسکے دست و پا بھی زنجیرون سے جکڑے ہوے ہین۔ یہ دیکھکر وہ بیقرار ہوگیا اور اُسکا ہاتھ پکڑکر بے تحاشا دریا کی طرف بھاگا مگر اُسکو عبور کرنے کا کوئی رستہ نظر نہین آتا۔ اسی جستجو مین تھا کہ یکایک ایک خوبصورت پل نظر آیا اور وہ اُس پر سے گزر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ لوگ پیچھے سے منع کرنے اور اُسے لعنت ملامت کرنے لگے مگر اُس نے کسی کی نہ سُنی اور بی بی کو زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا دریا کے اس پار پہنچ گیا۔ اور اب اس خیال مین تھا کہ اس پہاڑی سلسلے کو طے کرکے کسی دوسری جانب پہنچے کہ دفعۃً ایک طرف سے نسیم بہاری کے عطر بیز جھونکے اُسکے د[illegible]م مین تازگی اور اُسکے افسردہ دل مین شادمانی پیدا کرنے لگے۔ اور ساتھ ہی اُسکے کانون مین ایسی دلکش نغمہ و ترنم کی آوازین گونجنے لگین کہ وہ بیتاب ہوگیا اور اپنے شریک زندگی کا ہاتھ پکڑکر ارادہ کیا کہ اُس نامعلوم اور پوشیدہ فردوس کی تلاش مین آگے بڑھے جہان سے ایسی نسنۃ آور ہوائین اور سرور انگیز آوازین آرہی ہین تاکہ اس وادیِ پُرخار سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل ہوجاے۔ یکایک سامنے والی پہاڑی کی چوٹی پر ایک مرد بزرگ نمودار ہوے جو اپنے ہاتھ مین ایک عصاے زرین لیے ہوے اُسکی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ مگر وہ کچھ ایسا مدہوش تھا کہ اُنکی طرف ذرا بھی التفات نہ کی۔ محمود کی یہ حالت دیکھکر اُس پیر سفید ریش نے کسی قدر درشت لہجہ مین اُسے للکارا اور یون مخاطب کیا "اے رہرو وادی صعوبت واے گم گشتہ میدان حقیقت تو کس طرف اس بے بس اور دست و پا بستہ معذور لڑکی کو اپنے ساتھ زبردستی لے جا رہا ہے۔ کچھ خبر بھی ہے کہ اُس سمت مین کیا ہے؟"

محمود نے لجاجت سے اور نہایت بیتابی کے ساتھ اپنے ہاتھ اُٹھا کر "اے مرد غیب خدا کے لیے مجھے اپنے ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش نہ کیجیے اسلیے کہ اس منحوس مقام سے مین اپنی پیاری زبیدہ کو کسی طرح نکالنا چاہتا ہون اُو اُسکے ہاتھ پاؤن کی زنجیرین کاٹ کر آزاد کرنا چاہتا ہون۔ مین آپ کا عمر بھر ممنون رہون گا اگر آپ یہ بتادین کہ

وہ مقام کس جانب ہے جہان سے یہ عجیب و غریب نغمون کی صدائین اور خوشبودار ہوائین آ آکر مجھے مدہوش بنا رہی ہین۔ للہ بتائیے کہ مین وہان کس راستہ سے آسانی کے ساتھ پہنچ سکتا ہون "

محمود کی یہ گفتگو سُن کر اُس پیر مرد نے زور سے ایک قہقہہ مارا اور کہا "اے غافل و نادان نوجوان! تیری جہالت و لاعلمی پر مجھے سخت حیرت ہے۔ تجھے اتنا بھی نہین معلوم کہ یہ وادی یہ دریا یہ پل اور یہ پہاڑیان کیا ہین۔ اور یہ نغمہ و سرود یہ خوشبو مین لپٹی ہوئی ہوائین کہان سے آتی ہین؟ سُن۔ گوش ہوش سے سُن۔ یہ وادی تیری قوم کی موجودہ خراب معاشرت ہے اور یہ جو دریا اسکو گھیرے ہوے ہے اسکا نام تعصب جہالت ہے۔ یہ خوشنما پُل علم و عقل کے نام سے موسوم ہے اور یہ پہاڑیان تہذیب و ترقی کی سرحد کا نشان ہین۔ یہ ہوائے عطر آگین اُن خوبصورت باغات سے آرہی ہے جو زمانہ حال کی مہذب دنیا کی معاشرت کا جلوہ گاہ ہین اور یہ سرود انگیز ترنم اُن تہذیب یافتہ مجلسون سے آرہا ہے جو نسل جدیدہ نے ممالک متمدنہ مین برپا کر رکھی ہین۔ مگر قبل اسکے کہ تو اپنی بی بی کو لے کر اُن باغات کی طرف جانے اور وہان کے جلسون مین شرکت کرنے کا موقع پائے میرا فرض ہے کہ تجھے انکی اصل حقیقت سے باخبر کردون اور صداقت اور صفائی کے آئینہ مین اُنکی اصلی تصویر تجھے دکھادون پھر جو تیرا جی چاہے کر مین کسیطرح حارج نہونگا"

محمود "مجھے یہ شرط دل سے منظور ہے۔ لیکن مجھے ذرا یہ تو بتا دیجیے کہ آپ ہین کون بزرگ"؟

مرد بزرگ "میرا نام "رہنماے صادق" ہے اور یہ جو عصا میرے ہاتھ مین ہے یہ تجربہ کی لکڑی سے بنا اور عقل و دانش کے سونے سے منڈھا ہوا ہے اور اسی کے ذریعہ سے مین تجھ ایسے بھولے بھٹکون کی دستگیری کرتا ہون۔ ہان اب اپنی آنکھین تو بند کرلے"

محمود نے آنکھین بند کین تو نہ وہ وادی سامنے تھی نہ وہ دریا نظر آتا تھا بلکہ اب وہ اپنی بی بی سمیت ایک اونچے مقام پر کھڑا ہوا ایسے عجیب و غریب مناظر دیکھ رہا تھا کہ بار بار حیران و ششدر رہ جاتا تھا۔ ایک نہایت ہی پر فضا اور خوشنما چمن تھا جسمین قسم قسم کے پودے اور درخت۔ خوبصورت کیاریان۔ دلکش نہرین۔ نظر فریب مرغزار رنگ برنگ کے پھول اور طرح طرح کی صناعیان دیکھکر وہ اپنے دل مین کہنے لگا کہ یہ مقام اپنی زیب و زینت کے لحاظ سے فردوس بریں کا ہمسر معلوم ہوتا ہے۔ چمن کے چارون جانب خوش قطع محل بنے ہوے تھے جنکے سُنہرے قبون کی آب و تاب اور اندرونی سامان آرایش کی چمک دمک آنکھون کو خیرہ کرتی تھی۔ اور اُنکے اندر سے ایسے دلربا نغمون کی آوازین آرہی تھین کہ سُننے والا مست و مدہوش ہوا جاتا تھا۔ اتنے مین ہر طرف سے ہنسی۔ قہقہہ اور تمسخر کی صدائین بلند ہوئین اور مردون اور عورتون کے گروہ جوق جوق اپنے آراستہ مسکنون سے نکلنا شروع ہوے جنکو دیکھکر محمود کے

حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ رہی - ایک گروہ نظر آیا جسمین بکثرت مرد و زن تھے اور جنکے گورے گورے جسمون پر ایک باریک ریشمی کپڑے کے سوا کچھ نہ تھا - وہ باہم دگر طرح طرح کے کھیل او مذاق کر رہے تھے اور جب کھیلتے کھیلتے تھک جاتے تو ساتھ والی عورتون مین سے کسی ایک کا ہاتھ پکڑ کر ایک چشمہ مین کو دپڑتے جہان سے نکلنے کے بعد انکی ہیئت بالکل ہی بدل جاتی تھی - اُنکے چہرون پر نیطنت برسنے لگتی اور اُنکے بدن کالے ہو جاتے تھے - دوسرا گروہ تھا جسمین حسین و جمیل مرد و زن بالکل برہنہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے عیش و عشرت کی بیخودی مین مصروف رقص تھے - اور اُنکی بھی بالآخر وہی حالت ہو جاتی تھی جو گروہ اول کی تھی - تیسرا گروہ دکھائی دیا کہ اُسمین بکثرت نازنین دلربا عورتین تھین جنکے جسمون پر نہایت جگمگاتے ملبوس تھے اور جنکے چہرے بھی عصمت و عفت کے نور سے منور نظر آتے تھے مگر کبھی کبھی انمین کی ایک اپنے ساتھیون کا ہاتھ چھڑا کر دوسری طرف بھٹک کر چلی جاتی ہے اور درختون کے نیچے کھڑی ہو کر انگور چُن چُن کر کھانے لگتی ہے جس سے ایک بیہوشی کا عالم اُسپر طاری ہو جاتا ہے اور وہ اپنے تمام کپڑے اُتار کر پھینک دیتی اور ادھر اُدھر پھرنے لگتی ہے - پھر کچھ دیر بعد اُسکی صورت بھی ویسی ہی مسخ ہو جاتی ہے جیسی پہلے گروہون کی ہوئی - ایک اور گروہ کو دیکھا کہ اُسمین مرد و زن ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے نہایت محبت اور پیار کے ساتھ درختون کے سایہ مین ٹہل رہے ہین - ایک کزور دھاگہ اُنکے ہاتھون کو باندھے ہوئے ہے - چلتے چلتے یکایک وہ دھاگا ٹوٹ گیا اور دونون الگ ہو کر راستہ سے بھٹک گئے اور ٹھوکرین کھاتے ہوئے نئے ساتھیون کو ڈھونڈھنے لگے - کچھ لوگ ایسے بھی نظر آئے کہ اُنکے ہاتھون مین مقراض ہے جس سے دھاگون کو کاٹ کر وہ ان لوگون کو جدا کر دیتے اور اس تماشہ سے لطف اُٹھاتے ہین اور اکثر اوقات اپنی طرف کھینچ کر دوسرے راستہ پر لیجاتے ہین - ایک اور گروہ نظر آیا جسمین بہتیرا کمسن لڑکیان ہین جو اپنی گودون مین شیر خوار بچون کو لیے ہوئے خوف کے مارے بھاگی جا رہی ہین اور ایک تالاب کے قریب پہنچکر بچون کو اُسمین ڈال دیتی ہین - پھر لوگون کے ہاو ہو اور شور و شغب مین اُنکی آہ و فریاد سُنائی بھی نہین دیتی اور لوگ اُنکی طرف دیکھ دیکھکر مسکراتے ہین - ایک سمت دیکھا کہ عورتون کا ایک گروہ مردون کے ساتھ ہے مگر ہر عورت اپنے ساتھی کے بڑے زور سے کوڑے مار رہی ہے جسکی ہر ضرب پر وہ منہ پھاڑ کر اشرفیان اور روپیے اُگلتا جاتا ہے اور اُسکے چہرہ پر سخت اذیت کے آثار ہویدا ہین لیکن عورت قہقہہ لگاتی اور اُس زر و سیم کو ایک ہاتھ سے بٹورتی اور دوسرے ہاتھ سے اُدھر پھینکدیتی ہے - پھر ایک جماعت دیکھی کہ ایک ایسی پہاڑی پر اُفتان و خیزان دوڑتی چلی جاتی ہے جسکی چوٹی پر ایک سونے کا بت رکھا ہوا ہے - عورت و مرد - جوان و پیر کسی کو اس اضطراب کے عالم مین ایک دوسرے کی پروا نہین

بلکہ نہایت درجہ خود غرضی کے ساتھ ایک دوسرے کو پیچھے ڈھکیل دینے کی کوشش ہو رہی ہے۔ بت کے قریب پہنچکر یہ سب اُسکو سجدہ کرتے اور اُسپر نذرین چڑھاتے ہین۔ ایک اور گروہ تھا حسین عورتین مردون کی گردنون پر چڑیلوں کی طرح سوار تھین اور اُنکو لکڑیون سے آگے ٹھیلتی تھین۔ وہ مرد غریب اسقدر نحیف و لاغر تھے کہ ایک قدم بڑھانے کی طاقت نہ تھی۔ پھر ایک جماعت عورتون کی نظر آئی جو بظاہر نہایت خوبصورت اور حسین معلوم ہوتی تھی لیکن جیسے ہی اُنھون نے اپنے مُنھ پر سے مصنوعی چہرے اوتارے اُنکی صورتین ایسی مہیب نظر آنے لگین کہ خدا کی پناہ۔ مُنھ مین دانت ندارد چہرون پر جھرّیان پڑی ہوی بال سفید سَن ایسے اور بدن مین ہڈی کی تیلیون کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد جب وہ پھر اپنی عارضی اور مصنوعی صورت اختیار کر لیتی تھین تو بت سے لوگ اُن کے فریب تصنع کا شکار بن جاتے تھے۔

یہ عجیب و غریب تماشے دیکھکر محمود نے اپنی پیاری بی بی کو آڑ مین کر لیا اور اپنے چہرہ کو دونون ہاتھون سے چھپا کر مایوس اور دردناک آواز سے پکار کر کہا "اے رہنماے صادق۔ کیا میری آنکھین دھوکا دے رہی ہین۔ یہ طوفان بے تمیزی اس چمن بے نظیر مین کیسا ہے۔ وہ نغمہ و سرود کیا صرف مجھے بہکانے کے لیے دھوکا ہی دھوکا تھے۔ خدا کے لیے مجھے اُسی تنگ و تاریک وادی مین پہنچا دیجیے۔ مین ہرگز نہین چاہتا کہ اپنی پیاری بی بی کے ساتھ ایسے ناپاک مقام مین داخل ہون"

یہ سُن کر اُس مرد بزرگ نے یون جواب دیا "اے احمق نوجوان۔ اتنی جلدی تو گھبرا گیا اور یہ سمجھنے لگا کہ اسکے سوا کوئی دوسرا چمن یا بوستان نہین ہے۔ مین نے تو ابھی تجھے صرف مغربی معاشرت کے چمن عیش کی سیر کرائی ہے۔ اب ذرا چمنستان خوبی و راحت دوامی و عیش صادق کی طرف بھی نظر اُٹھا کر دیکھ"

مرد بزرگ نے جملہ تمام کیا تھا کہ بیک ساعت تمام منظر بدل گیا اور بجاے اُس مصنوعی باغ کے ایک ایسا سرسبز و شاداب خطۂ زمین دکھائی دیا جسکے درخت۔ پتیان۔ پھول۔ چشمے اور نہرین وہان سے بھی زیادہ دلکش تھین اور یہ سب مصنوعی نہین بلکہ اصلی و حقیقی تھین جنکو قدرت نے خود اپنے ہاتھون سے بنایا تھا۔ اور وہان کے نغمون مین شیطان کی طرح خواہشات حیوانی کو ہیجان مین لانے کی تاثیر نہ تھی۔ بلکہ اُس سے دل کو سرور حاصل ہوتا اور روحانی لطافت مین زیادتی ہوتی تھی گو یہان کے محل اور سامان آرایش ویسا بھڑک دار نہ تھا لیکن اُسکی سادگی اور ساخت کی صفائی دل کو لبھانے کے لیے کافی تھی۔

نوع انسانی کے جو گروہ یہان دکھائی دیے اُنمین مرد و زن ہر دو طبقہ کے افراد دیدہ زیب لباس

پہنے اپنی اپنی روشون پر اطمینان ۔ راحت اور خودداری کے انداز مین علیحدہ علیحدہ ٹہل رہی تھے ۔ عورتون کی پیشانیان عفت و عصمت کے نور سے چمک رہی تھین ۔ اُنکی نگاہین شرم سے جھکی رہتی تھین ۔ اُنکی حرکات مین شائستگی ۔ رفتار مین سلامت روی ۔ افعال مین خوش سلیقگی ۔ لباس مین دلاویزی کی شان پائی جاتی تھی ۔ دوشیزہ لڑکیان مردون سے زیادہ خلا ملا نرکھتی تھین اور گو وہ اجنبی لوگون کے سامنے آتے ہوے مطلق نہین جھجکتی تھین تاہم شرم ۔ خودداری ۔ پاس و لحاظ کبھی اُنکا ساتھ نہ چھوڑتا تھا ۔ اور نہ اُنھین اپنی شاہراہ کی ایک خاص حد کے باہر قدم رکھنے کی خواہش تھی نہ کوئی اُنکی جراُت بڑھاتا تھا ۔

گروہ کے گروہ ایسے مردون کے نظر آئے جنکے ہاتھ باہمدگر بندھے ہوے تھے مگر پھیکے اور بودے تاگے سے نہین بلکہ مضبوط ریشمی رسی سے جسکا توڑنا آسان نہ تھا ۔ عورتین اپنے ان ساتھیون کے ہمراہ بے خوف و خطر اُس چمن کی سیر کر رہی اور ہر لطف انگیز چیز سے حظ اُٹھا رہی تھین ۔ اور ان عجائب و غرائب کے انبساط خیز نظارہ اور اپنے فرائض زندگی کی بجا آوری مین مشغول و منہمک معلوم ہوتی تھین ۔ اگر چلتے چلتے اُنمین سے کوئی ایک ٹھوکر کھاتا تو فوراً دوسرا مدد کر کے اُسکو گرنے سے بچا لیتا ۔ اور خاردار جھاڑیون اور ناہموار رستون پر بھی بلا کسی دقت کے یہ سب ساتھی ہاتھ مین ہاتھ دیے اپنی اپنی راہ جا رہے تھے ۔ مردون کے چہرون پر حمیت ۔ خداترسی اور خوش مزاجی کی چاندنی چھٹکی ہوی تھی ۔ کہین وہ اپنے ہاتھون سے درخت لگا رہے تھے ۔ کہین کیاریان کھود رہے تھے کہین نئے مکان بنا رہے تھے اور عورتین ہر کام مین نہایت خوشی اور رغبت کے ساتھ اُنکی شریک کار تھین اور اُنکی دقتون اور مشکلات مین حصہ لے کر اور اپنی فراست و ذکاوت کو کام مین لا کر اپنے ساتھیون کی کوششون کو بار آور کرتی اور اُنکی وقعت و منزلت دوبالا بناتی تھین ۔ اُنکی تفریحات مین نہ بہت ناچ کود تھا ۔ نہ بیہودہ مذاق کو دخل تھا ۔ اُنکی موسیقی کا راگ بھی دلکش تھا اور بجاے اسکے کہ نفس پرستی کے جذبات کو بھڑکا کے اُنھین بے قابو کر دے وہ اُنکے دلون کو سچی راحت اور اصلی محبت سے لبریز کیے ہوے تھا ۔ علاوہ خوبصورت عمارات کی تعمیر کے اُنکے دوسرے مشاغل یہ تھے کہ وہ درختون کے پتون کے نقوش پڑھتے تھے ۔ آسمان پر چھٹکے ہو ۔ ستارون کو دیکھتے تھے ۔ سنگ ریزون کی داستان سُنتے تھے اور ایک دوسرے کی صحبت سے ایسا لطف اُٹھاتے تھے کہ اُسکا اثر اُنکے گرد و پیش نظر آتا تھا اور اُس چمن کی ہوا ایسی روح پرور اور حیات بخش خوشبوؤن سے معطر ہو رہی تھی کہ دماغ تر و تازہ ہو جاتا تھا ۔ محمود ان تمام حالات کو دیکھکر خوشی کے مارے تالیان بجانے لگا اور چاہتا تھا کہ اپنی بی بی کو لے کر اُس چمنستان مین داخل ہو جاے کہ دفعۃً رہنماے صادق کی " با حق ۔ باحق " سن کر

رُک گیا اور آناً فاناً مین وہ سارا منظر نظرون سے غائب ہوگیا - اب وہ پھر اُسی تیرہ و تار وادی مین کھڑا معلوم ہوا جہان پہلے تھا اور یہ حالت دیکھکر اُسکو اسقدر غصہ آیا کہ وہ زبیدہ کا ہاتھ پکڑکر دیوانہ وار پہاڑی پر چڑھنے لگا تاکہ کسی طرح اُسکے اُس پار پہنچ جاے - ابھی چندہی قدم اُٹھاے ہونگے کہ چارون طرف سے ہان ہان لینا - مارنا - جانے نہ پاے کی صدائین اس زور سے بلند ہوئین کہ ساری وادی گونج اُٹھی - پھر بیشمار تیرون کی بوچھار ہونے لگی - پتھرون سے سر زخمی ہونے لگا - کمندین پاؤن پکڑنے لگین اور اب وہ اگرچہ زخمون سے چور چور اور چلنے سے معذور ہورہا تھا مگر ہمت نہ ہارا اور رُک رُک کر آہستہ قدم قدم مسافت طے کرتا چلا ہی گیا - مگر بی بی کے ہاتھون مین جو زنجیر پڑی ہوی تھی وہ کسی طرح نہ ٹوٹی اسلیے محمود کو راستہ چلنا سخت دشوار تھا کیونکہ زبیدہ کو بغیر گود مین اُٹھاے ایک قدم بھی بڑھنا محال معلوم ہوتا تھا - اتنے مین وہ مایوس ہوکر چارون طرف آنکھ اُٹھاکے دیکھنے لگا تو اپنی طرح اور بھی بہت سے لوگون کو اس حال مین پایا کہ اُس وادی کی زندگی سے عاجز ہوکر اُنھون نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کردیا ہے بعض کی خوش قسمتی سے زنجیر ٹوٹ گئی اسلیے وہ تھوڑے ہی عرصہ مین محمود سے آگے بڑھ گئے مگر باقی ماندہ ایک قدم آگے نہین بڑھا سکے اور وادی کے باشندون نے ان مفرور لوگون کے ساتھ پتھر - تیر اور کیچڑ کی بوچھار کرکے ایسی سخت جنگ جاری کر رکھی تھی کہ ہر لحظہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ معدودے چند جانباز اپنے مقام سے گرا ہی چاہتے ہین - محمود کی مایوسی بڑھنے لگی تھی کہ دفعۃً رہنماے صادق پھر پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہوا اور نہایت ہمدردی اور شفقت سے اُسکی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا " اے جانباز و بہادر نوجوان - مجھے تیرے حالِ زار پر بہت افسوس آتا ہے مگر تیرے لیے اس پہاڑی کا طے کرنا ناممکن ہے جبتک اپنے ساتھی کی زنجیر کو قطع نہ کرے اگرچہ وہ زنجیر بہت مضبوط ہے - ایک ایک کڑی سالہا سال مین بنائی گئی ہے اور انکے نام ہین قدیم تربیت - توہمات - رسومات وغیرہ اسلیے تو صبر کر اور اسقدر عجلت نہ کر - پہلے ان کڑیون کو جدا کر لیکن اسکے لیے ایک مدت درکار ہے تجھ ایسے اگر بہت سے آدمی اور پیدا ہوجائین تو اس وادی کی تمام بدنصیب عورتون کو اس قید سے رہائی حاصل ہوجاے - مگر یاد رکھ کہ کبھی آیندہ زمانے مین اگر تو اس پہاڑی کو طے کرکے دوسری جانب منزل مقصود تک کامیابی کے ساتھ پہنچ جاے تو کہین بھٹک کر اُس چمن مین اپنی بی بی کو نہ لیجانا جسکی تصویر مین نے پہلے دکھائی تھی - دونون کے دروازے باہر سے یکسان ہین اسلیے بہت سے لوگ دھوکا کھاکر دوسرے باغ کے بجاے پہلے چمن مین پہنچ جاتے ہین اور پھر عمر بھر انکو صعوبت اور بربادی سے سابقہ رہتا ہے - اگر تو سمجھدار ہے تو مین تجھے ایک تدبیر بتاتا ہون جس سے تو ان دروازون مین بآسانی تمیز کرسکے گا

اور گمراہ نہوگا تیرے وادی سے کچھ فاصلہ پر ایک عالیشان درخت ہی جسکو افسوس ہے کہ یہان کے باشندے بھولے بیٹھے ہین اور اُسکے سایہ سے فیض نہین حاصل کرسکتے۔ اس درخت کے پھول صدابہار ہین اور اسکا نام ہے "شجر اسلام" اگر ان مین سے ایک ایک پھول اپنے ہاتھ مین لیکر یہان کی مقید عورتین آزادی حاصل کرین تو مین یقین دلاتا ہون کہ ہرگز اُنکو دروازون کے پہچاننے مین دقت نہوگی اور معاشرت صالحہ کے چمن مین بآسانی پہنچ جائین گی اور اُنکی زندگی عجیب مسرت و خوشی مین بسر ہوگی"

لیکن محمود اپنی دُھن مین کچھ ایسا دیوانہ ہو رہا تھا کہ اُس نے اس نصیحت پر ذرا دھیان نہ کیا اور اُس خوبصورت چمن تک جلد پہنچ جانے کے جوش مین ایسا خود رفتہ تھا کہ بی بی کا ہاتھ پکڑے ہوے پہاڑی کے دشوار گزار راستہ کو طے کرنے لگا۔ اب اُسکے مزاحمین کا شور و غل اور زیادہ ہوگیا تھا اور اُنکے تیرون کی بوچھار کا محمود نشانہ بنا ہوا تھا۔ کہ دفعۃً آسمان پر ایک سخت طوفان کے آثار نمودار ہوے۔ کالے کالے مہیب بادلون نے اُمنڈ کر وادی کو تیرہ و تار بنا دیا۔ اور یکایک ایسی خوفناک گرج کی آواز آئی کہ پہاڑیان گونج اُٹھین اور ان دونون کے دل دہل گئے بجلی کی کڑک نے جو آفت انگیزی پیدا کی اُس سے اُنکو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوی۔ اتنے مین محمود نے آنکھ اُٹھا کر اوپر دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ بادلون کے اندر سے ڈپٹی صاحب مرزا صاحب اور مولانا وغیرہ مُنھ کھولے اُسپر اولے برسا رہے ہین۔ پھر مسعود و محفوظ کے چہرے بھی ظاہر ہوے۔ اور مسعود نے اس زور سے ٹھٹھا مارا کہ اُسکی آواز تمام پہاڑیون مین گونج گئی اور غریب زبیدہ خوف سے غش کھا کے گرنے لگی۔ جب محمود اُسکو سنبھالنے لگا تو ایسا پاؤن پھسلا کہ وہ بھی اُسکے ساتھ لڑھکتے لڑھکتے دریا مین جا پہنچا۔ خیر زبیدہ کو تو لوگون نے دریا سے نکال لیا مگر محمود غوطے کھانے لگا اور ڈوبنے سے بچنے کے لیے دیوانہ وار ہاتھ پاؤن مارنے لگا۔

اس موقع پر محمود نے زور سے چیخ ماری تو اُسکی آنکھ کُھل گئی اور وہ گھبرا کر کوچ پر بیٹھ گیا۔ اُسوقت اسکی سمجھ مین کچھ نہ آیا کہ وہ کہان اور کس عالم مین ہی سوتا ہی یا جاگ رہا ہی۔ مگر آفتاب کی روشنی پردون سے چھن چھن کر اندر آرہی تھی اسلیے رفتہ رفتہ اُس نے اپنے گرد و پیش کی تمام چیزون کو پہچانا اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کر کے شب کے واقعات کا سارا واقعہ یاد آگیا۔ تولیہ سے عرق آلود پیشانی پونچھکر اپنے ہوش و حواس درست کیے اور سر کو جو گرانی خواب سے بھاری اور دردمند ہو رہا تھا دونون ہاتھون سے تھام کر آرام کرسی پر نا موش بیٹھ گیا اتنے مین کسی بات کا خیال آیا اور وہ چونک کر کھڑا ہوا اور میز کی طرف جھکا۔ اور اُسپر ایک خوشنا گھنٹی رکھی ہوی تھی اُسکو زور سے بجا دیا۔

نوکر جلدی سے کمرے مین داخل ہوا تو محمود نے نہایت غصہ مین کہا "تو سخت احمق ہے کہ رات بھر مین

اس کوچ پر سوتا رہا اور تونے جگایا بھی نہیں کہ سونے کے کمرہ مین جاکر آرام سے سوتا۔"

نوکر ہاتھ باندھکر "حضور خطا معاف۔ چھوٹے میان (یعنی سالے صاحب) نے سب لوگون کو سخت تاکید کردی تھی کہ آپ کو نہ جگائین اور مین بیگم صاحبہ کا اسباب ٹھیک کر رہا تھا۔ دو بجے رات کی گاڑی سے چھوٹے میان سب کو لے کر دہلی روانہ ہو گئے۔"

محمود (سخت حیران ہوکر) "سب روانہ ہو گئے! یہ کیا! مجھے خبر بھی نہین کی! زبیدہ کی اس حرکت کے کیا معنی!"

کچھ سوچنے کے بعد اُسکے ذہن مین رات کی باتین آئین تو نوکر کو ہاتھ کے اشارہ سے باہر چلا جانے کا حکم دیا اور زبیدہ بی بی کے اس طرح اُسکو چھوڑ کے چل دینے پر غور کرنے لگا۔ اُسکی بھنوؤن اور آنکھون سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ دل مین سخت غصہ اور پیچ و تاب ہے۔ تھوڑی ہی دیر مین ہاتھ بڑھا کر اپنی یادداشت کی کتاب اُٹھائی اور ورق گردانی کرکے تاریخ معلوم کی اور دل مین ایک مضبوط ارادہ قائم کرکے جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور میز پر زور سے ہاتھ مار کر آپ ہی آپ کہنے لگا "بہتر ہے کہ اس نامعقول شہر کو خیرباد کہکر کسی دوسری جگہ اپنی زندگی بسر کرون اور ایسی گمنامی کی حالت مین رہون کہ کسی کو خبر نہو کہ کہان ہون۔ زبیدہ! بلا میری اجازت کے اس طرح دفعتہً گھر چھوڑ کے چلی گئی اس احمقانہ حرکت کا اُسکو مزا معلوم ہوگا۔ اب کبھی اُسکی صورت نہ دیکھونگا (رات کا خواب پریشان یاد آگیا تو سر پکڑ کے بیٹھگیا) خدایا! کیا مین غلطی پر تھا اور یہ عجیب و غریب خواب میری ہدایت و رہنمائی کے لیے تھا۔ نہین نہین یقیناً میرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ مین اسپر اطمینان سے غور کرونگا۔ فی الحال مجھے تبدیل آب و ہوا کی سخت ضرورت ہے (گھنٹی بجائی اور نوکر داخل ہوا) رمضانی۔ میری ضروریات کی چیزون کو بکس مین بند کرکے تیار ہوجاؤ۔ مین آج پانچ بجے کی گاڑی سے شملہ جاؤنگا۔ تم ساتھ چلنا اور باقی نوکر اس مکان کی حفاظت کے لیے یہین رہینگے۔"

انجام

اسٹیشن پر پہنچکر مسٹر محمود نے شملہ کا ٹکٹ لیا اور اول درجہ کی گاڑی مین اطمینان سے بیٹھے ہوے تھے کہ ایک نوکر گھر سے ہانپتا کانپتا آیا اور سلام کرکے اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا "حضور خطا معاف۔ بیگم صاحبہ نے چلتے وقت یہ خط (ایک لفافہ حوالہ کرکے) مجھے دیا تھا کہ حضور کی خدمت مین پیش کرون مگر غلام کے خیال سے بالکل اُتر گیا اور یہ (ایک خط اور پارسل پیش کرکے) مسعود میان کا نوکر ابھی حضور کے نام گھر پہ لایا تھا۔ محمود نے بے پروائی کے ساتھ خطوط اپنے ہاتھ مین لے لیے اور۔۔۔ اتنے مین گاڑی چل دی۔ وہ بی بی سے اسقدر ناراض تھا کہ اُسکے خط کو ایک طرف رکھکر پہلے اپنے دوست کے خط کو چاک کرکے پڑھنے لگا جسکا مضمون یہ تھا۔

مائی ڈیر محمود - خدا کرے کہ یہ میرا معذرت نامہ آپ کی نظر سے ایسے وقت گزرے کہ آپ کا مزاج میری طرف سے ایسا برہم نہ ہو جیسا کہ کل رات تھا یقین جانیے کہ مجھے اپنی اس بےموقع ہنسی کا اسقدر افسوس ہے کہ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ اندیشہ ہے کہ کہین تم اسکو سنجیدگی کے ساتھ اپنے دل مین جگہ دیکر میری طرف سے ہمیشہ کے لیے برہم نہ ہو جاؤ - مجھے تمھاری دوستی اسقدر عزیز ہے اور مین تمھارے اصول زندگی کو ایسی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہون کہ کبھی گوارا نہین ہو سکتا کہ اپنے برتاؤ کی وجہ سے میری طرف سے کسی قسم کی کدورت تمھارے دل مین رہے - اسلیے مین سچے دل سے معافی کا خواستگار ہون اور آپ کی غلط فہمی دور کرنے کی غرض سے عورتون کے پردہ کے مسئلہ پر جسکے آپ اتنے بڑے ریفارمر (مصلح) ہین اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کرتا ہون بشرطیکہ بار خاطر نہو -

بھائی ! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مین نے پانچ سال یورپ مین رہکر بھاڑ مین چنے بھونے ہین اور اپنی آنکھون کو بند رکھا ہے واللہ شیخی سے نہین کہتا مگر جو موقع مجھے وہان کی معاشرت کے مشاہدے کے نصیب ہوئے ہین شاید ہی کسی دوسرے کو ہوے ہون انکی خوبیون اور برائیون دونون کا مین معترف ہون اور اپنی قوم کی حالت کو خصوصاً انکی معاشرت کو دیکھکر جو صدمہ میری روح کو ہوتا ہے اور جو ناقابل بیان جوش میرے دل مین انکی اصلاح کا پیدا ہوتا ہے اسکو پورے طور سے بیان کرنا میری طاقت سے باہر ہے - مثلاً اسی مسئلہ پردہ نسوان کو دیکھو کہ آجکل ہمارے یہان تعلیم یافتہ سوسائیٹی مین اسکے متعلق کسقدر بحثین ہو رہی ہین اور دو جماعتین ہو گئی ہین کہ جو موافق اور مخالف دلائل سے ایک دوسرے کا منہ بند کرنا چاہتی ہین - مجھکو آپ شاید مخالفین مین سے سمجھتے ہون گے - واہ حضرت اگر یہ خیال ہے تو مجھے اپنی تعلیم و تربیت پر ضرور افسوس کرنے کا موقع ہے - مگر ہان مین آپکے سخت مخالف ہون ان طریقون اور تدبیرون مین جنسے آپ اتنی جلدی ایسا انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہین - اگر آپ ان وسائل کو صرف اپنی بی بی ہی تک محدود رکھتے تو مجھے کسی شکایت کا موقع نہوتا کیونکہ کیا ہماری قوم مین کئی ایسے حضرات موجود نہین ہین جنھون نے اپنی بی بیون کو باہر نکالنا شروع کر دیا ہے مگر دوسرون سے انکو مطلب نہین اور نہ سوسائیٹی کو انکے افعال کی پروا ہے - بخلاف اسکے جب مین نے دیکھا کہ آپ تمام قوم کے رفارمر بنکر اپنی تقلید پر دوسرون کو آمادہ کرنا چاہتے ہین اور صرف اپنی ہی ذات تک محدود رکھنا نہین چاہتے تب البتہ مجھے خوف ہوا اور مین نے آپ کی مخالفت مضحکہ آمیز طریق سے کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہ دیکھا -

میرے خیال مین سوسائیٹی کی معاشرت کی اصلاح کی ضرورت سب پر مقدم ہے - رہنے سہنے - کھانے پینے - ملنے جلنے کے طریقون مین تبدیلیان پیدا کی جائین تو خیالات اور زندگی کے افعال پر ایسا اثر پڑے گا کہ پردہ آپ ہی آپ ٹوٹ جائیگا اور لوگون کو خود احساس پیدا ہوگا کہ عمدہ معاشرت کے لیے ضروری ہے کہ عورتون کو ایک حد تک آزادی دی جاے اسلیے اپنا مقصد (یعنی پردہ دری) حاصل کرنے کے لیے ہمکو لازم ہے کہ پہلے اس چیز کی بیخ کنی کرین جو اسکی سدراہ ہے کیونکہ اسکے خلاف عمل کرنا قانون قدرت کے خلاف ہوگا جسکے نتیجے خرابی اور بربادی پیدا کرین گے اور جسکے اثرات

کبھی بے پردہ نہین رہین گے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کالجون کی موجودہ تعلیم نے اُن عیوب کو دور کرنے مین اتنی تیزی نہین دکھائی ہے جسکی کہ اُس سے امید کی جاتی تھی اور وہ تھوڑی سی شُدبُد ترقی جو آجکل دیکھنے مین آتی ہے اور جسپر ریفارمر نازان ہین کہ ہم نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ اسکو [illegible] بیس برس پیشتر حاصل ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر اصلاح معاشرت کی یہی رفتار رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے حصول مقصد کے لیے برسہا برس درکار ہونگے۔ مگر بہتر ہے کہ ہمکو اس آرزو مین زمانہ دراز تک انتظار کی تکلیف اُٹھانا پڑے بجاے اسکے کہ ہم ایسی حالت مین کہ قوم بلحاظ اپنی دماغی اور اخلاقی ترقی کے ہرگز اسکے لیے تیار نہین ہے۔ پردہ کو توڑ کر عورتون کو آزادی دیدین۔ اور اسکے خراب نتیجے دیکھین۔ پردہ کے توڑنے مین کسی کو کلام نہین لیکن پہلے وہ قدرتی سامان پیدا کرنا چاہیے اور سوسائٹی کے حالات گرد و پیش کو اُس پیمانہ پر لے آنا چاہیے۔ جو اسکے لیے موزون اور شایستہ ہین اور اسکے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہین جب ہماری معاشرت سدھر جاے گی اور ہم مین تعلیم عام ہو جاے گی اور ساتھ ہی ساتھ ہماری خواتین کی مناسب تعلیم و تربیت بھی ہوتی رہے گی تو ایک زمانہ ایسا آجاے گا کہ خواہ مخواہ ہم کو پردہ توڑنا پڑیگا اور جو آزادی اُسوقت ملیگی وہ ہماری زندگی کی راحت اور اُنکی ترقی اور جسمانی و دماغی فلاح کا باعث ہوگی۔ میری دعا ہے کہ خدا کرے وہ زمانہ جلد آجاے مگر یاد رکھو کہ جبتک ہم سمجھ عقل اور فراست کے ساتھ اسکے درپے نہونگے کامیابی کی امید رکھنا بالکل بے سود ہے کیونکہ پردہ کیا ہے ایک مضبوط قلعہ ہے جسکے در و دیوار کی بنیاد سالہا سال کے مراسم۔ عادات۔ طرز خیالات۔ سوسائٹی کی ضروریات اور طبائع کے رجحانات پر قائم ہے۔ اسلیے اُسکو فتح کرنے کے لیے ضرورت ہے کہ ہم روشن خیالی پاکیزہ معاشرت اور عمدہ تعلیم و تربیت کے ہتھیارون اور گولہ بارود سے سب سے پہلے اُن مضبوط دیوارون کو منہدم کر دین اور یہ دکھا دین کہ وہ ضروریات جنکی وجہ سے اُنھون نے نشو و نما پائی تھی اب بالکل معدوم ہو گئی ہین اور ہم اس قابل ہین کہ عورتون کو آزاد کر کے اور پردہ کو توڑ کر اپنی ظفریابی سے پوری طور سے مستفید ہو سکین گے۔

تم کو اپنی بی بی کو باہر نکالنے کی کوشش مین جو زک نصیب ہوئی ہے اُسکا یہی سبب تھا اور اسمین اُنکی شرم و حیا کا کچھ قصور نہین جو کہ قدرتی طور سے ہر شریف عورت مین ہونا چاہیے خواہ وہ باہر نکلے یا نہ نکلے۔ کیا ہم دیکھتے نہین کہ جب لڑکیون کی شادیان اجنبی گھرون مین ہوتی ہین تو کتنی جلدی اپنے شوہر کے عزیزون سے انکی شرم ٹوٹ جاتی ہے اور مثل اپنے بھائیون کے ان سے بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے کیا سبب کہ یہی حال غیرون کے ساتھ بھی نہو۔ اور اسمین انکی شرم و حیا مانع آئے۔ مصنوعی حیا و شرم کی وجہ وہ معاشرت ہے جسمین اُنھون نے پرورش پائی ہے اور اُنکے بڑے بوڑھون کے وہ خیالات ہین جنھون نے انکو اپنا تابع فرمان اور مقید کر لیا ہے اور وہ عادات و توہمات ہین جنکی وجہ سے وہ غیرون کے سامنے آنے جانے کو قابل شرم سمجھتی ہین اسلیے ان تاثیرات کو سب سے پہلے دور کرنا اور ان حالات گرد و پیش کو جنکی وجہ سے وہ پیدا ہوئے ہین تبدیل کرنا ہمارے حصول مقصد کا پہلا منشا ہونا چاہیے

آزادی کے لفظ نے بہت سے لوگون کو دھوکا دیا ہے۔ اور اس مسئلہ پردۂ نسوان مین بہت کم لوگ اسکے مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھتے ہین۔ پردہ اور آزادی لازم و ملزوم نہین ہین ممکن ہے کہ ایک عورت پردہ مین ہو مگر اسکی آزادی بے پردہ عورتون سے بڑھی چڑھی ہو ہماری سوسائٹی مین ان مثالون کی کمی نہین ہے۔ بخلاف اسکے باہر منھ کھول کر نکلنے والی عورت اپنے حرکات وافعال مین ایسی قیود کی پابند ہو کر رہ سکتی ہے کہ بداخلاقی پیدا کرنے والی آزادی اسمین نام کو نہو۔ خراب طبائع اور غلط رجحانات ہر قوم و ملت کے افراد مین ہوتے ہین اور اتفاقات۔ اسباب۔ اور موقعے انکے ابھارنے مین ممد و معاون ہوجاتے ہین کیا ایسے طبائع کے لیے پردہ مین رہ کر کم خطرہ کا سامنا ہے؟ بعض ہان کہین گے مگر میری ذاتی رائے اسکے خلاف ہے اور میرا یقین ہے کہ ہم عمدہ تعلیم و معاشرت سکھا کر۔ اور روشن خیالی اور تجربات دنیا سے بہرہ ور کرکے انکے نفوس کو اس درجہ بلند کرا سکتے ہین کہ وہ اپنے حقوق سے پورے طور سے آگاہ ہو کر اور دوسرے لوگون کی برائیون سے سبق حاصل کرکے اور خدا کا ڈر اور بندون کا لحاظ جو بے پردگی کی حالت مین زیادہ آشکارا و افزون ہے دل مین رکھکر ان طبعی رجحانات کو راہ راست پر لگانے کے لیے زیادہ قابل ہو سکین گی کسی فلاسفر کا قول ہے کہ انسان کی جہالت اسکو بہت سے گناہون مین مبتلا کرتی ہے اسلیے وہ عورتین جنکو دنیا کا تجربہ بہت کم ہے اور اپنے زندگی کے فرائض سے ناآشنا ہین انکے لیے زیادہ خطرہ ہے۔ ایک عورت جس نے سینکڑون مردون سے بات چیت کی ہے اور اپنے شوہر سے زیادہ انکو حسین و جمیل اور دلخوش کن پایا ہے اور تفریحات اور تماشہ ہاے دنیا مین مناسب حد تک حصہ لیا ہے مگر کوئی خراب اثر اسکی روش مین نہین ہوا میرے خیال مین اپنی عفت و عصمت کے لحاظ سے اُس عورت سے کہین زیادہ افضل ہے جسکو ایسے موقع ہی نصیب نہین ہوے اور مقید رہنے کی وجہ سے اسکی خوبیون کا کوئی امتحان ہی نہین ہو سکا ہے۔ اور اسکو اپنے پر ناز کرنے کا بھی کوئی حق حاصل نہین ہے۔

آزادی نسوان ایک مبہم لفظ ہے کیونکہ آجکل کی مہذب دنیا مین اسکے مختلف مدارج و معیار پاے جاتے ہین۔ مثلاً

درجہ اول۔ یہ حال خصوصاً امریکا کی عورتون کا ہے انگلینڈ اور براعظم مین بھی اسکا اثر پھیل چلا ہے۔ عورتین مردون کے برابر آزاد رہنا چاہتی ہین زندگی کے ہر کام مین انکے مساوی حصہ لینا چاہتی ہین۔ علی ہذا اپنی تفریحات اور خواہشات نفسانی کے حصول مین بھی انکی تابع اور پابند رہنا پسند نہین کرتین۔ شادی و طلاق انمین ایک معمولی بات ہے۔ انھین مین ایک گروہ ہے جو شادی کو بالکل فضول پابندی اور زمانہ جہالت کی رسم تصور کرتا ہے اور الفت و محبت کے غائب ہوتے ہی ایسے ساتھی کے ساتھ رہنے سہنے کو گناہ سمجھتا ہے اور جب کوئی ایسا شخص نظر آگیا جس سے انکو زیادہ مناسبت و محبت ہو گئی ہے تو پہلے کو چھوڑ دینا وہ اپنے اخلاق کے خلاف سمجھتی ہین نہ اسپر انکا نفس ملامت کرتا ہے بلکہ

قدرتی قانون کا ایک لازمی نتیجہ خیال کرکے اسکو اچھا سمجھتی ہین -

درجہ دوم - انگلستان کی عورتین - عموماً اچھے خاندانون مین بلحاظ عصمت عورت اپنے شوہر کے تابع رہتی ہے مگر اسوقت تک کہ اسکی عزت و پاسداری مرد کے دل مین ہے - یہان ہمین فرق آیا اور اُسنے بیوفائی کی تو بی بی بھی ایسے ہی موقع ڈھونڈھتی ہے - گو سب کا یہ حال نہین ہے - اسکی خط و کتابت - حساب کتاب ذاتی اخراجات سب علحدہ ہین لیکن دوستون کے انتخاب مین ایک حد تک وہ اپنے مرد کے تابع رہتی ہے - غیر مردون کے ساتھ باہر جانا اور ناچنا - مدعو ہونا کچھ ہرج نہین سمجھا جاتا مگر اچھی عورتین ہمیشہ اپنے شوہرون کو ساتھ لے جاتی ہین اور اسکی خوشی و اطمینان قلبی کا بہت خیال رکھتی ہین - باکرہ لڑکیان اپنے شوہرون کا خود انتخاب کرتی ہین اور ایک حد تک اپنے افعال کی خود مختار ہین -

درجہ سوم - فرانس کی عورتون کو بہت کم آزادی ہے - باکرہ لڑکیان اکیلی کہین باہر نہین جا سکتین - خانہ داری کے امور مین زیادہ دلچسپی لیتی ہین مگر ایسی عمدہ ہم جلیس نہین ہوتین جیسی کہ انگریزی عورتین - بیسا ہی عورتون کے اخلاق بوجہ ان کے مردون کی بے وفائی کے خراب ہوجاتے ہین -

درجہ چہارم - جرمنی کی عورتین بہت کم آزاد ہین - خانہ داری کے امور مین زیادہ سرگرم رہتی ہین اور گھر بار کے انتظام مین سب قومون پر افضل ہین - یہان کے مردون مین اسقدر عورت پرستی نہین جیسی کہ دیگر ممالک مین ہے - اسطرح ظاہر ہوگیا کہ آزادی کے مغربی معاشرت مین بھی مختلف درجے ہین - شاید آپ یہ کہین کہ مجھے یہ سب پہلے سے معلوم تھا پھر لکھنے کی کیا ضرورت - میرا مطلب یہ ہے کہ لوگ پردہ کے رفتار مرکو اسکے مخالفین کی آزادی کی یہ مثالین دے دے کر قائل کرنا چاہین گے مگر اُسکا معقول جواب یہ ہے کہ آزادی یکساں نہین ہے بلکہ مختلف مدارج رکھتی ہے اور ہم اپنی عورتون کا پردہ توڑ کر انکو اُس حد آزادی نہین دینا چاہتے کہ وہ ان عورتون کی طرح ہوجائین جنکا اوپر ذکر آیا ہے اُنکی آزادی صرف اُسی حد تک رہیگی کہ وہ دنیا کے عمدہ مشاہدات و تجربات سے اس قابل ہوجائین کہ ہمارے ہر کام اور ہر خیال مین شریک ہوسکین - ہمارے گھرون کو اچھی طرح رکھ سکین اور ہمارے بچون کو عمدہ تربیت دینے کے قابل ہوجائین اور جبتک ہماری مذہب کے اعلیٰ اخلاقی عقائد انکی ہدایت کرتے رہین گے ہمکو کچھ اندیشہ نہین کرنا چاہیے کہ وہ اپنی آزادی کی حد سے متجاوز ہونے کی خواہش کرینگی اور دوسری مدارج مین قدم رکھکر ہماری اصلاح کے خاص منشا کو مفقود کردین گی -

آپ کا - میرا اور ہم ایسے بہت سے پردہ کے رفارمرون کا اب یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ان اصولون کی طرف جنکا ذکر مین نے کیا ہے مسلمانون کو اپنی تحریر و تقریر و افعال سے متوجہ کرین اور انکے دماغون مین ایسے بیج بو دین کہ انکے بیٹین تو انکے پوتون پر پوتون کے زمانہ مین اس بیج سے ایک خوبصورت پودہ نشو و نما پائے اور اُسکے پھلون کے ذائقے سے وہ اپنی زندگی کا

سچا لطف اور حظ اٹھائین - یہ امید کرنا فضول ہے کہ میری یا آپ کی زندگی مین اسکا ظہور ہو سکیگا - افسوس ہے کہ ہم دونون کی قسمت مین حسرت و نامرادی کے ساتھ اس دنیا سے اٹھنا لکھا ہے لیکن اگر ہم صرف ان تخمون ہی کے بونے مین کامیاب ہو سکے تو مرتے وقت اتنی تسکین تو رہیگی کہ آیندہ نسلون کے لیے کچھ کرچلے ہین جسکو وہ یاد رکھینگی - ہمین دعا دینگی اور ہماری کوششون کی داد دینگی -

مجھے ڈر ہے کہ آپ کہین اس لمبے خط کو پڑھتے پڑھتے گھبرا نہ گئے ہون جسکی معافی کا خواستگار رہون اور امید کرتا ہون کہ اس معذرت کے بعد میرے پچھلے گناہون کو فراموش کردیا جائیگا - آپ کا صادق مسعود

نوٹ مین آج شام کو آپکے مکان پر آکر زبانی بھی معافی کا خواستگار رہونگا - مہربانی کرکے یہ پارسل مسز محمود کو میری طرف سے دیدیجیے گا -

محمود نے خط ختم کرکے اپنی جیب مین رکھا اور بی بی کے نام کے پارسل کو کھول کر دیکھا تو اسمین اپنی طلائی گھڑی کو دیکھکر بہت متعجب ہوا ایک کھلا ہوا لفافہ اسی بی بی کے نام کا تھا جسکو کھول کر پڑھا تو یہ لکھا تھا :-

ڈیر مسز محمود - میری کل رات کی حرکات اگر آپ کی ناراضی طبع کا باعث ہوئی ہین تو امیدوار معافی ہون - اور یقین دلاتا ہون کہ جو کچھ مین نے کیا وہ نیک نیتی سے تھا اور آپکے سامنے اسقدر شوخ ہوجانے اور اپنے دوست نپولین کا مضحکہ اڑانے سے میرا مطلب صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے شعلہ انگیز ریفارم کی آگ تھم پر جائے اور ہماری عورتین جو اسکی تاب لانے کے ابھی قابل نہین ہین - اسکے ضرر رسان اثر سے بچ جائین - مین آپ کا بہت شکرگزار ہون کہ جس عمدگی سے ساتھ کل رات آپنے میرا ساتھ دیا ہے بلا اسکے میری کامیابی ناممکن تھی اور میرے دوست کو کبھی ایسا عمدہ سبق حاصل نہوتا جسکو وہ مدتون نہ بھولینگے - اظہار ممنونیت کے خیال سے یہ طلائی گھڑی آپ کی خدمت مین پیش ہے - منظور فرما کر مجھے عزت بخشیے -

فقط

آپ کا بہی خواہ مسعود

محمود مسکرا کر اپنے دل مین " اسکی خوب رہی - میری ہی چیز تھیا کر میری بی بی کو انعام - گو اسمین شک نہین کہ مین اسکو ہار گیا تھا - خیر دیکھا جائیگا - اس تحریر کی یہ تمسخر آمیز سنجیدگی بھی ایک لطیفہ ہے - اسکے بعد اپنی بی بی کے خط کو کھول کر پڑھا تو اس مین یہ لکھا تھا -

میرے سرتاج اور جان و دل کے مالک شوہر - آپ کہین خفا ہو کر چلے گئے ہین اور میری مصیبت کی کچھ خبر نہین کہ عجب کشمکش مین جان ہے - نہ یہان رہتے بنتا ہے اور نہ جانے کو دل چاہتا ہے - ابا جی کی ضد ہے کہ سویرے ترکے کی گاڑی مین بلا آپ کے دیکھے ہوے دلی روانہ ہو جائین کیونکہ کہتے ہین کہ اماں جان بہت سخت بیمار ہین اور ایک تار بھی مجھے دکھاتے ہین اور جب مین کہتی ہون کہ یہ تمھاری چال بازیان ہین اور یہ تار بنا لیا گیا ہے اور جعلی ہے تو مجھ پر

وہ خفا ہوکر آپ کا نام لیتے ہین کہ انھون نے میرے جانے کی اجازت دیدی اور غصہ مین اپنے دوستون کے ساتھ انکے گھر چلے گئے ہین۔ مین رنج کے مارے اپنا منہ پیٹ لیتی ہون اور گھبرا کر کھانے کے کمرے کے دروازون کو زور زور سے کھٹکھٹاتی ہون مگر کچھ جواب نہین آتا اندر سب طرف سے بند ہے پھر بھی مجھے یقین ہے کہ کوئی وہان سو رہا ہے اور آپکے سے خراٹے لے رہا ہے۔ لیکن بھیا کو یقین نہین آتا اور یہ کہکر ڈرا رہے ہین کہ آپ کبھی یہان نہین آئینگے اور نوکرون اور ماما کو بھی کچھ چپکے سے سکھا دیا ہے کہ وہ بھی انکی ہان مین ہان ملاتے ہین۔ مین جھنجھلا کر کہتی ہون کہ کل کا دن آپ کا انتظار کرلون بلا دیکھے نہ جاؤن گی تو وہ مجھے مان باپ کی طرف سے سخت دل بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر مین کہنا نہ مانونگی تو وہ کوئین مین کود پڑین گے۔ خدا معلوم یہ انکے دل مین ضد کیون سما گئی ہے۔ اب یہی وہ میرا اسباب جلدی جلدی باندھ رہے ہین اور قسمین دے کر کہتے ہین کہ مین برقع پہن کر تیار ہو جاؤن۔ مین جلدی جلدی آپ کو یہ چند سطرین لکھ رہی ہون اور جو کچھ دل پر گزر رہا ہے خدا ہی اسکا گواہ ہے۔ آپ کی جدائی کے خیال سے تو میرا کلیجہ باہر نکلا پڑتا ہے (یہ آخری الفاظ آنسوؤن کے دھبون سے بگڑ گئے تھے) اور ادھر آپ کی بے مروتی ہے کہ مجھے اسطرح اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔

ہان یہ تو مین لکھنا بھول ہی گئی کہ بڑا غضب ہوگیا بھیا نے مجھے آج رات کو غیر مردون کے سامنے آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھ لیا۔ مین وہان سے بھاگ کر باہر نکلی تو غسلخانے مین جا کر چھپ رہی اور جب سب طرف سے سناٹا ہوگیا تو دبے پاؤن اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی کہ کیا دیکھتی ہون بھیا غصہ مین دروازہ کے پاس منہ پھلائے ہوئے کھڑے ہین۔ مین نے بہت بہانے بنائے مگر انکو کسی طرح یقین نہین آیا اور جب بہت لعنت ملامت کرنے لگے تو مین رونے لگی۔ اسپر انکا دل کچھ پسیجا تو مین نے بڑی لجاجت کے ساتھ کہا کہ گھر مین کسی کو اس واقعہ کی خبر نہو۔ انھون نے قسمین کھا کر وعدہ تو کرلیا ہے دیکھیے میری قسمت سے اسپر قائم بھی رہتے ہین کہ نہین۔ لیکن اگر آپ خفا نہین ہین تو مجھے کسی کی پروا نہین۔ میرے پیارے میان۔ اگر میری بے چینی اور مصیبت کا کچھ خیال ہے تو اس خط کے دیکھتے ہی ضرور میرے دیکھنے کو دلی آئیے گا نہین تو مین تڑپ تڑپ کر جان دے دون گی۔

محمود کے چہرے پر اس خط کو پڑھکر ایک ناقابل بیان تغیر واقع ہوا۔ رات کے خواب مسعود کے خط اور بی بی کی التجا نے تمام خیالات بدل دیے۔ گاڑی سہارنپور کے اسٹیشن پر جا کر ٹھہری تھی کہ فوراً یہ اپنے درجہ سے باہر نکل آئے اور نوکر کو حکم دیا کہ سب اسباب یہان اُتارے۔ اسکے بعد تار گھر پر جاکر دو تار دیے۔ ایک اپنے خسر کو اور ایک بی بی کو جس کا مضمون یہ تھا کہ صبح مین دلی پہنچون گا گھبرانا نہین سب خیریت ہے۔

"ناظر"

ترقی اُردو کی ابتدائی منزل

بخدمت ایڈیٹر صاحب الناظر۔ مین نے ذیل کا مراسلہ صرف انھین حضرات کی خدمت مین بھیجا ہے جنکی نسبت مجھے
پہلے سے معلوم ہے کہ انھون نے اس مسئلہ پر غور کیا ہے جو ایک نہایت اہم مسئلہ ہے اور اس سال مین اسکا قطعی فیصلہ
کرنا چاہتا ہون۔ لیکن ممکن ہے کہ بعض حضرات ایسے ہون جنھین اس مسئلہ سے خاص دلچسپی ہو۔ اور وہ کوئی مفید مشورہ
دے سکتے ہون اور مین انہین نہ جانتا ہون لہذا ان تمام حضرات کو جنھون نے اس معاملہ پر بخصوصیت سے غور کیا ہے۔
اور وہ کوئی مفید مشورہ یا رائے دے سکتے ہین عام صلاح دیتا ہون۔ مجھے امید ہے کہ ایسے تمام صاحب شریک کمیٹی ہوکر اس
ضروری مسئلہ کو آسانی سے طے فرمائین گے اور مجھے اپنی تشریف آوری سے ضرور اطلاع دینگے تاکہ مین اس تاریخ سے جو
جلسہ کے لیے معین کی جائے مطلع کر سکون۔ عبدالحق آنریری سکرٹری انجمن ترقی اُردو

جناب مکرم معظم [illegible] تسلیم

تعلیم زبان اُردو کے متعلق یہ اعتراض ہے اور بجا اعتراض ہے کہ دوسری زبانون کے مقابلہ مین مبتدیون کو بڑی
دقت کا سامنا ہوتا ہے اور بہت سا وقت حروف کی وصل وترکیب اور مختلف جوڑون کے پہچاننے اور انپر عبور حاصل کرنے
مین صرف ہوتا ہے۔ اسمین شک نہین کہ ہمارا طریقہ انشا اور املا نہایت جامع اور مختصر ہے لیکن ساتھ ہی اسمین بھی شک نہین
کہ مبتدیون کے لیے دقت سے خالی نہین مگر اسمین زیادہ تر قصور مروجہ طریقہ تعلیم کا ہے۔ موجودہ طریقہ مین سہولت
پیدا کرنا بالکل ممکن ہے۔ چنانچہ بعض حضرات نے اس ضرورت کو اس سے بہت قبل محسوس فرمایا۔ اور اس مشکل کو آسان
کرنے کے لیے قابل تعریف سعی فرمائی۔ ان مین آپ کا نام نامی خاص طور پر ممتاز ہے۔ لہذا میرا ارادہ ہے کہ آئندہ
اجلاس آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مین جو دسمبر کے آخر ہفتہ مین بمقام آگرہ منعقد ہوگا ان حضرات
کو جمع کیا جائے جنھین اسمین خاص دلچسپی ہے اور جو چند اردو کے قاعدے اس غرض کے لیے ابتک لکھے گئے
ہین (مطبوعہ ہون یا غیر مطبوعہ) پیش نظر رکھے جائین اور جن صاحبون نے بعد کافی تجربہ کے اس مسئلہ پر غور فرمایا ہے
اور موجودہ نقائص کے رفع کرنے کے لیے تدابیر سوچی ہین اُن سے مشورہ کیا جائے۔ اور بعد بحث ومباحثہ کے
اس کمیٹی مین قطعی تصفیہ ایک ایسے اُردو قاعدہ کا کر لیا جائے جسکے ذریعہ سے مبتدی اُردو ابجد والفاظ کو
آسانی سے آسان طریقہ سے سیکھ سکین اور پھر وہ قاعدہ تمام ملک مین جاری کیا جائے۔

چونکہ اس مسئلہ مین آپ کا تجربہ نہایت وسیع اور اس معاملہ مین آپ کو خاص دلچسپی ہے لہذا آپ کی

خدمت مین التماس ہے کہ براہ کرم آیندہ اجلاس آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مین کم سے کم ایک دو روز کے لیے شرکت فرماکر اس اہم امر کے تصفیہ مین انجمن کی اعانت فرمائیں گے مجھے اس امر کے اظہار کی ضرورت نہین کہ یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہوگا کہ جس سے اُردو زبان کی ترقی و توسیع مین بے انتہا مدد ملے گی اور اس کا افادہ افادہ دور دور تک پہنچے گا اور موجودہ اور آیندہ نسلین آپ کی ہمیشہ ممنون احسان رہین گی۔

انجمن بخوشی آپ کی آمد و رفت وغیرہ کے اخراجات ادا کرنے کے لیے تیار ہے۔ اگر آپ کسی ناگزیر ضرورت کی وجہ سے شریک کمیٹی نہ ہوسکین تو براہ کرم بذریعۂ تحریر اپنی راے و مشورہ سے اطلاع فرمائین فقط

عبدالحق آنریری سکرٹری

غزلیات

نہ سنبھلا بیقرارِ عشق لطف اُسکا ستم نکلا
تسلی دی تو کچھ ایسی ادا سے دی کہ دم نکلا

ہوا بیتاب کچھ حسرت بھرا عاشق تو دم نکلا
تڑپنے کا جو دل مین حوصلہ تھا وہ بھی کم نکلا

سوے مسجد بصد شوخی جو وہ کافر صنم نکلا
تو زاہد نے تڑپ کر آہ کی ایسی کہ دم نکلا

بہت دن رہ کے میرے دل سے جب تیرِ ستم نکلا
سمجھتا تھا جو اُسکو جان مین سمجھا کہ دم نکلا

جو مین کل میکدے کے راستہ سے صبحدم نکلا
تو کیا دیکھا کہ دروازہ کھلا۔ شیخِ حرم نکلا

مرے دل تک نہ آیا اور ہر جا انقلاب آیا
وہی حالت رہی جو تھی۔ خوشی آئی نہ غم نکلا

مصیبت اسکو کہتے ہین کہ شوقِ وصل مین ہم نے
تڑپ کر زندگی کاٹی نہ صبر آیا نہ دم نکلا

اُنھین دنیا مین کچھ دنیا کی باتون سے نہین مطلب
جہان دو چار بیٹھے مردہ دل ذکرِ عدم نکلا

سُنا جب عاشقِ مژگان کا مرنا ناز سے بولے
ذرا سی پھانس چبھ کر رہ گئی دل مین تو دم نکلا

ترے بیمارِ غم نے ضعف سے نہ آنکھ کھولی تھی
بہت روئی سرہانے بیکسی سمجھی کہ دم نکلا

کھلا ہے بعد مدت ہم پہ رازِ عیشِ میخانہ
جسے سمجھے تھے مٹی کا پیالہ جامِ جم نکلا

وہ گھبرائے یہ کہکر کون زیرِ تیغ آتا ہے
کہ جتنے چاہنے والے تھے سب کے منہ سے ہم نکلا

امیدِ وصل و دردِ ہجر نے رکھا مصیبت مین
نہ بیمارِ محبت کو قرار آیا نہ دم نکلا

نہ دیکھا وقت آخر انکو دیکھا ہر طرف ہم نے — اک آہ سرد کی آنکھوں سے ٹپکے اشک دم نکلا

وہ کہتے ہیں فضا مرتے ہو تو پھر کیوں نہیں مرتے
یوں ہی کہتے ہو میری ہر ادا پر آہ دم نکلا

شیخ محمد عالیجاہ فضا

چارہ گروں کی کوشش راحت چرخ کی دل آزاری ہے — پھاہے کا اپنے زخم جگر کے مرہم نمک نمکاری ہے
حال کہا جائے اب کس سے دل تو بھرا ہی آتا ہے — پوچھ رہے ہیں وہ ہنس ہنس کے رقت ہم پر طاری ہے
پانی کو بھی آگ بنایا سوز نہاں کی گرمی نے — اشک کی اپنی بوند نہ سمجھو دہکی ہوئی چنگاری ہے
وہ مرے گھر میں آئے ہوئے ہیں پوچھ رہے ہیں حالت دل بھی — دیکھتا ہوں میں یہ جو آنکھ خواب ہے یا بیداری ہے
جتنے پختہ کار جنوں ہیں ایک طریقہ رکھتے ہیں — قیس سے رسم چاک گریباں اب تک ہم میں جاری ہے
دل کا دھڑکنا چہرے کی زردی گو نہیں خالی علت سے — مرتے ہیں لیکن کہہ نہیں سکتے ہم کو کیا بیماری ہے

آرزو اسکو تم کیا جانو گزری جس پر اُس سے پوچھو
آفت جان ہیں اسکی ادائیں صورت جسکی پیاری ہے

انور حسین آرزو

نہ جیتے جی محبت آپ کی اس دل سے نکلے گی — یہ جان مجھ سخت جانی کی بڑی مشکل سے نکلے گی
قیامت ہو گی مجھ پر آتش نفس کے ذبح کرنے میں — برابر آگ کی لو خنجر قاتل سے نکلے گی
کوئی کوشش نہ کام آئیگی اپنی آپ نکلے گی — تمنا دل کی دل کے جذبۂ کامل سے نکلے گی
میں وہ ناکام عاشق ہوں کہ میری آرزو دل کی — بہت آسان سمجھوں گا اگر مشکل سے نکلے گی
پکاروں کس لقب سے اُس ستم جو کو کہ یہ حسرت — نہ اے ظالم سے نکلے گی نہ اے قاتل سے نکلے گی
بٹھاؤں چشم تر کے سامنے کچھ سبزہ رنگوں کو — یہ دل کی کوفت سیر سبزۂ ساحل سے نکلے گی
نگاہ یاس خنجر پھیر دیتی ہے کلیجے پر — تڑپ جاؤ گے تم جب جان تن بسمل سے نکلے گی
بیاں کردے گی میری سرگزشت دل وہی تجھ سے — سحر کو شمع جو بجھکر تری محفل سے نکلے گی
بجز اک حسرت عرض شکایت ہائے ناکامی — کوئی حسرت نہ ہوگی وہ جو اپنے دل سے نکلے گی
سویدائے دل اہل قلق ہو گی دم گریہ — رطوبت جو ہماری آنکھ سے [illegible] صحیح

فصیحا خون کہاں سب ہو گیا صرف نہ [illegible]
کرینگے چاک تو حسرت [illegible]

گرچہ دم ہونٹون پہ آیا ہے مے جاتے ہین — دم مگر اپنے مسیحا کا بھرے جاتے ہین

ہاے ظالم نے کس انداز سے لی ہے تلوار — قتل ہونے کے لیے لوگ مرے جاتے ہین

وہ ہماری کبھی سن لین یہ کہان ممکن ہے — سنتے ہین روز وہان کان بھرے جاتے ہین

قتل عالم پہ کمر باندھی ہے اُس نے شاید — سوز دنیا سے پرے کے جو پرے جاتے ہین

مجرم عشق اگر ہین ہمی تو ہین دیدہ و دل — شان اللہ کی ہم مفت دھرے جاتے ہین

جان دی کیا کسی عاشق نے خم ابرو پر — طاق سنت کے جولے جان بھرے جاتی ہین

قتل تو کرتے ہین انداز و ادا غمزہ و ناز — اُنکے سر مفت کے الزام دھرے جاتے ہین

آپ کو رنگ حنا سے تو بہت نفرت تھی — اب مرے خون مین کیون ہاتھ بھرے جاتی ہین

اُسکی چادر ہے نگہ ہون مین جو اُسکی تل جاے — یون تو اُس کوچہ مین سب کھوٹے کھرے جاتی ہین

سنتے ہین موت نہین آتی کبھی عاشق کو — ہاے اک ہم ہین کہ بے موت مرے جاتے ہین

چین کرتے ہین حسینون مین شب و روز ظہور — غیر کمبخت اسی غم مین مرے جاتے ہین

سید ظہور الدین احمد ظہور کاکوروی

دی پریکٹیکل ٹرانسلیشن (سیریز)

مسٹر محمد رضی بی اے علیگ، سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول اٹاوہ کی نہایت کارآمد اور مفید تصنیف جو اسکول کے طلبہ اور انگریزی سیکھنے والون کے لیے نہایت ضروری ہے مصنف کی دعوے ہے کہ دو سو روپیہ اُس شخص کو دیا جائیگا جو یہ ثابت کردے کہ انگریزی ابتدائی تعلیم کے لیے اس سے بہتر آج تک کوئی کتاب تصنیف ہوئی ہے دونون حصے انڈین پریس مین نہایت خوبی کے ساتھ چھپے ہین۔ اور ہم سے ملتے ہین۔

قیمت حصہ اول ۸ر حصہ دوم ۱۰ر

مینیجر النّاظر بک ایجنسی لکھنؤ

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین باٹلیوالا

کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت ... ۱۰ر
ہیضہ کے لیے باٹلیوالا کا کالرا بہترین دوا ہے قیمت ۱۰ر
باٹلیوالا کا خضاب ۔ جسمین نئے اضافے ہوے ہین بھورے بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لاتا ہے قیمت ۱۲ر
باٹلیوالا کی مقوی گولیان ۔ اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ۱عہ
باٹلیوالا کا سفوف دندان ۔ دیسی اور ولایتی دواؤن سے تیار ہوا ہے مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا اس مین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ۴ر
باٹلیوالا کا کیڑون کا مرہم ۔ بدن مین جا کر دیتا ہے قیمت ۲ر
یہ دوا ہر جگہ بکتی ہین اور مشتہر سے بھی مل سکتی ہین۔

ڈاکٹر ایچ باٹلیوالا ۔ وارلی لیبوریٹری دادر بمبئی